

اسلامک ایڈیٹیو کمپنی کی اجازت سے ڈیجیٹل پبلیشرز
تحقیق الابواب لتعارف الكتاب
المستقی بہ

آثار التذکرہ

جلد دوم

چودہ مضامین

ایک قرآن آداب القرآن ارض القرآن اسما القرآن
مطالعات القرآن اصحاب القرآن قصص القرآن تراجم القرآن
تفسیر القرآن ربط القرآن علاج القرآن لغات القرآن
فہرست بہت مابی لغات القرآن آداب مستشرقین فی بیان القرآن

تالیف

ڈاکٹر علامہ حسن الہ محمود

ڈاکٹر کبیر اسلامک ایڈیٹیو کمپنی

www.besturdubooks.wordpress.com

دار المعارف

انٹرنیٹ، اردو بازار، لاہور

اسلامک اکیڈمی ٹیمپل ٹری لاجواب نادر علی ٹیپل کرس
تحقیق الابواب لتعارف الكتاب
المستعملی به

آثار التذکرہ

میں

جلد دوم

چودہ مضامین

ایک قرآن آداب القرآن ارض القرآن امثال القرآن
مطالعہ القرآن اصحاب القرآن قصص القرآن تمام القرآن
تفسیر القرآن ربط القرآن علاج القرآن لغات القرآن
فہرست بہت عالی لغات القرآن آراء مشرقین فی بیان القرآن

تالیف

ڈاکٹر علامہ حسن علی محمود
ڈاکٹر کبیر اسلامک اکیڈمی ٹیمپل ٹری

دار المعارف

بفضل پبلسٹیٹ، اردو بازار، لاہور

نام کتاب	_____	ہفت روزہ التنزیل جلد دوم
مصنف	_____	ڈاکٹر علامہ خالد محمود
کتابت	_____	محمد حفیظ الحق صدیقی خانیوال
ناشر	_____	دار المعارف لاہور
صفحات	_____	
تعداد	_____	
قیمت	_____	
ممالک یورپ	_____	

ملنے کے پتے

دفتر دار المعارف پبلیو سراج روڈ سنت نگر لاہور
جامعہ ملیہ اسلامیہ توحید پارک نزد انامیہ کالونی لاہور
پتہ انگلینڈ۔ اسلامک ایکڈمی آف مینسٹر

مقدمہ

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد
اللہ رب العزت کا دل کی گمراہیوں سے شکر گزار ہوں جس نے آثار التنزیل کی دوسری جلد کھل
کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ طلبہ اور علماء کو مدت سے اسکا انتظار تھا۔ ہر کام اپنے وقت کا رہین ہے اور اس
خدمت کیلئے اللہ کے ہاں یہی وقت مقدر تھا۔ وکلان امر اللہ قدر ما مقدورا۔

طلبہ علوم اسلامی کو قرآن کے جس قدر قریب ہونا چاہیے ہم انہیں حفظ و قرات کے سوا کسی دوسرے باب
میں اس میں گمراہی نہیں دیکھتے قرآن کریم کے تاریخی پس منظر اور اسکے اصول کلیہ پر ہر طالب علم کی
بالغ نظر ہونی چاہیے مگر افسوس کہ قرآن کا یہ درک و احتضار بہت کم طلبہ کو نصیب ہوا ہے۔

قرآن کریم جس طرح اسلام کا پہلا ماخذ علم ہے طلبہ کا اس میں اشتہاک و ادراک اسی درجہ میں ہونا چاہیے
مگر افسوس کہ آج طلبہ حدیث و فقہ کی بحثوں میں تو پھر بھی کچھ دلچسپی لے لیتے ہیں مگر قرآن کریم کے
حوالوں سے بات چیت کرتے آپ انہیں بہت کم دیکھیں گے

راقم الحروف نے طلبہ کیلئے قرآن کریم کے بارے میں چالیس مختلف عنوان اختیار کئے ہیں اور طلبہ مدارس
عربیہ کے ہوں یا کالجوں اور یونیورسٹیوں کے۔ ان کو ان مختلف راہوں سے قرآن کریم کے چشمہ صافی
کے گرد لاٹھانے کی کوشش کی ہے انکے عنوان بہت آسان ہیں تاہم انکی تنسیم بہت زیادہ توجہ۔ غور
و خوض اور بار بار کے مطالعہ کی منتظر ہے

قرآن کریم کے تعارف میں بہت سی کتابیں پہلے سے بھی موجود ہیں علوم قرآن پر بھی بہت کچھ لکھا گیا ہے
لیکن طلبہ کو ترجمہ قرآن کے قریب کرنے کیلئے کسی ایسی کتاب میں کوئی کوشش نہیں ملتی۔ طلبہ قرآن
کے بارے میں تو بہت کچھ جان لیتے ہیں لیکن قرآن کو وہ بہت کم جان پاتے ہیں

راقم الحروف نے اس جلد میں لغات القرآن کے نام سے عربی الفاظ کا ایک مختصر سیکولر پیش کیا ہے جسے
بار بار دیکھنے اور پڑھنے سے طلبہ میں آسانی سے ترجمہ قرآن کی استعداد پیدا ہو سکتی ہے جس نے اس میں کچھ
عربی الفاظ اسماء میں سے بھی اور افعال میں سے بھی اس طرح متفرق جمع کئے ہیں کہ ان میں واحد و جمع
مؤنث و مذکر ماضی و مضارع اور امر و نہی کی تلاش خود طلبہ کے ذمہ لگائی ہے یہ کوشش ان میں ایک ایسا

ذوق پیدا کر دے گی کہ انکے لئے پھر پورے قرآن کا ترجمہ کرنا بہت آسان ہو جائے گا۔

طلبہ کی مدد کیلئے راقم الحروف نے پیشتر وہ آیتیں بھی دے دی ہیں جہاں ان الفاظ کا استعمال ہوا ہے وہاں انکا ترجمہ آسانی دیکھا جاسکتا ہے۔ قرآن کے تعارف میں لکھی گئی پہلی کتابوں میں طلبہ کو ترجمہ قرآن کریم کے قریب کرنے کی یہ کوشش اور کہیں نہ ملے گی

میں پروفیسر ڈاکٹر محمد سلیم صاحب کا تہہ دل سے ممنون ہوں جنہوں نے اپنے مانچسٹر کے قیام کے دوران ان الفاظ کو اس ترتیب سے جمع کیا۔ یہاں بہت سے طلبہ ان الفاظ کی مشق سے ترجمہ قرآن کی استعداد پانگھے اور اسی اجہاس سے راقم نے اسے آئندہ امتزایں میں جگہ دی ہے

مضامین قرآن کی نسبت باہلی فہرست اس جلد کا شاہ پارہ ہے اس میں ان مضامین پر کہیں بحث نہیں کی گئی۔ قرآن کریم سے ان مقامات کی نکتہ بندی کی گئی ہے جہاں یہ مباحث موجود ہیں یہ اسلئے کہ طلبہ میں قرآن کی طرف مراجعت کرنے کی عادت پیدا کی جائے اور انہیں خود انکے تراجم کی ضرورت پڑے۔ اس سے ان میں تفسیر دیکھنے کی عادت بھی پیدا ہو جائے گی۔ یہ ایک ریفرنس بک کی طرح ہے جس کے حوالے آپ کو دیگر علمی کتابوں کی طرف رجوع کرنے میں مدد دے سکتے ہیں

میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن سے اللہ رب العزت کے حضور کوئی کلمہ شکر کہ سکوں جس نے اس ناکارہ کو اس کام کی توفیق عطا کی اور قرآن کریم کو چالیس مختلف عنوانوں سے طلبہ کے سامنے لانے کی سعادت عطا فرمائی۔ اختلافی مسائل میں راقم نے حقائق کی جائے طلبہ کے عام مزاج کو سامنے رکھا ہے جس سے ہر کتب فکر کا طالب علم اس کتاب سے برابر کا فائدہ اٹھا سکے گا۔ یہ کتب اسی لئے بعض یونیورسٹیوں میں برائے مطالعہ منظور کی گئی ہے۔

فہرست

پیش لفظ

ایک قرآن

- ۲۸ امام ابو یوسف اور امام موسیٰ کاظمؑ کی ملاقات
- ۶ امام سفیان اور امام جعفر صادقؑ کی ملاقات
- ۱۰ امام قتادہ اور محمد باقرؑ کی ملاقات
- ۱۲ ابو قرہ محدث اور امام رضاؑ کی ملاقات
- ۱۶ اصول کافی کی صحت اثنا عشری علماء کے ہاں
- ۲۹ شیخ صدوق اور شیخ مرتضیٰ کا بیان
- ۳۰ شیخ نظیری کا موقف تفسیر مجمع البیان میں
- ۳۳ یہودی قرآن کو مختلف قیر بنے کی سازش
- ۳۶ حضرت علیؑ کا خلفائے ثلاثہ سے کوئی اختلاف نہ ہوا
- ۳۸ حضرت علیؑ اور حضرت معاویہؓ کا ایک قرآن
- ۴۲ حضرت علیؑ کا ایک قرآن پر ہاتھ
- ۴۴ حضرت معاویہؓ سے صرف ایک بات میں اختلاف
- ۴۶ ڈاکٹر اقبال مرحوم اپنے سفر ایران میں
- ۴۸ حضرت علیؑ کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن
- ۵۰ حضرت علیؑ کی اولاد کا موقف
- ۵۲ حضرت معاویہؓ سے قرآن کی پابندی کی شرط
- ۵۴ حضرت امام زین العابدینؑ محمدتین میں
- ۵۶ حضرت امام محمد باقرؑ کے تثنیٰ تلامذہ
- ۵۸ ائمہ اہلبیت اہلسنت وجماعت میں
- ۶۰ قرآن میں کئی مہینے کی پہلی آواز چوتھی صدی میں
- ۶۲ علی بن ابراہیم العمی اور علامہ کلینی
- ۶۴ ائمہ اہل بیت کے عقول کے بڑی
- ۶۶ علامہ باقر مجلسی کی شہادت
- ۶۸ حاضی نور اللہ شوشتری کی شہادت
- ۲۲ شاعر الہدیہ کا ظاہری ادب و احترام
- ۲۵ شاعر اللہ کے حقوق
- ۲۷ شاعر اللہ کی تعظیم کا حکم
- ۲۹ حرمت الہدیہ کی تعظیم کا حکم
- ۳۱ مسجد و کعبہ کے ظاہری احترامات
- ۳۳ اذان کو کسی قیمت پر روکا نہیں جاسکتا
- ۳۵ قرآن کے تقدس کتابیہ کا احترام
- ۳۷ منبری قوموں میں ترانہ علی کا ادب
- ۳۹ حضورؐ کا ارشاد کہ قرآن کو دشمن نہ چھوئے
- ۴۱ چھوئے پڑھنے سے رکھنے
- ۴۳ اور سبھنے کے ادب

۱. قرآن کے آداب طہارت
۲۵. ۱. نرسے ترجمہ کو چھونا
۲. کتب تفسیر کو چھونا
۳. سوگڑ گرام میں بھری آیات کو چھونا
۴. قرآن پاک کو بلا صاف بلا وضو پڑھنا
۵. گندی جگہوں پر قرآن پاک کو پڑھنا
۶. قرآن کسی جگہوں پر پڑھا جائے
۷. قرآن پاک پڑھتے سجتی کا اتنا
۸. جو ماحول فرشتوں کو ناپسند ہو
۹. وہاں قرآن پڑھنا۔
۱۰. تعویذ میں لکھی قرآن کی آیت کے ساتھ
۱۱. بیت الخلاء جانا۔
۱۲. ۳. قرآن پڑھنے کے آداب
۱۳. نظاہری اور باطنی آداب
۱۴. تلاوت کا ایک اپنا حق ہے
۱۵. تلاوت کے آداب ظاہرہ
۱۶. لمے عاجزی کے محل میں نہ آتا جائے
۱۷. حافظ ابن تیمیہ کی شہادت
۱۸. شیخ اکبر محمد الدین کی شہادت
۱۹. آیت عذاب سے گزرنے کا ادب
۲۰. تلاوت سے فراغت کے بعد دعا
۲۱. سجدہ تلاوت کے لیے با وضو ہونا
۲۲. قرآن پاک کو بوسہ دینا
۲۳. قرآن نیت کر پڑھنا کیسا ہے
۲۴. حدیث اصغر اور حدیث اکبر دونوں سے پاک ہونا
۲۵. شاہ ولی اللہؒ کا طہارت کا نکتہ کا ارشاد
۲۶. قرآن کا حکم لا یمسہ الا المطہرون
۲۷. لوح محفوظ کے نقوش کو پاک ہی چھوتے ہیں
۲۸. یہاں بھی نقوش کتابیہ کو پاک ہی چھوئیں
۲۹. علامہ شامیؒ کا فتوے
۳۰. لا یمسہ میں چھونے کے دو معنی
۳۱. مس کے حقیقی اور مجازی دو معنی
۳۲. طہارت کا فرد کامل پر درود تک پاک ہونا ہے
۳۳. امام ترمذیؒ کا بیان
۳۴. دیکھ کر پڑھنے کے لیے وضو ضروری
۳۵. لوح محفوظ کے نقوش اور صوائف موجودہ
۳۶. ہر دو کو پاک ہاتھ ہی چھوئیں
۳۷. الاصل فی الکلام الحقیقۃ (علامہ شامی)
۳۸. حضرت حکیم بن سلامؒ کو حضورؐ کی نصیحت
۳۹. حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت
۴۰. ۲. قرآن کے ربانی پڑھنے کے آداب
۴۱. ربانی پڑھنے میں وضو کی شرط نہیں
۴۲. صحابہؓ اور تابعینؒ کا فیصلہ
۴۳. حضرت علامہ شمرانیؒ کا بیان
۴۴. نابالغ بچوں کے لیے وضو کی شرط نہیں
۴۵. قرآن پاک کو چھونے پر پانچ سوال

- ۵۸ نما میں پڑھے کئے قرآن پر اجر و ثواب
- ۵۹ ادب و تلاوت مشائخ کے ہاں
- ۶۰ قرآن پاک لکھنے کے ادب
- ۶۱ عثمانی رسم الخط کی پابندی
- ۶۲ ائمہ اربعہ کا متفقہ فیصلہ
- ۶۳ علامہ مخدومی اور علامہ حواد کے بیانات
- ۶۴ بلا و ضد لکھے
- ۶۵ قرآن پاک کو تحمیر کے خون سے لکھنا حرام
- ۶۶ قرآن پاک سننے کے ادب
- ۶۷ قرآن پاک کی شانِ امامت
- ۶۸ حضرت زید بن ثابتؓ کا فتوے
- ۶۹ امام کے ساتھ قرآن پڑھنے
- ۷۰ قرآن پاک کے ادب حفظ
- ۷۱ قرآن کا حفظ امامت پر فرض کفایہ ہے
- ۷۲ تین چیزیں حافظ کو پڑھانی ہیں
- ۷۳ کثرت تلاوت والا حافظوں کے ساتھ
- ۷۴ جس قلب میں قرآن ہو اس پر پاگ نہیں آتی
- ۷۵ قرآن کو نخلادینا گناہ کبیرہ ہے
- ۷۶ ختم کے ادب
- ۷۷ ختم قرآن کے لیے اس کے صحے کرنا
- ۷۸ قرآن پاک کی سات منزلیں
- ۷۹ نزول قرآن کے وقت لوگوں کے اعتقاد
- ۸۰ اسلام سمجھنے کے لیے جاہلیت کا
- ۸۱ جائزہ لینا ضروری ہے۔
- ۸۲ اعتقاد ا دنیا کتنے طبقوں میں منقسم تھی؟
- ۸۳ عرب۔ ایران۔ روم۔ ہندوستان
- ۸۴ عرب میں پھیلے ہوئے نظریات
- ۸۵ ۱. عرب محصل
- ۸۶ مشرکین۔ یہود۔ نصاریٰ اور مجوس
- ۸۷ یہ قوتِ علیہ میں بھجکے ہوئے تھے
- ۸۸ ۲. عرب محصل
- ۸۹ ۱. وہ ہریت ۲. منکرین آخرت
- ۹۰ ۳. بشری رسالت کے منکرین
- ۹۱ ۴. مشرکین
- ۹۲ مشرکین بڑا خدا ایک ہی کو سمجھتے تھے
- ۹۳ بزرگوں کو عطا فی طور پر خدائی
- ۹۴ صفوں میں شریک کرتے
- ۹۵ بندگی کے تمام ادب بزرگوں کو واجب کرنا
- ۹۶ مشرکین کے سات ادب بندگی ان کے حضور
- ۹۷ ان کی توجہ ہاں نیاز مندی و سیکہ کے طور پر تھی
- ۹۸ مقدس ہستیوں کو قرب الہی میں اسطفا فی الثبوت کہتے
- ۹۹ یہ بزرگ فرق الاسباب مدد کرتے ہیں
- ۱۰۰ ہر ضرورت کے وقت بزرگوں کی روحوں کو طرفیہ
- ۱۰۱ بت جن بزرگوں کے نام کے ہیں وہ مدد کرتے ہیں

- ۷۵ قوم نوح کے بُت بزرگوں کے نام پر بنائے گئے
۷۶ مشرکین کے معبود یہ بزرگ ہی تھے
۷۷ بُت پرستی قبر پرستی سے ہی چلی (شامی)
۷۸ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ کی شہادت
۷۹ ایک شہد اور اس کا جواب
۸۰ اشراک باللہ کی تردید میں یہ اسلوب کیوں؟
۸۱ تدریجاً یہ بُت ہی خدا سمجھے جانے لگے
۸۲ بُت ابتداء قبلہ توجہ تھے پھر معبود مانے گئے
۸۳ وہ بت بھی تھے جن کا مصداق کوئی نہ تھا
۸۴ مشرکین کا ایک اور طبقہ
۸۵ قرآن کریم کا پر ایہ اصلاح
۸۶ اللہ رب العزت کے علم و قدرت کا بیان
۸۷ مشرکین کے نظریات کی اصلاح
۸۸ قرآن عرب مصلح کی اصلاح میں
۸۹ ۱. ملت ابراہیمی کا نام لینے والے
۹۰ ۲. نصارے
۹۱ دین مسیحی کے تین بنیادی اصول
۹۲ ۱. تثلیث
۹۳ عیسائیوں کے اقانیم ثلاثہ
۹۴ تینوں کو ملا کر ایک کہتے تھے
۹۵ مسیح کو حقیقی بیٹا نہ کہتے تھے
۹۶ کبھی اسے عین خدا بھی کہہ دیتے
۹۷ ۱. اللہ صلیح
۸۵ حضرت عیسیٰ کو ملا تاویل معبود ماننا
۸۶ اسلام میں حقوق اللہ نہیں ہو سکتا
۸۷ اسلام میں اللہ کی چھ صفات
۸۸ ۳. تصلیب مسیح
۸۹ ۱. تصلیب بطور کفارہ بھی
۹۰ ۲. خدا بلور نمود گناہ معاف نہ کر پایا
۹۱ قرآن کریم کا طریق ارشاد و اصلاح
۹۲ حضرت مسیح کا خود اپنے بارے میں موقف
۹۳ حضرت مریم کو خدا کہنے والے بھی تھے
۹۴ حضرت عیسیٰ کے پیروؤں میں غلطیاں
۹۵ ۱. حرکت دنیا کی راہ سے خدا کا قرب
۹۶ قرآن کریم میں رہبانیت کی تردید
۹۷ ۳. ہرود
۹۸ دین کی جیسے نسل کا امتیاز
۹۹ مذہبی پیشوا اجباران کے رہ بنے ہوئے تھے
۱۰۰ اسلام کا اصل مقابلہ ان سے تھا اور
۱۰۱ عیسائی زیادہ تر درویش بنے ہوئے تھے
۱۰۲ قوم یہود کی صفات
۱۰۳ ۱. یہودیوں کی خاندانی نخوت
۱۰۴ ۲. دورِ بنیادی مرضِ حسبِ مال
۱۰۵ ۳. یہود کی قسادت قلبی
۱۰۶ یہود پر ذلت و سکت
۱۰۷ سب یہود ایک جیسے نہ تھے

- ۹۳ حضرت کی آخری وقت کی وصیت
- ۹۴ قرآن میں ایک ایک مثل کئی پیراوں میں
- ۹۵ بعض یہود تشبیہ کا عقیدہ رکھتے تھے
- ۹۶ غنوق کی صفیں خان میں لانا تشبیہ ہے
- ۹۷ ہم پیروانِ ذرشت (مجوس)
- ۹۸ روح خیر اور روح شر میں جنگ جاری ہے
- ۹۹ ذرشت سے پہلے ایران کا مذہب مزدائیت تھا
- ۱۰۰ مزدے مزاد ذاتِ حق لی جاتی تھی
- ۱۰۱ ذرشت کی کتاب کا نام اوستا
- ۱۰۲ اوستا میں آگ کی پانچ قسموں کا بیان
- ۱۰۳ شاہانِ ایران کا شکوہ و ملامت
- ۱۰۴ دینِ ذرشت کے مذہبی پیشوا
- ۱۰۵ حضرت عیسیٰ کے بعد ذرشتوں میں
- ۱۰۶ مافی کی تحریک (مانویت)
- ۱۰۷ نو دوزرشت اور مسیح کی تشلیت
- ۱۰۸ ایرانیوں اور رومیوں کی جنگیں
- ۱۰۹ اس راہ سے رومی ایران میں آباد ہوئے
- ۱۱۰ بخت نصر نے یہودیوں کو فلسطین سے نکالا
- ۱۱۱ حضرت کی بشت کے وقت غنوق نظر رہے
- ۱۱۲ قرآن کی رو سے یسوی کا مقصد وجود
- ۱۱۳ غیر و شر کا پہلا معرکہ حضرت آدم
- ۱۱۴ اور اٹلیس سے قائم ہوا
- ۱۱۵ دوسرا معرکہ ہابیل اور قابیل میں
- ۱۱۶ حضرت آدم کی عمر اولاد اور وفات
- ۱۱۷ حضرت نوح علیہ السلام

قصص القرآن

مقدمہ

انجیل میں دی گئی تشبیہات

تشبیہ اور حصے میں اصولی فرق

- ۱۰۲ حضرت آدم اور نوح کے درمیان اولیاءِ کرم
- ۱۱۰ اسی قوم پر تیز و تند ہو کا عذاب
- ۱۱۱ باغِ ارم قوم عاد کا شاہکار عتنا
- ۱۱۵ حضرت صالح علیہ السلام
- ۱۱۶ شہر نے پہاڑوں کو کاٹ کر بستیاں بنائیں
- ۱۱۷ بشریت اور رسالت میں تنافی کے قائل تھے
- ۱۱۸ شہد کا صالح علیہ السلام سے نشان مانگنا
- ۱۱۹ صالح علیہ السلام کی اڑھنی کر نقصان نہ پہنچے
- ۱۲۰ حضرت ابراہیم علیہ السلام
- ۱۲۱ بید کے تمام پیغمبروں کے جدِ اعلیٰ ہیں
- ۱۲۲ آپ کے والد کا نام تاریخ
- ۱۲۳ کالدی میں آوارہ بڑے بیماری کو کہتے ہیں
- ۱۲۴ آواز سے آواز ہو گیا
- ۱۲۵ ہو سکتا ہے آرزو تاریخ کا بھائی ہو
- ۱۲۶ چچا کو بھی اب کہہ دیتے ہیں
- ۱۲۷ لوہی پشت میں سام بن نوح سے جلتے ہیں
- ۱۲۸ اسپنگر کا ایک غلط دعوے
- ۱۲۹ حضرت ابراہیم ہی بانی کعبہ تھے
- ۱۳۰ ایک اعتراض اور اس کا جواب
- ۱۳۱ حضرت اسماعیل عرب کی طرف مبعوث تھے
- ۱۳۲ حضرت ابراہیم کے دو منہاظرے
- ۱۳۳ دینِ ابراہیم کے کھلے امتیازات
- ۱۳۴ ترمیدِ خاص، ہجرت، قرآنی
- ۱۳۵ حضرت ابراہیم پر صحیفوں کا نزول
- ۱۳۶ حضرت نوح کو اطلاع کر دی گئی کہ
- ۱۳۷ اب کوئی نیا ایمان نہ لائے گا
- ۱۳۸ حضرت نوح علیہ السلام کی بددعا
- ۱۳۹ عزمان نوح
- ۱۴۰ جب کئی کہہ جو دی پرانگی
- ۱۴۱ بنی نوح انسان کے لیے درسِ عبرت
- ۱۴۲ حضرت اور یس علیہ السلام
- ۱۴۳ ان کے عہد میں مورخین کا اختلاف
- ۱۴۴ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابن عباس
- ۱۴۵ کی دلتے کہ وہی حضرت الیاس ہیں
- ۱۴۶ حضرت اور یس کا رفع آسمانی
- ۱۴۷ قورات میں تنوک کا ذکر
- ۱۴۸ کعب احبار کا بیان
- ۱۴۹ حضرت اور یس کس علاقے میں بھیجے گئے
- ۱۵۰ مرزا غلام احمد کے ہاں ایسا ہی ہیں
- ۱۵۱ حضرت اور یس علم نجوم کے بھی ماہر تھے
- ۱۵۲ سب سے پہلے آپ نے قلم اٹھایا
- ۱۵۳ حضرت یس علیہ السلام
- ۱۵۴ عاد عرب کے قدیم لوگ تھے
- ۱۵۵ عاد اولیٰ اور عاد ثانیہ
- ۱۵۶ ان کا علاقہ حضرت کے شمال میں تھا

- حضرت ابراہیم کی ہجرت ۱۱۶
- مصر کے حکمران کا بیویوں کو روکنا ۱۱۷
- شاہ مصر کی بیٹی کا جرحہ خدمت کے لیے ۱۱۸
- حضرت ابراہیم کی تین بیویاں ۱۱۹
- حضرت ابراہیم کا علم و یقین ۱۲۰
- حضرت ابراہیم علم مناظرہ کے امام ہوئے ۱۲۱
- حضرت ابراہیم کے دو بیٹے اور ایک بھتیجا ۱۲۲
- حضرت لوط علیہ السلام آپ کے بھتیجا تھے ۱۲۳
- قریم لوط پر عذاب ۱۲۴
- حضرت لوط ایک زبردست پناہ گاہ میں ۱۲۵
- حضرت نے اس آیت کی تفسیر کر دی ۱۲۶
- ۷۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام ۱۲۷
- آپ کی پیدائش کے وقت حضرت ابراہیم کی عمر ۱۲۸
- کیا باندیوں سے بھی کبھی سردار پیدا ہوئے ہیں ۱۲۹
- حضرت ماجرہ کی کہ میں تشریف آوری ۱۳۰
- حضرت اسماعیل تعمیر کعبہ میں باپ کے ساتھ ۱۳۱
- ۸۔ حضرت اسحاق علیہ السلام ۱۳۲
- ان کی پیدائش پر حضرت ابراہیم کی عمر سو سال کی تھی ۱۳۳
- حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق کا تاریخی ثبوت ۱۳۴
- دوروں کے لیے بشارتیں مختلف الفاظ میں ۱۳۵
- حضرت موسیٰ کی والدہ کو بتلایا گیا تھا ۱۳۶
- کہ شیرا یہ کچھ بچی ہوگا۔ ۱۳۷
- ۹۔ حضرت یعقوب علیہ السلام ۱۳۸
- تمام بنی اسرائیل کے جدِ اعلیٰ ۱۳۹
- عصی اور یعقوب ۱۴۰
- عصی اپنے چچا کے ہاں عرب چلے گئے ۱۴۱
- حضرت یعقوب اہل کنعان کی طرف بھیجے گئے ۱۴۲
- حضرت یعقوب کی اپنے بیٹوں کو وصیت ۱۴۳
- حضرت یعقوب کے علم کی تعریف ۱۴۴
- ادولہ الاحدی والابصار میں آپ کا ذکر ۱۴۵
- حضرت یعقوب کا وسیع سلسلہ اولاد ۱۴۶
- قرآن میں اہل یعقوب کا ذکر ۱۴۷
- انبیاء کی دراست علم میں ملتی ہے ۱۴۸
- حضرت یعقوب کی اولاد والد ماجد ۱۴۹
- ۱۰۔ حضرت یوسف علیہ السلام ۱۵۰
- سلسلہ نبوت حضرت یوسف پر تک گیا ۱۵۱
- لیکن نبوت دوسرے سلسلوں میں چلی۔ ۱۵۲
- یہ اس لیے بھی کہ آل فرعون کو تسلی رہے ۱۵۳
- یوسف کے معجزات کا ذکر قرآن میں ۱۵۴
- نمایاں نہیں صرف ان کی حکایت ہے۔ ۱۵۵
- فلسطین اور مصر میں تاریخی رابطہ ۱۵۶
- حضرت یوسف مصر کیسے پہنچے ۱۵۷
- مصر میں حضرت یوسف پر کیا حالات گزرے ۱۵۸
- حزیرہ مصر کے محل میں حضرت یوسف ۱۵۹
- ایک آزمائش میں ۱۶۰
- معصیت پر عمل کی زندگی کو ترجیح دی ۱۶۱

- دوقدیوں کا خواب اور حضرت یوسف کا تئیر دنیا ۱۳۲
- ۱۳۳ مصر میں بنو اسرائیل کی حیثیت
- ۱۳۴ بادشاہ کا خواب اور تئیر کے لیے یوسف کی تلاش
- ۱۳۵ علم کی عظمت کے آگے کسی کی نہیں چلتی
- ۱۳۶ حضرت یوسف ایک با اختیار حکمران کی حیثیت سے
- ۱۳۷ مصر کی حکومت پھر فرعون کے پاس
- ۱۳۸ حضرت یوسف کے بھائی مصر کے دربار میں
- ۱۳۹ کنعان میں حضرت یعقوب پر کیا گزری
- ۱۴۰ حضرت یوسف کی اشر کے حضور حاضری اور شک
- ۱۴۱ بھائیوں کی حضرت یوسف کے سامنے حاضری
- ۱۴۲ حضرت یوسف کا کرتے کا معجزہ
- ۱۴۳ { حضرت موسیٰ کی اہل مدین میں شادی اور مصر واپسی
- ۱۴۴ ۱۱۔ حضرت شعیب علیہ السلام
- ۱۴۵ حضرت ابراہیم کی نسل بڑھتے سے تھے
- ۱۴۶ حضرت شعیب کی بعثت مدین میں
- ۱۴۷ مدین حضرت ابراہیم کے ایک بیٹے کا نام تھا
- ۱۴۸ ناپ تول میں کمی کرنے کے خلاف تبلیغ
- ۱۴۹ حضرت شعیب کا خطاب اصحاب ایک سے
- ۱۵۰ اہل مدین کا عقیدہ کہ بشر سفیر نہیں ہو سکتا
- ۱۵۱ اس قوم پر زلزلے کا عذاب
- ۱۵۲ آبر کے ساتھ ان میں آگ کا عذاب
- ۱۵۳ حضرت موسیٰ ابن مدین کے ہاں ۲ بچے
- ۱۵۴ حضرت موسیٰ علیہ السلام
- ۱۵۵ حضرت موسیٰ کے بیٹے پہو دا کی اولاد میں سے تھے
- ۱۵۶ حضرت شعیب کے عہد میں جاووت کا قتل
- ۱۵۷ یہ مہر کہ حضرت داؤد نے فتح کیا
- ۱۵۸ پھر اللہ نے ان کو نبوت دی
- ۱۵۹ نبوت اور حکومت دونوں میں
- ۱۶۰ حضرت موسیٰ کے والد عمران بن قاسم

- ۱۳۶۸ جنت کے ہاتھوں بیت المقدس کی تعمیر
- ۱۳۶۹ حضرت سلیمان کا بدن بعد الوفا بھی قائم رہا
- ۱۳۷۰ جنات علم غیب نہیں رکھتے
- ۱۳۷۱ **حضرت زکریا علیہ السلام**
- ۱۳۷۲ بیت المقدس کی خدمت میں وقف ہوئے
- ۱۳۷۳ حضرت مریم وہاں اُن کی کفالت میں رہیں
- ۱۳۷۴ حضرت مریم کے پاس خلاف موسم پھل
- ۱۳۷۵ حضرت زکریا کو بڑھا ہے میں جوانی کا پھل ملا
- ۱۳۷۶ حضرت زکریا پر خدائی نشان اترتا
- ۱۳۷۷ حضرت یحییٰ کو سچپن میں نبوت مل گئی
- ۱۳۷۸ **حضرت یونس علیہ السلام**
- ۱۳۷۹ نیزا کی طرف بھیجے گئے
- ۱۳۸۰ قوم پر عذاب اترنے کی خبر
- ۱۳۸۱ عذاب اترنا اگر ان میں گھس نہ پایا
- ۱۳۸۲ قوم کی اس وقت کی توبہ قبول ہو گئی
- ۱۳۸۳ حضرت یونس کا بستی سے نکل پڑنا
- ۱۳۸۴ کسی حکم خداوندی کے خلاف نہ تھا
- ۱۳۸۵ حضرت یونس کا پھل کے پیٹ میں چلا جانا
- ۱۳۸۶ پھل کے پیٹ میں دوسری زندگی قائم رہی
- ۱۳۸۷ پھل کے پیٹ میں بھی تسبیح و استغفار
- ۱۳۸۸ آدم کی خلافت حضرت داؤد پر ظاہر ہوئی
- ۱۳۸۹ حضرت داؤد کو فصل الخطاب کی عطا
- ۱۳۹۰ حضرت داؤد کی حدود سلطنت
- ۱۳۹۱ حضور نے سخن داؤدی کی تعریف فرمائی
- ۱۳۹۲ حضرت داؤد کی زبان سے زبور کا حکم
- ۱۳۹۳ حضور سے اس حکم کی روایت
- ۱۳۹۴ زبور کس پیرایہ کی کتاب ہے
- ۱۳۹۵ تورات کس پایہ کی کتاب تھی
- ۱۳۹۶ حضرت داؤد کے علم کی شان
- ۱۳۹۷ وہ ہے کے حرم ہو جانے کا معجزہ
- ۱۳۹۸ حضرت داؤد کے فصل خصومات
- ۱۳۹۹ شرکار کا کس طرح ایک دوسرے پر چڑھتے ہیں
- ۱۴۰۰ حضرت داؤد علیہ السلام پر ابتلا کی گٹھری
- ۱۴۰۱ **۱۴۱. حضرت سلیمان علیہ السلام**
- ۱۴۰۲ حضرت سلیمان کا ہوا پہ اُڑتا تخت
- ۱۴۰۳ حضرت سلیمان کی دعا کہ جنات پر کسی اور کو حکومت نہ ملے۔
- ۱۴۰۴ حضرت سلیمان کا ملک سبا کی خبر پانا
- ۱۴۰۵ حضرت سلیمان کا ملک یمن کے نام خط
- ۱۴۰۶ تخت یمن کا یمن سے پہلے چلا آنا
- ۱۴۰۷ حضرت سلیمان نے چیونٹیل کی ملکہ کی بات سن لی
- ۱۴۰۸ چیونٹیوں تک کو علم ہے کہ بیٹے کے صحابہ کسی پر زیادتی نہ کر سکیں گے۔

- ۱۳۸ عامرہ اور سدوم میں حضرت لوط
 " حجاز کے شمال کی طرف حضرت شعیب
 " اصحاب ایکہ اور اصحاب بدین ایک ہیں
 ۱۳۹ اصحاب ایکہ پر حج کا عذاب
 " ۲۔ اصحاب القریہ
 " سورہ لیسین میں ان کا ذکر
 ۱۴۱ ان پر بھی حج کا عذاب اترا
 " ایک کھجور یاد رکھنے کے لائق
 " لفظ مسنون کے مختلف محل
 ۱۴۲ تورات کو لے کر سینے والے رسول
 " اصحاب قریہ کے ذکر میں نصیحت
 " بشریت اور رسالت میں تسانی نہیں
 " ایمان باللہ اور ایمان بالآخرۃ جیادہی امور ہیں
 ۱۴۳ ۳۔ اصحاب السبت
 " تورات کے حوالہ سے
 " یہ قوم دریا کے کنارے آباد تھی
 " پھیلوں کی آزمائش میں
 ۱۴۴ اس سببی کا نام ایلہ تھا
 " ایک غور طلب بات
 " دوسری غور طلب بات
 " صدقوں کے نسخہ ہونے کا بیان
 ۱۴۶ تیسری غور طلب بات
 " ۴۔ اصحاب الرک

پھیلی کا انہیں کنارے پر ڈال دینا
 حضرت یونس پر یقین کے درخت کا پردہ
 اللہ کی طرف سے کالمین کی تربیت

حضرت عیسیٰ بن مریم

آپ کے لیے آپ کے پورے خاندان کا ذکر
 آپ کے پورے وقائع حیات ابھی واقع نہیں ہوئے
 آپ قیامت کی ایک نشانی ٹھہرائے گئے
 دنیا میں وقائع حیات اس طرح گزرے
 بلا باپ پیداؤش اور ماں کی گود میں کلام کرنا
 بن باپ ہونے میں حضرت عیسیٰ سے مشابہت
 آپ پر انجیل کیسے اتری
 آپ کو اپنے مخالفین پر فیلے کی بشارت ملی
 آپ سولی نہ دیئے گئے تھے
 آپ جبر و عنبری سے آسمان پر اٹھائے گئے
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اللہ کے حضور مکالمہ

اصحاب القرآن

قومیں اصحاب کے نام سے

جیسے اصحاب الفیل، اصحاب الاحدود
 شخصیات کا ذکر

شام اور فلسطین میں حضرت اسحق

عرب میں حضرت اسماعیل علیہ السلام

۲۰۸ کفرانِ نعمت کا لفظ ناشکری کے معنی میں

قرآن میں لفظ کفر لغوی معنی میں بھی آیا ہے

کفر کی شرعی حقیقت کیا ہے؟

کفر عناداً ہو یا الحاداً حکم ایک ہے

عملی ترکِ مروت کو تاہی ہے انکار نہیں

۲۰۹ امام محمد کے بیان میں ایمان کی حقیقت

۳۔ دین کی حقیقت

یہ لفظ اپنے لغوی معنی میں

کبھی یہ اپنے اصل معنی پر مع جملہ تفسیلات کے

دین کے اپنے اجزاء نہیں یہ سبببثی ہے

۲۱۰ اجزاء کی آپس میں برابری نسبت ہوتی ہے

تفصیلاً اور تقاضے بنظر فروغ کے میں

دین میں قوتِ ضعف تو آتا ہے کسی بیشی نہیں

دین کے لغوی معنی جھکنے اور ماتحت

ہونے کے ہیں۔

قرآن میں اس لفظ کا لغوی استعمال

۲۱۱ ابو سعیدہ لغوی کا بیان

حافظ ابن جریر کا بیان

۲۱۲ دین سب پیغمبروں کا ہمیشہ ایک رہا ہے

حدیث سے اس کی شہادت

ابو حیان اندلسی کا بیان

امام فخر الدین رازی کا بیان

قیامت کے بعد وزن کا یہ پیمانہ نذر ہے گا

دنیا میں کیے خود ساختہ اعمالِ حساب کے

دن وزن نڈوے سکیں گے۔

اصطلاحات القرآن

۲۱۳ زمانہ بعثت کے عرب الفاظ کے بھیدوں

سے نا آشنا تھے۔

۲۱۴ لغوی اور ایرانی اثرات کے الفاظ میں پیشیں ملیں

۱۰۱ ایمان

لغوی اور اصطلاحی معنی

ایمان کی شرعی حقیقت

ایمان تشدید بالرسالت کا نام ہے

ایمان اور کفر کے اپنے اپنے احکام ہیں

ایمان کچھ اعمال ہیں اور کچھ اس کی علامات

حقیقت معلوم ہر جگہ کے تو علامات کا

اعتبار نہیں رہتا۔

۲۱۵ قرآن کریم میں اعمال کو بھی ایمان کہا گیا ہے

کبھی ایمان سگمرد ایمان کی تفصیل ہوتی ہیں

حدیث کی روشنی میں ایمان کا معنی

ایمان اور اسلام

ایمان کو ضرور دل تک محدود نہیں رکھا جاسکتا

۲۱۶ کفر کی حقیقت

۲۔ لغوی معنی پھیلنے اور انکار کے ہیں

- ۲۲۳ پہلے لوگوں میں زیادہ اہل جنت
- ۲۲۴ رسولوں کے لیے غالب آنے کا وعدہ
- ۲۲۵ رسولوں کو دنیا میں بھی غلبہ ملتا ہے
- ۲۲۶ منافع بھی انجام کار ناکام ہو کر رہیں گے
- ۲۲۷ کتاب
- ۲۲۸ کتاب دوح محفوظ کے معنی میں
- ۲۲۹ کتاب سے مراد قرآن کریم
- ۲۳۰ کتاب سے کبھی مراد ایک سورت
- ۲۳۱ کتاب سے مراد تورات اور انجیل
- ۲۳۲ ۸۔ آیت
- ۲۳۳ قرآن کریم کے فقرے اور جملے
- ۲۳۴ قدرت کے کئے نشان
- ۲۳۵ معجزات کو بھی آیات کہتے ہیں
- ۲۳۶ ۹۔ تبصیر خاص
- ۲۳۷ ۱۰۔ تخصیص عام
- ۲۳۸ ۱۱۔ برہان۔ دلیل۔ معجزہ
- ۲۳۹ ۱۲۔ کذ لک اور کما
- ۲۴۰ ۱۳۔ آل اور اہلبیت
- ۲۴۱ ۱۴۔ الم تر کے معنی
- ۲۴۲ ۱۵۔ اتما
- ۲۴۳ ۱۶۔ تم اور واؤ عاطفہ
- ۲۴۴ ۱۷۔ حذف کی مختلف صورتیں
- ۲۲۳ خدا کے اثرات و ثمرات نماز کی حقیقت نہیں
- ۲۲۴ دین اور اس کے تقاضے
- ۲۲۵ ایمان بچانے کے لیے مخلصانہ کوشش
- ۲۲۶ ۴۔ دین کا غلط تصور
- ۲۲۷ دین ایک نظام نہیں ایک حقیقت ہے
- ۲۲۸ دین کے مختلف پہلوؤں کو جوڑنا ایک نظام ہے
- ۲۲۹ اقامت شریعت اور اقامت دین میں فرق
- ۲۳۰ دین کا صحیح تصور (ایک نقشہ کی صورت میں)
- ۲۳۱ ایک سوال
- ۲۳۲ جو کام خاص حالات میں مسلمانوں کے ذمے ہیں کیا ان
- ۲۳۳ حالات کا پیدا کرنا بھی ہمارے ذمہ ہے
- ۲۳۴ ۵۔ نفاق
- ۲۳۵ نفاق اعتقادی اسلام کو دل سے نہ مانتا ہے
- ۲۳۶ صحابہ کی جماعت ایمان کا معیار ہو چکی تھی
- ۲۳۷ مناظروں کی اصولی علامات
- ۲۳۸ ۱۔ وہ دورِ عروج میں مسلمانوں میں گئے ہوں
- ۲۳۹ ۲۔ وہ لوگوں کی پر آشوب زندگی میں نہ ملے ہوں
- ۲۴۰ ۳۔ وہ مال خرچ کرنے سے پورے گریزاں ہیں
- ۲۴۱ ۴۔ وہ امر بالمعروف میں برابر کوشاں رہیں
- ۲۴۲ ابن مسعودؓ کی شہادت
- ۲۴۳ ۶۔ اظہار رسالت
- ۲۴۴ ایک کامیاب رسالت
- ۲۴۵ بعد کی نظری آپ کے لیے پہلی سے بہتر

- ۲۳۸ ۱۸۔ ابدال کے مختلف حالات
- ۲۳۰ ۱۹۔ اختلاف کے مختلف معمولین
- ۲۵۲ ۲۰۔ قرآن میں لفظ لعل کی حقیقت
- ۲۵۳ **مختلف تراجم قرآن**
- ۲۴۱ ۱۔ ولہ ما سکن فی اللیل والنہار
- ۲۴۲ ۲۔ ان اراد ان یصل المسیح بن مریم و آتہ آتہ فعل بیبک کے تحت نہیں
- ۲۵۳ ۳۔ قرآن ترجمہ کرنے کے جواز کا فتویٰ
- ۲۴۲ ۴۔ علامہ سہنکی ترجمہ میں سبقت عملی
- ۲۵۳ ۵۔ علامہ عرب میں اختلافات رہے
- ۲۵۳ ۶۔ ترجمہ میں صحت ترکیب اور الفاظ کی مناسبت
- ۲۴۲ ۷۔ غلط ترجمہ کس طرح ہوتا ہے اور اس کے نتائج
- ۲۵۳ ۸۔ ترجمہ میں غلطی کر جانے کی مثالیں
- ۲۴۲ ۹۔ استہزاء اردو میں کسی اچھے معنی میں نہیں
- ۲۴۲ ۱۰۔ عربی میں بطور مشاکلت اللہ کے لیے
- ۲۴۲ ۱۱۔ اردو ترجمہ سہنی کرتا ہے ہو سکتا ہے
- ۲۴۸ ۱۲۔ استہزاء کرتا ہے نہیں ہو سکتا
- ۲۵۲ ۱۳۔ سورۃ فاتحہ میں غیر المنضرب کا محل
- ۲۴۲ ۱۴۔ یہ الذین انعمت کا بدل ہے یا صفت
- ۲۴۲ ۱۵۔ مولانا محمد جو ناگر دہلی کا غلط ترجمہ
- ۲۴۲ ۱۶۔ مولانا احمد رضا خاں اس کی پیروی ہیں
- ۲۴۲ ۱۷۔ بے شک کرنے کا جائز ذریعہ نہ کر سکتے والا
- ۲۴۸ ۱۸۔ اپنے سات روئے کہاں رکھے۔
- ۲۴۹ ۱۹۔ اذ ارجمتہ کا معنی فقہ حنفی میں
- ۲۴۹ ۲۰۔ اذ ارجمتہ کا معنی کنز الایمان میں
- ۲۴۱ ۲۱۔ اولہ ما سکن فی اللیل والنہار
- ۲۴۲ ۲۲۔ سکون رات کے ساتھ مخصوص ہے
- ۲۴۲ ۲۳۔ ان اراد ان یصل المسیح بن مریم و آتہ آتہ فعل بیبک کے تحت نہیں
- ۲۴۲ ۲۴۔ تاکید تکبیت کی ایک اور مثال
- ۲۴۲ ۲۵۔ مفعول سعد کی چند اور مثالیں
- ۲۴۲ ۲۶۔ عبادت اصطلاحی معنی میں
- ۲۴۲ ۲۷۔ عبادیت اور عبودیت کے معنی
- ۲۴۲ ۲۸۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا بیان
- ۲۴۲ ۲۹۔ عبادت میں توجہ براری مخلوق کے لیے
- ۲۴۲ ۳۰۔ محدث کیر طرا علی قاری کا بیان
- ۲۴۲ ۳۱۔ لاجناح علیکہ کا ایک استعمال
- ۲۴۲ ۳۲۔ صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا
- ۲۴۲ ۳۳۔ ان پتھروں کی تنظیم کے لیے نہیں۔
- ۲۴۲ ۳۴۔ فی کولام کے معنی میں نہ لینے کی غلطی

- ۲۵۷ عبد اللہ بن عمر نے آٹھ سال میں سورہ فاتحہ پڑھی
- ۲۵۸ امام مجاہد نے حضرت ابن عباس سے تیس دفعہ قرآن پڑھا۔
- ۲۵۹ سورۃ البقرہ اول آل عمران پڑھنے والے آگے نکل گئے۔
- ۲۶۰ حضور دس آیات پڑھانے کے بعد ان پر عمل کھلاتے
- ۲۶۱ جو اکابر صحابہ تفسیر قرآن کا مرجع بنے
- ۲۶۲ حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ،
- ۲۶۳ عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عباس،
- ۲۶۴ زید بن ثابت، ابی بن کعب،
- ۲۶۵ حضرت ابن عباس، کاروی علی بن ابی طلحہ
- ۲۶۶ تفسیر قرآن کے دو مرکز کوفہ اور کوفہ
- ۲۶۷ کوفہ میں حضرت ابن عباس کے پانچ شاگرد
- ۲۶۸ کوفہ میں عبد اللہ بن مسعود کے چار شاگرد
- ۲۶۹ تابعین نے صحابہ سے جو طرح سنت کا علم پایا
- ۲۷۰ تفسیر قرآن بھی انہوں نے انہیں سے سیکھی۔
- ۲۷۱ تبع تابعین کے ذوالقدر مفسرین
- ۲۷۲ تیسری صدی ہجری میں تفسیر ابن جریر لکھی گئی
- ۲۷۳ تفسیر ابن عباس ان کے بعد جمع کی گئی
- ۲۷۴ علم تفسیر سے مراد قرآن کی بات کو کھلانا ہے
- ۲۷۵ علم تفسیر ابن خیابان اندلسی کے بیان میں
- ۲۷۶ قرآن کی علم کے مختلف شعبوں میں تقسیم
- ۲۷۷ اے پڑھنے میں قرأت نزول کے سات پیرائے

- سورہ فاتحہ کے قرآن مجید ہونے کا اقرار
- مولانا محمد جوناگڑھی کا غلط ترجمہ
- سورہ فاتحہ قرآن کی رو سے قرآن عظیم ہے
- غلط ترجمہ کا ایک پس منظر ایک مسلکی غرض ہے
- ۵۔ بالآخرہ کا ترجمہ
- وحی کی صرف دو قسمیں ہیں
- مرزا محمد کی تحریف
- قادیاہی تحریف کا پس منظر
- پہلے ترجمہ میں اختلاف ہوتا ہے
- پھر تفسیر میں اختلاف بنتا ہے۔

تفسیر القرآن

- تفسیر کی ضرورت پر پانچ قرآن شہادتیں
- ۱۔ تبتین حضور کا۔ اور تفکر صحابہ کا
- تفکر تبتین کی روشنی میں ہو
- ۲۔ الفاظ کا اختلاف تبتین سے ہی ختم ہوتا ہے
- ۳۔ جمع قرآن اور بیان قرآن کی الہی ذمہ داری
- ۴۔ تعلیم کتاب حضور کے ذمہ لگائی گئی
- ۵۔ تلاوت اور تعلیم دو علیحدہ عمل ہیں
- ۶۔ حضرت ابراہیم ربانی سے تعلیم کتاب فرماتے تھے
- قرآن کریم میں امت کے لیے تدریس و تفکر کا حکم
- قرآن سے دو شہادتیں
- قرآن کجما لنت صحیح کافی ہوتا اور اس وقت کہوں گاتے

۲۰. تاویل کا معنی علامہ خازن کے ہاں
۲۱. تفسیر بالرای کے کہتے ہیں
- قرآن میں رکنے سے بہت کہنا صحیح ہی ہو {
- اس میں اپنے نفس کا داخل ہے۔
۲۲. باطنیہ اور خوارج تفسیر بالرای کہتے ہیں
- حضرت مولانا انور شاہ کے ہاں تفسیر بالرای کا معنی
۲۳. حضرت علامہ طاہر گجراتی کے ہاں تفسیر بالرای کا معنی
- تفسیر بالرای کی چند مثالیں
۲۴. ۱. عالم رواج کے خطاب کو یہاں کا خطاب ٹھہرانا
۲۵. حضرت ابراہیم کے ہاں جبریل صحیح ہونے آئے تھے
- جبریل جو کچھ کہتا ہے تھے خدا کی طرف سے تھا
۲۶. ۲. صحافیہ کرام کے لطائف اور مخدین {
۲۷. کی تاویل میں فرق
۲۸. تفسیر بالرای کے پانچ وجوہ
۲۹. قرآن پورے کا پورا متشابہ ہے
۳۰. قرآن کی مراد سب کو آسمانی حق ہے {
- اپنی مرضی کی بات نہیں۔
۳۱. قرآن کی آیات کی مختلف انواع
۳۲. ۱. وہ آیات جواز خود واضح المراد ہوں
- دس مثالیں
۳۳. ۲. وہ آیات جو کلیات اور اشباہ
۳۴. و امثال کے درجہ میں ہیں {
۳۵. امثال قرآن کو صرف عالم ہی سمجھ پاتے ہیں
۳۶. ۱. تلاوت میں علم لغت اور قواعد عربیت
۳۷. ۲. الفاظ کے افردی احکام میں علم صرف
۳۸. ۳. الفاظ کے ترکیبی احکام میں علم نحو
۳۹. ۴. تنمات میں ناسخ و منسوخ عام و خاص
۴۰. حکم و متشابہہ اور قصص احکام
۴۱. تنمات وہ ہیں جو قرآن کی تفسیر کو پورا کریں
۴۲. متقدمین کے ہاں انہی تنمات کو علم تفسیر کہتے تھے
۴۳. ابوالمصور راہیدی تفسیر میں نکتہ نکتہ کے طالب
۴۴. علم تفسیر علامہ سیوطی کے الفاظ میں
۴۵. ضروریات تفسیر بقول حضرت شاہ عبدالعزیز
۴۶. تاویل قریب، تاویل بعید اور تریف میں خالصے
۴۷. سفر اور سفر ایک معنی میں
۴۸. والصبح اذا السفر میں اسفار کا بیان
۴۹. تفسیر اور تاویل کے لغوی معنی
۵۰. حدیث میں تاویل قرآن اور تنزیل قرآن کا ذکر
۵۱. علامہ راجب تفسیر میں صرف
۵۲. مفردات لاتے ہیں۔
۵۳. علامہ ابو نعیر قشیری کی رائے
۵۴. فقط تفسیر متاخرین کے ہاں
۵۵. الاعتبار والتاویل
۵۶. ۱. حضرت نے قرآن کی تلاوت اور تاویل میں
۵۷. فرق بیان فرمایا یہ علماء سے ہی مل سکے گا۔
۵۸. تاویل سے حضور کا منقول ہونا ضروری نہیں

- ۲۸۹ بہر مشابہات۔ انہیں حکمت کے تابع رکھا جائے
ان کی مراد پالینے کو بھی تاویل کہتے ہیں۔
- ۲۹۰ وہ آیات جن میں قصص اور اقوال سابقہ کا بیان
قرآن میں خبر دی گئی کہ اس میں الحاد کر کے نئے بھی ہو گئے
- ۲۹۱ صحیح مفسر بننے کی چودہ شرطیں
پندرہویں شرط علم سوہبت زبانی ہے
- ۲۹۲ عوام کے لیے قرآن میں راہِ عمل
تفسیر قرآن کے پانچ اصول
- ۲۹۳ تفسیر قرآن کی ضرورت
ایک شیعہ اور اس کا جواب
- ۲۹۴ گنتی کی آیات لامحدود ضرورہ کہ کیسے حل کریں
علماء میں علمی تہیظ اور ملکہ اجتہاد پیدا ہوا
- ۲۹۵ تفسیر سلف میں اختلاف کی نوعیت
سلف میں تفسیر میں بہت کم اختلاف ہوا ہے
- ۲۹۶ وہ تنوع کا اختلاف ہے نہ کہ تضاد کا۔
چند مثالیں
- ۲۹۷ اصل مستقیم کے مختلف معنی
۲۔ کوثر کے مختلف معنی
- ۲۹۸ ۳۔ کوثر سے کیا کیا مراد ہو سکتا ہے
ان تمام وجوہ میں کسی ایک ہی رہے گا
- ۲۹۹ اختلاف کی ایک اور قسم
کسی حکم عام کے ایک نوع کی نشاندہی
- ۳۰۰ اسی حکم عام کے تحت دوسری نوع کی نشاندہی
- ۳۰۱ ۳۔ ہندھہ سابق بالخیرات میں سابق کے معنی
۱۔ جو اول وقت نماز پڑھتا ہے
- ۳۰۲ جو وہا جہانک ساتھ مستحبات کا بھی پابند ہے
ظالم لفقہ اور مقصد کے مختلف معنی
- ۳۰۳ یہ تنوع کا اختلاف ہے تضاد کا نہیں
موارد نزول میں اختلاف کی حقیقت
- ۳۰۴ اسباب نزول میں متقدمین کی روش کو
پہچاننے کی اشد ضرورت ہے۔
- ۳۰۵ حضرت شاہ ولی اللہ کا استنفاذ صحاح
اور تابعین کے کلام سے۔
- ۳۰۶ ابن تیمیہ کا بیان کہ اس میں وسعت کا فرق ہے
شان نزول اور موارد نزول میں فرق
- ۳۰۷ العبرة لعوم اللفظ لا لمضمر الحورد
حافظ ابن دقیق العید کی شہادت
- ۳۰۸ حضور کی بیان قرآن کی ذمہ داری
دو تابعین کے پہلے اٹھا ہوا مفسر
- ۳۰۹ تفسیر قرآن کے اجزاء اور روایت آگے چلے
عربی دالوں کو ان تفسیری اجزاء کی کیا ضرورت تھی؟
- ۳۱۰ تفسیر قرآن میں لغت کو ثانوی درجہ حاصل ہے
شیخ عبدالقادر جرجانی کی شہادت
- ۳۱۱ امام سخرا علامہ اسمعیلی کا بیان
علامہ راقب اسفہانی کا بیان
- ۳۱۲ تفسیری صمدی کے نامور مفسرین

- ۳۰۴ علماء کی سولہ تفسیرات
- ۳۰۵ آزادی قلم کی نو تفسیرات
- ۳۰۶ شیعہ تفسیر عربی اور فارسی ۱۲
- ۳۰۷ شیعہ تفسیر (اردو) ۲
- ۳۰۸ قرآن پاک کے فارسی تراجم و تفسیر
- ۳۰۹ قرآن پاک کے مشہور تراجم و تفسیر
- ۲۹۵ چوتھی صدی کے نامور مفسرین
- " پانچویں صدی کے نامور مفسرین
- ۲۹۶ چھٹی صدی کے نامور مفسرین
- " ساتویں تا نویں اور دسویں صدی کے مفسرین
- ۲۹۷ گیارہویں اور بارہویں صدی کے مفسرین
- ۲۹۸ مختلف انواع میں تفسیریں لکھنے والے

علاج بالقرآن

- ۲۱۳ قرآن پاک صرف موم کا خزانہ نہیں
- " قرآن پاک کی وجہ اعجاز کی ہیں
- " قرآن پاک میں علم غیبی کے کئی آثار
- " قرآن انسان کی زبان سے نکلے
- " قرعہ یہ کلام اللہ ہے
- علم کتاب کی بستیوں اعطاء انسانی میں محدود نہیں
- ۲۱۳ زمین بستی ہے یا زمانہ ٹمٹسا ہے
- " جنت کی قربت پرواز
- ۲۱۵ قرآن پاک کا اثر شفا
- " قرآن پاک کی آیت شفا
- " قرآن پاک کے اثر سے بدی صحت
- " آیت شفا سے صحابہ نے کیا جانا
- ۲۱۶ حضرت ابو سعید الخدری کا عمل
- حضرت عثمان بن ابی العاص کا عمل
- " حافظ ابن قیم کا ایک تجزیہ
- " ادب و عربیت اور نجومیں :-
- " تفسیر جلالین، بیضاوی، کشاف، مدارک
- " المفردات، ابوالاسود، بحر محیط
- ۲۹۹ ۶ فقہی مسائل اور استخراج احکام میں
- " احکام القرآن جصاص زازی دابن عربی مالکی
- " تفسیرات احمدیہ، تفسیر مظہری، احکام القرآن
- ۳۰۰ ۳۔ جو تفسیر روایتی پہلو میں ممتاز ہیں
- " ابن جریر، معالم التنزیل، بحر محیط
- " تفسیر کبیر، تفسیر قطبی، خازن، ابن کثیر
- " تفسیر مظہری، فتح القدیر، روح البیان
- ۳۰۱ ۴۔ جو تفسیر جامعیت میں مرتب ہیں
- " جیسے روح المعانی
- " اردو تفسیر
- موضع القرآن، مواہب الرحمن، فتح المنان
- " الاکبر، الاکمل، تفسیر قاضی، تفسیر رونی
- ۳۰۲ عمدۃ البیان، ترجمان القرآن، نواب صدیق حسن
- چودھویں صدی میں اردو تفسیر کی خدمات ۳۰۳

- ۳۱۹ برقی علاج کے متعدد پیرائے
- ۳۱۷ علم خفی کی تاثیر جعلی دیکھی گئی
- » جادو علم خفی ہے مگر اس کی تاثیر جعلی دیکھی گئی
- » خاندان سیدی میں تفریق پیدا کرنے کا مغلی عمل
- » حضرت ابو بکر صدیقؓ کا کتب اللہ سے عمل
- » حضرت امام محمدؓ کی شہادت
- ۳۱۸ سانپ کے ڈسنے کا قرآن سے علاج
- » اس علاج پر اُجرت کا طلب کیا جانا
- » صحیح بخاری کا باب الرقی بالقرآن و اموذات
- ۳۱۹ صحیح مسلم کا باب جواز امثال الحجۃ علی الرقیۃ
- » علی الاطلاق قرآن پاک سے علاج
- » حضرت علی المرتضیٰؓ کی شہادت
- » شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی شہادت
- » حضرت کا حضرت ابو ہریرہؓ کو دم کرنا
- ۳۲۰ حضرت شیخ عبدالغنی محدث دہلوی کی شہادت
- » جن مریضوں پر جنات یا جادو کا اثر ہوا
- » یہود جادو کے عمل میں بہت ماہر تھے
- » حضرت کعب احبارؓ کا اپنے نحف کا عمل
- » حضرت نے معراج کی رات ایک بڑا جن دیکھا
- » اس کے ہاتھ میں ایک شعلہ تھا۔
- » یہ شعلہ کیسے بجھتا ہے
- » دم اور دوا میں فرق
- » ہر جن کبھی باطنی انداز میں آتے ہیں
- ۳۲۱ ہر جن کبھی خورداک کی بے اعتدالی سے
- » دم کے آداب اور مکروہات
- » علامہ عینی کا بیان
- ۳۲۲ علامہ مناوی کا بیان
- » پہنے کپڑوں میں باریک روحانی اثرات
- » حضرت یوسفؑ نے جہانوں کو اپنی قمیص دی
- » حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت
- » ہریت کا ایک ٹکڑا اور ایک لیٹن
- » اصحاب کہف کے چند خرق عادت امرد
- » حضرت خضرؑ کے اسرار علم
- ۳۲۳ سورۃ کہف کے اسرار اور دجال پران کی بات
- » حضرت ابوالدرداءؓ کی روایت
- » اگر قرآن سے پہاڑ چلنے لگتے
- » اور شے اس سے بول پڑتے۔
- ۳۲۵ شیخ الاسلام کا ایمان افزہ بیان
- » دوا کو چھوڑ کر روحانی علاج کے درپے ہونا
- » حضرت جابرؓ کی روایت کھل دوا دوا
- ۳۲۶ دم اور تعویذ میں فرق
- » قرآن کریم اور کتاب میں فرق
- » علاج بالقرآن دم اور تعویذات سے
- ۳۲۷ تعویذ میں روحانی اثرات
- » حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا عمل
- » مجددات دہم علی القاری کی شہادت

مضامین القرآن

- ۲۲۸ دم میں کلمہ شکر کا نہ ہونا چاہیے
 خدا نے اظہارِ شکر کا ایک حوالہ
 ام المؤمنین حضرت حفصہؓ کا دم سیکھنا
 شیخ احمد عبدالرحمن البزار کا فتوے
- ۲۲۹ ہاتھوں پر دم کرنا اور ہاتھوں کا بدن پر ہونا
 ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کی شہادت
 محدث کبیر ملا ناہید عالم میرٹھی کی شہادت
 زاب صدیق حسن خاں کی شہادت
 کیا کافر کو دم کیا جاسکتا ہے؟
- ۳۲۰ ملا ناشریف الدین دہلوی کی شہادت
 حضرت جبریل کا حضور کو دم کرنا
 اظہارِ شکر کے ہاں شکر کی الفاظ سے دم کا جواز
- ۳۲۱ روحانی علاج پر فیس مقرر کرنا
 امام نووی کا جواز کا فتوے
- ۳۲۲ علاج اور تشریح میں فرق
 علاج حالات کے پیش نظر ہوتا ہے
 تشریح قانون کے تقاضوں کے تحت
 فقہ کی بات علاج و حکمت سے نہیں
 قانون کے طور پر ہوتی ہے۔
- ۳۲۳ صوفیہ کا عمل حل و حرمت میں سند نہیں
 من احدث فی امرنا ہذا کی شرح
 صحابہ کے اجماع سے بسبب المؤمنین جلی
- ۳۲۴ صحابہ کا اجماعی موقف غیر حق نہیں ہو سکتا
۱. کتاب القرآن
 قرآن اس نے اپنے بندے پر انکار کیا
 قرآن سے عربیت جدا نہیں کی جاسکتی
 قرآن کے قرآن میں کئی نام
 قرآن کی ابدی حفاظت کا وعدہ
 قرآن شکل ہے یا آسان؟
 کس زبان سے آسان کہا گیا؟
 قرآن پر ایمان لانے کا بیان
 فہم قرآن کے مختلف پیرائے
- ۳۲۵ ۲. کتاب الایمان
 ایمان کی حقیقت
 ایمان اور اسلام ایک
 اسلام کبھی اسلام کے معنی میں
 ایمان کی کبھی بیشی مقدار میں نہیں
 قوت و ضعف میں ہے۔
 ایمان میں کبھی عمل بھی آجاتا ہے
 گناہ کی رو سے ایمان سے نہیں نکلتا
 ایمان اور کفر میں کوئی واسطہ نہیں
 ایمان کی علامات
- ۳۲۶ ۳. کتاب الکفر والاحاد

۳۵۱ پرنسوں کا ذبح کرنے کے بعد پھر بڑھانا

حضرت موسیٰ کے لیے پانی کے خواص بدلنا

حضرت سلیمان کے لیے ہوا کے خواص بدلنا

تمام انبیاء کے لیے مٹی کے خواص بدلنا

نبی اسرائیل پر پہاڑ کا اُڈانا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات

ماں کی گود میں کلام کرنا

باذن اللہ سببوں کو شفا دینا

حضرت خاتم النبیین کے معجزات

۱۔ قرآن کریم کا معجزہ

۲۔ فیسی خبروں کی تصدیق

۳۔ پہلے نبیوں سے لافا تیں

۴۔ بد میں فرشتوں کا آ کرنا

۵۔ چاند کو ٹکڑے ہونا

۸۔ کتاب التصحیہ

۳۵۶ احادیث اور حضور کے مابین صحابہ و اصحاب

صحابہ پہلے شہادت ہیں

ایمان صحابہ کے دلوں کی زینت

کفر و فسق سے انہیں طبعاً نفرت

ان کے دلوں کا امتحان لیا گیا

فتح مکہ کے بعد ایمان الینزلے سبقت لے گئے

جنت کا وعدہ ہر ایک سے ہے

ان کی راہ سبیل المؤمنین ہے

۳۵۲ حضور کا دعویٰ ملک رسول کا نہیں بشر رسول کا

دین پر آمدی مخلوق آباد ہوتی تو ملک رسول بھی جاتا

گناہ کا عقوبت کہ بشریت اور رسالت صحیح نہیں ہو سکتیں

بشر انسان کے معنی ہیں اس میں کوئی برائی نہیں

۳۵۳ خزائن رسالت

احکام پہنچانا سمجھانا سکھانا اور نیک بنانا

کافروں اور منافقوں کو لوٹ کر جہاد کرنا

اس دین کو دوسرے کسب دینوں پر غالب کرنا

تبلیغ میں پیش آنے والی سختیوں پر صبر

غلبہ رسالت

رسول غالب آکر رہتے ہیں

غلبہ اور نصرت ایک معنی میں

۳۵۴ غلبہ رسالت محمدی کی خبر

ترتیب رسول

اطلاعت رسول

۳۵۵ شان رسالت محمدی

ادب رسول

عصمت رسول

ختم نبوت حضرت خاتم النبیین

آخری دور کے لیے بھی حضور ہی رسول

۳۵۶ ۷۔ کتاب المعجزات والکرامات

خاتم کے خواص فعل خداوندی سے بدلتے ہیں

حضرت ابراہیم کے لیے آگ کے خواص بدلنا

- ۲۵۹ دفاعی ضروریات اچھی طرح سمجھ کر وہ معاہدہ قوم کے خلاف کسی قوم کی مدد جائز نہیں حکومت کی ذمہ داری صرف خیر افریقی حد میں نہیں حضرت کی خلافت صحیح طور پر قائم ہوئی مسلمانوں کی ولایت صرف مسلمانوں کا حق مال غنیمت میں غنائین کا حق مال فنی میں فوج کا حصہ نہیں صرف انسانی حقوق میں مساوات معیار معیشت میں مساوات نہیں معیشت میں جو محنت کرے پائے
- ۳۵۹ ۱۰۔ کتاب الجہاد والہجرہ خلافت ارضی میں نیابت خداوندی انسان پر خدا کے جمل و جلال کا سایہ مومنین سے خلافت ارضی کا دودھ
- ۳۶۰ ظالموں سے جہاد جہاد بہ اہل کتاب جہاد بہ اہل الحاد جہاد بہ منافقین جہاد نہ سکے تو ہجرت کرے
- ۳۶۰ ۱۱۔ کتاب خلق العالم زمین و آسمان کی پیدائش چھ دن میں زمین کی پیدائش آسمان سے جدا ہوئی زمین کی پیدائش دو دن میں
- ۳۵۶ جن کی پیروی پوری امت پر لازم ہے صحابہؓ نے سب اللہ کی رضا پائی صحابہؓ کے دل ایک دوسرے سے چپے ہوئے تھے صحابہؓ کے دل کو خدا نے اپنا عمل کہا صحابہؓ باہمی قتال میں بھی مومن رہے پدر سے جان چھڑانے والے بھی مومن رہے پیغمبر کے ہاتھیوں میں بھی ہتھارے لیے اسے حضرت ابوبکرؓ کے ایمان پر قرآن کی گواہی حضرت عمرؓ کے ایمان پر خدا کی گواہی حضرت عائشہؓ کی طہارت پر قرآن کی گواہی صحابہؓ جہنم کی سڑک پر ابھٹ بھی نہ سکیں گے دودھ تربیت کی کمزوریاں اور خدائی عقود و کم ازواج صلوات اولیٰ اہل بیت میں
- ۳۵۸ ۹۔ کتاب السیر حضرت کے بعد سلطنت تسلسل سے چلے گی ولی الامر مسلمانوں سے ہی ہوں اسلامی حکومت کا محور ما انزل اللہ ہے اولی الامر سے تنازع ہو سکے یہ محرم نہیں انتخاب کی بناء انسانوں کے مساوی حقوق پر ۲۵۹ لگول میں محاکمہ روح انتخاب ہے اسلام میں حکومت کی بنا شوکت نے پر پچھلے ولی الامر کی علامت اقتدار کی امانت اہل لوگوں کے سپرد کر دے

- ۳۶۱ چوپایوں کا مقصد پیدائش
- ۳۶۲ چوپایوں کے آٹھ جوتے
- دریاؤں اور سمندروں پر قبضہ
- ساروں کا حساب چاند اور سورج سے
- مچلوں کا مقصد پیداوار
- رات کا نظام محنت کس کا آرام
- ۱۲۔ کتاب البرزخ
- ۳۶۲ مرتے سے لے کر قیام قیامت کا دور
- برزخ میں کافر آگ پر پیش کیے جاتے ہیں
- قیامت پہلے برزخ میں العذاب الادی
- قیامت کے بعد اللہ العذاب اور عذاب اکبر
- حیات شہداء
- حیات کا موزون ہے جو قتل کا مورد نہ ہے
- یہ برزخی حیات یہاں کے شعور میں نہیں
- یہ حیات صرف شہداء سے مختص نہیں
- برزخ میں رزق شہداء کے ماسوا
- تم قتلکو اودما تو اودما رزق پانے والے
- اودما تو امیں انبیاء کے رزق پانے کی خبر
- برزخ کے مسافروں کا کھنڈ کیا جانا
- حضرت خاتم النبیین کی حضرت موسیٰ سے ملاقات
- حضرت سلیمان کا بدن مٹی ہونے سے محفوظ رہا
- ۱۳۔ کتاب المعیشت
- ۳۶۲ زمین کی پیداوار میں ہر ایک کا حصہ
- ۳۶۰ سات آسمان دونوں میں
- ہر آسمان میں نزول اور اعلیٰ
- آسمان سات اور زمینیں بھی سات
- آسمان ایک دھند میں کی شکل میں
- اللہ کا استواری علی العرش
- اللہ کا استواری الی السماء
- عرش اور آسمان دونوں مخلوق ہیں
- فرشتوں کی پیدائش نور سے
- فرشتوں کو ہزار سال کے احکام دیئے جاتے ہیں
- اور پھر ان میں چار دستے
- سورج چاند اور ستاروں کا نظام
- عالم خلق اور عالم امر دونوں اس کے
- روح عالم امر میں سے ہے
- ۳۶۱ حیوان کی پیدائش کے مختلف احوال
- چاند نور ہے اور سورج منور
- ہر چیز کی زندگی پانی سے
- انسان کی پیدائش پہلے مٹی سے
- جنوں کی پیدائش آگ سے
- سب انسان ایک جی سے
- ارتقاء ہوتا ہے انسان کئی ہوتے
- عورت کا مقصد پیدائش
- وزندگی میں سکون کی فضا
- ۶۔ مثل انسانی کی بقا

- ۳۶۲ ماں باپ کے حقوق
- ۳۶۳ اولاد کے حقوق
- خانہ بدوی کے حقوق
- نکاح کے لیے ایک دین
- اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح
- بعض کو بعض پر فضیلت
- خرچ کرنے میں میانہ روی
- یتیم اہل ثروت کی پرورش میں
- مستغنی کے مال میں یتیموں کا حق
- ۳۶۵ یتیم کو دھتکا نے والا دین کا کذب ہے
- مقروض کو سہولت تک مہلت دو
- جہالت زدہ لوگوں سے بھی حسن اخلاق
- چلنے میں میانہ روی اور آواز میں نرمی
- عورتوں کا اصلاح معاشرہ کا میثاق
- ۳۶۵ ۱۵. کتاب التثقیف والاہتمام
- یا خود علم پاؤ یا دوسروں کی مانو
- دین رکبے لیے مگر اسے جلتے صرف عالم ہیں
- جو عالم نہیں وہ دوسروں سے پوچھیں
- پیروی صرف انبیاء کی نہیں ان سب کی:
۱. جن پر اللہ کا انعام ہوا
۲. جو اللہ کے آگے ٹکے رہے
- مصائب میں بھی تمہارے لیے اسوۂ حسنہ
- ان کے اجماعی موقف کا خلاف جہنم کی راہ
- ۳۶۲ ① درج معیشت سب کا ایک رہ نہیں
- عورتوں کو کمانے کا پابند نہیں کیا گیا
- ان کا خرچ مردوں پر ڈالا گیا ہے
- بچوں کا خرچہ باپ کے ذمہ ماں کے نہیں ۳۶۳
- ② اہل ثروت غریبوں پر خرچ کریں
- یہ غریبوں کا حق ہے زیادتی نہیں
- ③ وراثت میں جتنے یکساں نہیں
- سرمعشت میں مساوات نہیں
- ④ مال جمع کرنے پر الہی ناراضگی
- غریبوں سے بے پروا ہونے کو
- نکذیب دین کہا گیا۔
- ⑤ امیر مال کا سالانہ حساب کریں
۱. نقد سے حصہ ذکوة دیں
۲. پیداوار سے حصہ عشر دیں
۳. حید کے دن صدقہ فطر دیں
۴. بحکام زمرہ دار ہیں کہ ہر ایک کو اس کی ضرورت ہے
- ⑥ وسائل معیشت میں سب کا حصہ
- دے یاؤں جنگلوں اور پہاڑوں میں حصہ
- بحری اور تیری شکار کا سب کا حق
- ⑦ سود اور جوہنے کی حرمت
- شراب اور جوہنے کو یکساں کہا گیا ہے
- ۳۶۳ ۱۴. کتاب المعاشرت
- سب ازمن بھائی بھائی ہیں

- ۳۶۷ ۱۸. کتاب الآيات المنظورة
مباحث انصاری نے
- ۳۶۸ مباحث القادیانیہ
- ” مباحث الدلائل
- ” مباحث المبتدعہ
- ۳۶۹ ۱۹. کتاب القواعد العلمیہ
دائر تریب کے لیے نہیں
- ” ماضی مضارع کے معنی ہیں
- ” اہل کے لیے مذکر کی ضمیریں
- ” جب ضمیر کا مرجع میں مرجع نہ ہو
- ” التفاع
- ۳۷۰ انتشار ضمائر
- ” الامر للاستہاب وللوجوب
- ” جعل تکوینی اور تشریحی
- ” ۲۰. کتاب الانبیاء
قرآن کریم میں مذکور انبیاء کلم
- ” حضرت عیسیٰ کے قصے پڑھنے سے ہونے کی وجہ سے
ان کی زندگی کا ابھی تک نہ پورا ہوتا ہے۔
- ۳۷۱ حضرت آدم علیہ السلام
- ” حضرت نوح
- ” حضرت ادریس
- ” حضرت ہنود
- ” حضرت صالح
- ۳۶۵ ۲۱. حضرت کے بعد معتقدین کی پیروی
اہل علم ہی مسائل کا استنباط کر سکتے ہیں
پر طبقہ میں سے ایک گروہ فقہاء کا گٹھے
پیروی ان آثار کی جو علم رکھتے ہوں
ان آثار کی پیروی جو علم اور معرفت کے حامل ہونے
۲۲. کتاب اعمال القلب
قلب کے حالات کا بیان
دلوں کے دھرنے کی دعوت
قرآن پاک سے اثبات الالہام
علم نبوت
علم لدنی
بیعت توبہ
بیعت جہاد
التزام مجلس خیر
عوام کے لیے تفتیہ
عزیمت ترک تفتیہ میں
۲۳. کتاب اشراط الساعة
ورائۃ الساعة
یا جوج و ماجوج
دایۃ الارض
نزول عیسیٰ بن مریم
نفع الصدق
صفت الموت

حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام

- ۳۴۳ میثاق نبیین میں آخری
 حضرت عیسیٰ کے بعد آنے والا ایک
 ۳۴۴ حضرت کی عالمگیر رسالت
 حضرت کی بشریت کا بیان
 ۳۴۵ انبیاء میں بعض سے بعض افضل
 حضرت خاتم النبیین سب نبیوں کے دربار
 رسالت سب بنی فوج انسان کے لیے
 ۱۔ حضرت کی صفات عالیہ
 ۲۔ حضرت کی تربیت کے قرآنی اسباق
 ۳۔ حضرت کے فرائض رسالت
 ۴۔ حضرت کو دنیوی غلبے کی بشارت
 ۵۔ حضرت کا عقیدہ توحید
 ۱۔ علم غیب کی اہمیت برسات
 ۲۔ آپ کے ہر جگہ موجود ہونے کی نفی
 ۳۔ آپ کے مختار کل ہونے کی نفی
 حضور کا سفر آخرت
 آپ کے سلسلہ کے جاری رہنے کی خبر
 حضرت کے مہجرات

لغات القرآن

عربی قواعد سمجھنے کی آسان راہ ۳۴۹

حضرت ابراہیم علیہ السلام

- حضرت نوح بن ہاران
 حضرت اسمعیل
 حضرت اسحاق
 حضرت یعقوب
 ۳۴۱ حضرت یوسف علیہ السلام
 ۳۴۲ حضرت شعیب

انبیاء بنی اسرائیل

- حضرت موسیٰ علیہ السلام
 حضرت ہارون
 حضرت داؤد
 ۳۴۳ حضرت سلیمان
 حضرت یونس
 حضرت ایوب
 حضرت زکریا
 حضرت یحییٰ
 حضرت ایسح
 حضرت الیاس
 حضرت ذوالکفل
 حضرت عسیر
 حضرت عیسیٰ بن مریم

ایک قرآن

صحابہؓ اور ائمہ اہلبیت کا ایک قرآن

الحمد لله وسلاطین علی عبادہ الذمین اصطفتی اماجد :

اسلام کی پہلی تین صدیاں صحت قرآن اور اس کی وحدت میں ہر اختلاف سے غالی ہیں۔ تیسری صدی کے اخیر یا چوتھی صدی کے شروع میں بعض یہودی شعبی علماء کے ایسا میں سامنے آئے اور انہوں نے قرآن حکیم کو بار بار اختلاف بنانے کے لیے ائمہ کے نام سے ایسی روایات گھڑی کہ اس قرآن میں بہت کمی کی گئی ہے اور اس کا بہت سا حصہ ضائع ہو گیا ہے۔ نیز یہ کہ حضرت علیؓ نے جو قرآن جمع کیا تھا وہ ترتیب نزول کے مطابق تھا یہ نہ تھا۔ (معاذ اللہ)

قرآن کو اختلافی بنانے کی یہ سازش یہودیوں نے کی تھی انہوں نے یہ کہ بعض شیعہ علماء بھی اس ہود میں بہہ گئے۔ اس اختلاف کو حضرت علیؓ سے شروع کرنا درست نہیں۔ تاریخ اس منہ دھنے کا ساتھ نہیں دیتی یہ صحیح ہے کہ سیدنا حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے ہاں اختلاف ہوا۔ اس سے پہلے حضرت علی المرتضیٰؓ کا خلفائے ثلاثہ سے کوئی اختلاف نہ ہوا تھا۔ صحابہؓ میں یہ پہلا اختلاف تھا جو حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت معاویہؓ میں ہوا۔ اس وقت تک سب صحابہؓ ایک تھے اور سب ایک ہی قرآن رکھتے تھے اور اسے اسی ترتیب سے نمازوں میں پڑھتے تھے۔ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کا قرآن ایک تھا اور اس ایک قرآن کے سامنے لانے پر یہی جنگ صفین ختم ہوئی تھی، اگر دونوں کا قرآن علیحدہ علیحدہ ہوتا تو دونوں کسی ایک قرآن کے سامنے جنگ سے کیوں بک گئے تھے۔

حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت معاویہؓ کا ایک قرآن

① جنگ صفین میں جب اہل شام نے ہاتھوں پر قرآن باندھ کر انہیں بلکہ کیا اور حضرت علیؓ نے اپنی فوجوں کو جنگ روکنے کا حکم دیا کہ میں قرآن کا مقابلہ کرنے کے لیے راضی نہیں تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فریقین کا ایک قرآن ہو، اگر دونوں فریقین ایک قرآن کرنا سننے والے نہ تھے تو ایک قرآن سامنے لانے پر

اس طرح جنگ کیسے ختم ہو سکتی تھی۔

① پھر فریقین میں جب حکیم پر بات پہنچی کہ دونوں فریقین اپنے اپنے حکم تجویز کریں اور وہ دونوں مل کر ماہہ النزاع کا فیصلہ کریں، حضرت علی المرتضیٰ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو پیش کیا تھا اور حضرت معاویہؓ نے فاتح مصر حضرت عمرو بن العاصؓ کا نام پیش کیا تھا تو دونوں پر یہ پابندی عائد کی گئی تھی کہ وہ قرآن کے مطابق فیصلہ کریں تو اگر دونوں کے ہاں قرآن ایک نہ تھا تو یہ حکیم کیسے واقع ہوئی ہوگی پھر جب خراج حضرت علیؓ کے خلاف ہو گئے تھے کہ انہوں نے انسانوں کا فیصلہ کریں اپنے اوپر لاگو کرنے کا اقرار کر لیا۔ تو آپ نے فرمایا :-

انا لم اشکم الرجال وانما سکتنا القرآن وهذا القرآن انما هو خط مسطور بین الودعین
 ترجمہ ہم نے انسانوں کو حکم نہیں بنایا ہم نے قرآن کو حکم مانا ہے اور یہ قرآن مسطوریں
 لکھا ہوا ہے۔

② حضرت علی المرتضیٰؓ ایک غلبہ میں اپنے اور حضرت معاویہؓ کے اختلاف کا جائزہ لیتے ہوئے یوں فرماتے ہیں :-

ان ربنا واحد وبتینا واحد وودھوتا فی الاسلام واحدہ
 ترجمہ ہم دونوں کا رب ایک ہے اور ہم دونوں کے نبی بھی ایک ہیں اور ہماری دعوت
 فی الاسلام بھی ایک ہی ہے۔

دعوت فی الاسلام کا پہلا ماخذ قرآن کریم ہے سو وہ ایک ہی ہے جس پر ہم دونوں متفق ہیں مسلم ہوا کہ اس وقت تک سب کمانوں کے پاس باہم سیاسی اختلافات کے باوجود ایک ہی قرآن تھا کسی فریق کے پاس قرآن کا کوئی متبادل نسخہ نہ تھا۔

اس کی تصدیق ڈاکٹر اقبال مرحوم سابق پرنسپل اور سینیٹل کالج لاہور کی ایک شہادت سے بھی ہوتی ہے۔ آپ نے اپنے سفر ایران میں مشہد کے کتب خانہ میں حضرت علیؓ کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن پاک دیکھا جو بعینہ اسی ترتیب پر تھا جہاں اس وقت ہمارے سامنے موجود سے ڈاکٹر صاحب مرحوم کی یہ رپورٹ کالج میگزین کے ۱۹۲۵ء کے شمارہ میں شائع ہوئی تھی۔

حضرت علیؑ کی اولاد کا موقف

حضرت امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما نے جب حضرت معاویہ سے صلح کی تو اس میں ان حضرات نے یہ شرط رکھی تھی کہ حضرت معاویہؓ سے مسلمانوں میں کتاب اللہ کے مطابق مسائل کریں گے۔ اس سے واضح ہوتا ہے دونوں کے ہاں (حضرت امام حسن اور حضرت امیر معاویہؓ کے ہاں) ایک ہی قرآن تھا، حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما اگر کسی اور نسخہ قرآن کے مدعی ہوتے تو ترتیب نزول پر لکھا گیا ہوتا تو وہ امیر معاویہؓ کو کس طرح اس پیرایہ میں کتاب اللہ کا پابند کر سکتے تھے یہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ ان کے پاس بھی وہی قرآن ہو جو ان کے پاس تھا۔ یہ حالات کھلے طور پر بتلاتے ہیں کہ اس وقت تک امت میں قرآن کی قرآنیت اور اس کی ترتیب کبھی زیر بحث نہ آئی تھی تیسری صدی ہجری تک ہم امت میں قرآن کریم کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں دیکھتے۔

حضرت علی بن حسین امام زین العابدینؑ

حضرت امام زین العابدینؑ ساتھ کر بلا کہ بعد جب مدینہ منورہ رہے تو روایت حدیث میں آپ دوسرے علماء امت کے ساتھ بار بار کے شریک رہے مسجد نبویؐ میں جب ان کی آمد ہوتی تو محدثین کی ایک پُوری جماعت ان سے روایت لیتی اور ان سے استفادہ کرتی۔

روایت حدیث میں یہ اختراک بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں ایک قرآن پر پہلے سے متفق ہوں مگر حضرت علی بن حسین دین العابدینؑ کسی اور قرآن کے مدعی ہوتے تو اہل سنت کے ساتھ یا شرکائی تجدید کیے ہو سکتا تھا۔

حضرت امام محمد باقرؑ (۱۱ھ)

حضرت علی بن حسینؑ کے بیٹے امام محمد باقرؑ اپنے وقت کی ممتاز علمی شخصیت ہیں۔ آپ کے مائیں بڑے بڑے علماء نے زانوئے تلمذ طے کیا۔ ان میں حضرت امام عظیم ابوحنیفہؒ (۱۵۰ھ) اور حضرت امام مالکؒ (۱۷۹ھ) بھی تھے۔ حضرت امام مالکؒ کی کتاب ترمذ حدیث کی پہلی باقاعدہ مدون کتاب ہے۔

اس کی ایک دو سندیں ملاحظہ فرمائیں۔ ان حضرات کا حلقہ حدیث میں یہ اشتراک بتا کہ ہے کہ ان میں اس وقت (اس موجودہ قرآن کے سرا) کسی اور قرآن کا تصور تک نہ تھا۔

مالک بن جعفر بن محمد عن ابیہ ان علی بن ابی طالب کان یقول
ما استخیر من الہدی شاة۔

من علی بن حسین عن ابیہ حسین بن علی عن علی بن ابی طالب صحیح بخاری جلد ۱ ص ۲۱۹ اضرعی علی بن حسین بخاری جلد ۱ ص ۱۵۲ آل ابی بکر وآل عمرہ آل علی وابن سیرین جلد ۱ ص ۲۳۳ عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن جابر بن سنن ابی داؤد جلد ۱ ص ۱۹۴ ان علی بن حسین حدیث انہم حسین قدموا المدینہ جلد ۱ ص ۱۸۳ حدیثنا یحییٰ عن جعفر بن محمد عن ابیہ سنن نسائی جلد ۱ ص ۱۸۳ حدیثنا جعفر بن محمد عن ابیہ ترمذی جلد ۱ ص ۱۸۳

حضرت امام مالک کے شاگردوں میں (امام شافعی) (۱۵۰ھ) اور امام شافعی کے شاگردوں میں حضرت امام احمد بن حنبل (۲۴۱ھ) اور پھر ان کے شاگردوں میں امام بخاری (۲۵۶ھ) کو لیجئے ان کی کتابوں میں بھی آپ حضرت امام محمد باقرؑ اور حضرت امام جعفر صادقؑ کی روایات برابر دیکھیں گے امام بخاری اور امام مسلم کے شاگردوں میں پھر امام نسائی (۳۰۳ھ) اور امام ترمذی (۲۶۹ھ) آتے ہیں ان کے دل بھی ان ائمہ اہلبیت کی روایات دوسرے محدثین کے ساتھ مخلوط طبعیں گی۔ ان حضرات سے یہ علمی اشتراک بنتا ہے کہ ان کے ہاں اسلام کے پہلے علمی ماخذ قرآن کریم کے بارے میں ہرگز کوئی اختلاف نہ تھا اور سب محدثین کا قرآن ایک تھا۔

قرآن کریم میں تھوڑے لمبی بیشی کی پہلی آواز

امت مسلمہ میں اختلاف قرأت اور نسخ و نسخہ کے کسی اختلاف سے بے شک رہے لیکن موجودہ قرآن میں کسی نے کسی قسم کی تحریف کا دعویٰ نہ کیا تھا نہ قرآن پاک کے بارے میں یہ آواز کہیں سنی گئی تھی کہ اس میں متروک کسی بیشی ہوئی ہے۔

قرآن کے خلاف یہ ناموس ہمدایہ بودیوں کی ایک سازش ہے کہ کئی مسلمان اس کا ہنوا نہیں ہو سکتا۔ سب سے پہلے یہ آواز چوتھی صدی میں ہم علی بن ابراہیم الحمیقی (۶۰۶ھ) اور محمد بن یعقوب النکھلی (۶۲۸ھ)

سننے میں علی بن ابراہیم نعمتی اپنی تفسیر میں ملکہ جگر تحریف کی نشاندہی کرتے ہیں اور ان کے شاگرد علامہ کلینی بھی تھوک سپانے پر قرآن کریم میں کمی بیشی کی روایات لائے ہیں اور ہم اس پر اظہارِ انوس کیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ وہ اس نئے در آمد کردہ عقیدے کا سارا بوجھ امام باقر اور امام جعفر صادقؑ پر ڈالتے ہیں۔ حالانکہ ائمہ اہلبیت میں سے کوئی بھی تحریفِ قرآن کا قائل نہ تھا اور یہ حضرات اہل سنت و الجماعت سے ہرگز کسی اعتقادی فاصلے پر نہ تھے۔

ابھی اور کلینی کی تحریفِ قرآن کی ان روایات کی بنا پر کل شیعوں آبادی کو تحریفِ قرآن کا معتقد ٹھہرانا درست نہیں۔ اثنا عشری اپنے کہ جن بارہ اماموں کی طرف منسوب کہتے ہیں ان میں کوئی قرآن پاک میں کسی قسم کی تحریف اور تبدیلی کا قائل نہ تھا اور ائمہ اہلبیت کے گرد جو علمی لائق تھا ان میں بہت سے ایسے روایتِ حدیث بھی ہوتے تھے جو ان حضرات کے لیے کسی اسماعیلی امامت کا عقیدہ نہ رکھتے تھے جس طرح وہ امام ابو حنیفہؒ امام ابو یوسفؒ امام مالکؒ اور امام اوزاعیؒ کو عملی پذیرائی دیتے تھے۔ علامہ محمد باقر مجلسی (۱۰۱۲ھ) لکھتا ہے۔

اذا ما روایت ظاہر سے شود کہ جمیع از روایاں کہ در احصار ائمہ بودہ اند از شیعاں اعتقاد بصحبت ایشانند داشته اند بجز ایشان از علماء نیکو کار سے دانستہ اند چنانکہ از رجال کثیری ظاہر سے شود و مع ذلک ائمہ حکم بایمان بلکہ عدالت ایشان سے کردہ اند۔

ترجمہ۔ احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ائمہ کرام کے اپنے زمانوں کے شیعوں و اہل بیت کی جمعیت ان ائمہ کے مصوم ہونے کا عقیدہ نہ رکھتی تھی اور انہیں علمائے نیکو کار ہی سمجھا جاتا تھا جیسا کہ رجال کثیری سے ظاہر ہوتا ہے لیکن ان عقائد کے باوجود یہ ائمہ اظہار ان لوگوں کو نہ صرف مومن سمجھتے تھے بلکہ انہیں مشاہد عدل بھی قرار دیتے تھے۔

قاضی نور اللہ شوستری بھی لکھتا ہے۔

اکثر اہل آن زمان اعتقاد آں بود کہ امامت حضرت امیر الاسلام علیؑ پر امامت ایشان است۔

محققین یعقوب گلدینی نے گو ایک ذہنیہ حدیث علیحدہ صحیح کیا تاہم اس میں بھی ائمہ اہلبیت کا دوسرے علم سے عام ملنا جتنا مذکور ہے۔ امام ابو یوسفؒ اور امام موسیٰ کاظمؒ کی ملاقات جلد ۳ ص ۲۵۲ پر امام سفیان الثوریؒ اور امام حنفی صادقؒ کی ملاقات جلد ۳ ص ۲۵۴ پر۔ امام قتادہؒ اور امام باقرؒ کی ملاقات جلد ۲ ص ۲۵۱ پر۔ امام باقرؒ کا امام ابو حنیفہؒ کے علم کا اعتراف کرنا جلد ۸ ص ۲۹۲۔ امام ابو حنیفہؒ کا امام حنفیؒ سے روایت لینا جلد ۲ ص ۲۵۴۔ ابو قرفہ محدث اور امام رضاؒ کی ملاقات جلد ۹ ص ۹۹ امام زہریؒ کی روایت امام زکین العابدینؑ سے جلد ۳ ص ۸۲۔ جلد ۱۰ ص ۱۰۵ پر دیکھی جاسکتی ہے۔

اس میں منظر میں ایک قرآن کا عقیدہ اور بھی کھل کر سامنے آتا ہے۔ علامہ طینی اور ان کے ہمندوں نے تحریف قرآن کی جو روایتیں لکھی ہیں ان میں علماء کو جھوٹا سمجھنا آسان ہے لیکن ائمہ اہلبیت کی طرف کسی ایسے عقیدے کی نسبت نہیں کی جاسکتی جو کفر پر منتج ہو یا اس میں انکار قرآن کی بڑی جگہ کے۔ امیران کے اثناعشری علماء ان تمام روایات کو جو ان کی معتبر کتابوں میں پائی جاتی ہیں اور وہ تحریف قرآن کے عقیدے پر دلالت کرتی ہیں جھوٹا اور مضعف کہتے ہیں۔ تاہم موجودہ قرآن کو غلط کہنے کے لیے وہ بھی تیار نہیں ہوں جن کا عقیدہ قرآن کریم میں کسی بھی کتاب کا ہر لفظ ان کے کفر میں کسی کوشش نہ ہونا چاہیے۔

ان حالات میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب تک کوئی فرقہ قرآن کریم کی کوئی اور متبادل کاپی نہ دکھائے جو ترتیب نزول پر جمع کی گئی ہو ہم نہیں کہہ سکتے کہ ایک قرآن کے مسئلے میں کوئی فرقہ مجموعی طور پر مجبوراً اہل اسلام سے جدا ہو گا بلکہ اہل اسلام ایک قرآن پر متفق ہیں۔

اصول کافی کی صحت اثناعشری علماء کے ہاں

اثناعشری علماء کے ہاں اصول کافی کا وہ درجہ نہیں جو صحیح بخاری کا اہل سنت والجماعت کے ہاں ہے یہ صحیح ہے کہ دونوں کے ہاں ان کی صحت اول کی کتابیں یہی ہیں اور شیوخ کے اصول اربعہ میں سب سے پہلا نام کافی کہنی کا ہے لیکن صحیح بخاری اہل سنت کے ہاں بیشتر صحیح روایات پر مشتمل ہے اور اصول کافی شیوخ علماء کے ہاں بہت سی ضعیف روایات کی حامل ہے اس کی کل

احادیث میں سے ان کے ہاں صرف احادیث صحیح ہیں۔ سو ضروری نہیں کہ ان ضعیف روایات میں جو کچھ مروی ہے تمام شیوخ کا اپنا اعتقاد بھی وہی ہو جو شیوخ اصول کافی کی تحریف قرآن کی روایات

کا کھلم کھلا انکار کرتے ہیں یہیں بھی اسے قرآن کی شان بچاؤ کی ایک جھلک سمجھنا چاہیے۔
 اس پس منظر میں اسلامیت کے طلبہ کو چاہیے کہ اس بات پر بخلوص قلب یقین رکھیں کہ اسلام
 کی پہلی تین صدیوں میں پوری امت ایک قرآن پر جمع رہی ہے اور بعد کے بعض سادہ لوح علماء نے جو
 یہودی و مسیحی کاروں کو نہ سمجھ پائے انہوں نے ان کی وضعی روایات کی اساس پر قرآن کو ایک مختلف فیہ
 دستاویز سمجھ لیا تاہم یہ قرآن کا اعجاز ہے کہ اب تک اس کے منکرین کو بھی یہ توفیق حاصل نہیں ہوئی کہ
 وہ ایک قرآن کے سوا اس کی کوئی متبادل کاپی کہیں پیش کر سکیں۔ ہمارے اس کے کہ وہ اسے
 کسی غار میں چھپی بتائیں۔

حضرت امام حسن عسکریؑ (۳۲۰ھ) کے بیٹے محمد بن الحسن کی ولادت ۲۵۴ھ میں قیسریہ صمدی نصف
 آفریں ہوئی نظارہ چمکا اس وقت مسلمانوں میں بس ایک ہی قرآن تھا۔ سو ہم یہ بات نہیں مان سکتے کہ
 امام مہدی کے پاس کوئی اور قرآن ہو جسے وہ اپنے ظہور پر ظاہر کریں گے۔
 اس پر ہم ایک قرآن کی اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔ اسلام کی پہلی تین صدیوں میں مسلمانوں کے
 کسی ملتے میں بھی دو قرآن کا تصور بہر تانا تو اس دور کے مسیحی علماء کی طرف سے کہیں تو اس کا دعوے
 عام کیا گیا ہو۔

تمنی اور کلینی کا ایک دوسرے قرآن کا دعوے

سب سے پہلے علی بن ابراہیم العقی (۵۳۰ھ) اور محمد بن یعقوب الطیسی (۵۲۲ھ) اٹھے جنہوں نے
 ایک دوسرے قرآن کی جو موافق متنزل جمع کیا گیا خبر دی۔ یہ آواز چوتھی صدی میں لگی کہ اس قرآن
 کے علاوہ کوئی اور قرآن بھی ہے جو کسی امام کے پاس غار میں محفوظ رکھا ہے اور اللہ رب العزت
 کا یہ دعوے کہ ہمیں نے قرآن اتارا ہے اور ہمیں اس کی حفاظت کرنے والے ہیں، اسی نسخہ قرآن
 سے متعلق ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا علامہ تمنی اور کلینی اس دعوے کو ہم پوری شیعہ قوم کی آواز کہہ
 سکتے ہیں؟ ہم اثبات میں جواب دیتے اگر ان دونوں کے بعد انہی کے پایہ کے چار معتدرا ثنا عشری
 عالم اس کے خلاف نہ اٹھ کھڑے ہوتے (شیخ صدوق (۷۲۸ھ) شریف مرتضیٰ صاحب علم الہدی (۳۲۱ھ)

ابن بابویہ القمی (۲۰۰ھ) اور شیخ مفید، بلکہ صاحب مجمع البیان بر ملا اس بات کے مدعی تھے کہ قرآن ایک ہی جو موافق ترتیب رسول پوری دنیا میں پڑھا جا رہا ہے ترتیب نزول پر کوئی دوسرا نسخہ کہیں موجود نہیں۔

کیا ائمہ اہلبیت میں سے بھی کوئی جمع قرآن موافق تنزیل کا قائل ہوا

ان ائمہ کرام نے خود کوئی کتاب نہیں لکھی جو ہمارے پاس محفوظ پہنچی ہو۔ ان کے نام سے جو روایات علی بن ابراہیم القمی اور محمد بن یعقوب انکلینی نے لکھی ہیں ان کی بنا پر ائمہ اہل بیت کو کسی دوسرے قرآن کا قائل نہیں کہا جاسکتا۔ ان میں سے کسی کو معلوم نہ تھا کہ حضرت علی المرتضیٰؑ اور حضرت امیر مومنینؑ کے واقعہ صفین میں دونوں کا قرآن ایک ہی تھا۔ انہوں نے کہ ان بزرگوں کی طرف ان لوگوں نے تحریف قرآن کی روایتیں منسوب کیں جن کا اپنا عقیدہ یہ تھا کہ خلاف واقعہ بات کہنا اور قیہ اختیار کرنا ایک بڑی نیکی ہے۔ پیش نظر رہے کہ ان ائمہ کے اصحاب سب امامت کے عقیدے پر ہرگز متفق تھے اور اس کا مجلسی نے خود اقرار کیا ہے۔

علامہ طبرسی نے تفسیر مجمع البیان ۱۰ جلدوں میں لکھی اور یہ ترتیب نزول پر نہیں ترتیب نزول پر لکھی گئی اور اسے پوری شیعہ قوم نے قبول کیا۔ کوئی تاریخی شہادت نہیں ملتی کہ اس وقت کوئی شیعہ عالم علامہ طبرسی کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہوں اور انہوں نے طبرسی کو خدا اور راہ سے اکٹھا بتایا ہو۔

سب قوم اسی مسلک پر چلی آ رہی تھی یہاں تک کہ ایران میں صفوی انقلاب آیا اور اب لوگ اس عقیدے پر نہ رہے جو ان میں قرآن کے بارے میں پہلے سے چلے آ رہے تھا۔ علامہ محمد باقر مجلسی نے پھر وہی موقف اختیار کیا جو علامہ کلینی کا تھا۔ مجلسی نے حتی القیاس میں معان عثمان کی بحث میں ساتویں نمبر پر اسی عقیدہ کی ترجمانی کی ہے۔

ہندوستان میں برطانوی دور میں علامہ مقبول دہلوی نے قرآن کریم کا ایک اردو ترجمہ کیا اور اس پر ایک حدیث لکھا۔ اس نے اس میں جگہ جگہ تحریف قرآن کی روایتیں لکھیں ہم اسے اتفاق نہیں کرتے لیکن ہم اس سے یہ پوچھے بغیر نہیں رہ سکتے کہ تم اس قرآن کا ترجمہ کیوں کر ہے

ہر جو موافق تنزیل صحیح نہیں۔ اگر قرآن کا کوئی دوسرا نسخہ موافق تنزیل ہے تو تمہارے اس کا ترجمہ کیوں لکھا
مسلم ہوا کہ قرآن ایک ہی ہے اور اس پر پوری امت مجتمع ہے طلبہ کو چاہیے کہ ہر اس عالم کا تحریر
اور تفسیر سے بچیں جو امت میں کسی دوسرے نسخہ قرآن کا تصدیق پیش کرتا ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اختلاف کی حقیقت

ندوین قرآن میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام وہ نسخے جن
میں قرآن کریم کے ساتھ کچھ اور بھی لکھا تھا (مثلاً کوئی تفسیری جملے یا تفسیری الفاظ
یا اختلاف قرآن) اپنے قبضے میں لے لئے تھے اور ان میں قرآن کے ماسوا کو کچھ
تھا اسے ان اوراق اور تحریرات سے کھترج ڈالا گیا تاکہ آئندہ اور کسی وقت میں یہ
الفاظ اور عبارات قرآن نہ سمجھ لی جائیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (۳۲ھ) اپنے نسخہ قرآن کو ان زائد قیمتی معلومات
کی بنا پر حضرت عثمانؓ کے سپرد کرنے کے تیار نہ ہوئے۔ یہ وہ موضوع ہے جسے
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اختلاف کے طور پر ذکر کیا جاتا ہے اس تفسیری ذخیرہ میں مؤذنین
نہ لکھی ہوئی تھیں اس کی وجہ بھی یہی ہوگی کہ کسی علمی دستاویز یا تفسیری ذخیرہ میں ضروری
نہیں کہ پورا قرآن لکھا جائے حضرت علیؓ کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن جو مشہد کے غلط
میں موجود ہے پورا قرآن نہیں ہے لیکن جو ہے وہ اسی ترتیب پر ہے جو اس وقت
موجود قرآن میں پائی جاتی ہے سو اس میں تو اختلاف ہو سکتا ہے کہ یہ نسخہ پورا قرآن
ہے انہیں لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن ایک ہی ہے گو کہیں پورا لکھا
ہوا ہو یا نامکمل لکھا ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا حضرت عثمانؓ سے اتفاق

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی علمی شخصیت کا تقاضا تھا کہ ان کے پاس
وہ مصحف جس میں آپ کے تفسیری الفاظ اور جملے اور اختلاف قرآت بھی لکھا ہوا
تھا ان کے پاس رہنے دیا جاتا لیکن حضرت عثمانؓ نے ان کی شخصی عظمت پر

امت کی حفاظت کو مقدم جانا اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے برابر درخواست کرتے رہے کہ جب سب صحابہ ایک قرآن پڑھ کر جمع ہو چکے ہیں آپ بھی اپنے اس اجماعی موقف پر آجائیں آپ نے حضرت عثمانؓ کی یہ بات تسلیم کر لی اور صحابہ کے اس اجماعی موقف کو قبول کر لیا حافظ ابن کثیرؒ (۵۷۷ھ) لکھتے ہیں۔

فكتب اليه عثمان رضي الله عنه يدعوه الى اتباع الصحابة فيما اجمعوا عليه من المصلحة في ذلك وجمع الكلمة وعدم الاختلاف فاناب واجاب الى المتابعة وترك المخالفة رضي الله عنهم اجمعين قرابتبعہ میں سے قاری عاصم کسانا اور حمزہ نے جو اپنی سندیں، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تک پہنچائیں ہیں اور ان اسانید کو صحیح ترین قرار دیا گیا ہے ان میں مسودتین برابر موجود ہیں جو اس بات کی کھلی شہادت ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مسودتین کے قرآن ہونے کے ہرگز خلاف نہ تھے اپنے مصحف میں انہیں نہ لکھنا ایک امر اتفاقی ہی ہو سکتا ہے کیونکہ انہوں نے اسے لکھنے میں جمع قرآن کا کہیں اعلان نہ کیا ہوا تھا یہ ایک ان کی اپنی علمی دستاویز تھی جسے انہوں نے اپنی مصلحت سے لکھا تھا ان کا ایک قرآن سے ہرگز کوئی اختلاف نہ تھا۔

حضرت علی مرتضیٰ کا ایک قرآن کا اعلان ابراہیم تیمی اپنے والد الزبیر بن

شریک تیمی سے روایت کرتے ہیں: — ایک دفعہ حضرت علی مرتضیٰ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ ہمارے پاس کتاب اللہ اور اس صحیفہ کے علاوہ بھی کوئی اور کتاب ہے جسے ہم پڑھتے ہیں تو اس نے جھوٹ بولا لے آپ کے شاگرد ابو حنیفہ نے پوچھا کہ اس صحیفہ میں کیا لکھا ہوا ہے آپ نے فرمایا۔

اس میں دیت اور جرمانہ کے کچھ مسائل قیدیوں کو دوا گزارنے کے احکام اور قصاص کے احکام کہ کافر کے بدلے میں مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا وغیرہ موجود ہیں لے اس میں اس بات کی تصریح ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ بھی ایک قرآن ہی رکھتے تھے اور آپ کے پاس کوئی اور قرآن نہ تھا جو موافق ترتیب نزول جمع کیا ہوا ہو۔

لہ البدایہ والنہایہ جلد ۲ ص ۲۱۸ لکھ کتاب السنۃ امام احمد ص ۱۸۹ لے ایضاً ص ۱۷۷

آداب القرآن

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى أما بعد :

قرآن کریم کلام الہی ہے کلام الملوک ملوک الکلام مشہور ضرب المثل ہے بادشاہوں کا کلام کلاموں کا بادشاہ ہے۔ دنیا میں بادشاہوں کے خزاہین عام پھینکے نہیں جاتے اور یہ تو بادشاہوں کے بادشاہ اور شہنشاہِ حقسی کا کلام ہے اس کے آداب کیوں نہ ہوں گے۔ قرآن کریم کو دیکھنے اور سننے سے ذہن فرما اللہ تعالیٰ کی طرف چلا جاتا ہے سو یہ خدا کے نشانوں میں سے ایک نشان ہے اور اس کے شاعر میں سے ایک شاعر ہے اس کی ظاہری عزت بھی اللہ کے حضور اپنی بندگی کا اقرار اور اس کی عظمت کا اظہار ہے۔

اسلام کی نگاہ میں وہ تمام اشیاء اللہ تعالیٰ کے شاعر۔ اس کی عظمت کے نشان۔ اس کی معرفت کے معزاز۔ اور اس کے تقرب کی علامت ہیں۔ واجب التظیم ہیں۔

ومن يعظم شعائر الله فانها من تقوى القلوب۔ (پک انج ۴۲)

ترجمہ اور جس نے اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کی سو یہ بات دلوں کے تقویٰ سے ہے

منبر و محراب، کعبہ و مسجد، نماز و قربانی، قرآن اور اذان یہ سب اللہ کے دین کے نشان ہیں اور یہ سب اس کا پتہ دیتے ہیں۔ دین حق کی پہچان جن علامات سے ہوتی ہے انہیں اللہ رب العزت کے شاعر کہا جاتا ہے یہ اس کی پہچان کی حسی مرادیں ہیں۔

ومن يعظم حرمت الله فهو خير له عند ربه۔ (پک انج ۴۰)

ترجمہ جو بڑائی رکھے اللہ کی حرمتوں کی سو یہ بہتر ہے اس کے لیے اس کے رب کے ہاں۔

ان شعائر کا تعلق اللہ کی ذات سے ایک رابطے کا ہے لیکن اس رابطے کے ساتھ ان کا ظاہری احترام و احوال بھی شریعت کا ایک مستقل تقاضا ہے مسجد میں جنابت کی حالت میں جانا جائز نہیں۔ کعبہ کی طرف رُخ کر کے پیشاب کرنے کی اجازت نہیں۔ قربانی کے لیے خریدنا ہوا جانور

بچا نہیں جاسکتا۔ اذان کو کسی دوسری قوم کی خاطر روکا نہیں جاسکتا۔ ان شعائر کے تنظیم و احترام سے دین حق کا رعب و جلال قائم ہوتا ہے۔

قرآن پاک کی عظمت کا تقاضا ہے کہ اس کے بھی کچھ آداب ہوں اسے صرف ایک ضابطہ قانون اور ایک محض پیغام حیات نہ سمجھا جائے بلکہ اس کے احوال و احترام کے ظاہری آداب بھی ہونے چاہئیں۔ ان آداب کا اس کتاب کی تعیل احکام پر گہرا نفسیاتی اثر پڑتا ہے۔ یہ ظاہری آداب بھی انسان کی فکر و نظر اور قلب و جگر میں بہت دور تک اثر انداز ہوتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ قرآن ایک ضابطہ عمل ہے اس کی حقیقی تنظیم اس کے احکام کو تسلیم کرنا اور انہیں اپنی عملی زندگی میں لانا ہے لیکن اس کے لغزشی کتابیہ Forms کا ادب و احترام بھی تکلف نہیں ہے اس کے بُرے اثرات میں اس کی طرف پاؤں دراز کرنا بھی ایک بڑی بے ادبی ہے۔

ممکن ہے بعض مغرب زدہ ذہن جم سے متفق نہ ہوں ہم ان کی خدمت میں عرض کریں گے کہ اس دور جدید میں میسروں وہ مرحلے ہیں جہاں تم ظاہری آداب کے اس انداز کو نہ صرف اپنا چکے ہو بلکہ انہیں اپنی تہذیب قرار دیتے ہو۔ تو انہی پڑھے جا لے کے وقت کس ملک کے باشندے اور کس مجلس کے حاضرین کھڑے نہیں ہوتے؟ بے شک یہ اپنے ملک سے وفا کی حقیقت نہیں لیکن کیا اسے اپنے ملک کی عظمت و محبت کا ایک نفسیاتی پیرایہ نہیں سمجھا جاتا؟ پھر قرآن کریم کے ظاہری آداب کے باب میں شریعت کے صریح احکام موجود ہونے کے باوجود ان متخالف کو نظر انداز کرنا کہاں کا انصاف ہے۔

اس میں شک نہیں کہ قرآن کریم کی حقیقی تنظیم اسے آخری قانون ہدایت تسلیم کرنا اور اس کے مقتضایاً عمل کرنا ہے لیکن اس کے ظاہری احترام کا بھی ہمیں اسلام نے حکم دیا ہے اور تاکیدی ہے کہ دشمنان اسلام کے ہاتھ اسے چھونے نہ پائیں مبادا وہ اس کی بے ادبی کریں اور شعائر اللہ کی توہین ہو جائے یہ توہین اس کے باطن اور اس کے تقاضوں کی نہیں اس کے ظاہری وجود کی ہے جسے دیکھتے ہی خدا کا ایک نشان ملتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ

نہی ان یسافر بالقرآن الی ارض العدو مغافاة ان ینالہ العدو۔
ترجمہ: حضرت نے منع فرمایا ہے کہ قرآن لے کر دشمن کی سرزمین میں جاؤ، اندیشہ ہے
کہ وہ دشمن کے ہاتھ نہ لگ جائے۔

قرآن پاک اگر کفار و کفارین کے ہاتھ نہ لگ جائے تو وہ اس سے صداقت کے جوہر تو چھین نہیں
سکتے اور نہ اس کے دلائل کا مدد نہ کر سکتے ہیں۔ پھر اگر قرآن کا یہ ظاہری احترام مطلوب نہیں، تو
شرعیات اس کو کس لیے اس کے کفار کے ہاتھ نہ لگنے پر پابندی لگا رہی ہے؟

اسلام کی نظر میں قرآن پاک کا ظاہری ادب و احترام اگر ضروری نہ ہوتا اور شرعیات کا یہ
تقاضا نہ ہوتا کہ وہ زمین پر گرے نہ پائے، نا پاک جگہ پر رکھا نہ جائے، بیضر طہارت سے ہاتھ
نہ لگیں وغیرہ وغیرہ تو لسان شرعیات اس کے کفار کے ہاتھ نہ لگنے پر تدبیر نہ لگاتی، ارشادِ نبوی
صاف بتلا رہا ہے کہ قرآن پاک کے حقیقی احترام کے ساتھ اس کا ظاہری احترام قائم رکھنا بھی
اسلام کا حکم ہے اور ہم مکلف ہیں کہ اس کے ان ادب کو بھی اسلامی ثقافت کا جز سمجھیں۔

قرآن کریم کے آداب کی بھی مختلف جہات ہیں اس کو چھوئے اس کو ٹپھنے اس کو سننے
اس کو رکھنے اور اس کو سمجھنے کے اپنے اپنے آداب ہیں انہیں ہم طہارت، تلاوت، کتابت،
سماعت، امامت وغیرہ کے چند ذیلی عنوانوں سے یلو کریں گے۔

قرآن کریم کے آداب طہارت

طہارت کا لفظ لغت کے بغیر قرآن کریم کو نہ چھونا چاہیے۔ طہارت کا لفظ یہ ہے کہ انسان حدیثِ اکبر
اور حدیثِ اصغر دونوں سے پاک ہو۔ نہ اس پر غسل فرض ہو اور نہ بے وضو ہو۔

حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:-

كان اعظم التعظيم ان لا يقرب منها الانسان الا بطهارة كاملة۔
ترجمہ: قرآن کریم کی بڑی تعظیم یہ ہے کہ انسان بغیر پوری طہارت کے اس کے
قریب نہ آئے۔

۱۔ سنن ابن ماجہ ۲/۱۰۰ فالعلة المذكورة في الحديث من كلام النبي رامن كلام مالك كما ظن ابوداؤد في جلد ۱۵
۲۔ حجة اللہ البالغہ ص۔

قرآن کریم کی آسمانوں میں شان یہ ہے کہ اسے صرف فرشتے چھو پاتے ہیں تو زمین پر بھی اس کی اتنی سلطنت اور عزت ہوتی چاہیے کہ بغیر طہارت کاملہ کوئی اسے ہاتھ نہ لگائے۔
قرآن کریم میں ہے :-

انه لقرآن سکریم فی کتاب مکنون آلا یمستہ آلا المظاہرون۔ تنزیل من رب العالمین۔ (پکڑا واقعہ)

ترجمہ بے شک یہ قرآن ہے عزت والا لکھا ہوا لوح محفوظ میں۔ وہی چھو لے ہیں اسے جو پاک ہیں تنزیل ہے پروردگار عالمین کی طرف سے۔

① لایستہ میں ضمیر مفعول لوح محفوظ کے ترقی نقوش کے لیے ہو یا ان صحائف اوراق کے لیے جو اس وقت قرآن کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہیں امر واقع خواہ کچھ ہوتی بات یعنی ہے کہ قرآن اپنی عظمت اور شان کے اعتبار سے اس امر کا متقاضی ہے کہ اسے وہی ہاتھ چھوئیں جو پاک ہوں۔

یہاں موضوع قرآن کی تعظیم ہے اس لیے غالب یہی ہے کہ لایستہ کی ضمیر مفعول موجودہ
۱۔ کتاب مکنون سے مراد لوح محفوظ ہو تو مطہرون سے فرشتے مراد ہوں گے کیونکہ انسانی ہاتھوں کی
دو ہاں تک رسائی نہیں اور اگر صحائف اوراق مراد ہوں تو پھر طلب یہ ہوگا کہ اسے نہ چھوئیں مگر پاک
لوگ یعنی بدوں و شوق کے ہاتھ لگانا جائز نہیں اس صورت میں لایستہ کی نفی نہی کے لیے ہوگی جیسا کہ
دفت ولا ضوق ولا جدال فی الحج (پ البقرہ) میں نفی نہی کے لیے ہے (قالہ العلامہ العثمائی)
۲۔ جب لوح محفوظ کے نقوش ترقی نہ کو پاک ہاتھوں کے سوا کوئی دوسرا نہیں چھو تا تو موجودہ تنزیل کے
نقوش کتاب بھی اس حق کے متقاضی ہیں کہ انہیں پاک ہاتھوں کے سوا کوئی دوسرا ہاتھ چھوئے نہ پائے
لاشترک العلة بینہما۔ ہاں لوح محفوظ پر ہونے کی صورت میں ہمارا سے بے وضو نہ چھینا
دلائل الترامی پر مبنی ہوگا اور نقوش تنزیلیہ مراد ہونے کی صورت میں اس آیت کی اس سلسلے پر دلالت
مترج ہوگی البتہ اس اختلاف کی وجہ سے اس دلالت میں قطعیت نہ رہے گی۔ قرآن کو چھو لے
کے لیے وضو عملی تو واجب ہوگا لیکن اس کا منکر کا فر نہ ہوگا شامی میں ہے لوانکر الوضو لمخیر
الصلوۃ بکفر عندنا۔ (رد المحتار جلد ۱ ص ۱۱۱)

قرآن کے لیے ہے۔ تو ذیل میں رب العالمین کا قرینہ بتلا رہا ہے کہ یہاں قرآن پاک کے نقوش تشریحی مراد ہیں نہ کہ لوح محفوظہ کے نقوش جن کی تشریح کبھی نہیں ہوئی۔ قرآن پاک کا لوح محفوظ میں کھجا جانا یا پیسے آسمان پر آنا تدریجی ہرگز نہ تھا۔ تشریح تدریجاً آتے کو کہتے ہیں۔

⑦ پھر لایمیشہ الا المظہرون میں چھڑنے کے دو ضمیمہ ہیں۔

۱۔ جو لوگ صاف دل اور پاک اخلاق رکھتے ہیں وہی اس کے علوم و حقائق تک ٹھیک رسائی پا سکتے ہیں اس صورت میں مس کے معنی مجازی ہوں گے۔

۲۔ اس قرآن کو بغیر وضو کے ہاتھ لگانا جائز نہیں اس صورت میں مس کے معنی حقیقی ہوں گے اور مظہرون سے طہارت کا لفظ کے حاملین مراد ہوں گے۔

مظہرون کی طہارت حدیث اکبر اور حدیث اصغر دونوں سے پاک ہونا ہے اللہ تعالیٰ وضو غسل جنابت اور پھر دونوں کے قائم مقام تیمم کے حکام بیان کر کے سب کی علت جامعہ یہ بیان فرماتے ہیں :-

ما یرید اللہ لیجعل علیک من سرح و لکن یرید لیطہرک (پٹ المائدہ)

ترجمہ اللہ تعالیٰ تمہیں تنگی میں ڈالنا نہیں چاہتے وہ چاہتے ہیں کہ تم پاک

رہو۔

پس طہارت صرف یہی نہیں کہ انسان جنابت سے پاک ہو بلکہ وہ تیمم جو وضو کے بدل میں حدیث اصغر کے لیے ہوتا ہے وہ بھی طہارت ہے اور حدیث اصغر کی حالت میں آدمی بالطہارہ نہیں ہوتا۔ طہارت کا لفظ اگر کہیں محض جنابت سے پاک ہونے پر لولا جائے تو قرینہ لازمی ہوگا طہارت کا لفظ کامل یہی ہے کہ حدیث اکبر اور حدیث اصغر دونوں سے پاک ہو پس مظہرون کے معنی با وضو ہونے کے ہی ہوں گے۔ امام ترمذی نے بھی طہارہ کے معنی با وضو ہونا بیان کیے ہیں :-

ولا یقرأ فی المصحف الا وهو طاهر لہ

ترجمہ اور دعا پڑھنے کے تم میں کوئی دیکھ کر قرآن پڑھے اور وہ غیر طہا رہو۔

لایمیشہ میں لوح محفوظہ کے نقوش مراد ہوں یا صحائف موجودہ اتنی بات بالکل واضح

لہ جامع ترمذی جلد اول دہلی منہ کھنڈو دیویدہ ترویج ابن ماجہ فی صحیحہ فرج علیہ

ہے کہ قرآن انہی ہاتھوں میں آتا ہے جو پاک ہوں اور لفظ اس کے حقیقی معنی آقا ہا کہتے ہیں کہ لے
 بے وضو نہ پھرا جائے طہارت کا طریقہ یہ ہے کہ انسان وضو سے ہو۔
 علامہ شاہی لکھتے ہیں :-

ان فیہ حمل المس علی الحقیقۃ والاصل فی الکلام الحقیقۃ واحتمال
 غیرہا بلا دلیل لا یتقدح فی صحۃ الاستدلال فلا ینافی ذلک
 القطعیۃ

ترجمہ یہاں نفوس (چھونا) اپنے حقیقی معنوں پر محمول ہے اور کلام میں اصل یہی
 ہے کہ حقیقی معنی لیے جائیں کسی دوسرے معنی کا احتمال جس کے لیے دلیل بھی کوئی
 نہ ہو اصل استدلال کی صحت پر یہ گنا اثر انداز نہیں ہوتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مولود کو یہ حضرت حکیم بن حزام کو جب میں کی طرت بھیجا تو
 نصیحت فرمائی :-

لا تمس القرآن الا وانت طاهر

ترجمہ قرآن کو بغیر طہارت ہاتھ نہ لگانا۔

حضرت عبدالعزیز عمرہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

لا یمس القرآن الا طاهر

ترجمہ کوئی شخص قرآن کو بغیر طہارت ہاتھ نہ لگائے۔

یہ روایات اس قرآنی حکم کی برزور تائید کرتی ہیں کہ قرآن پاک کو وہی ہاتھ چھو میں جو پاک

ہوں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں :-

وجبان لا یقرہما الا مطہر ولہ یشترط الوضوء لقراءة القرآن لان

ال التزام الوضوء عند کل قراءۃ یجمل فی حفظ القرآن وتلقیہ

ترجمہ ضروری ہے قرآن کے قریب انسان بغیر طہارت نہ جائے ہاں قرآن پاک

سہ ماہی جلد ۱۱ ص ۱۰۰ رواہ الحاكم فی المستدرک جلد ۳ ص ۴۸۵، سنن ابی داؤد صحیح (عزیزی جلد ۳ ص ۴۴)

سہ ماہی الطبرانی فی المعجم والعیون ج ۱ ص ۱۰۰، مجمع الزوائد جلد ۱ ص ۱۰۰، حجتہ اللہ الباقیہ

کے (ربانی) پڑھنے کے لیے وضو کی شرط نہیں کیونکہ ہر قرات کے وقت وضو کا التزام قرآن کے حفظ اور اخذ میں غلغلہ انداز ہوگا۔

امام ترمذی صحابہؓ و تابعین کا فیضان الفاظ میں لکھتے ہیں :-

قُلُوا يَتَقَرَأُ الرَّجُلُ الْقُرْآنَ عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ وَلَا يَقْرَأُ فِي الْمَسْجِدِ إِلَّا وَهُوَ طَاهِرٌ وَبِهِ يَقُولُ سَفِيَانُ الثَّوْرِيُّ وَالْمَتَّافِقِيُّ وَاحْمَدُ وَاسْمُحُ لَيْلَةَ تَرْجَمَهُ وَهَكَذَا هِيَ كَمَا نَسَانُ بَعِيْرَ وُضُوءٍ كَقُرْآنٍ طَهْرًا تَوْسُكَةً لَيْسَ لَيْسَ دِيكْرًا كَرَّ طَهْرًا لَيْلَةَ اجْلَازَاتٍ نَهَيْتُ سَيِّدِي فَضِيْلَةَ اِمَامِ سَفِيَانِ الثَّوْرِيِّ، اِمَامِ شَافِعِيِّ، اَمَامِ اِمَامِ اَحْمَدَ كَلَّهٖ۔

یہ چار جلیل القدر محدثین کا فیصلہ آپ کے سامنے ہے امام ابوحنیفہؒ کی بات اس سے بھی اہم ہے حضرت علامہ شرفانیؒ (۱۰۳، ۱۰۴) فرماتے ہیں :-

ہم حضور اکرمؐ کی طرف سے پابندیوں کو کلام الہی کی تنظیم کے لیے وضو کا اہتمام رکھیں اور دوسروں کو بھی اس بات کا حکم کریں۔

ہاں نابالغ بچے جو قرآن کریم کے طالب علم ہیں انہیں بار بار وضو کرنے کی پابندی نہیں کیونکہ اس سے تدریس و تعلیم کے مائل ہونے اور طلبہ کے بدک جانے کا قوی احتمال ہے بچے بغیر وضو کے بھی ہوں تو ہم ان کے ہاتھ میں قرآن کریم دے سکتے ہیں :-

لَا بَأْسَ بِدَفْعِ الْمَصْحَفِ إِلَى الصِّبْيَانِ وَإِنْ كَانُوا مِنْ حَدِيثِنَ بَلَّهٖ تَرْجَمَهُ سَجَّوْنَ كَوَقْرَانَ كَرِيْمًا اِسْ حَالَتِمْ يَدِيَا كَدَانِ كَا وُضُوءٌ هُوَ اِسْ هِي كُوْنِي حَرَجٌ نَهَيْتُمْ هِي۔

ہاں بالتحضر حضرت مکلف ہیں کہ وہ تعلیم تعلیم اور تعلیم میں مصحف (قرآن کریم) کو بغیر وضو کے نہ ٹھہریں۔

پانچ سوال

- ① قرآن مجید کے زبے اردو ترجمے کو چھوڑنا کیسا ہے؟
- ② کتب تفسیر جن میں متعدد آیات قرآنیہ لکھی جاتی ہیں انہیں بلا وضو پڑھنا لگانا کیسا ہے؟
- ③ فولڈ گراف کے ریکارڈ جن میں قرآن مجید کی قرأت تبصری ہوتی ہے انہیں بلا وضو چھوڑنا کیسا ہے؟
- ④ قرآن پاک کو زبانی (بغیر مصحف کے) بلا وضو پڑھنا کیسا ہے؟
- ⑤ ایسی جگہ جہاں صفائی نہیں وہاں قرآن پاک پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

جوابات

- ① خالص اردو ترجمہ کو تحقیق قرآن نہیں لیکن بہتر یہ ہے کہ اُسے بھی بلا وضو نہ چھوڑا جائے۔
ولو كان القرآن مكتوباً بالفارسية لكان له حنفية
وكذا عندنا هكذا في الخلاصة۔
ترجمہ اگر قرآن پاک بڑی فارسی میں لکھا ہو تو اسے بلا وضو پڑھنا لگانا امام ابوحنیفہؒ اور صاحبین کے نزدیک مکروہ ہے۔
- ② کتب تفسیر میں تفسیری عبارت قرآنی عبارت سے زیادہ ہوتی ہے بلا وضو اس کے ناجائز ہے شرح میزہ میں پوری بحث کر لے کے بعد آخر میں لکھا ہے۔
والاصح انه لا يكره عندنا في حنفية۔
ترجمہ صحیح بات یہی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مکروہ نہیں۔
ہاں خاص اس مقام کو جہاں قرآن کی آیت لکھی جاتی ہے بلا وضو چھوڑنا جائے علامہ شاہی لکھتے ہیں۔۔

ان کتب التفسیر لا يجوز من موضع القرآن منها۔

۱۔ فتاویٰ عالمگیری جلد ۱ ص ۱۱۱۔ ۲۔ فتیۃ المستملی ص ۱۱۱۔ ۳۔ رد المحتار جلد ۱ ص ۱۱۱۔

ترجمہ کتب تفسیر میں خاص آیات قرآن کے مواقع کو بلا وضو چھوڑنا جائز نہیں ہے۔
 ۴) فوٹو گراف کے ریکارڈ میں ان نقوش کی دلالت نہ نفعی ہے نہ وضعی محض الفاظ کا ارتسام ہے پس یہ نقوش حروفِ مکتوب کے حکم میں نہیں ہیں انہیں بلا وضو چھوڑنا جائز ہے بلکہ انسانی دماغ میں بھی اسی طرح الفاظ قرآن کا ارتسام ہوتا ہے پس جس طرح حافظ قرآن کو بلا وضو بلکہ جنابت میں بھی چھوڑنا جائز ہے فوٹو گراف کے ریکارڈ کو بھی اس حالت میں چھوڑنا جائز نہ ہوگا۔

۵) حضرت علی المرتضیٰؑ کہتے ہیں کہ حضور اکرمؐ قرأت قرآن کے لیے وضو کا التزام نہ فرماتے تھے۔
 لا یججزہ عن القرآن شیء الا الجنابة۔ ۱؎

ترجمہ: آپ کو قرآن پاک پڑھنے سے سوائے جنابت کے اور کوئی چیز نہ مانع ہوتی تھی۔

اس روایت سے یہ امور معلوم ہوتے۔

۱) من صحف نہ ہو تو زبانی قرآن پڑھنا بلا وضو بھی جائز ہے۔

۲) جنابت کی حالت میں زبانی قرآن پڑھنا بھی جائز نہیں۔

۳) غسل جنابت میں کئی کرنا فرض ہے اگر زبان بہر حال میں پاک رہتی تو حالت جنابت میں زبانی قرآن پڑھنا ممنوع نہ ہوتا۔

قرآن کریم کس جگہ پڑھا جائے؟

پاک کلام پاک جگہوں پر ہی پڑھا جانا چاہیے جہاں اللہ کی یاد کی جائے وہاں اللہ کی رحمت آرتی ہے اور رحمت کے فرشتے اس پڑھنے والے کو اپنے گھرے میں لے لیتے ہیں جننت ابراہیم فدوی اور حضرت ابو ہریرہؓ دو نمل کہتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا :-

ما جلس قوم مجلساً یذکرون اللہ فیہ الا حفتہم الملائکة وفتحتہم

۱؎ کذا فی امداد الفتاویٰ للشیخ ابن ماجہ ص ۴۴۱ البوداؤد جلد ۱ ص ۵۸۲ ترمذی جلد ۲ ص ۲۷۱ طحاوی ص ۲۵۵
 ۲؎ مشکوٰۃ جلد ۳ ص ۱۸۱ مسند ابی داؤد طیالسی ص ۱۸۱ مسند امام احمد جلد ۱ ص ۸۵، ص ۸۶، ص ۸۷، ص ۸۸

الرحمة وتزلت عليها السكينة .^۱

ترجمہ۔ لوگ جب کسی مجلس میں اللہ کے ذکر کے لیے بیٹھیں انہیں فرشتے اپنے ساتھیوں میں لے لیتے ہیں رحمت ان پر چھا جاتی ہے اور ان پر اللہ کی طرف سے سکینہ اترتا ہے۔

قرآن کریم سے بڑا ذکر کیا ہوگا جس کے لیے لوگ مجلس میں بیٹھیں حضرت براء بن عابدؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص سورہ کہف پڑھ رہا تھا اس نے اپنے گھر میں ایک تجلی اترتے دیکھی اس نے اس کا حضور سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا۔

انها السكينة تزلت عند القرآن وتزلت للقرآن .^۲

ترجمہ۔ یہ سکینہ ہے (ایک خاص شان کا سکون) جو قرآن کے پاس اترتا ہے یا قرآن کے لیے اترتا ہے۔

سو قرآن کسی ایسی جگہ نہ پڑھا جائے جو اس منزل سکینہ کے لیے رکاوٹ ہو جہاں فرشتے نہ پہنچ سکیں فرشتے اس گھر میں بھی نہیں آتے جس میں کتا رکھا ہو، وہ جگہیں جہاں گانے گائے جاتے ہوں یا وہ محفلیں جہاں عورتوں اور مردوں کا عام اختلاط ہو یا ایسی ہتھیاریاں جہاں سودی کاروبار چلتا ہو وہاں قرآن کریم پڑھنا آداب قرآن کے خلاف ہے کیونکہ یہ ماحول فرشتوں کے لیے ایک بڑی رکاوٹ ہے۔

ایسا تو عید جس میں قرآن کریم کی کوئی عبادت لکھی ہو اسے ساتھ لے کر بیت الخلاء نہ جائے یہ قرآن کے ادب کے خلاف ہوگا ہاں اگر وہ چاندی وغیرہ میں بند ہو تو اس کے لیے کچھ گنجائش ہو سکتی ہے بلکہ

سویڈن بے ادبی ہوگی کہ قرآن کریم پڑھتے ملائکہ رحمت کا ایسی جگہ استقبال کیا جائے جو ملائکہ رحمت کے لیے موجب اذیت اور صاف دل انسانوں کے لیے موجب گناہی ہو قرآن پڑھتے ہر ایسے ماحول سے اجتناب کیا جائے جو فہم قرآن اور توجہ اللہ سے مانع ہو سکے

۱۔ ابن ماجہ ص ۱۲۱ صحیح مسلم جلد ۱ ص ۲۹۹ ۲۔ دیکھیے خطبہ امی علیؓ سراقی الفوائد ص ۳۳۳ عین العلوم جلد ۱ ص ۱۹

مفسر جلیل علامہ قرطبی فرماتے ہیں :-
 لا یتقرأ فی الاسواق ولا فی مواطن اللفظ واللغز وجمع السفہاء
 ترجمہ: قرآن کریم بازاروں میں شور و شغب کی مجلسوں میں اور بے وقوف (گستاخ)
 لوگوں کے مجمع میں نہ پڑھا جائے۔

قرآن پڑھنے کے آداب

قرآن پاک کی تلاوت کرنے کے لیے کلام الہی کی تعظیم اور عظمتِ وحی کا احساس از بس ضروری ہے جس کلام کی شان یہ ہو کہ پہاڑوں پر اترے تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں، اس کے لیے مسلمان کا دل انتہائی درجے میں تہذیب کیوں نہ ہو۔ اسی میں اپنے بارے میں یہ احساس ہے کہ میں وضو سے ہوں، تلاوت قرآن کے آداب کچھ ظاہری ہیں اور کچھ باطنی۔ باطن کے آداب سے مراد دل کی کیفیت ہے جو پڑھنے والا پڑھتے ہوئے اپنے اندر محسوس کرے پہلی کتابوں کو بھی جنہوں نے پوری توجہ سے پڑھا اور دل کو حاضر رکھا انہیں ایمان نصیب ہو گیا اور جنہوں نے ان کے آداب تلاوت میں بے پرواہی کی وہ گھٹائے میں رہے۔

الذین اتیتہم الكتاب یتلون حق تلاوتہ اولئک یمنون بہ ومن یکفر
 بہ فاولئک ہوا الخاسرون۔ (پہ البقرہ ۱۲۹)

ترجمہ: وہ لوگ جن کو دی ہم نے کتاب وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں حق تلاوت اور
 کرتے ہوئے وہی اس پر یقین لاتے ہیں اور جو اس سے بے پرواہ ہوئے وہ
 رہے گھٹائے میں۔

حضرت شیخ الہند ^{رحمۃ اللہ علیہ} لکھتے ہیں :-

انہوں نے قورات کو طرز سے پڑھا اپنی کو ایمان نصیب ہوا اور جنہوں نے
 انکار کیا کتاب کا یعنی اس میں تحریف کی وہ غائب و خاسر ہوئے۔

اس سے چہ چہا کہ تلاوت کرنے وقت عظمتِ وحی کا احساس اور حضور قلب یہ وہ دو چیزیں

ہیں جن کے بغیر حق تلاوت ادا نہیں ہوگا۔

ويعظمه خوور لو انزلنا هذا القرآن على جبل لورايتہ خاشعاً متصدماً
من خشية الله من قرأ القرآن فرأى ان احدًا اوتى افضل مما اوتى
فقد استصغروا عظمه الله و يحضن القلب لما سبق انه الاصل و به
فسر ما ورد يا عبيي خذ الكتاب بقوة۔

ترجمہ: قرآن کریم کی عظمت سامنے رکھے اس کی شان میں فرمایا کہ اگر ہم اس
قرآن کو پہاڑ پر اتارتے تو وہ بھی اللہ کے خوف سے ریزہ ریزہ ہو جاتا جس
لے قرآن پاک کی تلاوت کی اور گمان کیا کہ کوئی شخص اس سے افضل چیز
کا حامل ہے تو اس نے اس چیز کی توہین کی جس کی اللہ نے تقسیم فرمائی ہے
اور اپنے دل حاضر رکھے کیونکہ جیسا کہ سپرے گزر چکا ہے اصل ہے حضرت یحییٰ
کو اللہ نے خطاب فرمایا تو ارشاد فرمایا کہ اے یحییٰ! کتاب کو (دل کی) پوری توجہ
سے لے۔

آدابِ ظاہرہ

- ① قرآن کریم کو خوب ٹھہرا ٹھہرا کر اور الفاظ کو صاف صاف کہے پڑھے۔ ارشاد الہی ہوا:-
ورتل القرآن ترتیلاً۔ (پہلے منزل)
ترجمہ: سو آپ پڑھیں قرآن کو کھول کھول کر۔
- ② اذا قرأت القرآن فاستعذ بالله من الشیطن الرجیم۔ (پہلے اخل)
ترجمہ: جب تم قرآن پڑھو تو سپرے اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھ لیا کرو۔
- ③ رکوع اور سجدے کی حالت میں قرآن نہ پڑھنا۔ حنفیہ فرماتے ہیں:-
منعت ان اقرأ القرآن راكعاً او ساجداً۔
ترجمہ: مجھے منع کیا گیا ہے کہ رکوع اور سجدے میں قرآن پڑھوں۔

علامہ شامی کہتے ہیں :-

تکبره قراءة القرآن في الركوع والسجود والشهد باجماع الائمة الاربعة.
ترجمہ رکوع، سجدے اور تشهد میں قرآن پڑھنا ائمہ اربعہ کے نزدیک مکروہ ہے۔
اس ممانعت کی وجہ قرآن کریم کی حرمت عظیمہ اور اس کی شان امانت ہے رکوع اور سجدہ
انتہائی عاجزی کے نشان ہیں۔ پس مناسب نہ تھا کہ قرآن کریم کو ان پیرایوں میں لایا جائے۔
تشہد میں رب ابعظنی متعین الصلوة پڑھنا اس حکم کے خلاف نہ سمجھا جائے یہ الفاظ بطور ردِ دعا پڑھے
جاتے ہیں بطور تلاوت نہیں اگر انہیں یہ نیت قرآن پڑھا جاتا تو اس سے پہلے اعمد باللہ ضرور
پڑھا جاتا۔

علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں :-

اما كلامه فله حرمة عظيمة ولهذا ينهى ان يقرأ القرآن في
حال الركوع والسجود.

ترجمہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی عزت بہت بڑی ہے اس لیے اسے رکوع اور
سجدے کی حالت میں پڑھنے کی ممانعت ہے۔

ويؤيد ما صرح به الشيخ الاكبر في الفتوحات ان القرآن صفة
الله تعالى ومن اوصافه القيام فانها القيوم والقيام والقائم بالقطب
فناسبت الصفة الصفة وحل القرآن في القيام بخلاف الركوع
السجود فليس من صفات الله تعالى فلا يجعل فيه ما والله اعلم بالصواب
ترجمہ اور اسی کی تائید شیخ کبکی فتوحات سے ہوتی ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی صفت
ہے اور اس کے اوصاف میں سے قیام ہے وہ قیوم بھی ہے اور قائم بالقطب
بھی اور صفت صفت سے مناسب ٹھہری اور قرآن قیام میں اور اختلاف رکوع اور
سجود کے یہ دونوں اللہ کی صفات میں سے نہیں سو قرآن ان میں نہ لایا
جائے۔

۴) تلاوت قرآن کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ جہاں آیت رحمت ہو وہاں طلب کی کیفیت پیدا کرے اور جہاں وعید عذاب ہو وہاں اللہ کی پناہ مانگے۔

وَيَسْأَلُ امْرَأًا مَرَجًا مَرَعِيلَهُ وَيَتَوَدَّعُنْ مَغْفُوفٌ وَيُؤَافِقُ ذَكَرًا وَدَعَاؤًا

ترجمہ جب اس بات سے گزرے جس کی اُمید (طلب) ہو تو سوال کرے اور اس بات سے گزرے جس سے خوف آتا ہو تو پناہ مانگے اور حکم ذکر پر ذکر کرتا چلے اور دعا کے موقع پر دعا کرتا جائے۔

حضرت عدیل بن الیمانؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ جب آیت عذاب سے گزرتے امتعاذہ فرماتے جب آیت رحمت سے گزرتے تو رحمت مانگتے اور جب آیت تسبیح سے گزرتے تو تسبیح کرتے۔ (مسلم)

۵) تلاوت قرآن کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ اسی جگہ ادبھی آواز سے نہ پڑھے جہاں سننے والے اس کی طرف توجہ نہ کریں اور اس کا پڑھنا ان کی بے ادبی کا سبب بن جائے جہاں لوگوں کا انہماک اپنے کاموں میں ہو وہاں قرآن پاک کی تلاوت اس کی بے توقیری کا سبب ہوگی۔

۶) جب کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے سامنے بھی تلاوت نہ کرے تاکہ اسے تشویش نہ ہو۔

۷) تلاوت قرآن کا ایک حق یہ بھی ہے کہ جب سجدہ کی آیت آئے تو سجدہ تلاوت کرے حنفیہ کے نزدیک سجدہ تلاوت واجب ہے اور اس کے لیے وضو، قبلہ رخ ہونا اور سر بسجود ہونا لازمی ہیں مسلمان کے سجدہ ریز ہونے پر شیطان ہلٹے ہلٹے کرتا ہے۔

۸) جب تلاوت سے فارغ ہو تو دعا کرے یہ وقت دعا کی قبولیت کا ہے۔

۹) قرآن پاک بوسہ دینا اور محبت الہی میں ڈوب کر اسے چوم لینا جائز ہے۔

روی عن عمرؓ انه كان يأخذ المصحف كل غداة ويقبله ويقول

عهد ربي ومنشور ربي عز وجل وكان عثمان يقبل المصحف فيمسحه

علی وجہ دل

ترجمہ حضرت عمرؓ ہر صبح جب قرآن پاک کو تلاوت میں لیتے اسے پڑھتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ یہ میرے پروردگار کا عہد نامہ ہے اور میرے رب کی کتاب ہے حضرت عثمانؓ بھی قرآن پاک کو پڑھا کرتے تھے اور اسے اپنے چہرے پر لٹا کرتے تھے۔

حضرت مولانا مہتمم لکھنؤیؒ فرماتے ہیں :-

فردوسی نہیں لیکن ادب و احترام کا طریق ہے اور جائز ہے بلکہ جن لوگوں کو محبت سے کچھ واسطہ پڑا ہے وہ جانتے ہیں کہ محبوب کے خط کی یا اس کے کسی بیان کی کسی دل کھولنے ہوئے کے یہاں کیا وقعت ہوتی ہے۔

محبت تجھ کو آداب محبت خود سکھا دے گی

قرآن کریم حسن مطلق اور جمال حقیقی کا پیغام ہی نہیں اس حکم الٰہی کا کلام اور سلطان المسلمین کا فرمان بھی ہے اس پر بھی غور کیجئے کہ سلفانی فرمان کی بسبب دلوں پر کیا ہوسکتی ہے کلام الٰہی میں کلام محبوب اور کلام آقا و دونوں کے آداب یکساں مطلوب ہیں اسے جس قدر احترام و محبت سے پڑھے کم ہے۔

ایک سوال

① قرآن پاک لیٹ کر پڑھنا کیسا ہے یہ ادب کے خلاف تو نہیں؟

جواب: قرآن پاک تلاوت کر لے والا اگر بیٹھ کر تلاوت کرے اور پھر تھک جائے تو اس کے لیے لیٹ کر تلاوت کرنا بھی جائز ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ یہ تلاوت زبانی ہو اس حالت میں مصحف کا ادب قائم رکھنا بہت مشکل ہے جو شخص بیٹھ کر تلاوت کرنے کی بجائے لیٹ کر تلاوت کرے تو یہ انداز ادب کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں لیٹ کر ذکر کرنے کو قیام و قعود کے ذکر کے بعد ذکر فرمایا ہے اور اس کا درجہ واقعی یہی ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔

الذین یذکرون اللہ قیامًا وقعودًا وعلیٰ جنوبہم۔ (پاک آمل عمران ۱۹۱)

ترجمہ: وہ اللہ کا کھڑے ہو کر بھی ذکر کرتے بیٹھ کر بھی اور اپنی گردنوں کے بل پر بھی عین العلم میں ہے۔

ويعجز الاضطجاع.

ترجمہ: اور لیٹ کر تلاوت کرنا بھی جانتا ہے۔

محمدت جلیل ملاح علی قاریؒ فرماتے ہیں:۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ کھڑے ہو کر نماز میں قرآن پڑھنے سے ہر حرف کے بدلے سو نیکیاں ملتی ہیں بیٹھ کر پڑھنے سے ہر حرف قرآن پر پچاس نیکیاں ملتی ہیں اور نماز سے خارج با وضو تلاوت پر ہر حرف کے بدلے پچیس نیکیاں ہیں اور جو شخص بغیر وضو کے (زبانی) تلاوت کرے تو اسے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی (اور یہ سب سے نیچا درجہ ہے)۔

صرفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے کو قرأت کے آداب سے قاصر سمجھتا ہے گا وہ قرب کے مراتب میں ترقی کرنا سہا ہے گا اور جو اپنے کو رضا اور محبت کی نگاہ سے دیکھے گا وہ ترقی سے دور ہو گا۔ مشائخ نے تلاوت کے کئی آداب ذکر فرمائے ہیں:۔

① نہایت احترام اور حضور قلب سے با وضو قبلہ رو ہو کر پڑھے۔ قرآن پاک کو رعل یا تکبیر یا کسی اوسچی جگہ پر رکھے۔

② اگر یاد کرنا مقصود نہ ہو تو پڑھنے میں جلدی نہ کرے تریل سے پڑھے۔

③ کلام آفاق کی تعظیم اور محبت کے احساس میں آپ دیدہ ہونے کی کوشش کرے۔

④ آیات رحمت پر رحمت کی دعا اور آیات عذاب پر مغفرت کی دعا مانگے۔ آیت سجدہ پر سجدہ کرے یہ ان آیات کا حق ہے۔

⑤ اگر یاد کا احتمال ہو یا کسی دوسرے مسلمان کے حرج کا اندیشہ ہو تو آہستہ پڑھے ورنہ آذان سے پڑھنا اولیٰ ہے۔

- ② براط کے مطابق خوش الحانی سے پڑھے (لیکن گانے کا پیر یہ اختیار نہ کرے)۔
 ④ تلاوت کے دوران میں کسی سے کلام نہ کرے ضرورت پیش آئے تو کلام پاک کو بند کر کے بات کرے اور دوبارہ شروع کرنے پر پھر اعوذ باللہ پڑھے۔

(شیخ الحدیث مہارنپوری)

③ قرآن پاک لکھنے کے آداب

① قرآن پاک کا رسم الخط ہی ہونا چاہیے جو مصاحف عثمانیہ کا تھا اسے رومن یا کسی دوسرے حروف تہجی میں منتقل کرنا جائز نہیں، اگر اسے انگریزی حروف میں لکھا جائے تو عربی حروف بھی ساتھ رکھنے ضروری ہیں۔ قرآن کریم کو رومن رسم الخط میں لکھنے سے گو عربی تلفظ باقی رہے پھر بھی اس کی اجازت نہیں، حضرت امام مالکؒ سے پوچھا گیا کہ قرآن پاک کو کسی اور حروف تہجی کے رسم الخط میں لکھا جائے ہے؟ تو آپ نے فرمایا: لا ولا لکن یکتب علی الکتبۃ الاولى۔

ترجمہ: ہرگز نہیں اسے پہلے رسم الخط میں ہی لکھا جائے۔
 مشہور محدث علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں:۔

والذی ذہب الیہ مالکٌ هو الحق وھذا مذهب الائمة الاربعة۔
 ترجمہ: جو کچھ امام مالکؒ نے فرمایا وہ صحیح ہے اور یہی چاروں اماموں کا فیصلہ ہے۔
 علامہ عبادؒ لکھتے ہیں:۔

قد انعقد اجماع سائر الائمة من الصحابة وغيرہم علی تملک الرسم
 وانہ لا یجوز بحال من الاحوال العدول عن کتابۃ القرآن الکریم
 ولا نشرہ بصورۃ تعالف رسم المصاحف العثمانیۃ۔

ترجمہ: صحابہ کرامؓ وغیر ہم سب ائمہ دین کا اجماع اسی رسم الخط پر منعقد ہے اسے

ملہ تھاوی ابن حجر وکذلک فی النقطۃ القدسیۃ ص ۱۲۱ للعلامة الشرعی لالی صاحب لور الايضاح
 ملہ رسالہ النصوص الجلیۃ۔

مصاحف عثمانیہ کے رسم الخط کے خلاف کسی اور رسم الخط میں لکھنا اور پھیلانا کسی طرح بھی جائز نہیں۔

② قرآن کریم کو عربی متن کے بغیر کسی اور زبان میں لکھنا جائز نہیں جب اسے کسی دوسری زبان میں ترجمہ کیا جائے تو عربی متن TEXT بھی ساتھ ہی لکھا جائے ایک دو آیتیں کسی دوسری زبان میں علیحدہ بھی لکھی جاسکتی ہیں اور اس کی فقہار نے اجازت دی ہے جس زمانے میں بعض علماء نے ترجمہ قرآن کی مخالفت کی تھی اس کا مورد وہ ترجمہ تھا جس کے ساتھ عربی متن نہ ہو۔ کیونکہ اس سے اصل کتاب کے ضائع ہونے کا اندیشہ تھا اس کی تفصیل ہمارے بیان لسان القرآن میں ہو چکی ہے۔

③ قرآن پاک کو بلا وضو لکھنا

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کو بلا وضو نہ لکھا جائے کیونکہ کہنے والا قرآن پاک کو بلا وضو چھونے کا مرتکب ہو گا لیکن دوسرے ائمہ کے نزدیک فقوش قرآنیہ کو بلا وضو قلم چھونے سے قرآن کو بلا وضو چھونا لازم نہیں آتا ان کے ہاں یہ اسی طرح ہے جیسے کہ قرآن پاک کو بلا وضو کپڑے کے واسطے سے چھوا جائے درمختار میں ہے۔

ولا تكتبه كتابا القرآن والصحيفة واللوحة على الارض عند الثاني خلافاً
لمحمد و يلبغى ان يقال ان وضع على الصحيفة ما يحول بينها وبين
يده يورخذ بقول الثاني والا بقول الثالث.

ترجمہ کا فقہ یا سختی زمین پر قائم ہو تو اس پر قرآن پاک بغیر وضو کے لکھنا سخت
امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے بخلاف امام محمدؒ کے۔ بات یوں کہی جائے

ملہ فتح القدير للعلامة ابن الهمام جلد ۱ ص ۱۸۱ ملہ درمختار بجا مشہ شامی جلد ۱ ص ۱۸۱ ملہ شرح منہ جلد ۱ ص ۱۸۱
قرآن پاک کو غزبان نکیر سے لکھنا تادیباً بالحقم (حرام چیز سے علاج کرنا) کی تاویل سے بھی جائز نہیں
اس میں صرف حرام عملی کا ارتکاب نہیں کتاب عزیز کی توہین بھی ہے جن علماء نے اس میں نرمی کی ہے
وہ ہمارے امام فی المذہب نہیں۔ راقم الحروف ان ایک دو حضرات سے ہرگز متفق نہیں اپنا مذہب
اہل سنت کے موافق ہے۔

کہ اگر کاغذ اور کھنڈے والے کے درمیان حائل موجود ہے (جیسے قلم) تو فتنے امام ابویوسفؒ کا لیا جائے گا ورنہ امام محمدؒ کے قول پر فتنے دیا جائے گا۔

۴۷ قرآن سننے کے آداب

آنحضرتؐ پر جب حضرت جبریلؑ امین وحی لے کر آئے تو آپ اسے جلدی لینے اور یاد رکھنے کے لیے ساتھ ساتھ خود بھی پڑھتے جاتے۔ اس پر ارشاد ہوا۔

لا تحوٰك به لسانك لتعجل به ان علينا جمعہ وقرآنہ۔ (آیہ القیامہ)
ترجمہ۔ آپ اپنی زبان کو حرکت نہ دیں۔ اس قرآن کا جمع کرنا اور پھر آپ کی زبان سے اسے پڑھا دینا یہ سب ہمارے ذمہ ہے۔

قرآن پاک کی تعظیم و تکریم اتنی ہے کہ جب پڑھا جا رہا ہو سننے والے اپنی زبان تک نہ لائیں بہتر ن گوش اور پوری طرح خاموش رہیں۔

وإذا قرء القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون (آیہ انفاس)
ترجمہ۔ اور جب قرآن پڑھا جا رہا تو اس کی طرف کان دعو اور بالکل چپ اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

جنات بھی قرآن کریم کو سن کر پکاراٹھے تھے کہ سننے والو خاموش رہو۔

وإذا صرفنا الیک نفرًا من الجن یستمعون القرآن فلما حضروه قالوا انصتوا فلما قضی وولوا الی قومهم منذرین۔ (آیہ احقاف ۲۱)

ترجمہ۔ اور جب ہم نے جنوں کا ایک گروہ آپ کی طرف متوجہ کیا تھا اور وہ قرآن سننے لگے تھے تو وہ بھی (اپنے ساتھیوں کو) کہہ اٹھے تھے کہ چپ

اور خاموش رہو۔ پھر جب قرآن کا پڑھا جانا ختم ہوا تو وہ اپنی قوم کی طرف واپس ہوئے تاکہ انہیں ڈرائیں۔

قرآن کریم کے احترام کا تقاضا ہے کہ جب بھی اصلاح و ارشاد یا ذکر و عبادت کے طوق پر پڑھا جا رہا ہو تو اس ارشاد کے سامعین اور اس عبادت کے شاملین پوری طرح خاموش رہیں۔

اور بہتر گوش بنیں۔ ہاں جو لوگ اس وقت مخاطب نہ ہوں یا وہ اس عبادت میں شامل نہ ہوں تو وہ اس حکم کے مکلف نہیں، طالب علم ایک جگہ بیٹھ کر سب کے سب اکٹھے پڑھتے ہیں یہ پڑھنا بطریق ارشاد نہیں بطریق مشق ہے پس اس صورت میں یہ پابندی نہیں ورنہ حفظ قرآن اور مشق ناظرہ دونوں متاثر ہوں گے، اسی طرح جب نماز ہو رہی ہو تو جو لوگ اس جماعت میں شامل نہیں وہ بھی اس حکم کے پابند نہیں، یہ قرآنی آیات انہی لوگوں کو پابند کر رہی ہیں جو شرکائے عیسٰی ہوں، واللہ اعلم بالصواب۔

⑤ قرآن کی شانِ امامت

قرآن کریم شانِ الہی ہے اس کا تقاضا ہے کہ یہ کسی ماتحتی میں نہ اترے جبہاں ہو امام بن کر ہے۔ بندہ بھی اسے پڑھے تو یہ نیاز بندہ نہیں تلاوت کلام الہی ہے خدا کا کلام ہے جو بندے کی زبان پر جاری ہے، رکوع اور سجدہ انتہائی عاجزی کے محل تھے ان میں قرآن پڑھنا ممنوع قرار پایا تشہد میں بیٹھنا ایک انتہائی نیا دہندگی کی شکل ہے اس میں بھی قرآن پاک پڑھنا ممنوع ٹھہرا۔ مقتدی ہر نامحی ایک ماتحتی کا اقرار ہے اس میں بھی قرآن پاک کو نہ لانا چاہیے، امام قرآن پڑھے منفرد قرآن پڑھے لیکن مقتدی نہ پڑھے وہ امام کے پڑھنے پر آمین کہے حضرت زید بن ثابتؓ صحابہ میں کتنی بڑی شخصیت تھے، جب آپ گھوڑے پر سوار ہوتے تو ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ ان کی رکاب تمام کر چلتے، آپ سے بڑا قرآن کا نکتہ شناس اور کون ہو گا، آپ نے مقتدی کو قرآن پڑھنے سے علی الاطلاق منع فرمایا، آپ نے کہا۔

لا قرأۃ مع الامام فی شیء۔

ترجمہ، امام کے ساتھ قرآن پڑھنا نہیں کسی بھی حصے میں۔

نماز میں قرآن کے دو محل ہیں، ۱۔ سورۃ فاتحہ، ۲۔ دوسری کوئی سورت۔ سوالن دونوں محول میں مقتدی نے قرآن کو ماتحتی میں نہیں لانا مقتدی امام کے پیچھے مطلقاً قرآن نہ پڑھے، بنظر طرف طرف کے تابع ہوتا ہے، قرآن کو عاجزی اور ماتحتی کے طرف میں نہ آنا چاہیے۔

سوال۔ امام انسان ہوتا ہے وہ جب قرآن پڑھتا ہے تو قرآن اس میں ڈھلتا ہے بیشک
یہاں قرآن امام ہی رہتا ہے لیکن کتاب کو امام کہنے کی بھی تو کوئی سند چاہیے؟
جواب۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں تو رات کے بارے میں فرماتے ہیں۔
ومن قبلہ کتاب موعظی اماماً ورحمۃ۔ (آپ احتفاح ۱۲)

ترجمہ۔ اور اس سے پہلے تو رات امام موعظی اور رحمت اور اب یہ کتاب ہے اس کی
(اصولاً) تصدیق کرنے والی اور یہ عربی سان ہے تاکہ ڈر سنائے زیادتی کرنے
والوں کو اور خوشخبری دے احسان میں آنے والوں کو۔

کیا اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب کو امام نہیں کہا گیا اور کیا دین موسوی
میں کسی مقتدی لے اسے مقتدی کے قالب میں ڈھالا؟ پھر کیا اب (اس دور میں) اس کی بجائے
قرآن کو امام اور رحمت ماننے کی دعوت نہیں دی گئی۔ سو یہ کسی طرح نہیں ہو سکتا کہ قرآن کریم
مقام امامت میں ہوتے ہوئے کسی مقتدی کے قالب میں ڈھلے۔ ضروری ہے کہ نماز میں قرآن یا
امام پڑھے یا منفرد۔ مقتدی کا وظیفہ تسبیحات و تکبیرات اور نماز کی حرکات ہیں قرآن پڑھنا
نہیں۔ نہ سری نمازوں میں نہ جہری نمازوں میں۔ کیوں کہ ان دونوں صورتوں میں مقتدی مقتدی
ہی رہتا ہے۔

⑤ قرآن کے آداب حفظ

① قرآن پاک کا حفظ کرنا فرض کفایہ ہے۔ بلکہ
کچھ لوگ یاد کرتے رہیں تو حفظ کا بار سب سے ٹل جاتے گا ورنہ سب گنہگار ہوں گے۔
محدث کبیر لاعلیٰ حاری علامہ ذکرتشی سے نقل کرتے ہیں کہ جس شہر یا گاؤں میں کوئی قرآن پڑھنے
والا نہ ہو وہاں سب مسلمان گنہگار ہیں۔ نئی تہذیب کے بعض مسلمان حفظ قرآن کو بے فائدہ سمجھتے
ہیں اور اس کے الفاظ رٹنے کو فضول کہا جاتا ہے۔ یہ سب باتیں تعلیمات اسلام کے خلاف ہیں
حفظ قرآن کی اہمیت اور صحابہ سے بڑی فضیلت منقول ہے اور اتنا قرآن مجید حفظ کرنا جس سے نماز

لہذا ہر جگہ یہ ہر مسلمان پر فرض عین ہے

احیاء العلوم میں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے منقول ہے کہ تین چیزیں حافظہ کو بڑھاتی ہیں۔

۱. مسواک ۲. روزہ ۳. تلاوت کی کثرت

○ مجدد مائتہ دہم علامہ علی قاریؒ طبرانیؒ اور سیہتیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص قرآن کریم پڑھتا ہے اور وہ یاد نہیں ہوتا تو اس کے لیے دوسرا اجر ہے وہ اسے یاد کرنے کی تمنا کرتا ہے لیکن یاد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا مگر وہ پڑھنا بھی نہیں چھوڑتا حق تعالیٰ اسے قیامت کے دن نفلوں کے ساتھ اٹھائیں گے۔

○ علامہ علی قاریؒ نے شرح السنہ سے ابو امام کی یہ روایت نقل کی ہے۔

قرآن شریف کو حفظ کیا کرو کیونکہ حق تعالیٰ اس قلب کو عذاب نہیں فرماتے جس میں کلام پاک محفوظ ہو۔

○ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ۔

مجھ پر میری امت کے گناہ پیش کیے گئے ہیں نے اس سے بڑا کوئی گناہ نہ دیکھا کہ کوئی شخص قرآن پاک کی کوئی آیت یاد ہونے کے بعد اسے بھلا دے لے

○ امام سیہتیؒ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا۔

من قرء القرآن فقد استدرج الجنۃ بین جنبہ غیرانہ لا یوحی الیہ۔

ترجمہ جس شخص نے قرآن پاک حفظ کر لیا اس نے جنوت کو اپنے سینہ میں درج کر لیا۔ ہاں اس کی طرف مدعی نہ آئے گی۔

○ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ قرآن یاد کر کے بھلا دینا گناہ کبیرہ ہے کیونکہ یہ قرآن

کریم سے بے پرواہی اور غفلت کی علامت ہے۔ یہ کہنا کہ میں نے قرآن کی ظلال آیت بھلا دی یہ بھی مکروہ ہے ضرورت ہے تو یہ کہے کہ " میں بھلا دیا گیا

ہوں

④ ختم قرآن کے آداب

قرآن کریم کا ختم بہت بڑی نیکی اور سعادت ہے اس وقت خدکی رحمتیں بستی ہیں اور رحمتیں اتنی ہیں۔ حضرت انس بن مالک ختم قرآن کے موقع پر اپنے اہل و عیال اور دوستوں کو جمع فرما لیتے، تاکہ وہ بھی خدکی رحمتوں سے بھریاں بھر لیں۔ (الاتقان)

ختم قرآن کی دعا پر خدا کے فرشتے بھی آمین کہتے ہیں۔ (رواہ الدارمی)

فرشتوں کی دعا پھر سارا دن یا ساری رات پڑھنے والوں کے شامل حال رہتی ہے اس لیے ابتداء کے دن یا ابتداء کے رات میں ختم کرنا مستحب ہے تاکہ عا دیا دہ سے زیادہ ساعات کو محیط رہے سر دیوں میں راتیں لمبی ہوتی ہیں ان دنوں رات کے شروع میں ختم کرنا بہتر ہے اور گرمیوں میں دن طویل ہوتے ہیں ان میں دن کے تول وقت میں ختم کرے لیٹے

قرآن کریم کو دیکھ کر پڑھنا دہانی پڑھنے سے افضل ہے۔ خلیفہ راشد حضرت عثمان قرآن کریم کے محافظ ہونے کے باوجود دیکھ کر اس طرح تلاوت کرتے کہ قرآن پاک کے کئی نسخے ان کی کثرت تلاوت سے شہید ہو گئے تھے۔ حکیم ترمذی اور امام بیہقی حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کرتے ہیں:-

اعطوا عینکم حظاً من العبادۃ النظر فی المصحف والتفکر فیہ و
الاعتقاد عند عجائبہ۔

ترجمہ۔ اپنی آنکھوں کو بھی ان کی عبادت کا حصہ دیا کرو۔ وہ قرآن پاک کو دیکھنا ہے اور دیکھ دیکھ کر اس میں غور کرنا اور اس کے عجائب سے سبق لینا ہے۔

ہاں حفظ کرنے اور حفظ کو باقی رکھنے کے لیے دہانی دور کرنا اور جلدی جلدی پڑھنا اپنے اہلی مقصد کے لیے بے شک صحیح ہے لیکن جب محض عبادت مقصود ہو تو ترمذی اور بیہقی تو جس سے

لہ البرہان للعلامة الرکشی جلد ۱ ص ۱۸۱ عین العلم جلد ۱ ص ۱۸۱ لیکن نمازیں دیکھ کر پڑھنے سے جیسا کہ بعض اہم برضال میں دیکھتے ہوئے پڑھاتے ہیں حنفیہ کے نزدیک نماز نہیں ہوتی۔

ارض القرآن

بیان الادیان عند نزول القرآن

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد:

قرآن کریم نے اپنی دعوت کی صف جس زمین پر بچائی اس میں کون کون سے تصورات موجود تھے اور کون کون سی ملتیں اپنے ڈیڑھے ڈالے ہوئے تھیں۔ فہم قرآن کے لیے ان تمام حالات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے ارشاد فرمایا:

جب مسلمانوں میں دو درجاہلیت کو سمجھنے والے نہ رہیں گے تو اسلام کے ہول و فروغ کی کڑیاں ایک ایک کر کے ٹوٹی جائیں گی۔

ہر یہاں عہد جاہلیت کا وہ پس منظر پیش کرتے ہیں جس پر قرآن عزینے اپنی دعوت کی پہلی صف بچائی۔ یہاں ارض القرآن سے ہماری مراد یہی ہے کہ وہ کون سا ماحول تھا جہاں آسمان رسالت کی پہلی کرنیں چھوٹیں۔

اس وقت کی مہربان دُنیا بلحاظ اعتقاد ان طبقوں میں منقسم تھی۔

عرب

ان میں ۱۔ دہریہ، ۲۔ مشرکین، ۳۔ یہود، ۴۔ نصاریٰ، ۵۔ مجوس آتش پرست، ۶۔ صابئین سب طرح کے لوگ تھے لیکن زیادہ لوگ بُت پرست تھے تاہم اپنے کو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پیرو ظاہر کرتے تھے۔

ایران

ان میں ۱۔ پیردان زرتشت، ۲۔ پیردان ملانی، ۳۔ نصاریٰ، ۴۔ یہود، ۵۔ مزدکی اور اشترائی عقائد کے حامی پائے جاتے تھے زیادہ آبادی پیردان زرتشت کی تھی۔

رُوم

یہاں کے زیادہ لوگ عیسائی تھے، یونانی اشارات کے ماتحت اجرام فلکی کے پرستار یعنی

شاہ پرست تو میں بھی موجود ہیں۔

ہندوستان

ہندو مشرکین، اصنام، عناصر، اجرام فلکی، نباتات و حیران وغیرہ کے پرستار تھے یہ لوگ ایک دینی تصور کے تحت مختلف ذاتوں میں بٹے ہوتے تھے۔ کچھ لوگ ہستی باری تعالیٰ کے منکر بھی تھے۔ مگر نوع انسانی کی شکتی کے لیے نظام عمل کے قائل تھے۔ بدھ بھی ایک اچھی تعداد میں وہاں پائے جاتے تھے۔

جن جن ملکوں میں باقاعدہ مرکزی حکومتیں قائم تھیں ان میں دینی خیالات اس قدر منتشر نہ تھے جس قدر کہ دوسرے ملکوں میں تھے وہاں اعیان سلطنت اور حکومت کا مذہب ہی "عوامی دین" سمجھا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ روم و ایران کی سلطنتیں باوجود کچھ صدیوں کی تہذیب اپنی وراثت میں لیے ہوئے تھیں اپنے دینی تصورات میں تقریباً وحدت کی حامل تھیں اور ان میں نظریات کی کثرت اور مذہبی گروہ بندی اس طرح نہ تھی جس طرح ان ممالک میں تھی جہاں کوئی مرکزی نظام حکومت نہ تھا۔ نزول قرآن کے وقت ادیان عالم کی کیا کیفیت تھی اس کے لیے پورے نکتے کو پھر دیکھئے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ مختلف دینی تصورات اور طرح طرح کے عقائد میں سرزمین عرب کو جامعیت حاصل تھی۔ یہاں تقریباً ہر خیال کے لوگ موجود تھے ہندوستان کے مشرکین، روم کے نصاریٰ، ایران کے مجوس الغرض ہر طبقے کی اعتقادی تہذیب عرب کے مشرکین یہود و نصاریٰ اور مجوس میں موجود تھی۔ سپروان مذاہب مذکورہ ظلمت و الحاد کے طوفانوں میں غوطے کھا رہے تھے کہ قرآن کریم نے اسلام کی دعوت پیش کی۔ اس کے لیے سرزمین عرب کو ہی چننا گیا اور پہلے یہی خطہ زمین "ارض القرآن" بنا جس نے تمام دنیا کے مذاہب اور تصورات کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ عرب میں خصوصاً شمالی عرب میں کوئی باقاعدہ نظام حکومت موجود نہ تھا اور آزادی رائے اور حریت فکر و عمل کی راہ میں کسی سدھن کی زنجیریں حاصل نہ تھیں ان حالات نے مختلف عقائد اور مختلف نظریات کے فروغ میں عرب کو جامعیت کا شرف بخشا اور پورے گروہ زمین میں صرف عرب کی زمین ہی تھی جس کی تہ میں مختلف عقائد و تصورات کا عالمی خاکہ بچھا ہوا تھا۔ عالمی ہادی آفاقے نامدار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اسی

سرزمین میں پہنچی اور اسی سرزمین سے عالمی ہدایت کا آفتاب پوری آب و تاب کے ساتھ طلوع ہوا۔ لب ہم اس امر کی تفصیل کرتے ہیں کہ عرب میں اس وقت کون کون سی ملتیں اپنے اپنے ڈالے ہوئے تھیں۔

① عرب محصلہ

یہ لوگ مستقل ملتیں رکھتے تھے اور کسی نہ کسی معروف مسلک کے پیرو تھے جیسے یہود و نصاریٰ اور مشرکین و مجوس وغیرہ ان کی گرامی میں قوتِ نظریہ کی بجائے قوتِ عملیہ کو زیادہ دخل تھا نظریات پھر اس کے مطابق ڈھلتے چلے گئے۔

② عرب معطلہ

یہ لوگ کسی مذہب کے پیرو نہ تھے قوتِ نظریہ انتہائی سستی میں تھی اور یہ لوگ محض منفی موقف رکھنے کی وجہ سے کوئی نکتہ نہ بنے تھے۔ یہ پھر آگے خود مختلف طبقات میں منقسم تھے جیسے دہریہ، منکرینِ بخت، منکرینِ رسالتِ بشریت، مشرکینِ عامہ وغیرہ۔

عرب معطلہ کے مختلف طبقات

قرآن کریم میں ان کا ذکر اس پیرایہ میں ملتا ہے :-

① دہریہ

قرآن کریم نے ان کا تعارف یوں کر لیا ہے :-
 وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حِيلَاتنا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يَمْلِكُنَا إِلَّا اللَّهُ وَمَا
 لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ . (سورۃ الحجرات: ۲۴)

لہٰذا یہاں صرف مشرکین مراد ہیں جو اپنے آپ کو نکتہ ابراہیمی سے وابستہ کرتے تھے دوسرے مشرکین عرب معطلہ کے قریب ہیں۔

ترجمہ وہ کہتے ہیں، اور کچھ نہیں، بس سچی ہے ہمارا جینا دنیا کا ہم مرتے اور
زندہ رہتے ہیں ہماری موت صرف دہر (زمانے کے چکر) سے ہے اُن کو
کچھ خبر نہیں۔ محض انگلیں دوڑا رہے ہیں۔

اس نظریہ فکر کے ابطال کے لیے قرآن کریم نے ہمیں کارخانہ کائنات کی اعلیٰ اور آفاقی
آیات کی طرف متوجہ کیا، صرف اسی طریق سے ان کی قدرتِ نظریہ کو بلا حاصل ہو سکتی تھی، قرآن کریم
میں یہ مضامین مختلف مقامات پر پھیلے ہوئے ہیں ان آیات کا طرز بیان بہت مؤثر اور
بڑا ہی دلآویز ہے :-

ان فی خلق السموات والارض واختلاف الليل والنهار۔ (سُورَةُ الْبَقَرَةِ ۱۶۴)
ترجمہ۔ جنگ زمین اور آسمان کی پیدائش میں اور رات دن کے آگے پیچھے آنے میں
تخلّفوں کے لیے خدا کی قدرت کے کھلے نشان ہیں۔

اللّٰهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا۔ (سُورَةُ الرَّحْمٰنِ ۲۶)
ترجمہ۔ اللہ وہ ذات ہے جس نے آسمان کو بغیر ستونوں کے جنہیں تم دیکھ پاؤ اٹھا رکھا ہے۔
اولہ ینظروا فی ملکوت السموات والارض۔ (سُورَةُ الْعٰرَفِ ۱۸۵)
ترجمہ کیا انہوں نے آسمان اور زمین نہیں دیکھا۔

اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاَخْرَجَ بِهِ
مِنَ الشَّجَرِ اَرْزَاقًا لَّكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْغَلْقَ لَتَجْرِيٰ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهِ
وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهَارَ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَٰلِیْنًا وَسَخَّرَ لَكُمُ
اللَّیْلَ وَالنَّهَارَ۔ (سُورَةُ الْاِبْرٰهِيْمِ ۳۳)

ترجمہ۔ اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین کو بنایا اور آسمان سے پانی اُتانا اور نکالے
اس پانی سے نکالے پھل رزق تمہارے لیے اور تمہارے لیے کھیتوں کو ماتحت
کیا جو سمندر دل میں اس کے حکم سے چلتی ہیں اور کام میں لگایا ندیوں کو اور سورج
اور چاند کو تمہارے لیے کام میں لگایا ایک دستور پر چلنے والے اور دن اور
رات کو تمہارے لیے کام پر لگایا۔

② منکرین آخرت

یہ لوگ خدا تعالیٰ کی ہمتی کا انکار نہیں کرتے تھے، مگر دوسرے حیوانات کی طرح انسانوں کی موت کو بھی فنا کی سمجھتے تھے۔ موت کے بعد انسان کے پھر جی اٹھنے کے قائل نہ تھے۔ اور حلب و کتب کے منکر تھے۔

قرآن عزیز نے مفہوم موت پر ان کی اصلاح کی اور بتایا کہ موت فنا کی کا نام نہیں بلکہ یہ انتقال من الدار الی الدار ہے۔ موت ایک عالم سے دوسرے عالم میں جانا ہے اس موضوع پر قرآن کریم نے تخلیق انسانی کے مختلف مراحل سے بھی استدلال کیا ہے۔

ان كنته فرييب من البعث فانا خلقناكم من نطفة ثم من علقه ثم من مضغة۔ (پکچا حج ۵)

ترجمہ۔ اگر تم ہو پھر اٹھنے کے شک میں ہو ہم نے پیدا کیا تم کو ایک قلو سے پھر جب خون سے اور پھر ایک لوتھڑے سے۔

وضرب لنا مثلاً ونسى خلقه قال من يحيى العظام وهى رميمه هل يحياها الذى انشأها اذل من ذى العظام وهى رميمه۔ (پکچا یسین ۷۹)

ترجمہ۔ اور انسان نے ہم پر باتیں کرنی شروع کر دیں اور اپنی پیدائش کو مجھل گیا کہنے لگا ان ہڈیوں کو جب وہ ریزہ ریزہ ہو چکی ہوں گی پھر سے زندہ کرے گا آپ انہیں کہہ دیں ان کو رہی زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلی دفعہ پیدا کیا تمنا وہ پھر تکرار کرے گا اور قرآن کریم نے اللہ رب العزت کی قدرتِ عامہ سے اس پر شہادتیں پیش کی ہیں یہ لوگ بڑے تعجب سے کہتے تھے۔

اذا امتنا وكننا ارباباً وعظماً ما انا للدينون۔ (پکچا صفت ۵۲)

ترجمہ۔ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم جڑا دیئے جائیں گے؟

ان خیالات کی اصلاح کے لیے اللہ رب العزت نے اپنی قدرت کے مالکِ غیر نقتنے کہنے

ہیں۔ قرآن کریم نے آخرت کی جزا اور سزا کا تفصیلی تعارف کھلیا ہے کہیں انسان کی غایت تخلیق اور اس کے مقصد حیات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ جب جملہ حیوانات اپنی زندگی کا کوئی نہ کوئی مقصد رکھتے ہیں اور ہر ادنیٰ اپنے سے اعلیٰ کے کام آ رہا ہے تو انسان بھی تو بے فائدہ پیدا نہیں کیا گیا اسے بھی تو اپنے سے اعلیٰ تر کے کام آنا چاہیے۔

ایحییٰ الانسان ان یتوکل علیہ۔ (پہلے القیامہ)
ترجمہ۔ کیا خیال کرتا ہے آدمی کہ سے یہ نہیں بے قید رکھا جائے گا۔

③ منکر میں رسالت بشریہ

یہ لوگ خدا کی ہستی کے تو قائل تھے لیکن رسالت کو نہیں ملتے تھے ان کا خیال تھا کہ اگر خدا کی طرف سے انسانوں کے لیے کوئی ہدایت ہوتی تو اسے دُنیا کے سامنے فرشتے لے کر آتے تھے یہ نہیں ہو سکتا کہ انسانوں میں سے کسی انسان پر خدا اپنے احکام نازل کرے وہ رسالتِ بشری کے منکر تھے۔

وقالوا ما لهذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الأسواق (پہلے فرقان)
ترجمہ۔ اور انہوں نے کہا کیا ہوا اس رسول کو یہ کھانا بھی کھاتا ہے اور بازاروں میں بھی پھرتا ہے۔

اجعت اللہ بشرًا رسولًا۔ (پہلے بنی اسرائیل ۹۴)
ترجمہ۔ کیا خدا نے انسان کو پیغمبر بنا دیا ہے۔

الشرک یمجدوننا فکفرنا۔ (پہلے قاف ۶)

ترجمہ۔ کیا ایک انسان ہم پر براہ دکھاتا ہے سو وہ (اس کی رسالت کے) منکر ہوئے۔
قالوا ان انتہر الا بشر مثلنا.... قالت لہم رسالہمان نحن الالبشر مثلکم
ولکن اللہ یمن علی من یشاء من عبادہ۔ (پہلے ابراہیم ۱۱)

ترجمہ۔ انہوں نے کہا تو تم بھی تو جاری طرح انسان ہو... انہیں جن کے رسولوں نے کہا جنیک ہم بھی بتیاری طرح انہاں میں کہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے احسان فرماتا ہے

وما قدرنا الله حتى قدره اذا قالوا ما انزل الله على بشروا شئاً (پکچھ انعام ۹)
 ترجمہ اور انہوں نے اللہ کی قدر نہ کی جو اس کی قدر کا حق تھا جب انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے
 بشر پر کوئی چیز نہیں اتاری۔ (یعنی انسان پیغمبر نہیں ہو سکتا)
 اور ان کے اعتقاد میں بشریت اور رسالت ایک جگہ جمع نہ ہو سکتی تھیں۔ ان لوگوں نے پیغمبروں
 کو انسان کہہ کر ان کی پیغمبری سے انکار کر دیا۔ یہی انکار رسالت اور استبعاد رسالت بشری ان
 کے کفر کا موجب بن گیا۔

ان کا ابطال قرآن کریم نے کئی طریقوں سے کیا ہے

- ① ذریعہ انسانی کو بہترین مخلوق اور احسن تقویم قرار دیا جیسا کہ فرشتوں پر بھی اسے فوقیت عطا
 فرمائی اور اس کا فرشتوں کا سجدہ الیہ ہونا بیان فرمایا۔
- ② ان مقدس انسانوں کی عظمت اور عصمت کے شواہد پیش کر کے انہیں دوسرے عام
 انسانوں سے ممتاز کر دیا۔
- ③ دوسرے انسانوں کے لیے پیغمبروں کو نمونہ قرار دے کر واضح کر دیا کہ منصب رسالت
 ذریعہ بشر کے لیے کیوں ہے۔
- ④ یہ بتلایا کہ فرشتے اس خریفانہ رسالت کے تحمل نہیں ہو سکتے اگر انہیں بھیجا بھی جاتا تو
 وہ بھی صورت بشری میں ہی ہوتے اور بات وہیں کی وہیں رہتی۔

⑤ مشرکین

یہ لوگ ہستی باری تعالیٰ کے قائل تھے اور اُسے ہی ساری کائنات کا

ما لقد خلقنا الانسان في احسن تقويم۔ (پکچھ التین) ما لب البقرہ) ما لقد کان کم
 فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ (پکچھ الاحزاب) ما قل لو کان فی الارض ملئکۃ یعشرون مطہنین
 لنزلنا علیہم ملکاً ورسولاً۔ (پکچھ بنی اسرائیل) ما ولو انزلنا ملکاً لفضی الامر ثم لان نظرون
 لو حطوا ملکاً لجلدناہم ورجلناہم لیبسنا علیہم ما یلبسون۔ (پکچھ الانعام ۹)

خالق مالک رازق اور مدبر کائنات سمجھتے تھے کسی مخلوق کو وہ خدا کے ساتھ برابر کا شریک نہ مانتے تھے۔ البتہ بعض مقدس ہستیوں کو وہ عطائی طور پر خدائی صفتوں میں شریک کرتے تھے۔ ان کا اعتقاد تھا کہ تقرب الہی بزرگان دین کی اطاعت سے نہیں بلکہ ان کی عبادت (غایت تعظیم) سے حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ بندگی کے تمام آداب وہ انہی سے وابستہ کرتے تھے جیسے :-

① مافوق الاسباب ان کی پناہ میں آنا۔
 ② ان کے نام پر (ان کے تقرب کے لیے) انہیں کھلونے کے لیے، جانور ذبح کرنا۔

③ ان کی منت ماننا۔

④ ان کے لیے اشکاف کرنا۔

⑤ ان ناموں کے بتوں کا طواف کرنا۔

⑥ انہیں مشکل کے وقت پکارنا۔

⑦ ان کے نام کی قسم کھانا اور انہیں اپنے بوطن امور پر گواہ کرنا وغیرہ۔

انہیں یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان مقدس ہستیوں کو کائنات کے نفع و نقصان کا

مالک اور مختار بنایا ہے۔ فریادرسی اور حاجت روائی کے لیے انہیں اختیارات سونپ

لہ و لئن سألتهم من خلق السموات والارض ليقولن خلقهن العزيز العليم (سجہ ۲۷)

کہ قل لمن الارض ومن فيها ان ڪنتم تعلمون سيقولون لله (سجہ ۲۸)

قل من یردکم من السماء والارض امن بملک السمع والابصار ومن ینزع الحی من

المیت و ینزع المیت من الحی ومن یدبر الامر فسیقولون لله (سجہ ۲۹)

اپنے حج میں یہ تبلیغ کرتے تھے۔ لیس لا شریک لک الا شریکاً هولک تم لکھ و ما ملک

رسول عن ابن عباس فتح الملقم جلد ۲ ص ۴۱) اس سے واضح ہے کہ وہ اپنے معبودوں کو عطائی طور

پر خدا کے ساتھ شریک کرتے تھے۔

هو مانعبدهم الا ليقربونا الھب اللھ زلفی۔ (سجہ الزمر)

دیئے ہیں، مختلف کام مختلف بندگان کے سپرد ہیں جنہیں وہ مافوق الاسباب طریق پر سرانجام دیتے ہیں۔ وہ اپنے اور خدا کے مابین ان مقدس ہستیوں کو واسطہ فی الثبوت سمجھتے تھے اور ہر ضرورت کے وقت اس کے متعلقہ بزرگوں کی رجوعوں کی طرف توجہ کرنا ان کا طریق عمل تھا۔ اپنی پاکیزہ ہستیوں کے ناموں پر ان لوگوں نے ثبوت بنا رکھے تھے ان بڑوں کے سامنے آکر وہ ان بڑوں کی طرف توجہ باندھتے تھے جن کی یاد میں انہوں نے وہ ثبوت بنائے ہوئے ہوتے تھے۔ وہ اس حقیقت سے بے خبر نہ تھے کہ بت من حیث النفل بالکل بے جان اور اپنے آپ سے بھی بے خبر ہیں لیکن ان کا عقیدہ تھا کہ من حیث الواصل (یعنی جن بزرگوں کے نام پر توجہ دیا جاتا ہے) وہ ضرورتوں کی فریاد کو پہنچیں گے اور ان کی مرادیں پوری کریں گے ان کا عقیدہ تھا کہ حقیقی فریاد رس بے شک اللہ تعالیٰ ہے۔ لیکن یہ بزرگ خود اپنے اختیار سے اس کے ہاں

لے اس لیے کہ اسباب مادیہ کے ماتحت ایک دوسرے سے مدد لینا ہرگز محل کام نہیں رہتا واسطہ فی العرف کے طور پر نہیں کہ سزا اور لمحہ رب العزت کا امتیاز رہے وہ سمجھتے تھے کہ بزرگان کرام اختیار سے حصول میں تو خدا کے محتاج ہیں لیکن ان کے استعمال اور تصرف میں وہ اب پورے محتاج ہیں کسی کے محتاج نہیں رہے مگر توح میں جن جنوں کا تذکرہ ہے۔ ولانذرت ذلک اولاً سوا عا ولا یغوث و یعوق و نضر۔ وہ سب قوم نوح کے اولیاء اللہ تھے۔ اسماء رجال صالحین من قوم نوح (بخاری جلد ۱ ص ۲۲۰) بزرگ حضرت و ذرہمہ اللہ علیہ کے ثبوت کی، بذیل حضرت سواح کے ثبوت کی، قبیلہ مذحج حضرت یغوث کے ثبوت کی، قبیلہ سہلان حضرت یعوق کے ثبوت کی اور قوم حیمر حضرت نضر کے ثبوت کی ضروری طور پر پرستش کرتے تھے ان کے علاوہ اور بھی بہت سے ثبوت تھے جن میں سے بعض نسبتوں کے حامل تھے اور بعض بغیر نسبت کے بذات خود معبود سمجھے جاتے تھے شرک کی یہ دوسری صورت بعد کے عوامی ماحول کا نتیجہ تھا۔ جعلوا لہ من عبادہ جزءاً (۱۵) الذرئ (عباد امتالکھ (۱۶) الذرئ) وما یشعرون ایاں یبعثون (۱۷) الخ (وغیر ہا من الایات سے یہی پتہ چلتا ہے کہ ان مشرکین کے معبود بندگان خدا ہی تھے گویا ان کی نسبت سے یہ بے جان ثبوت ان کے سامنے رکھے ہیں علامہ ابن مابدین شامی نے دست لکھا ہے کہ ثبوت پرستی ابتدا میں قبر پرستی تھی اسی لیے اب یہ شرک کی شکل پائی ہے۔

سفارش کرتے ہیں اور جو کچھ ان سے مانگا جائے وہ اللہ تعالیٰ سے لے دیتے ہیں ان کے ہاں
بنت پرستی ایک تصور برزخی کا نام تھا۔
حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللعالمین لکھتے ہیں :-

كانوا ينفقون من العجر والصفرة وغير ذلك ههنا يتخذونها قبلة
التوجه الى تلك الارواح حتى يعتقد الجهال شيئا ضياع تلك الصور
معبودة بدواها رحمۃ اللعالمین

ترجمہ۔ وہ لوگ پتھر اور دھات سے مجسمے بناتے تھے انہیں بزرگوں کی
ارواح مقدسہ کے لیے ایک قبلہ قرار دیتے تھے یہاں تک کہ ان کے آئینہ
کسے والے (مزید) جاہلوں نے آہستہ آہستہ ان بتوں کو ہی معبود بالذات
سمجھنا شروع کر دیا۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مشرکین عریب کا نظریہ اگر یہی تھا کہ ان کے معبود دراصل
وہ انسانی شخصیات ہیں جو رب العزت کے قریب ولایت سے شرف یاب تھیں اور پتھروں کے
پرست محض ایک قبلہ توجہ میں تو پھر قرآن پاک بعض مقامات میں اشراک باللہ کی تردید میں یہ اسلوب
کیوں اختیار کیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ کو یوں مخاطب کرتے ہیں :-
يا ابا عبد لم تعبد ما لا يسمع ولا يبصر ولا يغني عنك شيئا

ترجمہ۔ میرے باپ اس چیز کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو نہ سُن سکتے
دیکھ سکتے اور نہ آپ کے کسی کام آسکتے۔

ان لوگوں کے نزدیک اولیاء اللہ کی شخصیات کریمہ کا دور سے نہ سُنا اور نہ دیکھا مستی

لم يؤلفوا شفعا عند الله (پک یونس)
نہ انوار الکبیر عربی ص ۷۶

میں سے نہ تھا وہ انہیں یہی سمجھ کر پکارتے تھے کہ وہ حضرات مافوق الاسباب بنتے ہیں اور انہیں دیکھتے ہیں پھر انہیں مالا یسمع ولا یبصر کے ساتھ الزام دینا کسی طرح صحیح نہیں آتا۔ مخالف کو الزام اس کے ثلمات سے دیا جاتا ہے پس جب ان حضرات قدسیہ کا نہ دیکھنا اور نہ سننا ان کے ثلمات میں سے نہ تھا تو ان کے اشراک باللہ کا رد اس انداز سے کیوں کیا گیا ہے؟

اجواب: اشراک باللہ اپنی ابتدائی منزل میں تو یہی تھا کہ ان کے اصل معبود اولیائے کرام کی ہی شخصیاتِ کبریٰ تھیں اور یہ بت محض ایک قبلہ توجہ تھے لیکن رفتہ رفتہ نظر ان نسبتوں سے دور ہوتی چلی گئی اور عوام مشرکین ان پتھر اور سونے کے بتوں کو ہی معبود بالذات سمجھنے لگے بت پرستی اور اشراک باللہ کا اصل پس منظر صرف خواص مشرکین تک ہی محدود ہو کر رہ گیا۔ قرآن عزیز اشراک باللہ کی تڑپ کبھی اس کے اصل پس منظر کے پیش نظر کرتا ہے اور کبھی عوام مشرکین کے ذہن کو سامنے رکھتے ہوئے ان پتھر کے بتوں اور سونے کی کمالات سے عاجز بناتا ہے۔ اس میں انہیں یہ سوچنے کی دعوت ہے کہ جو معبود انسانی کمالات سے بھی عاجز ہیں وہ خدائی اختیارات کے مالک کس طرح ہو سکتے ہیں۔ اشراک باللہ کے اس انداز کی تردید میں قرآن کریم کا استدلال یہ ہے۔

حضرت شاہ صاحب ارشاد فرماتے ہیں :-

بیان شناعة عبادة الاصنام وسقوط الاحبار من مراتب الکالات
الانسانیه فکیف بمربیة اللوہیة وهذا الجواب مسوق لقوم یعتقدون
الاصنام ومعبودین لذاتہم۔

ترجمہ۔ قرآن پاک بتوں کی عبادت کی بُرائی اور پتھروں کے انسانی خوبوں سے خالی ہونے کو بیان کرتا ہے پس جو انسانی خوبوں سے خالی ہیں وہ خدائی کے درجہ پر تک ہو سکتے ہیں۔ یہ جواب ان لوگوں کے شرک کی تردید کے لیے ہے جو بتوں کو ذاتی طور پر عبادت کے لائق سمجھتے تھے۔

پس اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ مشرکین عرب میں جہاں اس قسم کا اشراک باللہ پایا جاتا تھا کہ وہ اولیاء اللہ کی ارواحِ مقدسہ کے لیے ان بتوں کو قبلہ توجہ قرار دیتے تھے وہاں اس قسم کا

اشراک بھی موجود تھا کہ وہ ان پتھر کے بتوں کو ہی معبود بالذات سمجھتے تھے یہ بت پرستی کا انتہائی مظاہر
ضلالت اور ایک گمراہ ترین موقف جہالت تھا۔

قرآن پاک جہاں ان دوسری قسم کے مشرکین کی تردید کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ جو چیزیں انسانی
مرتبے سے محروم ہیں وہ خدائی شان کی مالک کیسے ہو سکتی ہیں؟ اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ
پہلی قسم کے مشرکین جن کے معبود بزرگان دین تھے اور وہ پتھروں کو محض قبلہ توجہ سمجھتے تھے ان کے
معبود بھی انسانی خوبئوں سے بیکر خالی تھے۔

جو بت مشرکین کا قبلہ توجہ تھے ان کی صورتیں تو پتھروں کی تھیں لیکن ان کے معانی اور
مطالب بعض بزرگان دین کی شخصیات کریمہ تھیں لیکن اس شرک نے پھر ایسے شرک کو بھی بگاڑ دیا
دی تھی جس میں یہی جمادات معبود بالذات ہو جائیں اور ان پتھروں کے سوا ان کے کوئی اور معانی
اور مصداق مراد نہ ہوں۔ ان بتوں کے نام ان کے اپنے رکھے ہوئے تھے

ما تعبدون من دونہ الا اسماء متعبدتوا انتم و اباؤکم

(پاک یوسف)

ترجمہ اللہ کے سوا تم جن کی عبادت کرتے ہو یہ سوائے اس کے نہیں کہ چند نام
ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں۔

ان مشرکین کے معبودوں کے نام تھے یہ محض ان کے اپنے گھڑے ہوئے تھے۔ ان
ناموں کے مصداق پہلے کے کوئی بزرگ نہ تھے۔

مفسر حلیل علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ ان کے معبود محض جمادات تھے۔

بین عجز الاضنام وضعفها ما تعبدون من دونہ ای من دون اللہ الا

ذوات اسماء لامعانی لھا۔

ترجمہ قرآن کریم نے یہاں بتوں کا عجز اور ان کی کمزوری بیان فرمائی ہے اور کہا
ہے کہ تم جن کی پرستش کرتے ہو وہ محض کچھ نام ہیں جن کا کوئی مصداق نہیں۔

قرآن پاک جہاں ایسے معبودوں کی کمزوری بیان کرتا ہے ان سے انسانی صفات کی بھی

لفی کرتا ہے اس طریق سے ان کی خدائی کی نفی اور خود پر جاتی ہے اور جہاں اللہ سبحانہ کا عجز بیان کرتا ہے جو دائمی انسانی شخصیات سمیت قرآن سے خدائی صفات کی نفی کرتا ہے ان سے منافی صفا اور کمالات کی نفی نہیں کی جاتی کیوں کہ یہ بات ان کے مسلمات میں سے دیکھی کہ وہ دیکھتے اور سنتے نہیں پس یا بابت لہو بعد ما لا یسمع ولا یرى میں ان دوسرے قسم کے مشرکین کا دل چاہے جن کی تشاد ہی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے کی ہے۔

مقبولان بلا گاہ انبوی کو خدا تعالیٰ کے ساتھ عطائی طور پر شریک کرنے والوں اور پھر ان تہوں کو ہی معبود بالذات سمجھنے والے مشرکین کے علاوہ اس وقت ان نظریات کے مشرکین بھی موجود تھے۔

① فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دے کر ان کی عبادت کرنے والے۔

② جنات کو خدا کی اولاد کہہ کر ان کی پرستش کرنے والے۔

③ عناصر اجرام فلکی اور ارواحِ غیبیہ کے پرستار وغیرہم۔

فریقِ اول کی اصلاح کے لیے قرآن عزیز نے رب العزت کی ہمہ گیر قدرت اور اس کے علم محیط کی طرف توجہ دلائی۔ ذریعوں اور شیروں کو برسلاطین کی طرف سے اختیارات ملتے ہیں وہ اس لیے ہوتے ہیں کہ برسلاطین کے ہر کام کو خود پہنچانا اور ہر جگہ براہِ راست خود موجود ہونا عملاً محال ہوتا ہے۔ شہنشاہی کے باوجود وہ انسانی کمزوریوں سے بالا نہیں ہوتے ان کا علم صرف مافرت تک محدود ہوتا ہے اور رعایا کے غیب و شہود بیک وقت ان کے سامنے متحضر نہیں رہتے۔ پس وہ مجبور ہوتے ہیں کہ اپنے نائبین کو اختیارات تفویض کریں تاکہ تمام سلطنت محفل ہونے نہ پائے۔ خلافت اس کے رب العزت کی حاکمیتِ اعلیٰ پر کمزوری سے پاک ہے۔

لہ و جعلوا الملئکة الذین ہم عباد الرحمن انانا (پہلے انشرف) و یعملون لله البیات سبحانہ و لهم ما یشہون (پہلے العمل) ثم یقول الملئکة اهلوا عرابا کما کفوا یشہون (پہلے سبا) لہ و جعلوا یدینہ و بین الجنة نسبا (پہلے صافات) کان رجال من الانس یعبدون بیجال من الجن (پہلے الجن) لہ قال النبی من قال مطرنا بنوعر کذا و کذا اذ ذلک کافر فی من بالکواکب (بخاری جلد ۱ ص ۱۱۷)

اور اسے دنیا کے ان مادی اور فانی حکمرانوں پر قیاس نہیں کیا جاسکتا وہ مشرکین ابن مقبلان بارگاہ
 ایندی کر (اور ان کے تصور برزخی میں) مٹی اور پتھر کے تہوں کو سی پی کہہ کر پوچھتے تھے کہ دنیوی نظام
 حکومت کی طرح یہ شخصیات کرمیر اور یہ صورت ظاہری بھی دربار رب العزت کے وسائل اور وسائل
 ہیں اس غلط فکری کی اصلاح یہ کہہ کر کی گئی کہ رب العزت کی ہمہ گیر قدرت کے لیے کوئی دنیوی
 اور مادی مثال نہیں دی جاسکتی ایک مناجات کے طہر پر بیان فرمادیا۔

ليس كمثله شيء وهو السميع البصير لمقاليد السموات و
 الارض يبسط الرزق لمن يشاء ويقدر انه بكل شيء عليم
 (پاؤں شریفے ۷)

ترجمہ: نہیں ہے اس جیسا کوئی۔ اور وہی ہے ہر جگہ سامع و ناظر۔ اسی کے
 پاس ہیں آسمانوں کی اور زمین کی چلیاں۔ چاہے رزق فراخی سے دے اور
 جس کے لیے چاہے تنگ کر دے وہ ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے
 کہیں فرمایا۔

فلا تصنعوا لالله الامثال۔ (پاؤں شریفے ۷)

ترجمہ: پس اللہ تعالیٰ کے لیے تم مثالیں نہ بناؤ۔

رب العزت کی ہمہ گیر قدرت کا یوں اظہار فرمایا۔

وهو الذي في السماء الله وفي الارض الله۔ (پاؤں شریفے ۸)

ترجمہ: اور وہی ہے جس کی بندگی آسمان میں ہے اور وہی ہے جس کی بندگی
 زمین میں ہے۔

یعنی آسمان میں فرشتے اور شمس و قمر معبود بن سکتے ہیں نہ زمین میں اصنام و اوثان غیر
 سب زمین و آسمان والوں کا معبود اکیلا وہی خدا ہے جو فرشتے سے عرش تک کا مالک اور تمام
 عالم کران میں اپنے علم و اختیار سے متصرف ہے۔

اس کی شانِ قیومتیت کو یوں بیان کیا۔

لا تأخذه سنة ولا نوم۔۔۔ دلائلہ حفظہما۔ (پاؤں شریفے ۲۵)

ترجمہ نہیں آتی اس کو دیکھو اور نہ فیئد۔ اسی کلمہ ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور نہیں ٹھکانا اسے زمین و آسمان کا تقاضا اور وہی ہے سب سے بزرگ عظمت والا۔

اس کے علم محیط کو اس طرح بیان کیا۔

يَعْلَمُ مَا فِي الْبُرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَقْطَعُ مِنْ رِزْقِهِ اَلَا يَعْلَمُهَا وَلاَ حِجَابٌ
ظَلَمَتْ الْاَضْءَ وَلاَ رُطْبٌ وَلاَ يَأْسِبُ الْاِثْنِي كِتَابِ عَيْنٍ (رَبِّ الْاَنْعَامِ ۵۹)
ترجمہ۔ وہ جانتا ہے جو کچھ ہے جنگلوں اور دریاؤں میں اور نہیں گرنے پاتا
کوئی پتہ بھی مگر یہ کہ وہ اسے جانتا ہے اور نہیں کوئی دانہ زمین کے اندھیروں
میں اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک مگر یہ کہ اس کے ہاں لوح محفوظ میں
موجود ہے۔

پھر فرمایا کہ سارے انسان اس کے دروازے کے محتاج ہیں اور وہی ذات ہے، جو
بے پرواہ اور محتار ہے۔

وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَانْتُمْ الْفُقَرَاءُ (رَبِّ مُحَمَّدٍ ۲۸)

ترجمہ۔ اور اللہ ہی ہے بے پرواہ اور تم سب اس کے محتاج ہو۔

پھر قرآن کریم نے متعدد ایسے واقعات بیان فرمائے جن میں فرشتے کیا اور انبیاء و اولیاء
کیا سب رب العزت کی نظر کرم کے محتاج نظر آتے ہیں۔ ساری مخلوق اسی کے دروازے پر خراباؤں
کھڑی ہے انبیاء بھی اپنی ضرورتوں کے لیے سے ہی پکار رہے ہیں۔ اسی کے سامنے اولاد کے لیے
دست سوال دروازے اور زندگی کی مشکلات میں سب اسی کے حضور میں خراباؤں کے ہیں ہر تنگی اور
کشائش کی چابی صرف اسی کے دست قدرت میں ہے۔

پھر قرآن کریم نے انبیاء کرام کی اپنی زندگیوں کو ان کی پوری کٹھن منزلوں کے ساتھ پیش کیا
ان کی باتوں، قربانیوں اور مشکلات کو بہت کھول کھول کر بیان کیا۔ ان حقائق و واقعات میں ہر
چشم بصیرت کے لیے یہ سمر ہوا بیت پیش فرمایا کہ رب العزت اپنی صفات خاصہ میں حلالی طور پر بھی
کسی کو شریک نہیں کرتے یہ مشرکین کے نظریات کا اسلامی نقطہ عمل تھا۔

مشرکین کے دوسرے طبقے کے لیے خطابی انداز اختیار فرمایا ان کے شبہات نہایت
لیک بگڑے اور یہ بھی مستثنیٰ تھے۔ پس ان کی اصلاح اس خطابی انداز میں فرمائی۔

وَإِذَا بَشَّرَ أَحَدَهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمَنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهَهُ مَسْوُودًا وَهُوَ
كَظِيمٍ۔ (رُطَبُ زُخْرُفٍ، پکا عمل ۵۱)

ترجمہ۔ اور جب ان میں سے کسی کو خبر دی جائے اس تجویز کی جسے وہ رحمن کے
نام لگاتے ہیں تو سارا دن ان کا چہرہ اترتا ہوا رہتا ہے اور وہ دل ہی دل میں
گھٹتا ہے۔

یعنی جب تمہارے لیے بیٹیاں باعثِ عاجز ہیں تو پھر تم خدا تعالیٰ کو اپنے سے اعلیٰ اور برتر
ذات مانتے ہو مگر اس کے لیے بیٹیاں کیوں تجویز کرتے ہو اپنے حالات پر غور کرو پھر اپنے اور
اپنے خالق کے باہمی فرق پر نگاہ کرو اور پھر سوچو کہ تم خدا کے لیے بیٹیاں تجویز کر کے کتنی کمزور اور
غلامت کہہ رہے ہو خدا سوچو تو یہی تم کہہ کیا رہے ہو۔

پھر قرآن کریم نے اس حقیقت کی طرف بھی متوجہ کیا کہ اولاد اور والدین ایک دوسرے
کے ہم جنس ہوتے ہیں جب رب العزت کی شان لیس مسئلہ شئی ہے تو وہ صاحبِ اولاد کہتے ہو سکتا
ہے اسی ضمن میں فریقِ ثالث کے نظریات کا بطور ان بھی ہو گیا جو جنات کو خدا کی اولاد کہہ کر انہیں
اسکی خدائی میں شریک کرتے تھے قرآن کریم نے یہ خطابی انداز اختیار فرمایا ہے۔

وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ
سُبْحَانَہٗ وَقَدَالَىٰ عَمَّا يُصِفُونَ ۗ يَدْبَعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ
وَلَدٌ وَلَمْ تَكُن لَّہٗ صَاحِبَةً ۗ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَہُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۗ
ذَلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَا إِلٰهَ إِلَّا ہُوَ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَہُوَ عِبَادُہٗ وَہُوَ عَلَىٰ كُلِّ
شَيْءٍ وَكِيلٌ ۗ (رُطَبُ الْأَنْعَامِ ۱۰۰)

ترجمہ۔ اور ٹھہراتے انہوں نے اللہ کے شریک (اور وہ بھی) جن جن حال کو انہی نے
ان کو پیدا کیا۔ اور گھڑ لیے ان لوگوں نے خدا کے لیے بیٹے اور بیٹیاں جنہاں کی

لے فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہہ کر انہیں خدا کی عبادت میں شریک کرتے

و جسے اللہ تعالیٰ پاک ہے اور نور ہے ان باتوں سے جو وہ خدا کے بارے میں بیان کرتے ہیں وہ بنانے والا ہے اسمانوں کو اور زمین کو کیوں کہ جو سکتا ہے اس کے ہاں بیٹھا حالانکہ اس کی کو کوئی بیوی نہیں اور اسی نے بنائی ہر چیز اور وہ ہر چیز کو جلنے والا ہے یہی اللہ متہا ارب ہے نہیں کوئی معجزہ اس کے سوا۔ وہ پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا۔ سو تم اسی کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے۔

فریق چہلوم کے لیے ارشاد فرمایا :-

لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للذی خلقہن ربکم احدہما
ترجمہ تم نہ سورج کے آگے نہکھو اور نہ چاند کے آگے سجدو اسی ذات کو کرو جس نے ان سب (اجرام فلکی) کو پیدا کیا۔

پھر قرآن عزیز نے سورج چاند اور ستاروں کے غروب ہونے سے ان کے معبود بننے پر استدلال کیا جو غروب ہو جاتے وہ محبوب ہو جاتا ہے اور جو محبوب ہو وہ مغلوب ہوتا ہے اور جو مغلوب ہو وہ معبود نہیں ہو سکتا قرآن کریم نے کہیں کہیں ستارہ پرست قوموں پر غلبہ توحید کے دلچسپ نقشے بھی پیش کیے جن میں ہر طالب تسمیر کے لیے وافی سامان ہدایت موجود ہے۔
عرب معطل کی اس تفصیل کے بعد اب کچھ عرب محصلہ کا بھی تعارف کیجئے :-

① عرب محصلہ

ان میں بھی کئی گروہ تھے :-

ایک قبیل تعداد ان مومنین کی تھی جو اپنے آپ کو ملت ابراہیمی سے وابستہ کرتے تھے۔
دین عمرو، قس بن ساعدہ اور قیس بن عاصم تسمی کے نام اس سلسلہ میں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

② نصاریٰ

یہ بھی من حیث الاصل ایک آسمانی مذہب تھا جس کی بنا وحی ربانی اور کتب آسمانی پر تھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شریعتِ تورات کو باقی رکھتے ہوئے اس کے بعض احکام کو منسوخ کیا تاکہ پہلی صدی مسیحی میں ہی حالات ایسے ناسازگار ہوئے کہ اصل انجیل جس کے مترادف حضرت مسیح تھے محفوظ نظر نہ رہی اور ان کے شاگردوں کے شاگردوں کی ترتیب کردہ یادداشتیں انجیل کے قائم مقام سمجھی جانے لگیں۔ چنانچہ وہ انجیلیں ان صحابہ اور تابعین کے ناموں سے ہی موسوم ہوئیں۔ پھر تصنیفِ اناجیل کا ہانا راسس طرح گرم ہوا کہ ان کی تعداد ستر تک پہنچ گئی اب بھی بعض انجیلیں ہیں کہ کچھ عیسائی انہیں ملتے ہیں اور کچھ ان کے منجر ہونے کے قائل ہیں۔ پھر ان اناجیل مرتبہ میں بھی بے دریغ قطع و برید ہوتی رہی اور پھر معاملہ یہاں تک پہنچا کہ ان کی اصل بھی ترجموں کے سلسلے ناپید ہوتی چلی گئی۔

یہی وہ زمانہ تھا جب کہ دین مسیحی کے یہ عین بنیادی اصول ایجاد ہوئے ان میں سے ایک بات بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے منہ سے نکلی ہوئی نہ تھی۔

۱۔ تثلیث ۲۔ الوہیت مسیح ۳۔ تصلیب مسیح اور عقیدہ کفارہ۔

① تثلیث

یہ لوگ خدا تعالیٰ، روح القدس اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو "اقانیمِ ثلاثہ" مانتے تھے اور تینوں کو ملا کر ازلیت اور ابدیت والا ایک خدا کہتے تھے۔ بالفاظ دیگر وہ تین علیحدہ علیحدہ خداؤں کے قائل نہ تھے بلکہ تینوں کو ملا کر وہ ایک خدا مانتے تھے اور اسے توحید فی التثلیث یا تثلیث فی التوحید کہتے تھے۔

اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ان کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہنا محض ایک عجازی

ملہ ولاحل لکھ بعض الذہور علیہم (پہلے آل عمران ۵۱) کہ لکن فی الانجیل متی ۱۷: ۳
 کہ جیسے انجیل برناس یہ آپ کے ایک حواری تھے۔

نسبت بھی کیونکہ حقیقی بیٹا اپنے باپ میں سے ہوتا ہے لیکن اس کے وجود کا جزو نہیں ہوتا اور نہ باپ بیٹا ایک ساتھ سے ملے آتے ہیں۔ بیٹا لازمی طور پر باپ سے متاثر ہوتا ہے بخلاف اس کے ان کے ہاں ہر ایک اقتضام اور الیٰہی شان کے متعین ہے پس یہ نسبت محض ایک مجازی نسبت تھی یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ کبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح بن اندر (پتا، المتورہ) خدا کا بیٹا کہتے تھے تو دوسرے موقع پر عین خدا بھی کہہ دیتے تھے۔

لقد كفر الذين قالوا ان الله هو المسيح ابن مريم (پتا، المتورہ ۱۷)

ترجمہ: جیک وہ لوگ کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ مسیح ابن مریح ہے۔
پس یہ اہمیت حقیقی اہمیت سے بھی بہت اوپر کا درجہ تھا پھر ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو عوامی ذہن کے مطابق حقیقی اہمیت کا تصور بھی کرتے تھے اور عین ایسے افراد بھی تھے جو روح القدس کی بیٹائی حضرت مریم طاہرہ کو قائم شدہ میں شامل کرتے تھے اور قرآن کریم کو عیسائی دنیا کے ان طرح طرح کے تصورات کا سامنا تھا۔

② اُلُوہیتِ مسیح

یہ اصول بھی دراصل عقیدہ تثلیث کا ہی ایک پہلو تھا۔ عیسائی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قاضی الحاجات اور دافع البلیات سمجھ کر پکارتے تھے۔ خداوند مسیح کا اطلاق ان کے ہاں عام تھا اور وہ حضرت مسیح کو بلا تاویل الٰہ یعنی خدا مانتے تھے یہ ان کی اُلُوہیت کا ایک کھلا دعوئے تھا۔

قرآن کریم نے اُلُوہیت کی صفات بیان فرمادی ہیں ان میں سے کسی ایک کو بھی کسی مخلوق کے لیے ثابت مانا جائے تو یہ اس مخلوق کی اُلُوہیت کا اقرار سمجھا جائے گا۔

① امن خلق السموات والارض وانزل من السماء ماء والله مع الله.

(نپ، النمل، ۶۰)

ترجمہ: بھلا کس نے زمین و آسمان بنائے؟ کیا کوئی اور بھی الٰہ ہے۔

امن جعل الارض قرآناً. والله مع الله. (نپ، النمل، ۶۱)

ترجمہ کس نے زمین کو ٹھہرانے کے لائق بنایا؟ کیا کوئی اور بھی اللہ ہے۔

③ امن یحبیب المصطر اذا دعاه وکشف السوء... مع اللہ مع اللہ (پہلا انجیل ۶۲)
ترجمہ۔ کون پہنچتا ہے کسی بے بس کی فریاد کو اور کون دُور کرے تلے سے سختی کو؟...
کیا کوئی اور بھی اللہ ہے۔

④ امن یمیدکم فی ظلمت البر والبحر... مع اللہ مع اللہ (پہلا انجیل ۶۳)
ترجمہ۔ کون ہے جو ہمیں جنگوں اور دریاؤں کے اندھیروں میں راستہ دکھاتا ہے؟
کیا کوئی اور بھی اللہ ہے؟

⑤ امن یبدؤ الخلق، ثم یعبده ومن یرزقکم من السماء والارض... مع اللہ
مع اللہ (پہلا انجیل ۶۴)

ترجمہ۔ کون بناتا ہے سر سے مخلوق کو اور پھر اسے دُہرا لے ہے؟ اور کون ہمیں
زمین و آسمان سے رزق پہنچاتا ہے؟ کیا کوئی اور بھی اللہ ہے۔

⑥ قل لا یعلم من فی السموات والارض الا اللہ (پہلا انجیل ۶۵)
ترجمہ۔ کہہ دیجئے زمین و آسمان میں خدا کے سوا کوئی اور غیب دان نہیں۔

یہاں الہ کی جتنی صفات مذکور ہوئیں انسانی انصاری کا عقیدہ اُلُوہیتِ مسیح ان سب پر مبنی تھا لیکن
خصوصیت کے ساتھ وہ تیسری صفت کی طرف زیادہ متوجہ تھے اور حضرت مسیح کو قاضی الحاجات اور
دافع البلیات کہہ کر پکارتے تھے الہ کی انہی صفات کو وہ ایک مخلوق میں مان کر اُلُوہیتِ مسیح کا عقیدہ
رکھنے والے اور پتھر کو خدائی میں شریک کرنے والے گردنے لگے۔

واذ قال اللہ یا عیسیٰ بن مریم ائت للناس اتخذونی واتی الہین
من دون اللہ۔ (پہلا المائدہ ۱۱۶)

ترجمہ۔ اور جب کہے گا اللہ تعالیٰ اے عیسیٰ بن مریم کیا تو نے لوگوں کو کہا تھا مجھے اور میری
مادہ کو بھی تم اللہ کے سوا اور دو معبود بناؤ۔

یہاں حضرت مریم کی اُلُوہیت ان لوگوں کے پیش نظر ہے جو قائمِ ثلاثہ میں روح القدس کی
جگہ حضرت مریم کو شامل کرتے تھے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

③ تصلیب مسیح برائے کفارہ

مسیح عقیدے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہرہ دہ کے ہاتھوں سولی پر لٹکائے گئے اور اس طرح سے وہ تمام بنی آدم کے گناہوں کا کفارہ ہو گئے۔ ان کے اعتقاد میں حضرت آدم علیہ السلام کا بہشتی درخت سے کچھ کھا لینا پوری نسل آدم پر ایک بار عظیم عذاب اور یہ اس گناہ کی پاداش تھی کہ انسان عالم تکلیفات میں لایا گیا ان کے اعتقاد میں حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے خون سے نسل آدم کے گناہوں کو دھو دیا اس نظریے کو عقیدہ کفارہ کہا جاتا ہے اس عقیدے کے ضمن میں اس خیال کو بھی جگہ ملتی ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ بندوں کے گناہ از خود معاف کرنے پر قادر نہ تھا اسی لیے وہ مجبور بہرہ دہ اپنے اکلوتے بیٹے کے خون سے نسل آدم کے گناہ دھوئے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

نصاب نے اپنے ان تینوں نظریات (تثلیث، الوہیت مسیح اور عقیدہ کفارہ) میں نہایت فاش غلطیوں کی تھیں۔ قرآن کریم نے ان کی ٹیوں اصلاح فرمائی۔
قرآن کریم کا طریق ارشاد اور طور اصلاح :-

يا اهل الكتاب لا تغلوا في دينكم ولا تقولوا على الله الا الحق انما المسيح
عيسى بن مريم رسول الله وكنتم له القاهالي مريم وروح منه فلنؤمنوا
بالله ورسوله ولا تقولوا ثلثه ؕ انتموا اخيرا لكم انما الله اله واحد
سبحانه ان يكون له ولد له ما في السموات وما في الارض وكفى
بالله وكيلا ؕ لن يستنكف المسيح ان يكون عبدا لله ولا الملكة
المقرؤن ؕ ومن يستنكف عن عبادته ويستكبر فسيحشرهم اليه
جميعا۔ (پہا النساء آخر)

ترجمہ: اے اہل کتاب! اپنے دین کی باتوں میں مبالغہ نہ کرو اور اللہ کی شان میں بپتہ
بات کے ساتھ نہ کہو۔ بے شک مسیح ابن مریم اللہ کے رسول ہیں اور اس کا وہ کلمہ
ہیں جسے مریم کی طرف ڈالا گیا اور وہ روح ہیں اس کے ہاں کسی پر ایمان لانا

اللہ اور اس کے رسولوں پر اور نہ کہو کہ خدا میں ہیں ایسا کہنے سے ترک ہوا ہوتا ہے
 لیے یہی بہتر ہے خدا یقیناً ایک ہی معبود ہے اس کی شان کے لائق نہیں کہ اس
 کی اولاد ہو۔ اسی کا تو ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور
 وہی کار ساز کافی ہے مسیح کو تو اس سے عار نہیں کہ وہ خدا کے بندے ہوں
 اور نہ ملائکہ مقربین (جیسے روح القدس جبریل امین) اس کے بندے ہونے
 سے کچھ عار محسوس کرتے ہیں۔ اور جو بھی اس کا بندہ ہونے سے عار محسوس کرے
 گا اور اپنے کو اس سے بالا سمجھنے لگے تو اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے ہاں جلدی
 اکٹھا کریں گے۔

حقیقہ تئلیت اور الوہیت مسیح کے الطال کے لیے حضرت مسیح علیہ السلام کے خود اپنے موقف
 کی طرف توجہ دلائی، انہیں بندہ قرار دے کر پیغمبر بنا لیا اسی طرح ملکہ مقرب روح القدس کے متعلق بتایا
 کہ وہ اپنے آپ کو خدا نہیں سمجھتے اور یہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیمات میں کہیں ان دو کی الوہیت
 کا دعویٰ نہیں۔ قرآن کریم نے یہاں متنبہ کیا کہ تم فرط حقیقت میں ان میں خدائی صفتیں کیوں لارہے ہو
 یہ عیسائیوں کے اٹھائیم نکتہ خداوند قدوس، روح القدس اور حضرت مسیح میں سے کھلے دو آفتوں
 کی الوہیت کی نفی تھی اور ایک حکیمانہ انداز میں توحید کا اثبات تھا یہ اصلاح کا منقولی پہلو تھا اس کے
 ساتھ ساتھ منقولی پہلو کی طرف بھی توجہ دلائی کہ اللہ رب العزت سب کی حاجت برآی اور کار سازی
 کے لیے کافی ہیں اور سب زمین و آسمان اسی کے ہیں اسے کیا ضرورت پڑی کہ اس کا کوئی بیٹا ہو
 یا وہ اپنی کسی مخلوق کو بیٹا بنائے تو اس کی شان کے لائق نہیں جب وہ کار ساز اپنی صفات میں مدد
 لاشریک ہے تو اس کی ذات و وحدہ لاشریک کیوں نہ ہوگی۔

مذہب عیسائی خداوند قدوس، مہریم صدیقہ علیہا السلام اور حضرت مسیح کو لاکان تئلیت قرار دیتے ہیں ان کی
 طرف اشارہ سورہ مائدہ میں موجود ہے قرآن پاک تئلیت کے دونوں گروہوں کی تردید کرتا ہے مشہور پلاری
 ایس ایم پال عیسائیوں کے ایک فرقے کے متعلق لکھتے ہیں: "ان کا عقیدہ یہ تھا کہ خدا کے علاوہ مسیح اور
 اس کی ماں خدا تھے۔" (درستان میں سچیت ص ۱۱۱) حضرت مریم کی پرستش چوتھی صدی میں شروع ہو گئی
 تھی۔ (دیکھئے تواریخ مسیحی کلیا ص ۲۹۹)

عقیدہ کفارہ کے ابطال میں یہ اصولی ضابطہ پیش کیا۔

لا تزداد اذساعة و ذر و خوری۔ (پہلی بنی اسرائیل ص ۱۵)
ترجمہ۔ کوئی نہیں اٹھائے گا کسی دوسرے کا بوجھ

خدا کی شان کریمی ہے کہ توبہ قبول فرمائے اور ہمارے گناہ بخش دے وہ چاہے تو توبہ کے بغیر بھی بخش سکتا ہے۔ بیکیوں کا بڑا جھک جائے تو گناہ خود بخود اٹھ جائیں گے۔ حضرت کی شفاعت سے بھی کئی گنہگار بخشے جائیں گے۔ ان تمام صورتوں میں گناہوں کی معافی تو ہوگی لیکن ان کا بوجھ کسی بے گناہ کی گردن پر نہیں آئے گا۔ جرم کو معاف کر دینا یہ بے شک کریمی ہے مگر اسے چھوڑ کر اس کی سزا کسی بے گناہ پر رکھ دینی یہ نہ صرف ظلم ہے بلکہ ایک انتہائی قابل نفرت فعل ہے۔ تعالیٰ اللہ عن ذلک علواً کبیراً۔

مسیحی تو میں اپنے گناہوں کا بوجھ ایک بے گناہ پیغمبر کی گردن پر رکھتی ہیں وہ کہتی ہیں کہ مسیح اولاد آدم کے گناہوں کی سزا میں سولی چڑھایا گیا۔ قرآن کریم نے لا تزداد ذر و ذر آخری کہا کہ نہ صرف عقیدہ کفارہ کی تردید کی بلکہ دنیا کو ایک مستقل ذمہ دیا کہ فیصلے کے دن کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اپنے اعمال کے نتائج ہر کسی کو خود دیکھنے پڑیں گے

ترک دنیا کے ذریعے خدا کا قرب

حضرت عیسیٰ نے جس زہد و تقویٰ سے اپنے دن گزارے وہ اپنی مثال آپ ہیں آپ کا ان دنوں نکاح نہ کرنا ہی قرین حکمت تھا۔ علم الہی میں آپ کا رفیع الی السماء مقدر تھا اور نکاح کی صورت میں اس احتمال کو بگڑ سکتی کہ دنیا میں ایک ایسی نسل بھی چلے جن کے باپ آدم نہ ہوں تاہم اپنے اپنی قوم کو ترک دنیا کی راہ بتلائی اور نہ یہ حکم خداوندی تھا۔

حضرت عیسیٰ کے پیرو فریسیوں کے زیر اثر سیرت مسیح کے اور اک میں فعلی کر گئے اور یہ طیال قائم کر لیا کہ وصول الی اللہ اور قرب خداوندی کے لیے لذات دنیا اور اہل دنیا سے کنارہ کشی

لے نزل کے بعد ان کا نکاح کرنا اور اولاد ہونا حدیث میں مستقل ہے۔
لے یہودیوں میں یہ لوگ پیر سچے جلتے تھے۔

لائی ہے یہیں سے ربانیت چلی اور عیاشی و اسباب بستیوں سے الگ جنگلوں اور غنائقاہوں میں رہنے لگے۔

یہ اندازِ حیات نہ صرف نظامِ فطرت کے خلاف تھا بلکہ سب پیغمبروں کے طریق سے متصادم تھا چنانچہ ترکِ دنیا کے پردے میں وہ سب اگود گیاں اُجھریں کہ زندانِ بادہ نثار بھی حیا سے اچکیں نہ جی کر گئے۔ قرآن کریم نے اس مقام پر نہ صرف وحی کی عصمت بیان کی کہ ہم نے ترکِ دنیا ان کے ذمہ لگائی تھی بلکہ یہ بھی بیان فرمایا کہ یہ لوگ اپنی ایجاد کردہ بدعت سے بھی وفاتہ کر سکے اور بدعت کسی کو نقطہ یقین نہیں بخشتی۔

ثم قفینا علی اثارہم برسنا و قفینا بعیسا بن مریم و اتیناہ اولیٰ الخلیل
و جعلنا فی قلوب الذین اشجوه رأیة و رحمة و رہبانیة ابدعہا
ما کتبنا ہا علیہم الا ابتغاء رضوان اللہ فماریہا حق رعایتہا۔

(پلّی الحدید ۲۷)

ترجمہ: پھر پیچھے بھیجا ہم نے عیسیٰ بن مریم کو اور اس کو دی ہم نے انجیل اور اس کے پیروؤں کے دلوں میں ترمی اور مہربانی رکھ دی اور ترکِ دنیا، بیہم نے ان کے ذمہ لگائی تھی، انہوں نے یہ بدعت خدا نکال لی تھی اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے پھر اس بھی وہ ایسا دیکھا جسے جیسا کہ اس کے (ترکِ دنیا کے) نبھانے کا حق تھا۔

یہود

یہ قوم دین کی سب کے لسل کے لحاظ سے زیادہ جانی جاتی ہے انہیں حضرت ایتوب علیہ السلام کی اولاد ہونے پر ثبانا نام ہے، عیاشیوں کی نسبت یہ لوگ اہل علم تھے ان کے مذہب میں ہمیشہ احبار اور عیاشیوں کے رہبان کے طور پر مشہور تھے۔

قرآن کریم ہر دو طبقوں کا حال یوں بیان فرماتا ہے :-

اتخذوا احبارہم و رہبانہم اربابا من دون اللہ۔ (پلّی التوبہ ۳۱)

ترجمہ انہوں نے اپنے اجداد (علماء) اور اپنے زبان (درویشوں) کو خدا بنا رکھا ہے۔

اسلام کی تحریک ملی بنیادوں پر اٹھی تھی اور مسلمان ایک مستقل شریعت کے ترجمان تھے اس لیے مسلمانوں سے بغض و عناد یہود کو زیادہ تھا۔ عیسائی عقیدہ کفارہ کے سہارے شریعت سے جان بچھڑا چکے تھے اس لیے وہ مسلمانوں کے ساتھ نسبتہ درویش منش تھے۔

ولتجدن اشد التاس عداوة للذين امنوا اليهود و الذين اشركوا
ولتجدن اقربهم مودة للذين امنوا الذين قالوا انا نصارى ما ذلك
بل ان منهم قسيسين و رهباناً و انهم لا يستكبرون۔ (پہ المائدہ آخر)
ترجمہ۔ اور آپ سب سے زیادہ مسلمانوں کا دشمن یہود اور مشرکین کو پائیں گے
اور ان اہل کفر میں مسلمانوں میں سب سے زیادہ محبت کرنے والے آپ نصاریٰ
کو پائیں گے یہ اس لیے کہ ان نصاریٰ میں کچھ مبلغ ہیں اور کچھ درویش اور یہ کہ
وہ بیکار نہیں کرتے۔

آج کل کے عیسائیوں میں کتنے قسوس اور درویش ہیں یہ اس کی تفصیل کا موقع نہیں سچی
قوموں میں جہاں کہیں اور جب کبھی یہ عفت پائی جائے گی اس کا معلول بھی ضرور نظر ہوگا کہ وہ مسلمانوں
سے محبت کر لے والے ہوں گے اور جب یہ اقوام بھی مسلمانوں کی دشمن ہو جائیں تو سمجھ لیجئے کہ یہ
لوگ اپنی امتیازی صفات کھو چکے ہیں۔

یہود کی خاندانی نخوت یہاں تک تھی کہ اپنے آپ کو خدا کے بیٹے کہتے تھے۔ انہوں نے انباء
اللہ و احبواہ۔ نسلی غرور نے انہیں اس غلط امید میں مبتلا کر رکھا تھا کہ ان تمتنا اللذآ الا ایتامنا
معدودہ۔ ہم ملت دن یا چالیس دن (جتنے دن بچپن کی پوجا ہوتی رہی تھی) یا پالیس سال
(جبئی مدت وادی تیرہ میں سزا یافتہ رہے) دوزخ میں رہ کر بالآخر ضرور جنت میں داخل ہوں گے
بنوت کو یہ لوگ خاندانی وراثت سمجھتے تھے۔ واللہ یختص برحمته من یشاء میں ان کی اسی فکر
کی اصلاح ہے۔

دوسرا بنیادی مرض ان میں محبت مال تھا اسی لیے وہ دین فروشی کرتے تھے۔ اور

مسائل پر بڑی بڑی رشوتیں لیتے تھے۔ اکلہم الشمت ابہنی کے حق میں وارد ہے ان کا غیر مجرم تھا اور
 ذہن سلاشل کا گھر پر پکا تھا۔ بدعملی میں یہاں تک بڑھ چکے تھے کہ انہما تک کو قتل کر دیتے تھے۔ و
 یقولون انہما بئینہما حق میں ابہنی کے سیاہ کردار کا تذکرہ ہے۔

ثم تست قلوبکم من بعد ذلک فحیٰ کالمجاریۃ ادا شد فتورہ میں ان کی اسی شقاوت کا
 بیان ہے۔ شقاوت کی انتہا یہ تھی کہ اسمانی کتابوں میں تعریف کر دی۔

فویل الذین ینکبتون الکتاب بایدیمہم ثم یقولون ہذا من عند اللہ۔ (پہ البقرہ ۷۶)
 ترجمہ: جو خرابی ہے ان کی برکتے ہیں کتاب اپنے ہاتھوں سے پھر کہہ دیتے ہیں یہ
 خدا کی طرف سے ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام اور حضرت مریم طاہرہ پر ان لوگوں نے بڑے گندے الزام لگانے
 بالاخر ان پر ذلت اور مسکنت مسلط کر دی گئی۔

ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ وابعوا بغضب من اللہ۔ (پہ البقرہ ۶۱)
 ترجمہ: ان پر ذلت اور مسکنت مسلط کر دی گئی اور آئے وہ اللہ تعالیٰ کے
 غضب میں۔

یہاں تک کہ روئے زمین پر اب یہ لوگ اپنے پاتوں پر کھڑے کہیں عزت نہیں پاسکتے
 جہاں کہیں بھی ہیں دوسری قوموں کے سہارے پر کھڑے ہیں عیسائی لوگ اقتصاداً گمراہی میں گوان
 سے بڑھ کر تھے کہ انہوں نے مخلوق کو خالق کا درجہ دے رکھا تھا مگر عملی اعتبار سے یہود ان سے
 زیادہ پست ہیں۔ بد اعمالیوں نے انہیں بد اعمالیوں کی انتہا پر پہنچا رکھا تھا۔ سورہ بقرہ میں ان کے
 سیاہ کردار کی پوری تصویر پیش کی گئی ہے۔ ان میں صرف چند لوگ تھے جو اس شقاوت و شقاوت
 سے محفوظ تھے۔ قرآن کریم ان کا یوں تعارف کرتا ہے:-

لبسوا سواع من اهل الکتاب امة قائمۃ یتلون آیات اللہ اناہ اللیل
 وھم ینسجدون۔ (پہ آل عمران ۱۱)

ترجمہ: یہ سب برابر نہیں ان میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو سیدھی راہ پر قائم ہیں وہ
 اللہ کی آیات رات کے اوقات میں پڑھتے ہیں اور سجدہ ریز بھی ہوتے ہیں۔

یہ چند حضرات مشرف اسلام ہو گئے تھے۔ باقی تو ہم یہود مجموعی طور پر انتہائی ناقابل اعتماد تھی۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہوں کو وقت میں جس وصیت کے لیے حضرت علی المرتضیٰؑ سے کاغذ طلب فرمایا۔ تقاسم وصیت میں یہ ارشاد بھی شامل تھا۔

اخو جوا الیہود من جزیرۃ العرب۔

ترجمہ۔ کوئی یہودی جزیرہ عرب میں نہ رہنے پائے۔

بعض ان میں سے تشبیہ کے قائل تھے وہ اللہ تعالیٰ کے لیے جسم ^{Body} Volume اور مکان ثابت کرتے تھے وہ کہتے تھے خدا چھ دن کام کرتا ہے اور ساتویں دن چھٹی کرتا ہے۔ ہفتہ کا دن اس کے آرام کے لیے ہے۔

ولقد خلقنا السموات والارض وما بینہما فی ستة ايام مستانم

لغوب۔ (پہلے ق ۱۸)

ترجمہ۔ اور ہم نے آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے مابین ہے چھ دن میں بنائے اور ساتواں ہمارے قریب نہ آئی۔

کہیں فرمایا۔

ولا یؤدہ حفظہما وهو العلیٰ العظیم۔ (پہلے البقرہ ۲۵۵)

ترجمہ۔ اور اللہ تعالیٰ کو زمین و آسمان کی حفاظت کرنا مکان میں نہیں ڈالتا وہ

بلند ذات ہے اور بہت عظمت کے لائق ہے۔

مخلوق کی منتیں خالق میں ثابت کرنا تشبیہ کہلاتا ہے۔ کوئی یہود اس کے قائل تھے ضدی مخلوق کی منتیں خالق میں نہیں خالق کی منتیں مخلوق میں لاتے تھے۔ عرب حملہ میں یہی دو گروہ ممتاز تھے۔ پیروان زرتشت اہل کتب میں شمار نہ ہوتے تھے۔

مخولس۔ پیروان زرتشت

نامناسب نہ ہو گا کہ ہم یہاں ایران کے پیروان زرتشت کا بھی کچھ اعتقادی اور عملی

تعلق کر دیں۔

دین زرتشت کی بناس پر مبنی کہ روح خیر اور روح شر میں جنگ جاری ہے۔ زرتشت کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سات سو سال پہلے کا بتایا جاتا ہے۔ زرتشت سے پہلے ایران کا مذہب مزدائیت تھا۔ زرتشت اسی اصلاح شدہ مزدائیت کے داعی تھے۔ ان کا مذہب ایک ناکام لڑجید تھا۔ مزدائیت یعنی حکیم سے مراد ذات حق لی جاتی تھی اور دوسری ربانی ہستیاں اسی کی تخلیقات اور صفات کو کہا جاتا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ مزدائی ذات لاشریک ہے اور شہوت (نیواں) اور اس پرین کو مستقل بالذات ماننے کا تصور، فقط ایک ظاہری عقیدہ ہے۔ کیونکہ روح خیر اور روح شر کی جنگ بالآخر روح خیر کی فتح پر ختم ہوگی۔ زرتشت کی کتاب کا نام اوستا تھا اس کے ۲۱ اشک تھے۔ یہ کتاب بدقول ناپید رہنے کے بعد "اردگ و زار" یا "اردو ایراف" کے خواب میں یاد رہنے سے دوبارہ معرض وجود میں آئی۔ کلدانیوں کی متہائیت اسی مزدائیت پر علم نجوم کے اثرات تھے جس سے زردوائی عقیدہ پیدا ہوا۔ اوستا میں آگ کی پانچ قسمیں دی گئی ہیں۔

① بزر سواہ (جو آتش کہوں میں ملتی ہے)

② دہو فریان (وہ آگ جو انسان اور حیوان کے جسم میں ہے)

③ ارد زشت (جو آگ درختوں میں پائی جاتی ہے)

④ وازشت (وہ آگ جو بادلوں میں ہے مراد بجلی)

⑤ پنشت (وہ تھلی جو بہشت میں ابھور مزدائی کے سامنے ملتی ہے)

شالہان ایران کا مشکوہ و مہال اسی پانچویں آگ کا مظہر تھا اسے ہی فارسی میں خضر کہتے تھے

آتش کہوں میں مراسم جہاد کی راہنمائی "ہیر بند" کرتے تھے خوارزمی انہیں خادم النار اور یقویٰ انہیں قیمر النار کے نام سے ذکر کرتے ہیں۔ موبد، منج اور طائفہ جو اس ان کے تدریجی مراتب تھے۔ اوستا کی تفسیر کا نام ژند تھا۔

ماتق ۱۱۵ عیسوی میں پیدا ہوا اس نے زرتشتیت، عرفانیت اور عیسائیت کا گہرا مطالعہ کیا

تھا اور چھ فرقہ مفلس کو ترک کر کے قارقلیط ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ وہ بدھ زرتشت اور حضرت عیسیٰ

سب کو ماننا تھا مگر اس کا بھی عقیدہ یہی تھا کہ ابتدا میں دو جوہر اہلی موجود تھے ایک نیک اور دوسرا بد اور دونوں مستقل بالذات تھے یہ ثنویت خیر و شر کو ایک طاقت کے ماتحت نہ مانتے پر قائم تھی اس لحاظ سے یہ بھی دین زرتشت کی ہی ایک بدلی ہوئی صورت تھی جو لوگ مسلمان کہلا کر بھی خیر و شر دونوں کا خالق اور رب العزت کو نہیں مانتے وہ دراصل اسی دین مجوس سے متاثر ہیں۔

القدرية مجوس هذه الامة . قدرية لوگ کس امت کے عجمی ہیں۔

انجام کار مانویوں کو بزور اقتدار ختم کر دیا گیا تھا۔ ایرانیوں اور رومیوں کی باہمی جنگوں کے نتیجے میں جو رومی ایران میں بسائے گئے ان کی وجہ سے ایران میں عیسائیت پھیلی جو تھی صدی عیسوی کے شروع میں سلوکیہ طیفیوں کے ہرشپ نے ایران کے عیسائیوں کو ایک کلیسائی مرکز کے تحت جمع کرنے کی بڑی کوشش کی۔ ان کا بڑا تبلیغی مرکز اڈلیہ (الہام) تھا۔

بخت نصر شاہ بابل نے جب یہودیوں کو فلسطین سے نکالا تو یہ آہستہ آہستہ میڈیا اور فارس تک آباد ہو گئے۔ پہلی صدی عیسوی میں شاہ ایران نے انہیں ایک باقاعدہ ملت تسلیم کر لیا تھا تیسری صدی میں انہوں نے سورا کا مدرسہ قائم کیا اور تلموذ نامی اپنی مذہبی روایات کی تردید و اشاعت کی۔

مسلمانوں کی آمد پر نئے مخلوط نظریے

آنحضرت کی بعثت کے وقت ایران میں ساسانی دور حکومت تھا یہ لوگ بادشاہوں کے ربانی حق

Divine right of Kings کا عقیدہ رکھتے تھے مسلمانوں کی آمد پر دونوں مذہبی نظریات

میں اختلاط ہوا اور خلافت کے ربانی حق کا عقیدہ قائم ہوا۔ مجوسیوں میں پانچ قسم کی آگ کا تصور پہلے سے موجود تھا۔ نئے مخلوط نظریے میں بھی پانچ آگ کا تصور قائم کر رکھا گیا۔

یہ مذہبی خیالات اور دینی رجحانات پہلے سے موجود تھے وُنیان مختلف قوموں میں بٹی ہوئی

تھی کہ مزہن عرب سے قرآن کی روشنی چمکی اور قرآن کریم نے راہ سے بھیگی ہر قوم کو دینِ فخرت کی رحمت دی۔ قرآن کریم کو سمجھنے کے لیے اس ارضِ قرآن کو پیش نظر رکھنا بہت ضروری ہے۔

کچھ اور قادیانی دو قوں بہت بعد جو دین آئی ہیں اس لیے ہم نے ارضِ قرآن میں ان پر بحث نہیں

کی کچھ ہندوؤں سے نکلی ایک نئی قوم ہے اور قادیانی مسلمانوں سے نکلی ایک دوسری قوم ہے انہیں مسلمانوں کے کچھ کہیں تو بے جا نہ ہو گا۔

امثال القرآن

قصص القرآن من رسل الرحمن

بالحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى. آمنا بعد.

قرآن کریم سے پہلے انجیل کا دور گزر چکا ہے۔ انجیل میں بہت سی باتیں تمثیل کے پیرایہ میں کہی گئی ہیں اور ان سے متھد انسانی ذہن کو خدا کی ہدایت کے قریب کرنا ہے۔ انسانی طبیعت کہا نیوں اور مثالوں سے جلد متاثر ہوتی ہے۔ صرف حکمت کا بیان دانشوروں کی غذا تو بن سکتا ہے لیکن عوام کو اپنی طرف راغب نہیں کرتا۔ آسمانی کتابیں انسانوں کے لیے منبع ہدایت ہوتی ہیں تو ضروری ہے کہ ان میں مثالیں بھی دے کر باتیں سمجھائی گئی ہوں اور اس کے قصوں میں واقعی ایک انسانی راہنمائی ہو۔ قصے بھی صحیح ہوں، ان میں باتیں نہ بنائی گئی ہوں یہ خدا کی شان کے لائق نہیں تمثیل میں بات اپنی طرف سے کہی جاتی ہے تمثیل اور قصے میں یہی فرق ہے۔

ولقد صرفنا للناس فی هذا القرآن من کل مثل فابی اکثر الناس
الاکفورا۔ (پکا بنی اسرائیل، ۸۹)

ترجمہ۔ اور ہم نے انسانوں کے لیے اس قرآن میں پھیر پھیر کر مثل بیان کہی ہے
پر اکثر لوگ انکار کر گئے اور انہوں نے کفر کیا۔
اور یہ بھی فرمایا۔

ولقد صرفنا فی هذا القرآن للناس من کل مثل وكان الانسان اکثر
مشیءا جدلاً۔ (پکا الکہف، ۵۴)

یہ انسان کی جدلی فطرت کیا ہے، انسان ہر دوسری مخلوق سے بڑھ کر بات سے بات
نکلانے والا، وہ بات کو لمبا کرنے والا اور اس کے مختلف پہلو نکالنے والا واقع ہوا ہے۔
سو اس کے لیے مختلف تمثیلات کی ضرورت ہوتی اور وہ مختلف پیمانوں میں اس کے سلنے
لائی گئیں۔ مگر یہ جدلیات میں الجھتا گیا اگر انسان ان سے نکلنا چاہے تو ایک ہی راہ ہے کہ علم کی

پیروی میں اپنے سامنے لائے پہلو اور بنانی باتیں چھڑ دے۔

وذلك الامثال نفس بها للناس وما يعقلها الا العالون. (پنٹ انجیگوت ۴۴)

یہ امثال ہیں تو سب لوگوں کے لیے گرا نہیں صرف عالم ہی سمجھ پاتے ہیں۔ دوسرے لوگ کیا کریں۔ وہ علماء کی پیروی میں ان پر علیں جمل نام کو باقی نہ رہے گا۔

قرآن کریم میں تمثیلات سے زیادہ عبرت کی داستانیں ہیں۔ وقائع اور قصص تمثیلات سے زیادہ موعظہ عبرت ہیں۔ سو قرآن کریم میں پہلی قرموں اور انبیاء کے قصے بیان کیے گئے ہیں۔

ان قصوں کا مقصد قرآن کریم کو کوئی تاریخ کی کتاب بنانا نہیں ہے۔ جو مضمون پہلے سے چلا آ رہا ہے اس پر بطور شواہد پہلی قرموں کے واقعات اور قصص سامنے لائے جلتے ہیں اور یہ قصے کوئی من گھڑت باتیں نہیں ہیں۔

لقد كان في قصصهم عبرة لاولى الاباب ما كان حديثا يفترى
ولكن تصديق الذي بين يديه. (پنٹ یوسف ۱۱۱)

ترجمہ۔ ان قصوں میں اہل فہم کے لیے بڑی عبرت کی بات ہے یہ کوئی گھڑی ہوئی بات نہیں یہ تصدیق ہے اس کی جو اس سے پہلے نازل ہوئی تھی۔

وما كان هذا القرآن ان يفترى من دون الله ولكن تصديق الذي
بين يديه. (پنٹ یونس ۳۶)

ترجمہ۔ اور یہ قرآن ایسا نہیں کہ بدوں اللہ کے گھڑ لیا جائے لیکن یہ تصدیق ہے اپنے سے پہلی وحی کی۔

پہلے انبیاء کرام کو جن حالات اور مشکلات سے گزرنا پڑا وہ اس کائنات کا طبعی مزاج ہے اس پر ان نفس قدسیہ نے جس طرح صبر کیا اور حالات کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا۔ یہ واقعات خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی موجب سکینہ اور تسلی رہے۔ ان مقلعہ گذشتہ کا بار بار تذکرہ اسی لیے تھا کہ آپ کا دل تسلی پچھے۔ اس میں آپ کو یہ سبق دیا گیا ہے کہ

آپ بھی اپنی کی ماہ پر چلیں۔ امرؤاسب انبیاء کی عظمت عمل ایک جیسی ہوتی ہے اور وہ اس کا پورا رسالت پر کوئی معاذ حق طلب نہیں کرتے۔

اولئک الذین ہدی اللہ فہدایہم اقتدہ قل لا اسئلكم علیہ اجراً۔

(پک الانعام: ۹۰)

ترجمہ: یہ انبیاء کرام وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی سو آپ بھی انہی کی راہ پر چلیں۔ آپ کہہ دیں کہ میں اس رسالت کے کام پر تم سے کچھ نہیں مانگتا۔

قصوں کی دو قسمیں

قرآن کریم میں اس کا رد ان نوعیت کے واقعات اور قصے بڑے ٹیکھا نہ پیرنے میں بیان کیے گئے اور دہرائے گئے ہیں، ہر دفعہ کے بیان میں ان میں ایک نیا نکھار آتا ہے اور ذہن و فکر قرآن کریم کی شانِ اعجاز کے آگے سجدہ کرنے لگتے ہیں۔ کچھ قصے قوموں کے ہیں جیسے اصحاب لایکہ قوم تبع، اصحاب مدین، اصحاب الاضداد، اصحاب الہجر، اصحاب الکہف، قوم سبا، اصحاب نینل وغیرہ۔ ان میں بھی حق کی طرف لڑنے کا عجب سلمانِ ہجرت ہے۔

قرآن کریم کا مطالعہ کرنے والے کسی ایک جگہ ان انبیاء کرام کا ذکر نہیں پاتے۔ اگر قرآن کریم ایک تاریخ کی کتاب ہوتا تو بے شک ایسا ہوتا، مگر یہ ایک کتابِ ہدایت ہے اس کے شروع میں بتا دیا گیا ہے ہر الممتقین، سو یہاں واقعات و قصص ہدایت کے ضمن میں لائے گئے ہیں اور ہدایت کی دعوت پر اسے قرآن میں بیکھر رکھی گئی ہے۔ انبیاء کے ذکر میں ان کے معانی کا ذکر بھی ساتھ چلتا ہے۔ سو خورد و خرمون اور ہامان و سشداد کا تذکرہ قرآن کریم کا کوئی موضوع نہیں۔ ان کا بیان جہاں بھی آیا ہے ضمنی ہے۔ تاکہ قارئین غیر دشر کے سرکوں کو خود قریب سے دیکھ لیں۔

قرآن کریم کے طلبہ کے لیے ان واقعات کو اپنے مقامات سے تلاش کرنا مفید شکل

ہوتا ہے۔ اس لیے ہم نے چاہا کہ ان کے لیے قصص القرآن کے عزان سے تمام انبیاء کے اہم واقعات ایک اپنی ترتیب سے بیان کر دیں اور اس کے بعد کچھ ان قوموں کا بھی تعارف کرادیں جو تاریخ کے مختلف ادوار میں گزری ہیں اور ان کا کچھ نہ کچھ ذکر قرآن کریم میں ملتا ہے۔ ان سے جو عبرت و نفع حاصل ہوں ان تک پہنچنا قارئین کا اپنا کام ہے۔

ہم نے اس رسالے میں جو قصص انبیاء ذکر کیے ہیں اس سے ان نفوس قدیرہ کا صرف تعارف کرانا مقصود ہے۔ جو عزت اور رسالت کے ذکر میں قرآن کریم میں مذکور سمجھے ہیں۔ ورنہ اور بھی بہت سے پیغمبر گزرے ہیں جن کا قرآن کریم میں ذکر نہیں ہے۔

وَسَلَامًا قَدْ قَضَيْنَاهُ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرِسَالًا لَمْ نَقْضِهَا وَحَلِيكَ

(پٹ : النساء : ۱۲۴)

ترجمہ۔ اور ہم نے وہ رسول بھیجے جن کا حال ہم تمہیں سننا چکے ہیں اور ایسے بھی کئی ہیں جن کا ہم نے تم سے بیان نہیں کیا۔

قصص القرآن کی فہرست ترتیب دینے اور جہاں جہاں ان کا ذکر ہوا ان آیات کا احاطہ کرنے میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے بہت بنیادی کام کیے اور قصص القرآن کی تفصیل اور متعلقہ مباحث کی تکمیل میں دیوبند کے مشہور عالم مولانا محمد حفظ الرحمن سیوہارویؒ نے بنیادی خدمت سر انجام دی ہے۔ حیدرآباد دکن کے مولانا محمد عبدالرحمن نے ہدایت کے چراغ نام سے انبیاء کریم کی تاریخ دو جلدوں میں مکمل کی ہے۔ انبیاء کی عقیدت و محبت میں یہ وہ کار نامہ ہے جو علماء کا کوئی اور گروہ اس علمی اور تحقیقی پہلے میں آگے نہیں لاسکا ہے

اِسْ سَعَادَاتِ بَزْوَرِ بَاذُو نَيْسَتِ تَانَهْ بَخْشَدِ خَدَانَهْ بَخْشَدَهْ

واقف محروف انبیاء کریم کے ان طویل وقائع کو اس مختصر سیرایہ میں صرف طلبہ کی مدد کے لیے پیش کر رہا ہے۔ تاکہ قرآن کریم میں ذکر کیے گئے ان انبیاء کریم کا تاریخی تعارف ہر وقت ان کے ذہن میں رہے۔ ان کے ساتھ وہ ان قوموں کو بھی پہنچائیں جن کا ذکر قرآن کریم میں مختلف مقامات

پرایا ہے

کاٹوں کے اساتذہ اگر انبیاء کے ان وقائع حیات اور اہم باندہ و سالنہ کے اہم واقعات پر مستفیدی سوالات مرتب کرتے رہیں تو طلبہ کو قرآن کریم کے ان اہم تاریخی اہر اب کو یاد کینے اور ان سے عبرت و نصائح اخذ کرنے میں بڑے قیمتی مواقع ملیں گے۔ وعاذک علی اللہ بجزین

سوالات کے چند نمونے

- ① حضرت ابراہیمؑ سے نبواً سمعیل اور نبواً اسماعیل کے دو سلسلے علیٰ حضرت شعیب علیہ السلام کن میں سے تھے؟
- ② حضرت موسیٰ کو نبوت معمر میں ملی تھی یا اس وقت جب وہ حضرت شعیب کے ہاں مقیم تھے؟
- ③ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کے بلبے میں فرمایا: انا قد نذرت لک انما نذرتہ (پل میں) یہ آزمائش کیا تھی؟
- ④ حضرت نوحؑ کے وقت جو طوفان آیا وہ کس کس علاقے پر محیط رہا؟ کیا وہ عالمگیر تھا؟
- ⑤ حضرت ابراہیمؑ جب حضرت اسماعیل کو ذبح کے لیے لے گئے تو کیا انہیں علم تھا کہ اسماعیل ان کے ساتھ زندہ آئیں گے؟ اگر علم ہو تو کیا اسے آزمائش کہا جائے گا یا ڈرامہ؟
- ⑥ فلسطین نبواً اسماعیل کا وطن تھا پھر معمر نبواً اسماعیل کیسے جا آباد ہوئے؟
- ⑦ حضرت آدم اور حضرت حوا جب شجرہ ممنوعہ کے پاس جا رہے تھے تو کیا انہیں علم تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع کیا ہوا ہے؟
- ⑧ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں وہ کون تھا جو علم کتاب رکھتا تھا اور تختِ بلقیس کو آنکھ بھینکنے میں ملکِ سبا سے لے آیا تھا؟
- ⑨ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب فرعون کے مقابلے میں آئے تو جب جاؤ تو گروں لے رہیاں پھینکیں حضرت موسیٰ اپنی جی میں کیوں ڈرے معلوم ہوئے؟
- ⑩ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب قیامت سے پہلے تشریف لائیں گے تو انہیں یہاں آکر کیا علم نہ ہو جائے گا کہ کچھ لوگوں نے انہیں خدا کا بیٹا بنا رکھا تھا۔ پھر قیامت کے دن کیا وہ اپنے اس علم کی نفی کریں گے؟

مترجم: حفصہ امجد

قرآن کریم میں مذکور انبیائے کرام

حضرت آدم علیہ السلام

آپ پہلے پیغمبر ہیں اور مخلوق بنی آدم انسان ان کی اولاد ہیں۔ آپ کی تخلیق اور حضرت حوا کی طار اعلیٰ میں ہوئی اور جنت میں دو دن رہتے تھے۔ ارادہ الہی پہلے سے تھا کہ آدم زمین پر بسے گا اور اللہ کی نیا بہت میں باقی ساری مخلوقات پر حکومت کرے گا۔ آپ کا زمین پر آنا بطور سزا نہیں پہلے سے ارادہ الہی ہی تھا کہ زمین پر اترنے کو اس واقعہ کے متصل بعد رکھا گیا۔ آسمانوں پر آپ سے جو لغزش ہوئی تو رب سے وہیں اس کی معافی ہو گئی اور آپ کو زمین پر اترتے بشارت دے دی گئی کہ آپ پر اور آپ کی نسل پر اللہ کی ہدایت اتر کرے گی۔

قرآن کریم میں پہلے پارے میں آپ کے مقصد تخلیق کا ذکر ہے۔ اے جاعل فی اللہ خلیفۃ

پھر سورہ اعراف۔ العز بنی اسرائیل اور سورہ طہ اور ص میں آپ کے کچھ واقعات کا ذکر ہے۔

اس اشرف المخلوقات کے آگے آسمانی مخلوق بھی زیر ہوئی۔ علما بھی اور علما بھی — علما

اس وقت جب آدم علم اسماء پانچکے تھے اور فرشتے اس کے جواب میں لاجواب ہوئے۔ اے
علما اس وقت جب فرشتوں کو آدم کے تعظیمی سجدہ کا حکم ہوا۔

ابلیس کے انکار سجدہ سے تاریخ کا ایک نیا باب شروع ہوا۔ شروع پہلے دبا ہوا تھا اب

کھل کر سامنے آیا اور یہ دنیا خیر و شر کے معرکے کا میدان بنی۔ ابلیس کو فرشتہ نہ تھا مگر فرشتوں
میں رہنے کے باعث وہ بھی سجدہ کے امر الہی میں مخاطب تھا۔

حضرت آدم کی لغزش اور خطا، انسان کے آگے تو بہ کا دروازہ کھلا۔ گناہ کس طرح دھلتے

ہیں یاد دہانے جاسکتے ہیں اس کے لیے تو بہ کا دروازہ کھلا۔ اصول دین کا یہ سب سے اہم مسئلہ
آدم کے زمین پر آنے سے پہلے ہی واضح ہو گیا۔ اسلام میں یہی راہ نجات ہے۔

آدم علیہ السلام کی اولاد میں بہن بھائی وہی تھے جو بچڑواں پیدا ہوئے۔ پہلے اور بعد میں پیدا ہونے والوں سے نکاح بہن بھائی کا نکاح نہ سمجھا جاتا تھا۔ اولاد آدم اسی طرح آگے پھیلتی رہی۔

معاشرت کا سب سے اہم باب خاندان نبوی کا رشتہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے گو حضرت حماد سے آدم کو کثیر اولاد بخشی مگر نبوی کا مقصد وجود اولاد نہیں خاندان کا سکون قرار دیا۔ اولاد کبھی ہوتی ہے کبھی نہیں مگر مرد و عورت سے سکون ہر حال میں ملنا چاہیے۔ جو نبوی سو کو سکون نہ دے سکی اس نے اپنا مقصد وجود نہ پایا۔ اسی طرح نبوی کی تمام ذمہ داریاں خاندان پر آئیں اور وہ ہمیشہ اس کے مسکن اور نان و نفقہ کا ذمہ دار رہے۔ قرآن کریم میں حضرت تواد کا مقصد وجود بایں طور ذکر کیا گیا ہے۔

هو الذي خلقكم من نفس واحدة وجعل منها زوجها ليكن اليها

(رپ الاعراف ۱۸۹)

ترجمہ: وہ ہے جس نے تمہیں ایک جی سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی نبوی بنائی تا وہ اس سے سکون پکڑے۔

خیر اور شر کا پہلا معرکہ حضرت آدم اور ابلیس میں قائم ہوا۔ ابلیس نے مہلت مانگی وہ بھی اس کو دی گئی۔ اس نے پھر اولاد آدم پر محنت کی اور قابیل کو اپنے ساتھ لگایا۔ جن اور باطل کا دوسرا معرکہ قابیل اور قابیل میں ہوا اور اس کے بعد شیاطین جنات کے سوا انسانوں میں سے بھی ہونے لگے۔ اسی نقطے سے زندگی کا آغاز ہوا تھا اور اسی پر قرآن کریم ختم ہوا ہے۔ یوسوس فی حدود الناس من الجنة والناس۔

حضرت آدم کی عمر، اولاد اور وفات

حضرت آدم کی عمر ۹۳۰ سال ہوئی۔ آپ ۳۰ سال کے تھے جب آپ کے بیٹے حضرت شیت

علیہ السلام پیدا ہوئے۔ آپ اس پوری دنیا کے آدم ثانی کجے جاتے ہیں۔ طرفان نوح کے بعد دنیا انہی کی اولاد سے آباد ہوئی جس طرح آدم علیہ السلام پہلے نبی ہوئے یہ پہلے رسول ہیں جنہیں دو طرفوں کی طرف بھیجا گیا۔ مخالفت کے لیے آپ کو اس عنوان سے توجہ دلائیں گے۔ یا فوج انت اذل الرسل الی الارض۔ صبح مسلم جلد ۲ ص ۲)

آپ کا نسب نریشیت کے بعد حضرت آدم سے مل جاتا ہے جس طرح حضرت عمرؓ کا سلسلہ نسب نریشیت بعد حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسبت نامہ سے متصل ہو جاتا ہے۔ آپ ان پنہیروں میں پہلے ہیں جن کے نام کی سورتیں قرآن پاک میں ہیں۔ مگر ان کی ترتیب میں آپ کے نام کی سورت سب سے آخر میں ہے۔ ۱۔ سورۃ یونس۔ ۲۔ سورۃ ہود۔ ۳۔ سورۃ یوسف۔ ۴۔ سورۃ ابراہیم۔ ۵۔ سورۃ محمد۔ ۶۔ سورۃ نوح۔

حضرت نوح علیہ السلام کے حالات واقعات سورۃ اعراف، ہود، مومنون، شعراء، قمر اور سورۃ نوح میں زیادہ تفصیل سے ملتے ہیں۔ حضرت آدم اور حضرت نوح کے باہن بڑے بڑے بزرگ بھی ہوئے جن میں حضرت ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر جہم اللہ تعالیٰ سر پرست ہیں۔ بخاری ص ۱۱۳ شیطان کے شاگردوں نے ان کے نام پر بت بنا کر اپنے نفع و نقصان کے لیے ان کے آگے جھکا شروع کر دیا تھا۔ سورۃ نینا میں شرک کی ابتداء اس سے ہوئی کہ شیطان حضرت لوگوں کے بزرگوں کی قبروں کو عبادت کی جگہ بنا رکھا تھا۔ بت پرستی قبر پرستی سے شروع ہوئی ہے۔ (شامی جلد ۱ ص ۱۱۳)

حضرت نوح کی تبلیغ

آپ نے اپنی قوم کو دن رات خدا کی طرف بلایا۔ مگر وہ اسی رفتار سے پیچھے ہٹتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت نوح کا پیامد صبر لبریز ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی بتلادیا کہ جتنے لوگوں نے آپ پر ایمان لانا تھا لائے۔ اللہ رب العزت نے پہلے ہی ایک زبردست عذاب کی خبر دے رکھی تھی۔ مگر آپ پر پہلے اللہ کے نام کی آواز لگانی ضروری تھی۔

انارسلنا فوحالی قوله ان انذر قومك من قبل ان ياتهم عذاب اليم
ترجمہ ہم نے بھیجا نوح کو اس کی قوم کی طرف اس سے پہلے کہ ان پر دردناک
عذاب اترے۔

حضرت نوحؑ انہیں نڈکی پکڑے ڈراتے ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بتلادیا۔
واوحی الی فوح انه لن یومن من قومک الا من قد امن (پہلو ۲۶)
ترجمہ۔ اور نوح کی طرف وحی کی گئی کہ تیری قوم میں سے اب کوئی ایمان
لانے والا نہیں مگر وہی جو ایمان لایچکے۔

طوفان نوح

یہ طوفان اس لحاظ سے تو عالمی تھا کہ جہاں جہاں اولادِ آدم آباد ہے سب کو اپنی لپیٹ
میں لے لے لیکن اس وقت اولادِ آدم کا اتنا وسیع پھیلاؤ نہ تھا کہ کینیڈا اور نیوزی لینڈ تک
پہنچ گئی ہو۔ اس لیے صحیح بات یہ ہے کہ یہ طوفان عام معنی میں عالمی نہ تھا، اگر تمام عالمِ انسانی
کو غرق کیا تھا۔ مولانا ابونصر احمد حسین بھوپالی نے تاریخِ الادبِ الہندی میں اس پر تفصیل سے بحث
کی ہے اور نوح علیہ السلام کو لکھا ہے: "تمام نسل انسانی کا سببِ اعلیٰ"

جب کشتی کوہِ جودی پر آگئی

سورۃ ہود ص ۲ میں کشتی کے کوہِ جودی پر ٹھہر جانے کا ذکر ہے یعنی کشتی یہاں تھی جب
پانی اترنا شروع ہوا اور سمندر پھر سے ٹھہر گئے۔ دجلہ اور فرات کے درمیان یہ کوئی اس وقت
کا پہاڑ ہوگا۔ قرأت کے مطابق یہ کوہِ اراط کے پاس کی ایک جگہ ہے۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے
کہ آٹھویں صدی مسیحی میں وہاں ایک معبد رہا ہے۔
حضرت نوح علیہ السلام نے ۹۵۰ سال تبلیغ کی (سورۃ العنکبوت) آپ پھر بھی بہت

دہنے اگر تپ تک یہ الٹی بات نہ پہنچتی کہ ب اور کئی ایمان والے وہاں نہیں رہے۔

بنی نوع انسان کے لیے اسباق عبرت

آپ کے مواقع حیات سے بنی نوع انسان کو یہ عبرت آموز سبق ملتے ہیں۔

① پاپ بیٹے اپنے عمل کے ذمہ دار ہیں۔ باپ کی بزرگی بیٹے کے لیے لازم نہیں شرکے ہیں کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

② ابتدا کہ بے شک ہر وقت خدا کے دنگ سے رنگین ہیں۔ مگر اس کے ساتھ وہ بشری تقاضوں سے (جسے نہ لاد کی محبت اور ان کی ماقبت کی خواہش) بے تعلق نہیں ہر تے پیر جب خدا کی بت ماننے لگاتی ہے تو پھر ان کا ہر تقاضا بدل جاتا ہے۔

③ اصل دلدل جزا و سخت ہے مگر کبھی یہاں دنیا میں بھی پھولوں کی سزائل جاتی ہے اور اس سے سخت کی سزا کی بھی منتفی نہیں ہوتی۔

④ طوفان سے بچنے کے لیے کشتی بنانا تو کل کے خلاف نہیں۔ اللہ رب العزت کا فطری کائنات ترک اسباب کی تقدیم نہیں دیتا۔

حضرت ادریس علیہ السلام

ان کے زمانے میں بہت اختلاف ہے۔ لیکن لوگ ان کا دور حضرت نوح سے پہلے کا بتاتے ہیں۔ قرآن پاک نے انہیں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد ذکر کیا ہے۔

و اسمعیل و ادریس و ذوالکفل کل من الصابرين۔ (چک انبیاء ۵۷)

لیکن وہ لوگوں کا ترتیب کے لیے ہوتا بھی ضروری نہیں، ایک دوسرے مقام پر فرمایا آپ قرآن کریم میں انہیں کو یاد کریں۔

﴿ذکر فی الکتاب ادریس انہ کان صدیقاً نبیاً و درضناہ مکاناً علیاً﴾ (آپ ص ۵۱)

یہ آیت تعافضاً کرتی ہے کہ قرآن کریم میں کہیں اور حضرت ادریس کا ذکر ضرور ہے اسے دیکھ لیں۔
عبرانی میں حضرت ادریس کا نام انشوخ یا حنوک ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ واقعی حضرت نوح سے
پہلے گزرے ہیں۔ امام بخاری کہتے ہیں:-

ویدکو عن ابن مسعود وابن عباس ان الیاس هو ادریسؑ

امام بخاری نے اس پر یہ حدیث پیش کی ہے کہ معراج کی رات حضرت ادریس نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو موصیاً بالنبی الصالح والاخ الصالح کہا ابن الصالح نہ کہا سو یہ کوئی حضرت نوح سے
پہلے کی شخصیت ہوتے تو حضورؐ کو الابن الصالح کہہ کر ذکر کرتے۔

آپؐ پہلے شخص میں جنہوں نے طلبہ جمع کیے اور سب سے پہلے ایک مدرسہ کی شکل قائم کی اور ان
طلبہ کو دنیا میں صحیح طریق سے رہنے کے اصول و قواعد سکھائے۔ آپ کے شاگردوں نے پھر گئے شہر لہانے
اور بستیاں آباد کیں۔ حضرت الیاس کا ذکر جس طرح قرآن کریم میں ملتا ہے، اس سے یہی متبادر ہوتا ہے کہ
آپ حضرت ادریس کے علاوہ کوئی اور شخصیت ہیں اس کا ذکر ہم حضرت الیاس کے ذکر میں کریں گے۔

حضرت ادریسؑ کا رفع آسمانی

قرآن کریم میں ہے ہم نے ادریس کو اُدریجی جگہ اٹھالیا:-

واذ کو فی الکتاب ادریس انہ کان صدیقاً نبیاً ورفیقا ۵ مکاناً علیاً (مریم)

ترجمہ۔ اور یاد کرو اور ادریس کو قرآن میں بے شک وہ ایک صدیق نبی تھے اور ہم نے
ان کو ایک اُدریجی جگہ اٹھالیا۔

تورات سفر پیدائش میں ہے:-

اور حنوک عمر ۳۶۵ برس کی ہوئی اور حنوک خدا کے ساتھ ساتھ چلتا تھا۔ اور
غائب ہو گیا اس لیے کہ خدا نے اسے لے لیا۔

غائب کون ہوتا ہے؟ دفن ہونے والا یا جس کا نشان بھی دکھائی نہ دے؟ یہاں دفنناہ مکانا حلیتاً سے رفع جسمانی مراد ہے۔ صرف اس صورت میں کوئی دنیا دلوں سے کلیتہً غائب ہو سکتا ہے۔ قرآن کریم نے ان کے لیے لفظ رفع بڑی صراحت سے ذکر فرمایا ہے۔ رفع جسمانی حقیقت ہے یا مجاز؟ خود فیصلہ کیجئے۔ حقیقی معنی مراد لینا عجیب تک متعذر نہ ہو مجاز کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔

حافظ ابن جریر طبری کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس آیت کا مطلب حضرت کعب اجاز سے دریافت کیا۔ وہ سمجھنا چاہتے تھے کہ تاریخ بنی اسرائیل میں اس سے کیا مراد لی گئی ہے۔ آپ نے جو جواب دیا اس سے پتہ چلا کہ پہلے بھی اس سے رفع جسمانی ہی مراد لیا جاتا رہا ہے۔ کعب اجاز کے بیان کے مطابق حضرت ادریسؑ کی روح چوتھے آسمان پر قبض کی گئی تھی۔ اور وہ اس وقت ایک فرشتے کے کندھل پر تھے۔ آپ ۸۲ سال کی عمر میں اُدر پر اٹھائے گئے۔ آپ ۸۲ سال کی عمر اُدر پر اٹھائے گئے۔ ہم حضرت ادریس علیہ السلام کے رفع جسمانی پر صرف اس روایت سے استدلال نہیں کر رہے اس کی سندیں کلام ہے۔ ہم اس روایت سے قرآن کریم کی اس آیت کا مطلب سمجھنے میں مدد لے رہے ہیں۔ ابن کثیر نے اس روایت کو اسرائیلیات میں شمار کیا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ بھی جسمانی طور پر اُدر پر اٹھائے گئے مگر ان کی وہاں وفات نہیں ہوئی۔ قول فرمانے کے بعد کچھ عرصہ زمین پر زندہ رہیں گے اور یہی ان کی وفات ہوگی اور پھر آپ مدینہ طیبہ کے گنبد خضریٰ میں دفن کیے جائیں گے۔

آپ کس علاقے میں پھینچے گئے؟

اس میں محقق اقبال ملتے ہیں، ۱۰ مصر، ۲۰ بابل، علامہ شبیرستانی کہتے ہیں آپ نے حضرت شیت علیہ السلام سے تعلیم پائی، اس صورت میں ان کا وجود حضرت روح علیہ السلام سے پہلے

مانا پڑتا ہے۔ آپ کے بائبل سے مصر ہجرت کرنے کی روایت بھی ملتی ہے۔

یہ روایت بھی ملتی ہے کہ آپ ﷺ بہتر زبانیں جانتے تھے۔ تمدن کی یہ ترقی اور نسل انسان کا یہ پھیلاؤ حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت سے پہلے وجود میں آچکا تھا۔ یہ بات آسانی ہاور نہیں کی جا سکتی اس لیے یہ بات زیادہ درست معلوم ہوتی ہے کہ آپ کا زمانہ حضرت نوح علیہ السلام کے بہت بعد کا ہے۔ مرزا غلام احمد نے انہیں بالکل دور آخر میں لاکھڑا کیا ہے۔ وہ توضیح مرام میں لکھا ہے کہ یہ عناصر کا نام ایلیا اور ازیس بھی ہے۔ اس کے غلط ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔

آپ کے بارے میں یہ روایت بھی ملتی ہے کہ آپ علم نجوم کے بھی ماہر تھے۔ نجوم کے ماہر کو عبرانی میں ہیرس کہتے ہیں۔ آپ کے ناموں میں یہ نام بھی ملتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قلم اٹھایا اور اس سے لکھا۔ ایسی صورت حال تھی تسلیم کی جا سکتی ہے کہ آپ کا دور حضرت نوح کے بعد کا ہو۔ ایک روایت میں ہے حضرت زکریا کے بارے میں سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا یہ علم ایک نبی کو دیا گیا تھا۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے رمل کے کلمات ادا کیے۔ آنحضرت نے معراج کی ان سے چوتھے آسمان پر ملاقات کی تھی بلکہ

اگر آپ جیسا کہ امام بخاری کا خیال ہے حضرت الیاس ہی ہیں اور یہ دونوں نام ایک ہی شخصیت کے ہیں تو آپ یقیناً حضرت نوح کے بعد کی شخصیت ہیں۔ کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام کا پہلا رسول ہونا صحیح حدیث سے ثابت ہے اور حضرت الیاس علیہ السلام کا رسول ہونا قرآن کریم میں اس طرح مذکور ہے۔

دان الیاس لمن المرسلین۔ (سُورَةُ الصَّافَاتِ)

حضرت ہود علیہ السلام

حضرت ہود علیہ السلام قوم عاد کی طرف بھیجے گئے۔ عاد عرب کے قدیم لوگ تھے۔ انہی سے اہم سامیہ دنیا میں بھیلیں۔ یہ اپنے وقت کے ایک بڑی قوت والی اور مقتدر قوم تھے۔ پرانے عہد نامے میں عرب کی قدیم اقوام کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ اس لیے علماء تورات بسا اوقات اس قوم کا بسا اوقات انکار کر دیتے ہیں۔ عاد اولیٰ اور عاد ثانیہ دونوں سامی قومیں تھیں۔ سام حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کا نام تھا۔ عاد کا ذکر قرآن کریم میں نو سورتوں میں آیا ہے اور حضرت ہود جو ان کی طرف بھیجے گئے ان کا ذکر قرآن کریم میں سات جگہ ملتا ہے۔

عرب کی قدیم قوم ہود سام اور عاد اولیٰ ایک ہی قوم ہے۔ قوم عاد کا زمانہ حضرت یحییٰ علیہ السلام سے تقریباً دو ہزار سال پہلے کا ذکر ہے۔ یہ قوم حضرت نوح علیہ السلام کے بعد قائم ہوئی۔ حضرت ہود نے انہیں کہا :-

وَاذْكُرُوا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ وَذَاكَ فِي الْخَلْقِ بَصِيَّةً.

رَبِّ الْاَعْرَافِ ﴿۶۹﴾

ترجمہ تم یاد کرو جب خدا نے تمہیں قوم نوح کے بعد انکا وارث کیا۔

ان کا مسکن احناف کا علاقہ تھا۔ یہ حضرموت کے شمال میں واقع ہے۔ اس کے مشرق میں عمان ہے اور شمال میں ربیع الخالی۔ یہ لوگ بُت پرست تھے جو انہوں نے بزرگوں کی یاد میں ان کے نام پر بنا رکھے تھے۔ ہود، ہتار اور صدان کے بُت تھے اور یہ ان کے سبوت تھے ان کا تصور رسالت یہ تھا کہ رسول انسانوں میں سے نہیں ہو سکتا۔ وہ کوئی مافوق تصور مخلوق ہو۔ ہم اپنے جیسے انسان کو کیسے نبی مان لیں۔

جس طرح حضرت نوح کی قوم طرفان میں غرق ہوئی اس قوم پر بھی حضرت ہود کی نافرمانی کے باعث تند و تیز ہوا کے طرفان اُٹھے اور ان کی سب آبا دیاں تہ و بالا کر دی تھیں۔

علماء تاریخ کی حضرت ہرودید علیہ السلام کی وفات اور قبر کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔
 ۱۔ حضرت موت کی وادای برہوت میں۔ یہ حضرت کے قریب کثیب اور برہو فلسطین میں
 یہ فلسطین کی روایت اہل کتاب کی اختراع معلوم ہوتی ہے جو اس علاقے کے کبابر
 کسی اور زمین کو ارض انبیاء ماننے کے لیے تیار نہیں۔ عرب بادہ کی قوم ماد۔ خود علم اور یس
 کا ان کے ہاں کوئی تاریخی تذکرہ نہیں ہے۔
 باخ ام جو ستروں پر لگایا گیا تھا قوم ماد کا شاہکد تھا اور وہ لوگ اپنے وہاں ترقی
 کی انتہا پر تھے

حضرت صالح علیہ السلام

قوم عاد کی جاہی کے بعد خود کو حورج و قرآن کریم میں قوم ثمود کا ذکر کتابت پر مآ
 ہے۔ حضرت صالح بن عبید بن بلداں قوم کی طوفان بھوت ہونے پر یہ بھی مادی قوم میں سے تھے
 مجاز اور شام کے درمیان وادی ترقی ان کا سکن تھا۔ سے فی بنا قوم میں کہتے ہیں انہوں نے
 پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر ان میں بستیاں بنائی تھیں حضرت صالح علیہ السلام نے نہیں کہا۔

واذ کروا اذ جملکم خلفا من جد حاد و تو اذ فی الانض استخرون

سہولہما تصوراً و متنحون الجبال میں بنا۔ (پہاڑوں کی)

توجہ۔ اور یاد کرو کہ تمہیں قوم عاد کے بعد سردار کر دیا اور چھکا ذوق تم کو
 زمین میں، تم بناتے ہو زم زمین میں اور تھے کتابت اور تھے پہاڑوں
 میں گھر۔

تھا۔ میں یہ قوم بھی عاد کے نقش قدم پر چلے اور بٹوں کی پستون کرتے تھے ان کا بھی
 عقیدہ تھا کہ بشریت اور رسالت جمع نہیں ہو سکتی یہ کہتے تھے کہ ہم میں سے ہی کوئی
 رسول ہو جائے۔

انفی علیہ الذکر منینا۔ (پہاڑوں کی ہم سے ہی ہمارا نیا ہے ذکر

ابشرا منا واحداً منقبه انا اذا لقي ضلالاً وسعراً ألقى التمسك عليه
من بيننا. (پ، القم، ۲۵)

شود کا صالح علیہ السلام سے نشان مانگنا

قوم عاد نے تو پہلے ہی عذاب مانگا تھا اگر ہود انہیں ساری اقوام میں ہے۔ لیکن قوم ثمود نے پہلے ان سے صالح علیہ السلام سے ان کی صداقت کا نشان مانگا۔

مآلت الابشر مثلنا فأت جلیة ان حکنت من الصادقین. قال هذه
ناقة لها شرب ولكم شرب يوم معلوم. (پ، الشعراء، ۱۵۵)

جمعہ تو ہماری ہی طرح کا ایک انسان ہے کوئی نشان دکھا اگر تو بچوں میں سے
ہے اس کو باریہ ایک اونٹنی ہے ایک دن اس کو پینے کا اور ایک دن تمہا کو پینے کا۔

یہ اونٹنی اس طرح زاد اور مادہ سے پیدا نہ ہوئی جس طرح اور جانور پیدا ہوتے ہیں۔ اس کی
پیدائش ایک پہاڑ سے ہوئی اور یہ خدا کی قدرت کا نشان تھی جس پانی پر آتی سارا تالاب پی جاتی
دوسرے سب حیوانات اس سے ڈرتے تھے۔

اس نشان دکھانے پر قوم پر یہ شرط عائد کی گئی تھی کہ کوئی شخص اس اونٹنی کو کوئی نقصان
نہ پہنچائے۔ ان میں سب سے بد بخت وہ تھا جس نے ان کی کوئی چیز کاٹ ڈالی اور پھر اس قوم
پر عذاب آتا۔ تیسرے دن ایک چیخ نے ان سب کو آلیا۔ جہاں پڑے تھے وہیں دھرے کے
دھرے گئے۔

فكلاً اخینا بذنبه فمنهم من ارسلنا علیه حاصباً ومنهم من اخذته
الصيحة ومنهم من نسفنا به الارض ومنهم من اخذ قارِب العنكبوت. (پ،)

حضرت ابراہیم علیہ السلام

جس طرح حضرت نوح علیہ السلام کو آدم ثانی کہتے ہیں اور تمام بنی نوح انسان ان کی اولاد ہیں اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اپنے بعد کے تمام انبیاء علیہم السلام کی جد ہیں۔ آپ کے بعد جو نبی بھی آیا آپ کی اولاد میں سے آیا۔

ولقد ارسلنا نوحا و ابراہیم و جعلنا فی ذریئہ النبوة و الکتاب (پہ محمد ص ۲۶)
تجربہ اور ہم نے نوح اور ابراہیم کو رسالت دی اور ہم نے نبوت اور کتاب ان کی ہی اولاد میں رکھی۔

چرانے عہد تلے میں آپ کے والد کا نام تاریخ بتایا گیا ہے اور قرآن کریم میں اسے آزر سے ذکر کیا گیا ہے۔ یہ تاریخ ایک بڑا بھاری تھا، کالہ دی زبان میں آزار بڑے بھاری کو کہتے ہیں یہی لفظ ذرا بدل کر آزر ہو گیا۔ تاریخ اس کا اصل نام تھا اور آزر صوفی نام زیادہ معروف ہوا۔ چچا کو بھی عربی میں اب کہتے ہیں حضرت یعقوب علیہم السلام کے بیٹوں نے حضرت یعقوب کے چچا حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ان کے آبا میں شمار کیا ہے۔

قالوا نعبد الهک و اللہ اباک ابراہیم و اسمعیل و اسحق الهما و احدًا۔

(پہ البقرہ ۱۳۲)

حضرت ابراہیم حضرت نوح کے بیٹے سام کی اولاد میں سے ہیں۔ نویں پشت میں آپ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ جاتے ہیں۔ قرآن کریم کی سورتہ ابراہیم کی سورتہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں رہتے ہوئے یہ موتھ اختیار کیا کہ حضرت ابراہیم کو مکہ میں آئے اور آپ نے وہاں اپنی اولاد بسائی۔ وہیں اللہ کا گھر بیت اللہ شریف تھا اور وہیں حضرت ابراہیم نے حج کی آواز لگائی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی بیت اللہ شریف کا حج ہوتا تھا۔ حضرت ابراہیم نے دعا کی تھی کہ اسے اللہ کچھ لوگوں کے دل اس گھر کی طرف پھیر دے۔

وَمَا فِي اسْكَنْتَ مِنْ ذُرِّيَّتِي بَوَّاحٍ غَيْرَ ذِي نَجْرٍ هَنْدِ بَيْتِكَ الْمَحْرُومِ . وَمِنَا
 لِيَقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْهُ مِنْ النَّاسِ قَوْمِي الْيَمِيمِ . (پہلا آیت ۲۷)
 ترجمہ۔ اے میرے رب میں نے اپنی کچھ اولاد ایسے میدان میں لایا ہے جہاں
 کسی تہی نہیں، تیرے عزت والے گھر کے پاس۔ اے رب ہمارے اس لیے کہ
 وہ نماز قائم کریں۔ سو تو کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو میں یہ دُعا کر رہے تھے اگر وہاں حضرت ابراہیم بانی کعبہ
 کی حیثیت میں معروف نہ ہوتے تو سننے والوں کے ذہن میں یہ سوال کیوں نہ اُٹھا جو سالہا سال
 بعد مشرقی اسپینگر Spenger کو جس نے الاصابہ کا مقدمہ لکھا ہے اس طرح یاد آیا۔

اسپینگر نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ قرآن میں ایک عرصہ تک حضرت ابراہیم کی شخصیت
 کعبہ کے بانی اور دین صلیف کے ہادی کی حیثیت سے روشنی میں نہیں آئی البتہ
 عرصہ دراز کے بعد ان کی شخصیت کی ان صفات کے ساتھ متصف ظاہر کیا گیا۔

اس کے جواب میں ہم یہ کہنا کافی سمجھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کوہ میں گئے اور
 وہاں اپنی اولاد کے بسنے کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کئی زندگی میں ہی کر دیا تھا اور یہ عام
 شہرت کہ حضرت ابراہیم ہی بانی کعبہ ہیں کسی اندھیرے میں نہ تھی۔

حضرت ابراہیم سے دو سوسے چھ۔ جو اسماعیل اور بٹو اسماعیل۔ اسماعیل حضرت یعقوب
 علیہ السلام کا لقب تھا۔ جو حضرت ابراہیم کے پوتے اور حضرت اسمعیل کے بیٹے تھے۔ حضرت اسماعیل
 علیہ السلام سے عرب آباد ہوا۔ ان دونوں سلسلوں کے مورث اعلیٰ حضرت ابراہیم تھے۔ ان کا اپنا وطن
 عراق کے قصبہ اُرد میں تھا۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

عرب میں اگر حضرت ابراہیم نے ہوتے تو قرآن کریم عرب قوم کے متعلق یہ کیوں کہتا۔

لقد رد توَّعًا ما اتاهم من مذبح من قبلك . (سُورَةُ اِنْعَامِ ۲۶)

اس آیت کا اگر یہ مطلب ہوتا کہ سرزمین عرب میں واقعی حضور سے پہلے کوئی نبی نہیں آیا تو اسی قرآن میں سورہ ابراہیم سورہ الفام . اور سورہ النمل میں حضرت اسماعیل کے عربی نبی ہونے کی شہادتیں کیوں ملتی ہیں . سو آیت مذکورہ کا مطلب یہ ہو گا کہ مدتوں ان کے پاس کوئی ڈرنے والا نہیں آیا . بندہ اسرائیل پر بھی تو آخر ایک دور حضرت کا گزرا ہے . قرآن کریم میں کچھ سوئدوں میں اور لڑیٹھ آیات میں حضرت ابراہیم کا ذکر موجود ہے .

حضرت ابراہیمؑ کے دو مناظرے

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے ساتھ بھی مناظرہ کیا . اور حکم وقت نبرد کے ساتھ بھی جو خدا ہونے کا مدعی تھا مناظرہ کیا . حضرت ابراہیم کے معجزات میں آگ کا ان کے پاؤں تلے گزرا ہر جانا بہت معروف ہے . آپ نے اشرقتالی کی صفت احیاء کا چہرہ بھی بلا حجاب دیکھا جب آپ نے چار پرندوں کو ذبح کر کے اور ان کو ٹاکر پہاڑ پر رکھ دیا . پھر آپ نے انہیں آواز دی اور وہ چل کر آپ کے پاس آئے .

دین ابراہیم کے کھلے امتیازات اور ملت ابراہیمی کا قیام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کھلا تعارف ان تین باتوں میں ملتا ہے .

- ① توحیدِ خالص جس میں کوئی پیچیدگی نہیں اور اس میں کسی تاویل کو راہ نہیں .
- ② ہجرت . دین کی خاطر گھر بار کو چھوڑ بھگنا . جب باپ نے آپ کو گھر سے نکالا تو آپ نکل کھڑے ہوئے .
- ③ قربانی میں انسانی جان کی پیش کش یہی وہ جذبہ ہے جس نے بالآخر جہاد کا نام پایا . حضرت فاطمہ الزہراءؑ بھی آپ کی ملت پر تھے کہ توحیدِ خالص . ہجرت اور جہاد کے علمبردار رہے . عیسائی اقوام آپ کی ملت پر نہیں نہ ان کی توحیدِ خالص رہی . نہ ان میں جہاد اور قربانی کے آثار موجود ہیں . یہودی بھی

ملت ابراہیمی پر نہیں کہ بطور مشتری ان کی دین کی دعوت آفاقی نہیں وہ نسی صدور میں کھڑے رہ گئے۔
شمارہ اسلامی میں حج عید الاضحیٰ، دس ذوالحجہ کی قربانی اور عالمی تبلیغ حق مسلمانوں کے
ملت ابراہیمی پر ہونے کے کھلے نشان ہیں۔ اور غور سے دیکھا جائے تو آج اس امت مسلمہ کے سوا
اور کوئی امت ملت ابراہیمی پر نہیں رہی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر صحیفوں کا نزول

جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر تورات
ذبور اور انجیل اُنریں، حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بھی صحیفے اُترے تھے۔ قرآن کریم میں حضرت ابراہیم
علیہ السلام کو دیئے گئے صحیفوں کا ذکر موجود ہے، اس امت مسلمہ کا تعلق اپنے نبی خاتم النبیین کے
بعد سب سے زیادہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ دود شریف میں ان
دونوں نبیوں کا ذکر کرتے ہیں اور دونوں کی آل پر دود بھیجتے ہیں، مسلمانوں کے دوسرے شہوار
ہیں۔ ۱۔ عید الفطر، ۲۔ عید الاضحیٰ — عید الفطر وہ اپنے نبی کی امت کے طور پر اور عید الاضحیٰ حضرت ابراہیم
کی امت ہونے کے احساس سے مناتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت

حضرت ابراہیم علیہ السلام بابل کے قصبہ قدان آدم میں پیدا ہوئے تھے اور وہیں سے آپ نے
اپنی دعوت کا آغاز کیا، والد نے گھر سے نکلنے کی دھمکی دی آپ تو دہی نکل کھڑے ہوئے اور کہا، میرا
پروردگار خد ہی میرے لیے راستہ کھول دے گا، آپ دریلے فرات کے مغرب میں گلدانیوں کی بستی میں
گئے، وہاں سے پھر حاران گئے، ان اسفار میں آپ کی سیری حضرت سارہ اور جنتیہ حضرت لوط علیہ السلام
ساتھ تھے، یہاں سے آپ فلسطین چلے آئے اور اس کے مغرب میں آباد ہوئے، ان دنوں یہاں کنعانی
حکومت تھی کچھ عرصہ یہاں رہنے کے بعد آپ نابلس چلے گئے اور وہاں سے مصر پہنچے اور ابھی آپ کا

سفر جاری تھا۔ مصر کے مکران فرعون کہلاتے تھے۔ فرعون نے حضرت سارہ کو اپنے پاس روکنا چاہا مگر
لیکن اس نے کچھ ایسے آثار غیبی دیکھے کہ اپنی بات چھوڑ دی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مع ان
کی بیوی سارہ کے جانے کی اجازت دی۔

پرانے عہد نامہ میں یہ واقعہ یوں لکھا ہے :-

پھر خداوند نے فرعون اور اس کے خاندان کو ابراہیم کی بیوی ساری کے سبب
بڑی ماری بت فرعون نے ابراہیم کو بٹا کر اس سے کہا کہ تُو نے مجھ سے یہ کیا کیا
کیوں نہ بتایا کہ یہ میری جوڑو ہے۔ تُو نے کہوں کہا کہ وہ میری بہن ہے یہاں
تک کہ میں نے اُسے اپنی جوڑو بنانے کے لیے لیا۔ دیکھ یہ تیرا جوڑو حاضر
ہے اس کو لے اور چلا جا۔

شاہ مصر کو جب جب ابراہیم علیہ السلام کی بزرگی کا احساس ہو گیا تو اس نے اپنی بیٹی ہاجرہ
حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دی تاکہ یہ سارہ کی خدمت کرے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت ہاجرہ
لوندی سمجھی جا رہی تھیں۔ نہیں ان کے لیے اگر کہیں باندی کا لفظ ہے تو وہ صرف خدمت گزار کے
معنی میں اور یہ صحیح ہے کہ شاہ مصر نے اپنی بیٹی ہاجرہ آپ کو لپکھی جی بی حضرت سارہ کی خدمت کے
لیے دی تھی۔ حضرت سارہ کی عمر اس وقت ستر کے قریب تھی۔

نوٹ: ایسی ہی علماء اس پر بڑا اصرار کرتے ہیں کہ حضرت ہاجرہ اپنی اصل میں باندی تھیں۔ یہ
درست نہیں ہے وہ شاہ مصر کی بیٹی تھیں اور ایک شاہی خاندان کی آزاد عورت تھیں۔ مولانا غلام رسول
چٹیا کو ٹی ٹی نے اس پر براہین باہرہ فی حریتہ ہاجرہ ایک مستقل کتاب لکھی ہے علامہ سید سلیمان ندوی نے
مجموعہ ارض القرآن کی دوسری جلد میں اس پر بحث کی ہے۔ حضرت مولانا حفظ الرحمن سید ہاروی نے بھی
ان کا ذکر کیا ہے۔ اس موضوع پر سچی علماء کے دلائل خاصے کمزور ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیویاں

تورات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک تیسری بیوی قطورہ کا بھی ذکر ملتا ہے۔ اسی سے بڑھ کر قطورہ چلے پرانے عہد نامہ کی کتاب پیدائش باب میں ہے کہ قطورہ کے بطن سے حضرت ابراہیم کے چھ بیٹے ہوئے جن میں ایک کا نام مدیان تھا جس کے نام سے اصحاب مدین چلے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ایک سے زیادہ بیویوں کا تصور عہد حاضر کے مسلمانوں کی ایجاد نہیں ہے کثرت ازدواج کی روایت حضرت ابراہیم سے پہلے سے چلی آرہی ہے اور اس میں ہرگز کوئی عیب کا پہلو نہیں یہ صرف پرندوں اور درندوں میں چلا آرہا ہے کہ ایک زائد ایک مادہ کے جوڑے ہیں۔ ورنہ جو جانور اور حیوانات انسانوں سے مانوس ہیں ان چریاں میں آپ کو یہ پابندی کہیں نظر نہ آئے گی۔ انسان کی فطرت ان کے ہاں پٹنے والے جانوروں اور مریٹوں مرغیوں میں بھی نمایاں نظر آتی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ انسان اپنی فطرت میں شروع سے دیگر حیوانات اور پرندوں سے کچھ مختلف چلا آرہا ہے۔ چہرہ نیوں کا اس پر عمل اس کی بھی تصدیق کر دیتا ہے کہ ایک مرد کے لیے زیادہ بیویاں ہوں۔ اس میں ہرگز کوئی عیب کا پہلو نہیں ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام علم

ملت ابراہیمی کے مؤسس اعلیٰ ہونے کی حیثیت سے آپ کا علمی مقام بہت اُردن چاہتا ہے۔ حضرت خاتم النبیین جن کا امتیاز دائرۂ نبوت میں علم پر ہو گا اور انما بعثت محمداً علماً کا اعلان ہو گا۔ آپ کی اولاد میں ہونے والے تھے۔ اس لیے آپ کی صفات اشیاء کے لیے جس قدر فطری تھی حضرت خاتم النبیین کی دعاء اللہ اور انی حقائق الاشیاء کماھی اس نسبت کی ایک تاثیر تھا اور آپ کا یہ ذوق طلب بہت اُردن چاہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات پر یقین رکھنے کے باوجود آپ کی طلب دہارنی کیف تھی الموقیٰ آپ کے طبعی ذوق کا ایک سوال تھا۔ آپ علم یقین اور عین یقین کے بعد حق یقین میں آنا چاہتے

تھے اسی کو آپ نے طمانیت قلبی بتایا۔

آپ کی قوت استدلال بہت اُدوچی تھی۔ اپنے والد کے سامنے جس طرح آپ نے بتوں کی عاجزی اور درماندگی ثابت کی اور اجرام فلکی کی پرستش کرنے پر سزا دیں۔ چاند اور سورج کے بدلتے حالات سے استدلال کیا وہ اپنی مثال آپ ہے جو عزوب ہوا مغرب ہوا اور مغرب محبوب ہوا اور یہ ادھر دظاہر تھا کہ محبوب معبود نہیں ہو سکتا۔ غزوہ حیات و ممات کا مسئلہ نہ سمجھ پایا اور دعوائے کیا انا حی و انا میت تو آپ نے اس کی ذمہ داری پر مطلع ہونے کے بعد اس مضمون سے جس طرح ان اللہ یاتی بالشمس من المشرق کہہ کر فئات بہامن المغرب کا مطالبہ کیا تو غزوہ کی شکست طشت از بام ہو گئی۔ قرآن کریم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جو علمی موضوعات قرآن کریم میں ذکر کیے ہیں ان کی روشنی میں اگر آپ کو علم مناظرہ کا امام مانا جائے تو یہ بے جا نہ ہوگا۔ لیکن یہ وہ مناظرہ تھے جو دلوں کو ڈر بخشتے تھے ایسے نہیں جو آج کل ہوتے ہیں ان میں فطرت و فہم کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ تاہم یہ ضرور ہے کہ اہل باطل سے مناظرہ کرنا سنت انبیاء ہے اور کسی شخص کو علم کی اس لائن کا استخفاف روا نہیں۔ اللہ صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم انک حمیداً مجیداً۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے اور ایک بھتیجے

حضرت لوط علیہ السلام

حضرت لوط بن ہاران حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے اور شاگرد تھے۔ حضرت ابراہیم پر سب سے پہلے آپ ایمان لائے اور آپ ہجرت میں بھی حضرت ابراہیم کے ساتھ رہے۔ حضرت لوط مصر میں حضرت ابراہیم کے ساتھ تھے۔ آپ وہاں سے ہجرت کر کے مشرق اردن چلے گئے۔ آپ نے یہاں عامودہ اور سدوم کی بستیوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کی روشنی میں اللہ کے نام کی آواز دیتے رہے۔ اردن کی ایک جانب اب بھی بحر لوط موجود ہے جسے بحر بھی کہتے ہیں۔

سدم میں ایک ایسی فاحش بُرائی پائی گئی جو شرفِ انسانی کے کسے خلاف تھی، حضرت لوط نے انہیں اس سے منع کیا، اس کے جواب میں انہوں نے حضرت لوط کو دہاں سے نکلنے کی مٹھائی اور ان کی پاکیزگی کو وہ اپنانے کے لیے تیار نہ ہوئے۔

بچہ سورۃ ذاریات میں ہے کہ پھر اس قوم پر غضب آیا اور خدا کی طرف سے ان پر پتھروں کی بارش ہوئی، جو فرشتے ان پر غضب اتارنے کے لیے مامور ہوتے وہ دہاں جاتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھی پھڑے یہیں وہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت ابراہیم نے ان کے لیے منیافت کا سامان کیا لیکن یہ فرشتے تھے کھانا دکھا سکے۔

حضرت لوط علیہ السلام پر کوئی نئی شریعت نہ آئی، آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت لے کر ہی ان اقوام کی طرف بھیجے گئے تھے، قرآن کریم میں سورۃ اعراف، سورۃ ہود، سورۃ العنکبوت، سورۃ الشعراء اور سورۃ الذاریات میں ان کا ذکر قاتا ہے۔

فرشتے جب ان پر غضب اتارنے کے لیے دہاں پہنچے تو حضرت لوط اپنے خاندان کے ساتھ دہاں سے نکل گئے، آپ کی بیوی گھر سے نکلنے پر آمادہ نہ ہوئی، ایک ہیبت ناک چیخ مچی اور دیکھتے دیکھتے اس آبادی کو تھس تھس نہس کر دیا گیا، اوپر سے پتھروں کی بارش ہوئی، یہ سارا قصہ سورۃ ہود میں ملتا ہے۔

قوم کے انتہائی فحش اور شدتِ مخالفت سے حضرت لوط علیہ السلام کی زبان سے یہ بات نکلی۔

لَوَان لِي بَلِّغُ قَوْمًا وَاذْهَبِي إِلَى رِجْلِكَ مُشَدِّدًا . (بچہ ہود ۸۰)

ترجمہ: کاش! مجھ میں تمہیں روکنے کی قوت ہوتی یا میں ٹھکانہ پالنے کی کسی زبردست

پناہ گاہ میں۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضرت لوط علیہ السلام خدا کی مدد سے بالکل ناپسند ہو گئے تھے۔

جواب کسی پناہ گاہ کے سائے میں آنا چاہتے تھے؛ وہ پناہ گاہ اپنے قبیلے کی بھی ہو سکتی ہے، اور حقیقی پناہ گاہ تو اپنے پروردگار کی ذات ہے، آپ کے اس جملے کو ان الفاظ کے عام استعمال میں

اس پر ایہ بیان پر ختم فرمائیں۔ اس کے پیش نظر کیا حضرت ہاجرہ کے باندی ہونے کا کیا ادنیٰ تصور بھی ہو سکتا ہے۔ کیا کبھی لونڈیوں سے بھی سردار پیدا ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کو آبرو و منذر کریں کیا اس کے بارے میں لونڈی کا بیٹا ہونے کا خیال کیا جا سکتا ہے۔ اگر کسی بگڑے ہوئے ہاجرہ کے لیے حضرت سارہ کی خادمہ ہونے کے الفاظ لکھیں تو اسے حضرت ابراہیم کا اعزاز سمجھیں، شاہی خاندان کی ایک بیٹی ان کی اہلیہ کی خدمت کریں۔ پھر حضرت ہاجرہ کا مکہ مکرمہ ہجرت کر جانا اس کی تائید کرتا ہے کہ وہ ان کی لونڈی ہرگز نہ تھیں۔ لونڈی ایک مستقل زندگی نہیں رکھتی جو حضرت ہاجرہ کو کریم حاصل تھی۔ ستید القوم خادما مہموم سرداری اور خدمت دونوں باتیں جمع ہیں اور یہاں کسی کے غلام ہونے کا تصور نہیں۔

حضرت ہاجرہ کی مکہ میں تشریف آوری

اللہ کے حکم سے حضرت ابراہیم حضرت ہاجرہ کو کچھ ڈگئے۔ حضرت اسماعیل ان دنوں شیر قرار تھے۔ انہیں پیاس لگی تو ان کے لیے زمزم کا چشمہ جاری ہو گیا۔ اس چشمہ کو دیکھ کر وہاں بنو جرہم آباد ہوئے۔ حضرت ہاجرہ نے ان میں حضرت اسماعیل کی شادی کی اور آپ اپنے معاملات طے کرنے میں پوری ہزاد تھیں۔ کسی کی باندی نہ تھیں۔ قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صدا ملاحظہ فرمائیں۔

ربنا انی اسکت من ذلتی بواجب خیر ذی ذرع عندیلتک المحترم.

(سورۃ ابراہیم ۲۷)

ترجمہ۔ اے رب میں نے اپنی اولاد کو ایک ایسی وادی میں لایا ہے جہاں کچھ نہیں آگتا تیرے عزت گھر کے سامنے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہاں (دکریں) آنے جانے کا سلسلہ قائم رکھا یہاں تک کہ وہ واقعہ پیش آیا جب ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل کو اللہ کے حکم کے تحت ذبح کرنے

حضرت ابراہیم نے حضرت اسحاق کی شادی اپنے خاندان میں کی، آپ کی بیوی کا نام رفقا تھا۔ حضرت اسحاق کے ہاں دو جڑواں بچے پیدا ہوئے، عمیر اور یعقوب۔ اس وقت حضرت اسحاق کی عمر ساٹھ سال تھی، حضرت یعقوب اپنے ماموں لابان کے پاس چلے گئے اور عمیر اپنے چچا حضرت اسماعیل کے پاس چلے گئے، حضرت اسحاق کے چاشین حضرت یعقوب ہو گئے ان کا لقب اسرائیل تھا، یہی ہے جڑ اسرائیل کا سلسلہ چلا۔

حضرت اسحاق اور حضرت اسماعیل میں زیادہ تاریخی شرف کس کا

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت اسماعیل حضرت ابراہیم کی دُعا کا ثمرہ تھے اور آپ چودہ سال تک اپنے والد کے دامداری کیے بیٹے رہے، خیر البقاع فی الارض زمین کے سب سے بہترین قطعہ زمین کی تولیت آپ نے پائی اور کعبہ کی بنیادیں اپنے والد کے اہتمام میں آپ نے ہی اٹھائیں اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِ امی ہونے کا شرف بھی آپ کے نام ہی رہا، تاہم اس سے انکار نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اپنے گھر کا چراغ حضرت اسحاق علیہ السلام اور ان کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام سے روشن ہوا۔

مسیحی علماء کہتے ہیں کہ قرآن میں حضرت اسحاق کی بشارت بائیں طرف مذکور ہے کہ آپ نبی ہوں گے حضرت ابراہیم کو بیٹے کی خبر دی گئی جو نبی ہو گا اور حضرت ابراہیم کو جب اسماعیل کی بشارت دی گئی تو فرمایا فبشرناہ بغلام حلیم، ہم نے اسے ایک بیدار لڑکے کی بشارت دی۔

دونوں بشارتوں میں فرق کی وجہ

جب اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم کو اسماعیل کی بشارت دے رہے تھے تو علمِ الہی میں تھا کہ ایک وقت آئے گا جب اللہ تعالیٰ ابراہیم سے محمد بیٹے کی قربانی مانگیں گے اور وہ اسماعیل کا لاکھن ہو گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک لڑکے کی بشارت دی، یہ نہ بتایا کہ وہ نبی ہو گا تاکہ قربانی کے

کے وقت حضرت ابراہیم کو یہ گمان نہ گزرے کہ اللہ تعالیٰ نے تو مجھے اس کے نبی ہونے کی خبر دے رکھی ہے۔ اس لیے لازماً یہ ایک محض امتحان ہے حقیقتاً اسماعیل ذبح نہ ہوگا نبوت کی عمر تک پہنچے گا۔ اس صورت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کا حق ادا نہ ہوتا۔ یہ واقعہ محض ایک ڈرامہ ہو کر رہ جاتا۔ حضرت اسحق علیہ السلام کی قربانی نہ مانگتی تھی۔ اس لیے پہلے سے بتا دیا گیا کہ یہ نبی ہوگا۔ ان کے بارے میں علم الہی میں کوئی ایسا درمیانی مرحلہ نہ تھا۔

حضرت موسیٰ پر بھی کوئی ایسا وقت نہ آنا تھا۔ اس لیے ان کی والدہ کو بھی پہلے سے بتا دیا گیا کہ

یہ نبی ہوگا۔

انما ادرہ الیک وجاعلوہ من المرسلین۔ (پہلے قصص)

ترجمہ۔ بے شک ہم اسے تیری طرف پھیر دیں گے اور اسے پیغمبر بنا دیں گے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام

تاریخ انبیاء میں حضرت یعقوب علیہ السلام بھی ایک مرکزی حیثیت کے مالک ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام تمام مسلمانوں کے جدِ اعلیٰ شمار کیے گئے ہیں، انہی سے آگے تو نہ تھے بلکہ باہر سے آئے۔ حضرت یعقوب سیور کے نام سے اپنا نسلی امتیاز ظاہر کرتے آئے ہیں، ان کا معتدہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کو جہنم کی آگ نہ چھو نہ پاسے گی، ایسا اگر کہیں ہو بھی تو چنچہ، دونوں کے سوا نہ ہو گا، ہم تو اللہ کے بیٹے اور اس کے مصائب ہیں۔

لم تمتنا النار الا اياما معدودات. (پ البقرہ ۸۰)

ترجمہ: ہمیں سوائے چند گنتی کے دنوں کے آگ نہ چھوئے گی۔

وقالت الیھود والنصارى نحن ابناء الله واحبواہ۔ (پ المائدہ ۱۸)

ترجمہ: اور کہا یہودیوں اور نصاریوں نے ہم خدا کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔

اسرائیل آپ کا لقب تھا جس سے بڑا اسرائیل معروف ہوتے۔ حضرت اسحق علیہ السلام کے دو بیٹے عیسیٰ اور یعقوب، ایک والدہ سے تھے۔ ان کی والدہ کا نام ربتہ تھا، ماں کے زیادہ چہیتے حضرت یعقوب علیہ السلام تھے اور والد کی محبت عیسیٰ سے محبت تھی، عیسیٰ کا نام ادرم بھی ملتا ہے۔

دونوں بھائی وطن میں نہ رہے، عیسیٰ اپنے چچا (حضرت اسماعیل علیہ السلام) کے پاس عرب چلے گئے تھے اور یعقوب اپنی والدہ کے اشارہ پر خدان آرام چلے آئے تھے حضرت یعقوب علیہ السلام کو کنایہ کی ہدایت کے لیے معوث ہرے کے تھے، آپ کا ذکر قرآن پاک میں متعدد مقامات پر ملتا ہے، لیکن زیادہ تر آپ دیگر انبیاء کے ساتھ عطفاً مذکور ہیں، چند مقامات پر آپ کا ذکر خصوصی پر آیا ہے، کیا گیا ہے۔

① آپ کی وصیت قرآن پاک میں اس طرح مذکور ہے۔

اذ حضر یعقوب الموت اذ قال لبنيه ما تعبدون من بعدي قالوا نعبد الهلك والہ

ابائك ابراهيم واسماعيل واسحق الهما واحدا۔ (پ البقرہ ۱۳۳)

ترجمہ حضرت یعقوب پر جب سفر آخرت کا وقت آیا آپ نے اپنے بیٹوں سے کہا میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے کہا آپ کے خدا کی اور آپ کے آباہ حضرت ابراہیم اسماعیل اور اسحاق کے خدا کی اور سب کا خدا ایک ہی ہے۔

② اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضرت یعقوب کے علم کی بھی تعریف کی ہے۔

وانہ لذو علم لما علمناه ولكن اكننا اناس لا نعلمون۔ (پلک یوسف ۱۸)

ترجمہ اور وہ ہمارے بتانے سے علم والا ہوا لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔

علم تعبیر میں حضرت یوسف علیہ السلام کے مرتبے سے کون آگاہ نہیں لیکن خود حضرت یوسف کو اس قراب کی عام اشاعت سے روکنے والے کون ہیں؟ یہی حضرت یعقوب علیہ السلام معلوم ہوتا ہے آپ پر بھی یہ باب علم لچرہ رحمت سے کھلا تھا۔

③ جن مغیروں کو قرآن نے اولی الایدی والابصار کہا ہے ان میں آپ بھی ہیں۔

واذکر عبداً نارا ابراهیم واسحق و یعقوب اولی الایدی والابصار۔ (پلک ص ۲۵)

ترجمہ اور یاد کریں ہمارے بندوں کو ابراہیم اسحاق اور یعقوب کو یہ سب ہاتھوں والے تھے اور آنکھوں والے تھے۔

④ آپ ایک وسیع سلسلہ اولاد کے مورث اعلیٰ ہیں قرآن کریم میں بنی نبیاء کو اللہ تعالیٰ نے آل کے ذکر سے مذکور کیا ہے ان میں آپ بھی ہیں جیسے آل ابراہیم آل یعقوب۔

حضرت ذکریا علیہ السلام نے جب بیٹے کے لیے ڈمکی تو کہا تھا۔

یوشخی ویرث من آل یعقوب۔ (پلک ۶)

وعلق آل یعقوب۔ (پلک یوسف ۶)

ترجمہ وہ میرا وارث ہو اور آل یعقوب کا وارث ہو۔

حضرت ذکریا علیہ السلام کا بیٹا ساری آل یعقوب کا وارث کیسے ہو سکتا ہے حضرت یعقوب کے

تو خود اپنے بارہ بیٹے تھے وہیں وارثت مالی مراد نہیں رہتا وارثت علمی مراد ہے اور نبیاء کی وارثت

یہی ہوتی ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام جب حضرت یوسف کے پاس مصر آئے تو آپ کے ساتھ کنبے کے ۷۲ افراد تھے۔

حضرت یعقوب کی ازواج و اولاد

حضرت یعقوب کے ماموں لابان کی دو بیٹیاں لیتہ اور راحیل آپ کے نکاح میں تھیں اور ان دونوں کی دو باندیاں زلفا اور بلہا بھی ان کے ساتھ تھیں۔ آپ کی ان سب سے اولاد ہوئی آپ کی والدہ راحیل کو بہت چاہتی تھیں۔ ان کے بطن سے حضرت یوسف اور قریبا بن پیدا ہوئے۔ اس میں منظر میں ان دو پر آپ کی زیادہ نظر عنایت تھی۔

یہ تفصیلات قرآن پاک میں نہیں ہیں۔ البتہ قرآن پاک میں گیارہ ستاروں کی حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کرتے بتلایا گیا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے بارہ بیٹے تھے اور ایک حضرت یوسف کا حقیقی بھائی تھا جسے آپ نے ایک تدبیر سے اپنے ہاں ٹھہرایا تھا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے وقائع حیات کا حضرت یوسف کے حالات سے علیحدہ ذکر بہت کم ملتا ہے۔ حضرت یوسف کے وقائع حیات کو قرآن کریم نے حسن القصص کہا ہے۔ مونا مناسب نہ ہو گا کہ ان سے متعلق باقی مباحث حضرت یوسف کے تذکرہ میں ذکر کیے جائیں۔ حضرت یعقوب کی اولاد میں آگے نبوت لاوی اور یہود کی نسلوں میں چلی۔ حضرت یوسف کی اولاد میں آگے کوئی نبی نہ ہوا حضرت موسیٰ و ہارون لاوی بن یعقوب کی اولاد میں سے تھے۔ اور حضرت داؤد اور سلیمان یہود بن یعقوب کی اولاد میں سے۔ اس پر ہم حضرت یعقوب علیہ السلام کا تذکرہ ختم کرتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام

ولقد جاءكم يوسف من قبل بالبينات فما زلتم في شكٍ مما جاءكم به حتى اذا هلك قلتم
 لن نبعث الله من بعد رسولك كذا قال فيضل الله من هو مصروف من كتاب (دعوى المؤمن ۲۴)

فن معادن العرب تسألونی قالوا نعم قال ضیاعکم فی الجاهلیۃ خیالکم فی
بلاسلام اذا فتحوالہ

ترجمہ تم میں جو جاہلیت کے دور میں اپنے لوگ تھے اسلام میں اگر کبھی وہی سب سے
اپنے رہیں گے جب وہ سمجھ جائیں۔

(نوٹ ۱) اسرائیلیوں کے یہ کہنے کی کہ اب حضرت یوسف کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا ایک یہ
وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ آل فرعون اس خطرے سے بے غم ہو جائیں کہ بنی اسرائیل میں ایسے نبی ہوں گے
جو بادشاہ بھی ہوں گے (میں کہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان بعد میں ہوتے) اس صورت میں آل فرعون
کو اندیشہ تھا کہ اب کبھی صحیح حکومت ان کے ہاتھ سے جاتا رہے گا ہو سکتا ہے اسرائیلیوں نے آل فرعون سے
اس اندیشہ کو دور کرنے کے لیے یہ عقیدہ وضع کر لیا کہ اب ان میں حضرت یوسف کے بعد کوئی پیغمبر نہ آئے
گا فرعون کا یہ اندیشہ سن سنائی کتاب التفسیر کی حدیث فتون میں مذکور ہے۔

(نوٹ ۲) یہاں جو حضرت یوسف کے معجزات کا ذکر ہے یہ کیا کیا تھے قرآن کریم میں ان کی تفصیل
نہیں ملتی یہاں صرف ان کی حکایت ہے۔

فلسطين اور مصر میں تاریخی رابطہ

حضرت ابراہیم حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب کا وطن فلسطين تھا یہیں ان کی اولاد ہوئی
تاریخ بنی اسرائیل کے سب سے نمایاں پیغمبر حضرت موسیٰ کو مصر میں دکھائی ہے کہ آپ وہیں پیدا ہوئے
اور وہیں آپ کے فرعون سے معرکہ پیش آئے یہ کیسے ہوا کہ بنو اسرائیل قبیلوں کے پہلو بہ پہلو مصر میں
نظر آتے ہیں یہ حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ ہے جو فلسطين اور مصر میں جوڑ پیدا کرنا ہے قرآن کریم
میں حضرت یوسف کے مصر جانے کا واقعہ مذکور نہ ہوتا تو پتہ نہ چلتا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر میں
کیوں پیدا ہوئے؟

حضرت یوسف مصر کیسے پہنچے؟

اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں حضرت یوسف کو بہت سے ظاہری اور باطنی کمالات سے نوازا تھا اور باپ کی نظر میں بھی آپ زیادہ مانوس تھے آپ کی والدہ حضرت یعقوب کی والدہ کی چھٹی بہن تھیں اور ان کا غیر معمولی اثر پورے خاندان پر تھا۔ کمال کو حسد کا سامنا بھی کرنا پڑا ہے اور یہ صورت حضرت یوسف کو بھی پیش آئی۔ بھائیوں نے ایک سیر کے بہانے حضرت یوسف کو والد سے لیا اور جنگل میں ایک کنوئیں میں گرادیا۔ بھائی انہیں موت کے سپرد کر کے واپس گھر آ گئے اور باپ کو بتلایا کہ ایک جنگلی دزد سے نے یوسف کو پھاڑ لکھایا ہے اور آپ کی تمیں خون آؤد کر کے سامنے رکھ دی۔

یہاں کیا صورت حال پیش آئی اسے ابھی ایک طرف رکھئے۔ اُدھر دیکھئے حضرت یوسف پر کیا گزری؟ اس کنوئیں کے پاس سے ایک قافلہ گزرا اور پانی لینے کے لیے کنوئیں پر پہنچا کنوئیں میں حضرت یوسف کے پاند جیسے چہرے پر نظر پڑی۔ انہوں نے آپ کو کنوئیں سے نکالا اور قلام بنا کر ساتھ لے گئے۔ انہیں مہر آنا تھا اس طرح بند اسرئیل کا یہ پہلا فرد مصر کی زمین پر اترا کنوئیں سے نکالنے والے محسن کے احساس احسان سے آپ نے ان سے بھاگ کر اپنے ہاں ہونے کی کوشش نہ کی اپنے محسن کے آگے سر پا انقیاد بن گئے۔ یہ نہ سوچا کہ والد پر کیا گزرتے گی۔ خیال کیا اور بھائی بھی تو آپ کے پاس موجود ہیں۔

لیکن روایات میں ہے کہ حضرت یوسف کے کچھ بھائی اس قافلے کے پیچھے دوڑے کہ یہ لڑکا جو تم نے چھپا لیا ہے سارا جھاگا ہوا قلام ہے۔ (رواہ مجاہد) اس پر ان لوگوں نے کہا یہ ہمیں دے دو اور قیمت لے لو۔ قرآن کریم میں ہے۔

واستردہ بضاعتہ... وشروہ بنم بخش دلاہم معدودہ۔ (پل یوسف ۲۰)

ترجمہ۔ اور انہوں نے اس لڑکے کو چھپا لیا مال بھکتی سمجھ کر... اور بیچ آئے

اس کو بھائی نہایت ناقص قیمت میں چند گنتی کے درہم

سوان حالات میں ان کا بھاگ کر اپنے گھر آجانا کوئی آسان کام نہ تھے اور ان کی شرافت

اپنے محضوں سے بھی بے وفائی نہ چاہتی تھی۔

مصر میں آپ پر کیا حالات گزرے ؟

جب آپ مہر لاتے گئے تو مصروا لے نہیں بازا مصر میں لے گئے۔ وہاں مصری فوجوں کا ایک افسر کھڑا تھا۔ اس لیے آپ کو دیکھتے ہی منہ بولی قیمت پر خرید لیا۔ حضرت یوسف اس کے ہاں بیٹوں کی طرح ملتے رہے۔ جب آپ جان ہوتے تو کہیں آپ پر خدا کی طرف سے نبوت آتی۔

اس افسر نے جسے عزیز مہر کہا گیا ہے اپنی بیوی کو پیسے ہی کہہ دیا کہ اس سے ملازمتوں کا معاملہ نہ کرنا اس کی ضرورتوں کا۔ چھا اتظام کرنا ہو سکتا ہے کہ اسے بیٹا بنالیں۔ دیر افسر لاؤ لہو تھا۔

وَتَالِ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِنْ مِصْرَ لَأَمْرًا لَّهُ أَكْرَفِي شَوَاهِ عِطْفَانِ يَفْعَلُونَ وَيَتَّخِذُهُ وِلْدَانًا
وَكَذَلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهُهُ مِنْ تَاوِيلِ الْأَحَادِيثِ وَاللَّهُ خَالِبُ
عَلِيِّ أَمْرِهِ وَكَثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ وَلَمَّا بَلَغَ اشْتَدَّ بِأَيْدِيهِ حُكْمًا وَهَلًا.

(پہلے یوسف ۲۱)

ترجمہ اور جس نے اسے بازار میں خرید کیا اس نے اپنی بیوی سے کہا اسے عزت سے ٹھہرا شاید ہمارے کام آئے یا ہم اسے بیٹا بنالیں۔ اسی طرح ہم نے یوسف کو اس ملک میں قبضہ دیا اور اسے علم تفسیر بھی دیا اور انہیں اپنا کام جیت کر دیتا ہے لیکن اکثر لوگ اس کے جیتنے کو جانتے نہیں اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچا تو ہم اسے علم نبوت اور حکم رسالت دیا۔

عزیز مصر کے محل میں حضرت یوسف کی آزمائش

عزیز مصر کی بیوی زلیخا (زلیخا) آپ کے حسن و شباب کی تاب نہ لا سکی اور یہاں حضرت یوسف کو ایک کڑی آزمائش سے گزرنا پڑا۔ قرآن کریم میں ہے ۔

ولقد زاودته من نفسه فاستعصم (پاپا یوسف ۲۲)

ترجمہ اور لیتا پاپا اس عورت نے اس سے اس کا بی بی اس اپنی شان و شوکت بنگال لی۔
یہ انبیاء کا مقام عصمت ہے جو انہیں ایسے موقعوں پر سنبھالتا ہے یہ انبیاء کی مصداقیت کی
شان ہے۔ اس امرت عزیز نے اپنی بے سببی منوانے کے لیے مصر کی عورتوں کو بھی حسن یوسف کی تعجب
سے بے بس کیا اور انہوں نے اپنی انگلیاں کاٹ لیں۔

عزیز کیجئے بیٹے اس کے کہ زلیخا اپنی کمزوری پر پردہ ڈالتی وہ اپنے آپ کو مجبور ثابت کرنے
کے لیے ان عورتوں سے واقعات کی شہادت لیتی ہے اور وہ حضرت یوسف کو دیکھ کر کہہ خود ہو جاتی ہیں
یہ اس وقت کی مصری تہذیب کی سچی ہے کہ اپنی بے حیائی پر پردہ ڈالنے کی جگہ اس کے حق میں دلائل مہیا
کیے جا رہے ہیں جب کسی ملک کی تہذیب اس درجہ گر جائے تو پھر اس ملک میں انقلاب آکر رہتا ہے
— اور عزیز مصر کا اقتدار حضرت یوسف کو مستعمل ہو کر رہا۔

حضرت یوسف کا مصیبت پر جہیل کی زندگی کو ترجیح دینا

قال رب السجن احب الی مما یدعوننی الیه والآن تصرف عنی کیدھن احب

الیحین واکن من الجاہلین . (پاپا یوسف ۲۲)

ترجمہ کہا حضرت یوسف نے اے میرے رب! میرے لیے قید خانہ بہتر ہے جس
کام کی طرف وہ لوگ مجھے بلا رہے ہیں اگر تو مجھ سے ان کا فریب نہ روکے گا میں
ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور جاہلوں میں سے ہو جاؤں گا۔

دو قیدیوں کا خواب اور حضرت یوسف کی تعبیر

حضرت یوسف کے ساتھ دو اور قیدی اس جیل میں تھے۔ ان پر مشورہ چل رہا تھا۔ دونوں نے
خواب دیکھا۔ ایک نے دیکھا کہ میں آنگور پھڑ پھڑ رہا ہوں اور دوسرے نے دیکھا کہ اس کے سر پر روٹیل کا

لوگ ہے اور پرندے اُسے کھا رہے ہیں۔ انہوں نے حضرت یوسف سے اپنے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی۔ آپ نے پہلے انہیں عقیدہ توحید کی دعوت دی اور شرک سے بچنے کی تلقین کی اور پھر بتایا کہ ہم میں سے ایک اپنے آقا کو شراب پلانے کا اور دوسرے کو سونے پر لٹکانا ہے یہاں تک کہ پرندے اس کا سرفروغ میں لگے۔ اب ان میں سے جس کو رہائی ملی اس نے شہر چاکر آپ کے علم تعبیر کا خوب پرجھانکا۔

بادشاہ کا خواب اور اُس کی تعبیر کے لیے حضرت یوسف کی تلاش

بادشاہ نے دیکھا کہ سات موٹی گائیں ہیں اور سات ڈبلی۔ اور سات سبز خوشے ہیں اور سات خشک۔ بادشاہ نے دربار والوں سے اس کی تعبیر مانگی۔ اب اس شخص کو جو جیل سے رہا ہو کر آیا تھا حضرت یوسف یاد آگئے۔ بادشاہ نے اسے حضرت یوسف کے پاس بھیجا اور اس نے آپ سے بادشاہ کے اس خواب کی تعبیر دریافت کی۔ آپ نے اس کی یہ تعبیر بتائی۔

سات موٹی گائیں وہ سات سال میں جن میں فصلیں خوب پکیں گی۔ اور سات ڈبلی گایوں سے مراد اگلے سات سال میں جن میں قحط ہوگا۔ تم پہلے سات سالوں میں غلہ خوب جمع کرو اور اسے اُن کے سبز خوشوں میں ہی رکھنے دو تاکہ وہ خراب نہ ہو۔ اپنا گزارہ مختصر سے بہت غلے سے کرتے رہو پھر جب سختی کے دن آئیں تو اس جمع شدہ غلے سے اپنی ضرورتیں پوری کر تے رہو۔ ان کے بعد پھر ایک سال آئے گا جب بادشہیں خوب ہوں گی اور لوگ اس میں اسی نچڑیں گے۔

قرآن کریم میں سورۃ یوسف میں آیت ۴۴ سے لے کر ۴۹ تک اس تعبیر کا بیان ہے۔ علم اللہ تعالیٰ نے عجیب سرزندگی بخشی ہے۔ دیکھئے بادشاہ بھی ایک تعبیر کی خاطر اپنے ایک قیدی کا محتاج ہو رہا ہے اور اس کا قاعد جیل میں اس سے ملاقات کر رہا ہے۔ علم وہ دولت ہے جو بادشاہوں کو بھی قیدیوں کا محتاج بنا دیتی ہے اور یہی وہ جوہر ہے جس سے انبیاء و دیگر افراد انسانی میں ممتاز ہوتے ہیں۔ اس تعبیر سے حضرت یوسف علیہ السلام کے علم کا سکہ سارے ملک میں چھو گیا۔ اس کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کی قسمت کا ستارہ چمکا اور بادشاہ نے آپ کو رہا کر کے اپنے

مقربین میں بگڑ دی اور کہا آج سے تمہارے ہاں بڑا مستعد اور معتبر ہے، آپ نے اسے کہا۔
اجعلنی علی خزائن الارض اخی حفیظہ علیہم۔ (پکچر یوسف ۵۵)
ترجمہ مجھے علیٰ خزائن پر عامل بنا دو، میں خوب حفاظت کرنے والا اور بچانے والا ہوں۔

حضرت یوسف ملک کے بااختیار حکمران کی حیثیت سے

و كذلك مكنا ليوسف في الارض يتبوأ منها حيث يشاء نصيب برحمتنا من

نشاء ونضيم اجرام الحسنيين۔ (پکچر یوسف ۵۶)

ترجمہ اور ہم نے اسی طور پر یوسف کو اس ملک میں با اختیار بنا دیا کہ آپ اس میں
جہاں چاہیں، ہم جس پر چاہیں اپنی رحمت متوجہ کر دیتے ہیں۔ اور ہم سبکی کرنے
والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

پھر جب کنعان میں قحط پڑا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی غنہ کی طلب میں ہر آنکھ
تو آپ انہیں پہچان لیا، مگر وہ آپ کو نہ پہچان سکے۔ پھر جس طرح بھی ہو سکا آپ نے اپنے بھائیوں
کی خدمت کی اور انہیں کہا کہ آئندہ آؤ تو اپنے اس بھائی کو جو باپ کی طرف سے تمہارا بھائی ہے ساتھ
منزور لانا۔ ان کے بغیر ہر کسی کو ناپ تول پورا نہیں دیا جاسکتا۔

حضرت یوسف کے بھائی حضرت یوسف کے دربار میں

دنیا میں حالات بے شک اسباب کے ساتھ چلتے ہیں، لیکن ان کے پیچھے یقیناً ایک الہی
حکمت کا فرما ہوتی ہے، جسے حکمران کہتے ہیں، یہ انسانی ارادوں کے ساتھ ساتھ عمل کرتی ہے، اس کے
دخل سے کبھی انسانی ارادے ٹوٹ بھی جاتے ہیں، حضرت علی المرتضیٰؑ فرماتے ہیں:-

عروف رجب بفضیح العزائم۔

ترجمہ میں نے ارادوں کے ٹوٹنے سے اپنے رب کو پہچانا۔

حضرت یوسف کے بھائی انہیں شتم کرنا چاہتے تھے۔ حکمران انہیں تختِ مسمر پر لانا چاہتی تھی۔ اسباب مختلف تھے اور انہی فیصلے اترتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ وقت آ گیا کہ یہ بھائی خرد محتاج ہو کر خرد انہی کے سامنے آئے۔

اس سے ایک راز دکھن کھلا کہ دنیا میں حمد کی سزا عتاب لگی ہے۔ جس سے حمد کرو گے ایک دن اسی کے سامنے محتاج ہو کر آنا پڑتا ہے۔

حضرت یوسف کے سامنے جب یہ آئے تو آپ نے حالات کی دریافت کے بعد ان کی پونجی انہیں واپس کر دی کہ جب تک پڑے نہ آؤ گے پورا غلہ نہیں مل سکتا۔ پھر بھائی اسے بھی لے کر آئے اور حضرت یوسف نے ایک تدبیر سے اپنے حقیقی بھائی کو اپنے ساتھ ٹھہرایا۔ ان بھائیوں میں شباب سب سے زیادہ پریشان تھا۔ وہ اسی بروج میں گم تھا کہ اب باپ کو کیا منہ دکھائے گا۔

قال کبیر ہم اذ نعقلوا ان اباکم قد اخذ علیکم موثقا من اللہ ومن قبل ما
فرطتم فی یوسف فلن ابرح الارض حتی یأذن لی الخب او یمیکم اللہ لی
وہو خیر الحاکمین۔ (پیلہ یوسف ۸۰)

ترجمہ۔ ان میں سے بڑے نے کہا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے باپ تم سے
سے خدا کے نام پر چھو لیا تھا اور اس سے پہلے تم یوسف کے بارے میں بھی ایک
قصور کر چکے ہو۔ سو میں تو اس ملک سے ہرگز نہ جاؤں گا جب تک کہ میرا باپ مجھے
اجازت نہ دے یا خدا ہی میرے لیے کوئی فیصلہ نہ فرمائے اور وہ بہترین فیصلہ
کرنے والا ہے۔

ادھر حضرت یعقوب پر کیا گزر رہی تھی

حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف کے غم میں پہلے ہی پریشان تھے۔ روتے روتے
ان کی آنکھیں بھی سفید ہو گئیں، اور مینائی جاتی رہی۔ ہاتے یوسف کی صدا ان کے دل سے اٹھتی اور پھر

بعض ڈوب جاتی جب ہوش میں آتے تو پھر خدا کو یاد کرتے اور کہتے: انما اشکوا بغی و حزنی الحسب اللہ
 واعلم من اللہ ما لا تعلمون معلوم ہوتا ہے انہیں دُور سے کوئی امید کی کرن دکھائی دے رہی تھی
 اور کوئی نہ جانتا تھا اور شاید اسی سہارے آپ میں زندگی کی رتق باقی تھی۔

اس عظیم دنیوی سکون کے بعد حضرت یوسف کی اللہ کے حضورِ حاضرِی

حضرت یعقوب علیہ السلام کے مرنے پر حضرت یوسف کو وہ دنیوی مسرت ملی جو کسی مردِ حق آگاہ
 کو اس دنیا میں مل سکتی ہے۔ مصر کی حکومت ایک طرف ہو اور حضرت یعقوب کی روحانی سرپرستی اور سرپرستی
 — گویا آپ روحانی اور مادی ہر طرح کی دولت پاتے ہوئے تھے۔ جب تک حضرت یعقوب زندہ
 رہے آپ مصر میں حکومت کرتے رہے۔ جب والد کی وفات ہوئی آپ انتظامی امور میں جان شین مقرر
 کر کے خود ہمعصرانِ سفرِ آخرت کی تیاری میں لگ گئے۔ آپ کی یہ دعا اس وقت کے آپ کے سکونِ قلبی کی
 دل سے اٹھی صدا ہے:-

رب قد أنتی من الملك وعلتی من تاویل الاحادیث فاطر السموات والارض

ابت ولہب فی الدنیا والآخرۃ قوفی مسلماً والحقی بالصالحین رب یوسف (۱۱)

ترجمہ: اے میرے رب! تو نے مجھے کچھ حکومت بھی دی ہے اور تلویلِ الاحادیث

کا مجھے علم بخشا۔ اے آسمان اور زمین کے بنانے والے تو ہی میرا دالی ہے دنیا اور

آخرت میں تو مجھے اسلام پر موت دے اور مجھے پیچھے صالحین (حضرت ابراہیم،

حضرت اسمعیل اور حضرت یعقوب) کے ساتھ ملا دے۔

جب دوسرا بھائی بھی مصر رہ گیا تو آپ نے بیٹوں کو پھر ان کی تلاش میں بھیجا:-

یا بغی اذہبوا فتمسوا من یوسف واخبروا لانا یسوا من یسج اللہ رب یوسف (۱۲)

ترجمہ: اے میرے بیٹو! جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کی تلاش کرو اور اللہ کی رحمت

سے نوا امید نہ ہو۔

ان حالات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت یعقوب نے اس بات کا یقین نہ کیا تھا کہ یوسف کو مجھڑ یا کھا گیا ہے اور وہ اللہ کے حضور پوری امید سے تھے کہ ایک دن یوسف سے پھر ملنا ہوگا۔

بھائیوں کی حضرت یوسف کے سامنے آخری پیشگی

حضرت یوسف کے بھائی پھر قحط کے نام سے مدد طلب کرنے گئے۔ ان کا خیال ہوگا شاید بنیامین کو لینے میں وہ کامیاب ہو جائیں۔ اب کی بار حضرت یوسف نے بات کھول دی اور اپنے آپ کو ظاہر کر دیا۔

قال هل علمتم ما فعلتم بيوسف واخيه اذ انتم جاهلون قالوا انك لانت يوسف قال اما يوسف وهذا اخي قد من الله علينا انه من يتق ويصبر فان الله لا يضيع اجر المحسنين قالوا تالله لقد اشركت الله علينا وان كنا لخاطئين قال لا تثريب عليكم اليوم يغفر الله لكم و هو الرحيم
اذ هو بالقاصي هذا قال لقوه على وجهه اجب يا ابت بصيرل وانوني
باهلكم اجمعين (پہلے یوسف ۹۰)

ترجمہ: آپ نے کہا کیا تمہیں یاد ہے کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا جب تمہیں سمجھ نہ تھی انہوں نے (اب کچھ پہچانا اور) کہا تو یوسف ہی ہے، آپ نے کہا ہاں میں ہی یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا۔ بے شک جو ڈرتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ ان بھائیوں نے کہا بخدا اللہ تعالیٰ نے بے شک تجھے ہم پر بزرگی دی اور بیشک ہم خطا کار تھے آپ نے کہا آج تم پر کوئی الزام نہیں، اللہ تعالیٰ تمہیں صاف فرمائے اور وہ سب سے زیادہ مہربان ہے۔ یہ کہنا میرا لے جاؤ اور اسے میرے والد کے منہ پر ڈال دو اس کی نیسا بے ہوش آنے لگی اور اپنے سب کنبے کو لے کر میرے پاس آؤ۔

حضرت شعیب علیہ السلام

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بعد سرکاری وجہ کے بغیر حضرت موسیٰ علیہ السلام ہوتے ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے باہن حضرت شعیب علیہ السلام کا زمانہ ہے۔ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل بزرگوار ہیں سے تھے۔

حضرت شعیب کی بعثت مدین میں ہوئی۔ اہل مدین شہری لوگ تھے اور اصحاب الایکہ و جنگل بن اور درختوں کے جہنم کے معنی میں، مضافات کے دیہات کے لوگ تھے۔ مدین حجاز کے شمال مغرب اور فلسطین کے جنوب میں بحر احمر اور صلیح عقبہ کے کنارے پر واقع تھا۔ عوب کے قافلے مصر اور شام کے سفر میں ان بستوں کے پاس سے گزرتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بھی یہاں چند سال قیام رہا۔

فلینت سنین فی اہل مدین ثم جئت علی قدر ما وصی واصطعنتک لغضی .

(پلٹ نظر آیت ۴۰)

ترجمہ پھر تو مدین والوں میں کئی برس رہا پھر تو تقدیر سے یہاں آ نکلا اور میں نے اپنے لیے چن لیا۔

مدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام تھا اور حضرت شعیب علیہ السلام اپنی اہل مدین میں سے تھے۔

طالی مدین انھام شعیبا قال یقوم اعبدا واللہ ما لکم من الہ غیرہ (پلٹ سورہ ۸۴)
ترجمہ اور تم قوم مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو اس نے کہا کہ میری قوم عبادت کرو کیونکہ تمہاری اس کے سوا کوئی اور نہیں
دعوت تو حید کے ساتھ حضرت شعیب کی دوسری بڑی دعوت یہ تھی کہ ناپ اور تول میں کمی یا زیادتی نہ کرو۔ معاملات ٹھیک ٹھیک رکھو۔ آپ کی قوم نے آپ کو بھلا یا اللہ تعالیٰ نے جس میں اس کی
نہران الفاظ میں دی ہے۔

کتاب اصحاب الایکة المرسلین اند قتل لہم شعیب الاثقون۔ (پہلے اشعار ۷۶)
 ترجمہ: اصحاب ایک نے پیغمبروں کو جھٹلایا جیب کہا ان کو شعیب نے تم خدائے
 کیوں نہیں ڈرتے۔

قرآن نے یہاں ایک پیغمبر کے جھٹلانے کو سب پیغمبروں کے جھٹلانا کہا ہے۔ معلوم ہوا ایمان
 ایک بیحد حقیقت ہے۔ ہو گا تو پورا دوزخ کچھ بھی نہیں، اس کی کوئی اندرونی تقسیم نہیں، اسی طرح ایک
 دائرہ پیغمبروں کا جو پیغمبر نہ ہو اسے پیغمبر بتانا) بھی سب پیغمبروں کو جھٹلانا ہے۔ صاف انبیاء میں کسی کو لانا
 یا صاف انبیاء میں سے کسی کو جھٹلانا یہ جمع و تفریق دونوں کفر ہیں۔

حضرت شعیب نے اپنی قوم کو دعوتِ توحید دینے کے بعد فرمایا :-

ادع الیکل ولا تکوا من المخرورین و ذنوا بالسطاس المستقیم ولا تبجسوا
 الناس اشیاء ہر ولا تغتوا فی الارض مفسدین۔ (پہلے اشعار ۱۸۲)
 ترجمہ: پیمانہ پورا بھگ کر دو اور کم دینے والے نہ ہو اور صریح ترازو سے تولا کر دو
 اور لوگوں کو خلیب چیزیں نہ دو اور نہ زمین میں فساد کتے پھرو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اس کہہ اور رضی پر فساد کا موجب شرک کے بعد یہ ناپ تول کی کمی
 معاہدت کی ترقی اور لوگوں کو دھوکے سے غلط چیزیں دینا ہے۔ یہ ظلم اور نا انصافی حقیقت میں
 فساد فی الارض ہے۔

اب بیانے اس کے کہ قوم حضرت شعیب کی اس صیحت سے بہن لیتے۔ اُننا کہنے لگے کہ یہ تو
 بشر ہے یہ کیسے رسول ہو سکتا ہے؟ انہوں نے بشریت اور رسالت میں توفیقی کا عقیدہ بنا لیا اور
 کہہ لگے کہ کیا کہ آپ بوجہ انسان ہونے کے رسول ہرگز نہیں ہو سکتے اور پھر انہیں کہا :-

تاسقط علینا کسفان السماء ان کنت من الصادقین۔ (پہلے اشعار ۱۸۷)
 ترجمہ: جو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گراوے اگر تو واقعی (دعویٰ نبوت میں) سچا ہے۔

پھر جب قوم نے جھٹلایا تو ان پر سائبان والے دن عذاب اُترا اور وہ واقعی بڑے دن

کا عذاب تھا :-

فَلذَٰبُوا فِيهَا خَالِدِينَ عَذَابُ يَوْمِ الظَّلَاةِ إِنَّهُ كَانَ عَذَابٌ يَوْمٍ عَظِيمٍ۔ (پہلا آیت ۱۸۹)

یہ عذاب کس شکل میں آیا سورہ اعراف آیت ۹۱ میں ہے :-

فَاخَذَهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جِثْمِينَ۔ (پہلا آیت ۹۱)

ترجمہ: پھر انہیں زلزلے نے آپکڑا۔ اب صبح کو وہ اپنے گھر میں (دندھے) پڑے ہوئے تھے۔

یہ دوسرا عذاب آگ کا عذاب تھا آگ کس طرح برسی مفسرین نے اسے بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ عذاب یوم الظلۃ سے یہی عذاب مراد ہے۔ سابقین کی طرح برسی آیا اس سے آگ برسی، نیچے سے زمین کو بھر پھال آیا اور سخت ہوناک اور لڑائی اس طرح سب قوم تباہ ہو گئی۔ متعدد آیات کے معنی کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان پر ظلمہ صبح اور رات تین طرح کے عذاب آئے۔ اول بادل نے سایہ کر دیا جس میں آگ کے شعلے اور جگاریاں تھیں، پھر آسمان سے سخت ہوناک اور جگاریاں اور لڑائی اور نیچے سے زلزلہ آیا۔ (دراہن کثیری)

ایک قابل غور تاریخی مسئلہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک قبلی کے قتل کے بعد مصر سے مدین چلے آئے تھے مدین خزرج کی ملداری میں نہ تھا۔ وہاں آپ ایک کنوئیں پر آسکے۔ وہاں ایک شیخ کبیر کی دو لڑکیاں اپنے مریضوں کو پانی لانے کے انتظار میں کھڑی تھیں، حضرت موسیٰ اس شیخ کبیر کے پاس پہنچے اور وہاں کئی سال رہے یہ شیخ کبیر حضرت شعیب تھے یا کوئی اور اس میں مؤرخین کو اختلاف ہے، شہر بہت پر ہے کہ حضرت شعیب ہی تھے۔

۱۰۔ اگر کوئی شعیب آئے میتر شہابی سے لکھی دو قدم ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام

حضرت یعقوب علیہ السلام مہر آنے کے بعد تیس سال حضرت یوسف کے ساتھ رہے۔ آپ کی وفات کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام ۲۳ سال کا بچہ بن کر بیت المقدس اور مصر میں وفات پائی۔ حضرت یوسف کے بعد نبوت حضرت یعقوب کے دو بیٹوں کے خاندانوں میں چلی۔ لاوی بن یعقوب کے خاندان میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون ہوئے۔ اور یہود ابن یعقوب کے خاندان میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان ہوئے۔ تاہم یہ سب انبیاء حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہونے کے ناطے انبیاء بنی اسرائیل میں شمار ہوتے ہیں۔

حضرت موسیٰ کے والد عمران بن قادم حضرت یعقوب علیہ السلام کے پڑپوتے اور لاوی بن یعقوب کے پوتے تھے۔ عمران دو تاریخی شخصیتوں کا نام ہے۔ حضرت موسیٰ کے والد کا نام اور حضرت عیسیٰ کے نانا کا نام۔ حضرت مریم انہی کی بیٹی تھیں۔ دونوں عمراتوں کے درمیان ہزار سے زیادہ سالوں کا فاصلہ ہے۔

مصر میں بنو اسرائیل کی حیثیت

بنو اسرائیل حضرت یوسف کے زمانے سے ہی مصر میں آباد ہو گئے تھے۔ حضرت یوسف نے اپنا جائزہ بنو اسرائیلیوں میں سے نہ بنایا اور حکومت پھر مصریوں کے پاس چلی گئی۔ حضرت موسیٰ کے دور میں حکومت مصریوں کی تھی اور فرعون نے مصر میں رہنے والے اسرائیلیوں کو غلام بنادیا تھا۔ حضرت موسیٰ جس فرعون کے گھر چلے اس کا نام ولید بن مصعب تھا۔ ولید کو علم نہ تھا کہ جو بچہ اس کے ہاں پل رہا ہے وہ اسرائیلی ہے۔ اسے صرف آنا علم تھا کہ اسے ایک اسرائیلی عورت دودھ پلا رہی ہے۔

مصر میں اسرائیلیوں کے آنے سے دین ابراہیم کا یہاں خاصا تقاضا ہو چکا تھا۔ اسرائیلی

علقوں میں یہ بات عام تھی کہ آئینہ اسرائیلی نبیوں میں بادشاہ بھی ہوں گے۔ اس سے مصریوں کو ہر وقت فرنگکار ہتا کہ معلوم نہیں وہ وقت کب آجائے۔ اس نظر سے بچنے کے لیے مصریوں نے قانون بنایا کہ بنی اسرائیل میں جوڑے کے پیدا ہوں انہیں قتل دیا جائے کرے۔ کیونکہ انبیاء ہمیشہ مردوں میں سے ہی ہوتے ہیں۔ حضرت موسیٰ اس وقت پیدا ہوئے جب مصر میں بنی اسرائیل کے لیے قتل و لاد کا نازن سختی کے ساتھ نافذ کیا تھا۔ حضرت موسیٰ کی والدہ (یو کا بد) کو جب حضرت موسیٰ کا محل ٹھہرا تو اس وقت سے وہ خامی حیران رہنے لگیں کہ لڑکا پیدا ہوا تو وہ فرعون کا شکار ہوگا۔ گریا ابھی آپ پیدا بھی نہ ہوئے تھے کہ یہ امتحان کی گھڑی آ پہنچی۔

فرجعناك الى امك كي قدر عينها ولا تمننن و قتلت نفسا فنحنيتك من الغدر
وقتلتك فتوتا. (پہلا طہ: ۴۰)

ترجمہ: پھر پہنچا دیا ہم نے تجھے تیری ماں کے پاس کہ ٹھنڈی رہے اس کی آنکھ
اور وہ غم نہ کھائے اور تو نے مار ڈالا ایک شخص کو پھر ہم نے تجھے اس غم سے
نجات دی اور ہم نے تجھے کئی طرح پر آزمائش میں ڈالا۔

حضرت سعید بن جبیر نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اس آیت کے تفسیر کی ہے وقتناک فتوتا
کا مطلب پوچھا۔ آپ نے انہیں اگلے دن کا وقت دیا۔ وہ اگلے دن آئے تو آپ نے ایک عریل حدیث
بیان فرمائی جسے امام نسائی نے سن کر بکری ہمد ۶ ص ۳۹۶ سے ۳۹۷ تک روایت کیا ہے اور آخیں کہا
ہے۔ رفع ابن عباس هذا الحديث الى النبي وصدق ذلك عندى. اس میں آپ نے حضرت موسیٰ پر
آلے دل سے وہ مرحلے ذکر کیے ہیں جب آپ پر آزمائش کی گھڑیاں آتی رہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کو بچاتے
رہے۔ قتل سے بچ کر خود فرعون کے گھر ٹپا پہلا مرحلہ تھا۔

حضرت موسیٰ کے ہاتھوں قحطی کا قتل اور آپ کا مدین چلا جانا

آپ کہیں گزر رہے تھے کہ راستے میں ایک قبیل اور اسرائیلی کو لڑتے ہوئے پایا۔ اس میں

قبلی زیادتی پر تھا۔ آپ نے اسے ایک مٹکا لگایا۔ آپ کو علم نہ تھا کہ یہ اس شخص سے مر جائے گا۔ جو لوگ انبیاء کے علم غیب کے قائل ہیں وہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ نے جان بوجھ کر ایک بے گناہ کو قتل کیا۔ حضرت مر سے اس سانحہ سے گہرا کہہ دین چلے گئے اور وہ ان کو کئی سال حضرت ثیب علیہ السلام کے ہاں گزارے۔ یہیں ان کی شادی ہوئی اور انہیں نبوت ملی۔ پھر حکم ہوا کہ مصر جائیں اور فرعون کو میرے نام کی آواز دیں۔ حضرت موسیٰ نے دعا کی، اے اللہ! میرے بھائی ہارون کو بھی میرے ساتھ شریک فرما۔

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون فرعون کے دربار میں

پہلے سورہ ظہر میں اذہب الی فرعون انه طغی (آیت ۴۴) سے لے کر فالق السحورہ سجداً قالوا ائتنا رب ہادین وہی سنی (آیت ۶۰) تک اس معرکے کا بیان ہے۔ اس میں فرعون سے مناظرہ اور جادو گروں سے مقابلہ مذکور ہے۔ حضرت موسیٰ کے عصا کے سانپ بننے کا بھی ذکر ہے۔ فرعون کو شکست دینے کے بعد آپ بنو اسرائیل کو لے کر مصر سے نکلے آئے اور فرعون نے پیچھے سے تعاقب کیا۔

فاتبعہم فرعون بجنودہ فغشیہم من الیوم ما غشیہم (پہلا ظہر ۷۸)

ترجمہ: پس فرعون نے اپنے لشکروں سمیت اسرائیلیوں کا تعاقب کیا۔ پھر فرعونوں کو (دریا میں) ڈھانپ لیا جس نے بھی ڈھانپ لیا۔

بنو اسرائیل بجز قلزم کو عبور کر کے ایک بیابان میں

اسرائیلیوں کی تعداد چھ لاکھ کے قریب تھی۔ یہ دریا پار کر کے ایک بیابان میں اترے۔ یہ وادی سینا تھی یہیں حضرت موسیٰ کے لائٹی مارنے سے پانی کے بارہ چشمے جاری ہوئے۔ یہیں ان پر بادلوں نے سایہ کیا۔ یہیں ان کے کھانے کے لیے من و سلویٰ اُترے۔ اور یہ وادی تیاران کے

لیے جنت کا نذر بن گئی۔

مگر بہت سے کمزور پھر بزیوں کی طلب پر آگئے اور چاکہ زمین سے پیڑا اور سرراگائیں اٹھانا نے اعلیٰ خوراک کرا دینی سے بد بنا چاہا۔ حضرت موسیٰ سے یہیں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کوہ طور پر تیس راتوں کے لیے بلایا۔ آپ نے وہاں تیس راتوں کا اعتکاف کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے ایک چمڑا کر دیا چالیس راتوں کے بعد آپ کو توریت لکھی ہوئی پتھروں میں کندہ دی گئی۔

حضرت موسیٰ کی عدم موجودگی میں حضرت ہارون بنی اسرائیل پر ننگاں رہے اسی دوران وہ بچپڑے کی پوجا کا واقعہ پیش آیا حضرت موسیٰ واپس ہونے تو قوم کو اس حال میں دیکھ کر آپ بہت ناراض ہوئے۔

بیابان سے فلسطین جانے کی دعوت

اس بیابان سے فلسطین جو حضرت یعقوب علیہ السلام کا اصل وطن تھا زیادہ فاصلے پر نہ تھا۔ ان دنوں اس پر عمارت قابض ہو چکے تھے۔ حضرت موسیٰ نے اسرائیلیوں کو ان کے ساتھ جنگ لڑنے کے لیے کہا مگر یہ تیار نہ ہوئے اور وہ ارض مقدس ان سے چالیس سال روک دی گئی اور وہ اسی امدادی میں سرگرداں رہے۔ یہاں تک کہ حضرت ہارون علیہ السلام اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات بھی اسی علاقے میں ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آپ کے جانشین یوشع بن نون ہوئے۔ جو حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ ابن جریر طبری کے بیان کے مطابق پھر ان کے جانشین حضرت حزقیل ہوئے۔

بڑا اسرائیل تو اسحاق کا فلسطین آئے تھے لیکن ان لوگوں نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے ساتھ جو سلوک کیا وہ اس قوم کی سرنے کی محبت عدم جرات و ہمت اور قناعت پر مسکنت و ذلت کے باعث تھا اور دنیا اب تک اس قوم کے غم و خال کا مشاہدہ کر رہی ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام

حضرت شموئیل علیہ السلام کے عہد میں بنو اسرائیل کو جہاد کا شوق ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت طاوت کو ان کا سربراہ بنا دیا۔ حضرت طاوت کی سرکردگی میں داؤد ایک بہت بہادر اور جری سپاہی تھے۔ بڑی بے جگری سے لڑے اور انہوں نے طاوت کو قتل کیا۔ اس پر پورے بنی اسرائیل میں ان کی قوت و شجاعت کے تذکرے ہونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو پھر نبوت بھی عطا کی اور انہیں اس لقب سے نوازا جو ابتداءً آفرینش میں حضرت آدم کے لیے تجویز ہوا تھا۔

یاد آؤد انا جعلناک خلیفة فی الارض فا حکم بین الناس بالمحق (پہلے ص ۲۶)
ترجمہ۔ اے داؤد ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے سو تو لوگوں میں سچائی کے فیصلے کر۔

آپ پہلے پیغمبر ہیں جنہوں میں نبوت اور حکومت دونوں منتیں جمع ہوئیں اور جو حکمت شریف آدم میں مخفی تھی حضرت آدم پر آشکارا ہوئی۔ قرآن کریم میں ہے۔

واذ کو عبدنا داؤد ذا الاید اثنا اواب انا سخننا الجبال معہ یسبحن
بالحق والامشراق والظلم مشورہ کل له اواب وشدہ ناملکہ و
انیناہ الملکة وفضل الخطاب. (پہلے ص ۲۰)

ترجمہ۔ اور آپ یاد کریں ہمارے بندے داؤد علیہ السلام کو وہ قوت والے بھی تھے اور اللہ کی طرف رجوع لانے بھی تھے ہم نے پہاڑ بھی ان کے تابع کر دیئے جو آپ کے ساتھ مذاکی پاکی بولتے تھے صبح شام اور آٹھتے جانور جمع ہو کر آپ کے ساتھ مذاکی طرف جھکتے ہم نے اسے تدبیر کرنے والی حکمت اور فیصلہ کرنے والی بات عطا کی۔

یہ فضل الخطاب کوئی معمولی قسم کا اعزاز نہیں۔ یہ وہ زبردست قوت ہے جو کمزوروں کو ان کا

حق دلاتی ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد کو یہ نعمتیں عطا فرمائیں اور آپ کے خاندان میں سلطنت اور
نبوت جمع ہوئیں، حضرت سلیمان علیہ السلام آپ کے بیٹے اور وارث تھے۔

حضرت داؤد حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے سیر و اکی اولاد میں سے تھے، آپ کو اللہ
تعالیٰ نے وہ لجن عطا فرمایا تھا کہ جب اللہ کی یاد میں زبور پڑھتے تھے تو دریا کا چلتا ہوا پانی ٹرک
جاتا۔

حضرت داؤد کی حدود سلطنت

شام عراق فلسطین شرق اردن کے بیشتر علاقے آپ کی مملداری میں تھے، اللہ تعالیٰ
نے آپ کو حکومت، حکمت اور علم سے نوازا تھا، قرآن کریم میں ہے :-

اتاه الله الملك والحكمة وعلمه مما يشاء. (پہا، البقرہ ۲۵۱)

ترجمہ: اللہ نے آپ کو بادشاہی دی اور حکمت دی اور اسے علم دیا جو اس نے چاہا۔

صحابہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی تلاوت قرآن شہی پڑشوک تھی، اس پر حضور نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ابو موسیٰ کو لجن داؤد عطا فرمایا ہے۔ (رواہ عبد الرزاق جلد ۴)

حضرت داؤد کی زبان پر زبور کا ختم عجیب اعزازی شان رکھتا تھا، آپ جب گھوڑے پر

زمین گئے تو شروع کرتے اور جب کس لیتے تو زبور ختم ہو چکی ہوتی۔

قال النبي صلى الله عليه وسلم خفف عن داؤد القرآن فكان يأمر بدوابه

فتسبح فقيرا القرآن قبل ان تسبح حوابه بله

ترجمہ: آنحضرت نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد پر زبور کا پڑھنا آسان فرمادیا

تھا آپ اسے گھوڑوں کے بارے میں اپنی کسے کا حکم دیتے اور اس دوران

میں زبور کو پڑھ لیتے۔

زبور کس نوع کی کتاب ہے

زبور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا۔ تسبیح الہی اور تحمید باری تعالیٰ کا ایک دگلداز مرتع تھا۔ کچھ اس میں اخبار غیبیہ بھی تھیں۔

ولقد كتبنا في الزبور من بعد الذکر ان الارض يرثها عبادي الصالحون.

(پک (الانبیاء ۱۰۵)

ترجمہ۔ اور ہم نے زبور میں بھی تورات کے بعد لکھ دیا تھا کہ اس ارض مقدس کو وہ لوگ اپنے قبضے میں لیں گے جو نیک ہوں گے۔

تاہم شریعت اور قانون کے طور پر تورات کے احکام ہی چلتے تھے۔ اسرائیلی انبیاء ہی اسی کے مطابق فیصلے دیتے تھے۔

انا انزلنا التوراة فيها هدى ونور يحكم بها النبيون الذين اسلموا

للذين هادوا۔ (پک المائدہ)

ترجمہ۔ جسے ہم نے تورات نازل کی اس میں نور اور ہدایت تھی آگے آئیوں نے بنی اسرائیل اس کے مطابق فیصلے کرتے رہے ان لوگوں کے لیے جو ان کے تھے۔

حضرت داؤد کے علم کی شان

حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ وہ بیت المال پر بوجہ نہ بنیں۔ اپنے ہاتھ سے اپنی روزی کمائیں۔ علامہ عینی لکھتے ہیں کہ حضرت داؤد کی اس خواہش کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح پورا فرمایا کہ ان کے ہاتھ میں روپے کو نرم کر دیا جب وہ کوئی چیز روپے سے بنانا چاہتے تو بغیر دوسرے آلات اور اوزار کے جس طرح چاہتے فریاد کو ڈھال لیتے اور وہ ان کے ہاتھ میں آتے ہی موم کی طرح نرم ہو جاتا۔ یہ اسپکی ایک عجیب شان اعجاز تھی۔ قرآن کریم میں ہے۔

والناله الحديد ان اعل ما بغضات وقد رقى السرد واعلوا صلحا اني بما تغلقون

بصير. (پہا اسبا ۱۱)

ترجمہ۔ اور نرم کر دیا ہم نے اس کے آگے لوہے کے بنائیں درہیں کشادہ اور اندازے سے جوڑیں کڑیاں۔ اور کر دو تم سب کام مہلا میں جو کچھ تم کہتے ہو میں دیکھ رہا ہوں۔
وعلناہ صنعة لبوس لکم لتصنکم من باسکم فهل انتم شاکرون. (پہا اسبا ۸۰)
ترجمہ۔ اور ہم نے سکھایا اس کو تمہارا لباس بنانا جو تمہارا لڑائی میں بچاؤ کرے اور کیا تم شکر کرتے ہو۔

یہ فن اور علم اس صنعت کے علاوہ تھا جس کے مطابق پہاڑ اور پرندے سب آپ کے ساتھ مل کر تسبیح کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دے رکھا تھا۔

يا جبال اوجب معه والطير. (پہا اسبا ۱۰)

ترجمہ۔ پہاڑ اور لے آؤ تھے جانور خوش آواز ہی سے پڑھو تم اس کے ساتھ۔

حضرت داؤد کے فضل خصوصیات

① ایک شخص کی بچیاں دوسرے کے پڑے کھیت کو چرتی تیں۔ مدعا علیہ نے اس کا اقرار کر لیا لہٰذا بھرے کھیت اور بچیوں کی قیمت برابر برابر ٹھہرتی تھی۔ آپ نے فیصلہ دیا کہ یہ بچیاں اب اس کے حوالے کر دی جائیں۔ آپ کے بیٹے حضرت سلیمان نے مشورہ دیا کہ مدعا علیہ کا تمام ریوڑ عارضی طور پر مدعی کے سپرد کیا جائے تاکہ وہ اس کے دودھ اور اون سے فائدہ اٹھائے اور مدعا علیہ اس دوران اس کے کھیت میں کام کرے۔ جب کھیت کی پیداوار اپنی اصلی حالت پر آجائے تو کھیت اپنے مالک کے پاس اور بچیوں کا ریوڑ اپنے مالک کے پاس چلا جائے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس تجویز کو پسند کیا اور اس کے مطابق فیصلہ دیا۔

② دوسرا مقدمہ ایک عجیب صورت میں پیش آیا۔ دو شخص اچانک آپ کے محراب اتمکاف میں

میں داخل ہو گئے۔ آپ حیران ہو گئے کہ یہ یہاں کیسے چلے آئے؟ ایک نے بات شروع کر دی کہ میرے اس بھائی کی ننانوے دُنیاں ہیں اور میری صرف ایک — یہ مجھ سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ ایک بھی میں اس کو سے دوں تاکہ اس کی تو سو پوری ہو جائیں اور یہ گفتگو میں مجھ پر غالب آ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اس نے تیری دُنیا کا تجھ سے مطالبہ کہے تجھ پر ظلم کیا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ تلّٰیٰ کرنا تھوہنے والے اکثر اپنے ساتھیوں پر اسی طرح کی زیادتیاں کرتے ہیں بس وہی لوگ اس سے بچے ہوتے ہیں جو ایمان رکھتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں اور ایسے لوگ بہت کم ہیں حضرت داؤد علیہ السلام نے اس عمل کو دنیا کی عام بے انصافی اور ایک عالمی قدری قرار دیا۔ آپ نے فرمایا۔

لقد ظلمك بِسؤالِ نَصَبِكَ اَلِى نَعاِجِه ما وَا ن كَثيرًا مَن الخَطَا ء
لَيَبغُو بعضَهُم عَلى بعضِ الا لَّذِي ن اَمَنُوا وَا عملُوا الصّالِحَاتِ وَا قَلِي لِمَا
هَمَطُوا وَا ظَن دَاوُدُ اَتَمَّا خَفَتَا ه فَا سَتَفَر رَّبَّهُ وَا خَرَزَا كَعَا وَا مَاب ه
فَغَفَرْنَا ه ذَلِك وَا ن لَه عِنْدَنَا لَ لِق وَا حَسَن مَاب. (پہلا ص)

ترجمہ: بے شک اُس نے تجھ سے تیری دُنیا مانگ کر کہ وہ اُسے اپنی دُنیوں میں ملا لے ایک ظلم کیا ہے اور بے شک اکثر شرکار کا اس طرح ایک دورے پر زیادتی کر جاتے ہیں مگر وہ جو یقین رکھتے ہیں (آخرت پر) اور کام کیے انہوں نے نیک اور ایسے لوگ بہت کم ہیں۔

قرآن کریم میں ہے اس وقت داؤد کو خیال آیا کہ ہم نے اسے آزمائش میں ڈالا ہے سو اس نے اسی وقت استغفار کیا اور سجدے میں گر پڑے اور وہ رجوع لایا اللہ کی طرف۔ پھر ہم نے معاف کر دیا اس کو وہ کام ط اور بے شک اس کے لیے ہمارے ملائے ایک مرتبہ قرب ہے اور ایک اچھا ٹھکانہ۔

حضرت داؤد علیہ السلام پر ابتلاء کی گھڑی

وہ نقطہ ابتلاء کیا تھا جس میں حضرت داؤد علیہ السلام خداوندی جانچ میں آئے؟

اس پر مفسرین نے بہت کچھ اظہارِ خیال کیا ہے۔ بعض نے اس کی تفسیر میں اور یا کا تفسیر بھی لکھ دیا ہے۔ حافظ ابن کثیر اسے تسلیم نہیں کرتے۔ اس میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تقریر بلا کسی تکلف کے سب سے احسن ہے۔ آپ لکھتے ہیں :-

ہمارے نزدیک اصل بات وہ ہے جو ابن عباسؓ سے منقول ہے۔ یعنی داؤد علیہ السلام کو یہ ابتلاء ایک طرح کے اعجاب کی بنا پر پیش آیا۔ عورت یہ ہوئی کہ داؤد علیہ السلام نے بازگواہ ایزدی میں عرض کیا کہ :-

اے پروردگار! رات اور دن میں کوئی ساعت ایسی نہیں جس میں داؤد نے گھرانے کا کوئی نہ کوئی فرد تیری عبادت یعنی نماز یا تسبیح و تکبیر میں مشغول نہ رہتا ہو۔

یہ اس نے کہا کہ انہوں نے روز و شب کے جو میں گھنٹے اپنے گھر والوں میں نوبت بہ نوبت تسلیم کر رکھے تھے تاکہ ان کا عبادت خانہ کسی وقت عبادت سے خالی نہ رہنے پائے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ آئی۔ ارشاد ہوا کہ داؤد یہ سب کچھ ہماری توفیق سے ہے اگر میری مدد نہ ہو تو اس بات پر قدرت نہیں پاسکتا۔ قسم ہے مجھے اپنے جلال کی میں تجھ کو ایک روز تیرے نفس کے سپرد کردوں گا یعنی میں اپنی مدد ہٹا لوں گا۔ دیکھیں اس وقت تو کہاں اپنی عبادت میں مشغول رہ سکتا ہے اور اپنا انتظام قائم رکھ سکتا ہے۔

داؤد علیہ السلام نے عرض کی کہ اے پروردگار مجھے اس دن کی خبر کر دیجئے بس اسی دن فتنہ میں مبتلا ہو گئے۔ یہ روایت بتلاتی ہے کہ فتنہ کی نوعیت صرف اسی قدر ہوئی چاہیے کہ جس وقت داؤد عبادت میں مشغول ہوں باوجود پوری کوشش کے مشغول نہ رہ سکیں اور اپنا انتظام قائم نہ رکھ سکیں

۱۔ اخرج هذا الاثر الحاكم في المستدرک وقال صحیح الاسناد و اقربہ الذہبی فی التلخیص۔ نقلہ العلامة
العثماني في تفسیره ص ۵۷۹

چنانچہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ کس بے قاعدہ اور غیر معمولی طریقہ سے چند اشخاص نے اچانک عبادت خانہ میں داخل ہو کر حضرت داؤد کو گھبرا دیا اور انہیں ان کے شغل خاص (عبادت) سے ہٹا کر اپنے جھگڑے کی طرف متوجہ کر لیا۔ بڑے بڑے پہرے اور استقامات ان کو داؤد کے پاس پہنچنے سے نہ روک سکے۔ تب داؤد کو خیال ہوا کہ اللہ نے میرے اس دعوے کی وجہ سے مجھے اس فتنہ میں مبتلا کیا۔

حضرت حنفائی؟ فرماتے ہیں میرے نزدیک آیت کی بے تکلف تفسیر یہی ہے۔ رجا اور یا کا قصہ یا اس جیسے اور دوسرے قصے ان میں اصل بات دیکھنے کی یہ ہے کہ کیا یہ قصے واقعی شانِ نبوت سے لگا کھاتے ہیں اگر نہیں تو کوئی بات گو اسنادِ اصحیح ہی کیوں نہ ہو اگر شانِ نبوت سے منکر تھی ہے تو ہم شانِ نبوت کو اصلاً قائم سمجھیں گے اور اس روایت کو کسی علت یا شدہ و ذر پر محمول کریں گے۔

حافظ ابن کثیر؟ (۵۷۷، ۵۷۸) اس مقام پر لکھتے ہیں۔

قد رويت هذه القصة مطولة عن جماعة من السلف رضي الله عنهم
.... وكلها متلفاة من قصص اهل الكتاب.

ترجمہ۔ یہ لہذا قصہ سلف کی ایک جماعت سے مروی ہے لیکن یہ سب روایات اہل کتاب کے قصوں سے لی گئی ہیں۔

حضرت داؤد حضرت یعقوب کے ایک سلسلہ سے

حضرت یعقوب علیہ السلام سے آگے نبوت کسی ایک سلسلہ میں نہ چلی تھی۔ حضرت یوسف کے بعد ان کے بیٹوں میں کوئی نبی نہ ہوا تھا۔ حضرت یعقوب کے مختلف بیٹوں سے سلسلہ نبوت چلتا رہا۔ داؤد علیہ السلام یہود ابن یعقوب کی اولاد میں سے تھے جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام لاوی بن یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک معرکہ میں جالوت کو قتل کیا اور طاوت نے اپنی آدمی سلطنت

حضرت داؤد کو دے دی، پھر کچھ وقت گزرنے پر آپ پوری سلطنت کے مالک ہوئے بعض روایات میں ہے کہ اس کے چالیس برس بعد حضرت داؤد علیہ السلام نبوت سے سرفراز ہوئے اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑی مستحکم سلطنت عطا فرمائی۔

حضرت داؤد علیہ السلام کبھی جنگل میں نکلنے خدا کو یاد کرتے، خوفِ الہی سے روتے تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتے اور اپنی ضربِ المثل خوش آوازی سے زبور پڑھتے۔ اسکی عجیب و غریب تاثیر سے پہاڑ بھی ان کے ساتھ تسبیح پڑھنے لگتے تھے اور پرندے بھی ان کے گرد جمع ہو کر اسی طرح آواز کرتے۔ حق تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو یہ خاص بزرگی عطا فرمائی :-

ولقد اتینا داؤد منا فضلاً و یا جبال ادع جب معہ والطیر والنالہ
الحدید ان اعمل صبغتی و تقد فی السرج . (پہاڑ اسباب)

ترجمہ اور ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے فضل دیا۔ اسے پہاڑ و خوش آوازی سے پڑھو اس کے ساتھ (یہ حکم کو یہی تھا) اور ہم نے اس کے آگے لوہا دم کر دیا۔ بنا زبر میں کشادہ اور انداز سے سے جوڑان کی کڑیاں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت سلیمان علیہ السلام انہی داؤد علیہ السلام کے بیٹے اور وارث ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ہوا کو بھی مسخر کر دیا۔ ایک صبح وہ مہینے کی مسافت طے کرتی اور ایک شام بھی اسی مسافت سے چلتی۔ پھر یہی نہیں جنت بھی ان کے ماتحت کر دیئے۔ یہ پہلے پیغمبر ہیں جن کا حکم جنت پر بھی چلتا تھا۔ حضرت شیخ الاسلام کہتے ہیں :-

حضرت سلیمان علیہ السلام کا ماتحت تھا جو ہوا میں اُرتتا، ہوا اُس کو شام سے یمن اور یمن سے شام لے چلتی۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو ان کے لیے مسخر کر دیا تھا۔ ایک مہینہ کی مسافت ہوا کے ذریعہ سے آدھے دن میں طے ہوتی بلکہ قرآن کریم میں ہے :-

ولسلمان الرج عاصفة قمری بلرہ الی الارض الق بارکنا فیہا ط
 وکنا بکل شیء عالیین ومن الشیاطین من یغصون لہ ویدعوننا عملاً دون
 ذلك وکنالہم حافظین۔ (پکچر نمبر ۸۱)

ترجمہ اور سلیمان کے تابع کی ہوا۔ زور سے چلنے والی چلتی تھی اس کے حکم
 سے زمین کی طرف جہاں برکت دی ہے ہم نے۔ اور ہم کو ہر چیز کی خبر ہے
 اور تابع کیے ہم نے کتنے جن (ان کے) جو غوطہ لگاتے ان کے لیے اور بھی
 بہت سے کام بنائے اس کے سوا اور ہم نے انہیں تمام رکھا تھا۔
 حضرت شیخ الاسلام لکھتے ہیں۔

حضرت سلیمان نے دعا کی تھی۔ رب اغفر لی وھب لی ملکاً لا ینبغی لاحد
 من بعدی (پ ص ۳۵) اللہ تعالیٰ نے ہوا اور جن ان کے لیے سکھ کر دینے
 حضرت سلیمان نے ایک تخت تیار کر لیا تھا جس پر مع امیان دولت بیٹھ
 جاتے اور ضروری سامان بھی بار کر لیا جاتا پھر ہوا آتی زور سے اس کو زمین
 سے اٹھاتی پھر اوپر جا کر نرم ہوا ان کی ضرورت کے مطابق چلتی۔ جیسا کہ
 دوسری جگہ فرمایا۔ رضاء حیث اصاب (پ ص ۳۶)

قرآن نے یہاں یہ حقیقت بیان کی ہے کہ اس تخت کو زمین سے اٹھانے
 میں ہوا کا زور زیادہ لگتا اور اوپر آکر پھر اس قوت کی ضرورت نہ پڑتی۔
 کاروں تک چلنے میں پہلے گیس میں پٹرول بہت خرچ ہوتا ہے پھر اگلے
 گیسروں میں حسب تقاضا نرمی آجاتی ہے۔ ہوائی جہازوں کی لیے بھی آغاز میں
 خاصی قوت درکار ہوتی ہے۔ راکٹ کو خلا میں پہنچانے کے لیے بڑی طاقت
 کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھر وہ ایسی جگہ پہنچتا ہے جہاں کشش زمین کم ہوجاتی
 ہے۔ قرآن کریم نے اس سائنسی حقیقت کو یہاں لکھ کر رکھ دیا ہے بہت
 ممکن ہے کہ سائنسدانوں نے طیارہ اڑانے کا تصور اور پہلے شدت قوت
 کی ضرورت کی جب تک قرآن سے ہی ہوا چودہ سو سال پہلے جب سائنسی

اقتضات اس درج میں نہ تھے ہوا میں اڑنے کے لیے ہوا کے عصف و
 رغاء (شدت اور زخمی) کو اس وضاحت سے بیان کرنا قرآن کریم کے کتابت
 الہی ہونے کا ایک کھلا نشان ہے۔
 حضرت شیخ الاسلام ؒ لکھتے ہیں :-

تعجب ہے کہ آج عجیب و غریب ہوائی جہازوں کے زمانہ میں بھی بہت
 سے ذائقین اس قسم کے واقعات کا انکار کرتے ہیں، کیا یورپ جو کام ایٹم
 اور ایکٹرک پاور سے کر سکتا ہے، خدا تعالیٰ ایک پیغمبر کی خاطر اپنی قدرت سے
 نہیں کر سکتا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے عہد میں اللہ تعالیٰ کی بہت سی قدرتوں کو بے حجاب
 دیکھا، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے چار پانچ اور قصوں کو بھی بڑی
 تفصیل سے پیش کیا ہے :-

- ① ملک سبا کی خبر پانا اور وہاں سے تخت بلقیس کا چلا آنا۔
- ② چیموٹیوں کی صدر سے بات کرنا اور جانوروں کی بولیوں کو سمجھ لینا۔
- ③ جنات کے ہاتھوں بیت المقدس کی تعمیر کرانا۔
- ④ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بدن کا بعد الوفاات ریزہ ریزہ نہ ہونا۔

① ملک سبا کی خبر پانا اور ملکہ سبا کو حق کی دعوت

حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں پرندے بھی حاضر ہی دیتے تھے ایک دفعہ دربار
 لگا اور ہر بد اس میں حاضر ہو پایا اس نے باز ٹرس پر بتایا کہ وہ ملک سبا سے ایک دیدہ
 خبر لایا ہے۔ بد پر نے کہا :-

میں نے وہاں ایک عورت کو باوش ہی کرتے پایا اور اس کو ہر ایک چیز حاصل دیکھی
 اور اس کا ایک بڑا تخت دیکھا۔ میں نے اسے اور اس کی قوم کو سورج کو سجدہ کرتے پایا۔
 حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے ایک خط دیا اور کہا اسے ان لوگوں میں ڈال دے

اور اس کا جواب اُن سے لادم خط بسم اللہ الرحمن الرحیم شروع کیا گیا تھا اور اس میں کہا گیا تھا کہ کفر کی شکر ت نہ دکھاؤ اور حکم بردار ہو کر میرے سامنے آؤ۔

اللہ تعالیٰ اعطت و اذوقنی مسلیں۔ (پاپ انمل ۳۱)

ترجمہ: عذرت کرو میرے مقابلہ میں اور چلے آؤ میرے سامنے حکم بردار ہو کر۔
ملکہ نے پھر اپنی افواج سے مشورہ کیا۔ انہوں نے کہا ہم تیرے حکم پر حاضر ہیں بلکہ نے انہیں جنگ کے ہونا ک انجام کی بات کہی اور بہت سا مال اور تحفے تحائف حضرت سلیمان کی خدمت میں بھیج دیئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جواب میں کہا:-

فما اتألف الله خيراً مما اتاك حمريل انفق بحديتك قفر حون۔

(پاپ انمل ۳۲)

ترجمہ: سو جو اللہ نے مجھ کو دیا ہے بہتر ہے اس سے جو تمہیں دیا ہے۔ بلکہ تم ہی اپنے تحفے پر خوش ہو رہے ہو۔

پھر ایک روحانی قوت سے ملکہ کا تخت اس کے گرنے سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچ گیا یہ پل بھریں وہاں تخت کا پہنچ جانا بتا دیا تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس صرف مادی دولت ہی فراوان نہیں۔ آپ کا دربار روحانی قوتوں سے بھی پورا آراستہ ہے۔

جب ملکہ خود وہاں آئی تو اپنا تخت دیکھ کر حیران رہ گئی اور جب محل میں داخل ہونے لگی تو شیشے کے بنے میدان کو پانی کا حوض سمجھا۔ ملکہ نے خدائی قدرت کے ان حالات کو دیکھا۔ اسے اپنی در ماندگی اور عجز سمجھ میں آ گیا اور وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دین پر آگئی اور مانی کہ اللہ رب العزت ہی سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔

② چوٹیوں کے صدر کی بات سن کر آپ مسکرا دیئے

حضرت سلیمان کا لشکر جا رہا تھا جن میں انسان جنات اور سہو کی مخلوق سمجھی تھی جب یہ لوگ چوٹیوں کی ایک مادی میں پہنچے تو ملکہ چوٹی نے دوسریوں سے کہا۔

يا ايها القمل ادخلوا مساكنكم لا يحطمنكم سليمان وجنوده وهم

لا يشعرون۔ (پہلے النمل ۱۸)

ترجمہ۔ اے چوٹیرو! اپنے گھروں میں چلی جاؤ۔ نہ کیل ڈالے تم کو سلیمان اور ان کے لشکر اور ان کو خبر بھی نہ ہو۔

حضرت سلیمان یہ سن کر مسکرائے اور اللہ کے حضور میں کلمات شکر بجالائے اور اللہ تعالیٰ سے اس کے نیک بندوں میں داخل ہونے کی دعا کی۔ اس قصہ میں کتنے حقائق دیے گئے۔

① چوٹیرو جیسی چھوٹی مخلوق بھی ایک نظام سے چل رہی ہے اور ان کی بھی کوئی مکہ ہوتی ہے۔

② مکہ اپنے بحرہ اور اپنی بصیرت میں ان میں بڑی ہوتی ہے۔

③ اس حکم نے کہا اندیشہ ہے کہ تم روند نہ دی جاؤ۔ ایسا برا بھی تو یہ صرف بے خبری میں ہو گا۔ حضرت سلیمان (بوجہ پیغمبر ہونے کے) اور ان کے ساتھی (بوجہ صحابہ ہونے کے) جان بوجھ کر تم پر ظلم نہ کر سکیں گے۔

④ قرآن کریم پیغمبروں کو ان کے صحابہ کے جلو میں رکھتا ہے اور انہی سے آگے ان کی راہ چلتی ہے۔

لقد كان لكم اسوة في ابراهيم والذين معه۔ (پہلے الممتحنہ ۴)

ترجمہ۔ جیسا کہ تمہارے لیے ابراہیم میں اور ان کے صحابہ میں ایک نمونہ عمل ہے۔

معهد رسول الله والذين معه اشداء على الكفار وهماء بينهم۔ (پہلے فتح ۲۸)

ترجمہ۔ محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر بڑے بھاری

ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کے خیر خواہ۔

مقام عبث

چوٹیروں جیسی ادنیٰ مخلوق بھی آنا علم ضرور رکھتی ہے کہ کسی پیغمبر کے صحابی جان بوجھ کر

کسی پر زیادتی نہ کریں گے مگر انہوں نے بعض انسان اس بات کو نہ سمجھ پائے کہ حضرت عاقم النبیینؑ کے صحابی کسی دنیا طلبی میں کسی سے ملافت، غصب نہ کر سکیں گے۔

② جنات کے ہاتھوں بیت المقدس کی تعمیر

ومن الجن من يعمل بين يديه باذن ربه ما ومن يزرع منهم عن امرنا
نذقه من عذاب السعير يعملون له ما يشاء من محاريب تماثيل
وجفان كالجواب وقدور الراسيات اعلموا آل داود شكراً و
قليل من عبادي الشكور۔ (پہ سب ۱۳)

ترجمہ۔ اور جنوں میں کتنے ہی تھے جو سلیمان کے حضور اس کے پورا درکار کے افن سے کام پر لگے ہوتے تھے اور جو کوئی ان میں سے پھرے ہمارے حکم سے تو اسے ہم آگ کا عذاب چکھائیں گے وہ جن بناتے تھے ان کے لیے جو حضرت سلیمان چاہیں قلعے اور تماثيل اور بڑے بڑے لگن جیسے تالاب ہوں اور بڑی بڑی دیگیں چولہوں پر رکھی جو اپنی جگہ سے نہ ملیں۔ کام کرو اور وہ کے گھر والو احسان مان کر اور تھوڑے ہیں میرے بندوں میں احسان ماننے والے

اس سے پتہ چلا کہ جن بھی انسانوں کی طرح کام کرتے ہیں اور ان کے کام ہدایات سے بھی ملوث ہوتے تھے۔ ان کا انسانوں کے کام کو ناذن الہی سے ہونا ہے۔ ضروری نہیں کہ ان پر عامل کی توجہ بندھی رہے۔ اللہ تعالیٰ جن کے لیے جنوں سے کام لے لیں ان پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لانا ضروری ہے۔

③ حضرت سلیمان علیہ السلام کا بدن بعد الوفات بھی قائم رہا

حضرت سلیمان علیہ السلام جنوں سے بیت المقدس بنوا رہے تھے۔ انہی تکمیل نہ ہوئی تھی کہ انہیں سفر آخرت پیش آگیا۔ آپ نے اللہ کی ملاقات کو اپنے کام کی تکمیل سے مقدم جانا

اور سفر آخرت کے لیے ہاں کر دی۔ آپ اپنے عصا کے سہارے اس طرح کھڑے ہوئے کہ وزن
عصا پر رہے اور آپ گزند پائیں۔ جنات آپ کو کھڑا دیکھ کر یہی سمجھتے رہے کہ آپ زندہ ہیں اور
ان کے کام کی نگرانی کر رہے ہیں۔ وقت گزرتا گیا اور ان کے بدن میں کوئی تغیر نہ آیا یہاں تک
کہ عصا کی کڑی کو گھس لگا اور وہ نیچے گری تو آپ کا بدن بھی زمین پر آ گیا۔

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنْهُ فَأَنهَآءَهُ
فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنَّةَ أَنْ لَوْ كَانَ وَجِيعِلُونَ الْغَيْبِ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ
الْمُتَمَدِّدِ . (سورہ اسباب ۱۴)

ترجمہ پھر جب ہم نے اس پر موت کا فیصلہ کیا نہ بتلایا جنات کو اس کا سر نہ لگا
گھس کے کیڑے لے وہ اس لاش کی کو کھاتا رہا۔ پھر جب آپ گر پڑے تو جنوں
کو پتہ چلا کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو اس ذلت کی تکلیف میں نہ پڑے
رہتے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ جن علم غیب نہیں رکھتے ہاں ان کی اُڑان بہت اونچی ہے اور
مرحبت رفتار بھی اپنی جگہ حیرت افزا۔ یہ آسمانوں کے قریب ہو کر یا دنیا میں گھوم پھر کر کچھ حالات
معلوم کر لیتے ہیں۔ جو علم اس طرح حاصل ہوا سے علم غیب نہیں کہتے۔ کیونکہ اس کا کوئی نہ کوئی
سبب ہوتا ہے۔ علم غیب وہ ہے جو از خود ہو کسی کا بتایا ہوا نہ ہو۔

اس قصہ سے یہ بھی پتہ چلا کہ انبیاء کے ابدان تغیر اور گلنے مرنے سے محفوظ رہتے ہیں
اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے نبیوں کے جسموں کو کھانے۔

حضرت زکریا علیہ السلام

حضرت زکریا حضرت یحییٰ کے والد تھے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تھوڑا عرصہ پہلے
ہوئے۔ حضرت مریم کی والدہ (حنن بنت فاقذ) جب اپنی بچی کو بیت المقدس کے لیے چھوڑنے
آئیں تو حضرت زکریا علیہ السلام اس وقت بیت المقدس کے خدمت گزاروں میں سے تھے
اور حضرت مریم کے وہی کنیل بنے۔

تقبلها بقبول حسن وابتها نبأنا حسنا وكتفلها ذكروا طمكلا دخل
عليها ذكروا المحراب وجد عندها رزقا قال يا مريم انك هذا
قالت هو من عند الله ان الله يرزق من يشاء بغير حساب۔

(پل آں عمران ۳۷)

ترجمہ پھر قبول کر لیا مریم کو اسس کے رب نے اچھا قبول کیا اور بڑھایا
اسے اچھا بڑھانا اور سپرد کی وہ ذکر یا کو جس وقت ذکر یا اس کے پاس
محراب میں آئے تو پاتے اس کے پاس کچھ (ضلاف موسم) کھا رہے تھے
کہا اسے مریم! یہ کہاں سے؟ مریم نے کہا یہ اللہ کے پاس سے آتا ہے اللہ
تعالیٰ جسے چاہتے ہیں بغیر حساب کے دیتے ہیں۔

یہاں بغیر حساب سے مراد بغیر اسباب عادیہ ہے محض اپنی قدرت کے اظہار سے
یہ ضلاف موسم نقشہ دیکھ کر حضرت ذکر یا نے بھی اللہ تعالیٰ سے ضلاف موسم ایک طلب کی —
بڑھا پے میں جوانی کا پھل چاہا۔ بیٹا مانگا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی وہ دعا قبول کر لی۔ ان کی اہلیہ
کو بڑھا پے میں جننے کے لائق کر دیا اور حضرت ذکر یا کو بھی کا نام کا بیٹا دیا۔
حضرت ذکر یا نے خدا سے نشان چاہا کہ بچہ کب سے اپنی منزل میں آ لگا ہے۔ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا کہ تم کسی سے تین رات کلام نہ کر سکو گے۔۔

قال رب اجعل آية ط قال آيتك الا تكلم الناس مثلث ليال سويا۔

(پل مریم ۱۲)

ترجمہ عرض کی اے میرے رب! مجھے کوئی نشانی دے۔ فرمایا تیری نشانی یہ
ہے کہ تو تین رات دن لوگوں سے کلام نہ کر سکے باوجود تندرست بننے کے۔
پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک کھئی نامی بیٹا دیا۔ حضرت کھئی علیہ السلام ان نبیوں میں سے
ہیں سے ہیں جنہیں پچھن میں نبوت ملی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا پوری قوت سے تو رات کو
سنبھالنا۔۔

يا ميمى هذا الكتاب بقوة وابتناها الحكمة صبيا۔ (پل مریم ۱۲)

تجربے یعنی کتاب کو مضبوط طور پر محتام لے اور ہم لے اسے پھین میں ہی
نبوت دے دی۔

اپنے حضرت مینے کے لئے کی خبر دی اور ان کی آمد کی راہ سہوار کی۔

حضرت یونس علیہ السلام

حضرت یونس سرزمین موصل میں اہل نینوا کی طرف مبعوث ہوئے۔ وہاں کے لوگ بت پرست
تھے۔ حضرت یونس انہیں سالہا سال تبلیغ کرتے رہے۔ انہوں نے حضرت یونس علیہ السلام کی
ایک نہ نسی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس کو خبر دی کہ ان پر تین دن کے اندر عذاب اترے والا
ہے۔ حضرت یونس کے وقائع حیات یاد رکھنے کے لائق ہیں۔

- ① حضرت یونس کی قوم کا اترتے عذاب کو دیکھنا۔
- ② حضرت یونس کا بھلی کے پیٹ میں چلے جانا اور وہاں زندہ رہنا۔

پہلا واقعہ سورہ یونس اور دوسرا پل صافات میں دیا گیا ہے۔
قوم یونس نے سامنے عذاب اترتے دیکھا مگر وہ ابھی اس میں طوط نہ ہوئے تھے
کہ وہ حضرت یونس پر ایمان لے گئے اور اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی۔ فرعون نے بھی توبہ کی تھی
اور وہ بھی رب مونسے پر ایمان لے آیا تھا لیکن کب؟ جب عذاب اس پر اتر چکا تھا اور وہ
نڈے کھا رہا تھا۔ اس وقت کا ایمان بجز نہیں۔ لیکن عذاب اگر صرف دیکھا ہوا اور لوگ ابھی
اس میں گھرے نہ ہوں اور وہ قومی سلط پر اپنے نبی پر ایمان لے آئیں تو یہ ایمان باس نہیں
اللہ کے ہاں لائق قبول ہے۔ قوم یونس پر یہی حالت آئی تھی۔

حضرت یونس علیہ السلام کا وہاں سے نکلنا اسی یقین سے تھا کہ قوم اب بھی ایمان نہ
لانے گی اور عذاب ان پر آگے رہے گا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں اس بتی سے نہ نکلنے
کا کوئی حکم نہ تھا۔ سو ان کا وہاں سے جلد نکل پڑنا اللہ کے کسی حکم کا خلاف نہ تھا۔ نہ اس لیے
ڈانے اس قوم سے عذاب اٹھایا تھا کہ حضرت یونس وہاں سے جلد نکل پڑے تھے۔

(استغفر اللہ العظیم)

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں :-

جب تیسری شب آتی یونس علیہ السلام آدمی رات گزرنے پر بستی سے نکل کھڑے ہوئے صبح ہوتے ہی آثارِ عذاب نظر آنے لگے۔ آسمان پر نہایت ہولناک اور سیاہ بادل چھا گیا جس سے سخت و حواں ٹھکنا تھا وہ ان کے مکالوں کے قریب ہوتا جاتا تھا حتیٰ کہ ان کی پھتیں بالکل تاریک ہو گئیں۔ یہ آثار دیکھ کر جب انہیں ہلاکت کا یقین ہو گیا تو یونس کی تلاش شروع ہوئی وہ نہ ملے تو سب لوگ عورتوں بچوں سمیت بلکہ مویشی اور جانوروں کو بھی ساتھ لے کر جنگل کی طرف نکل آئے اور پچھے دل سے خدا کی طرف رجوع ہوئے خوف سے پتھیں مارتے تھے اور بڑے اخلاص و تضرع سے خدا کو پکار رہے تھے چاروں طرف آہ و بکاہ کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں اور کہتے جاتے تھے اھنا بما جاہرہ جو نوس جو کچھ یونس علیہ السلام لاتے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں حق تعالیٰ نے ان کے تضرع اور بکاہ پر رحم فرمایا اور آثارِ عذاب جو ہویدا ہو چکے تھے اٹھالیے گئے..... ابھی اصلی عذاب کا معائنہ ان کو نہ ہوا تھا صرف علامات و آثار نظر آئے تھے ایسے وقت کا ایمان شرعاً معتبر اور نافع ہے۔ ایمان ہاں جو معتبر و مقبول نہیں اس سے مزاد یہ ہے کہ عین عذاب کو دیکھ کر اور اس میں پھنس کر ایمان لانے جیسے فرعون نے سمند کی موجوں میں پھنس کر اقرار کیا تھا بلکہ

فلولا كانت قریة امنت فنفخنا الیماھا الا قوم یونس ؑ لانا انما کشفنا عنهم عذاب الخزی فی المحیوة الدنیاء متصاھم الی حسینہ (پلک یونس ترجمہ پھر کیوں نہ ہو کہہ کر کی بستی ایمان لانے پھر کام آتا ان کو ایمان لانا مگر ایسا صرف قوم یونس پر واجب وہ ایمان لانے ہم نے ان سے دنیا میں رسوائی کا عذاب اٹھالیا اور انہیں ایک وقت تک مہلت دی۔

حضرت یونس کا دوسرا واقعہ

وان یونس لمن المرسلین ؕ اذ ابین الی العلیک المشعور ؕ فاضاہ فکان
 من المدحضین فالتقمہ الموت وهو ملیعہ (۲۲) الصافات
 ترجمہ اور بے شک یونس ہے رسولوں میں سے جب وہ بھاگ کر پہنچا بھری
 کشتی پر پھر قعرہ ڈلوا یا تو وہ نکلا ظنا دار پھر رقمہ کیا اسے ٹھہلی لے اور وہ اپنے
 کو سلامت کر رہا تھا پھر اگر نہ ہوتی یہ بات کہ وہ یاد کرتا تھا پاک ذات کو تو
 وہ رہتا اسی کے پیٹ میں اس وقت تک کہ سردے اٹھائے جائیں گے پھر
 ڈال دیا ہم نے اس کو ایک چٹیل میدان میں اور وہ سیما ہو گیا تھا اور گا دیا ہم
 نے اس پر ایک درخت بیل والا۔

یہ واقعہ کس طرح پیش آیا پک انبیاء میں اسے اس طرح دیا گیا ہے۔
 وذالنون اذ ذهب منافضاً فلظن ان لن نقدر علیہ فنادی فی الظلمات
 لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین (۲۱) انبیاء
 ترجمہ اور یاد کرو ٹھہلی والے پیٹ پر کہ جب وہ (اپنی قوم سے) نکل گیا غصے ہو کر پھر
 سمجھا کہ ہم اسے نہ پکڑ سکیں گے اور اسے اپنی قوم میں جانا نہ ہوگا پس اس
 نے ان اندھیروں میں آواز دی اور آیت کریمہ پڑھی۔

حضرت یونس علیہ السلام کا سستی سے نکل آنا کسی حکم خداوندی کے خلاف نہ تھا لیکن ان کا
 بدون اذن الہی ان لوگوں سے غصے ہو کر نکل آنا اگر اس پر موقوف تھا کہ اللہ تعالیٰ ان پر عذاب
 اتارنے کی ضرورت سے چکے تھے لیکن پھر بھی یہ ادب خداوندی کے خلاف تھا کیونکہ وہ جیسے تو
 اسی قوم کی طرف گئے تھے۔ ان سے نکلنا انہیں کسی طرح نہ بیانا تھا۔ انہوں نے کشتی میں بیٹھ
 کر جہاں جانا چاہا انہیں وہاں جانے کا کوئی حکم خداوندی نہ تھا

اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے ادب کے خلاف جانا اور حضرت یونس علیہ السلام پر یہ آزمائش
 کی گھڑی آگئی۔ اپنے مالک سے بھاگے ہوئے ہونے سے مراد بدولن اذن الہی ان سے نکل آنا ہے

حضرت شیخ الاسلام فخر بن ابن نقد علیہ پر لکھتے ہیں :-

یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ لو اس علیہ السلام فی الواقع ایسا سمجھتے تھے ایسا خیال تو ایک ادنیٰ نمونہ بھی نہیں کر سکتا بلکہ غرض یہ ہے کہ صورت حال ایسی تھی جس سے یوں متضرع ہو سکتے۔ حق تعالیٰ کی عادت ہے کہ کاملین کی ادنیٰ ترین لغزش کو بہت سخت پیرایہ میں ادا کرتا ہے۔ اس سے کاملین کی تنقیح نہیں ہوتی بلکہ اور جلالت شان ظاہر ہوتی ہے۔ ملے

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام

تو ان کریم بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقائع حیات ان کے پورے خاندان کے وقائع حیات کے ساتھ ذکر کیے گئے۔ آل عمران آپ کے ہی خاندان کا نام ہے آپ کے جو قصص و وقائع عمل میں آچکے وہ بجا لیکن یہ حقیقت ہے کہ آپ کے پورے وقائع حیات ابھی کہیں دیئے نہیں جاسکتے کیونکہ آپ کی زندگی کا ایک حصہ باقی ہے۔ آپ جب قیامت کا ایک نشان ہو کر ظاہر ہوں گے تو یہ ان کی زندگی کے تیسرے حصے کا آغاز ہوگا۔

۱۔ پہلی زمینی زندگی۔ ۲۔ آسمان میں دوسری زندگی۔ ۳۔ آخری زمینی زندگی اور آپ کی آخرت کی چوتھی زندگی وہ ہوگی جب آپ اللہ کے حضور پیش ہوں گے اور وہ یہاں دنیا میں کیے گئے اعمال کے متعلق پوچھے گا۔

دنیا میں حضرت عیسیٰ کے وقائع اس طرح گزرے :-

- ① حضرت عیسیٰ کی پیدائش اور ان کا ماں کی گرد میں کلام کرنا۔
- ② بن باب پیدائش میں ان کا آدم کی مثال بننا۔
- ③ آپ پر انجیل کیسے اتری پوری ایک دفعہ یا تھوڑی تھوڑی۔
- ④ حضرت عیسیٰ کو اپنے مخالفین پر غلبے کی بشارت کیا دی گئی۔
- ⑤ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی نہیں دیئے گئے۔

ان قصوں کو تفصیل سے بھی بیان کیا جا سکتا ہے لیکن چونکہ ان کی زندگی ابھی پوری نہیں ہوئی ہم یہاں ان تفصیلات کو نہیں لارہے۔ اس پر ہم قصص القرآن کی اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ کے دفاع حیات کیوں پورے نہ کیے گئے

علم الہی میں مقدر تھا کہ دنیا اپنی آخری کروٹ لینے سے پہلے ایک دفعہ پورے عدل و انصاف سے جھگڑائے، جس طرح کبھی یہ ظلم جوڑ سے بھری رہی۔

یہ بھی مقدر تھا کہ دنیا کا وہ آخری امام المہدی ہوگا اور اس کے دور میں پورے صلوات کا ستارہ پر اسلام کا حقیقی غلبہ ہوگا اور کوئی باطل اس وقت حق کا سامنا نہ کر سکے گا۔

اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ خیر کے ایسے آثار تو کسی سپریم کے دور میں بھی نہیں دیکھے گئے کہ پوری دنیا انصاف سے بھر گئی ہو، حضرت نوح علیہ السلام کے دور میں ایسا ہوا، لیکن یہ ایک نہایت مختصر آبادی کی جلوہ ریزی تھی۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس سے مرتبہ امامت کی مرتبہ نبوت پر برتری کا ایہام تو نہیں ہوتا؟

حضرت عیسیٰ جو اسراہیلی پیغمبر تھے ان کا دوبارہ آنا

اللہ تعالیٰ نہ چاہتے تھے کہ مرتبہ نبوت پر کوئی اور مرتبہ فائق ہو اس لیے ایک پچھلے پیغمبر کو آسمانوں پر رکھا اور اسے حیاتِ طویل بخشی جو قربِ قیامت میں شریعت بھری سکے ساتھ اس زمین پر دوبارہ آئے اور دنیا کی باطل طاقتیں جن کا مرکز اس وقت دجال ہوگا ان کے ہاتھوں یا مال ہوں دجال ان کے ہاتھوں قتل ہو، صلیب ان کے ہاتھوں ٹوٹے کہ پھر اس کا کوئی پرستار نہ ہو، خنزیر کا کھانا یا جاننا کلیتہً ختم ہو جائے، جزیرہ کسی قوم پر نہ رہے، کیونکہ مسلمانوں کے سوا یہاں اس وقت کوئی اور قوم نہ ہوگی، یا پوج و ماہوج سب ختم ہو جائیں گے۔

دنیا کا وہ آخری انقلاب صرف حضرت مہدی کے ہاتھوں وجود میں نہ آئے گا بلکہ ان کے ساتھ حضرت حضرت عیسیٰ بن مریم بھی خدا کے جلال کی تلوار بن کر چمکیں گے اور وہ بھی حضور کے شیعہ ہونے کے دعوے سے تاکر حق و باطل کے معرکہ کی یہ آخری فتح حضور کی طرف منسوب

ہو اور اب کسی کو یہ کہنے کا حق نہ رہے۔

» دنیا میں جو نبی بھی آئے وہ انصاف کے نفاذ کے لیے آئے لیکن وہ کامیاب نہ ہوئے یہاں تک کہ ختم المرسلین جو انسان کی اصلاح اور انصاف کا نفاذ کرنے کے لیے آئے وہ بھی اپنے زمانے میں کامیاب نہ ہوئے۔ عدل و انصاف کے نفاذ میں کامیابی امام مہدی کے نام لکھی گئی۔» دیکھیے اتحاد و یکجہتی ص ۱۵۱

حضرت عیسیٰ کا دوبارہ آنا اس لیے مقدر ہوا کہ کہیں مرتبہ امامت مرتبہ نبوت سے نہ بڑھ جائے۔ حضرت عیسیٰ بڑا مریم کے وہ واقع حیات پورے نہ ہو پائے تھے۔ اس لیے ہم اب قصص القرآن کے مباحث کو یہاں ختم کرتے ہیں۔

الاصحاب المذکورون فی الکتاب

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى امانيد :

قرآن کریم میں کئی قوموں کے واقعات اصحاب کے عنوان سے ملتے ہیں جیسے اصحاب مدین، اصحاب الایکھ، اصحاب ابجھر، اصحاب السبت، اصحاب الرس، اصحاب الاضرد، اصحاب الجنتہ اور اصحاب انبیل وغیرہ ان کے واقعات سے جہاں یہ پتہ چلتا ہے کہ مختلف ادوار میں کون کون سی قومیں صغریٰ زمین پر ابھر کر یا پتہ بھی چلتا ہے کہ پھر ایک ایسا وقت بھی آتا ہے کہ ان کا نام و نشان تک بھی مٹ جاتا ہے۔ قرآن کریم میں ایسی بعض قوموں کا تذکرہ نہایت عبرت کے پیرایہ میں کیا گیا ہے۔ ہم یہاں ان میں سے بعض کا ذکر ان کی تمدنی ترتیب کے بغیر کرتے ہیں۔

کچھ وہ تذکرے ہیں جو قوموں کے نام سے ہیں جیسے قوم عاد، قوم ثمود، قوم تبع، قوم بنی اسرائیل اور کچھ ہیں جو شخصیات ہیں جیسے ذوالقرنین، حضرت لقمان، صاحب علم لدنی، حضرت خضر اور ہامان اور ذوالنون اور قارون وغیرہ۔ قرآن کریم کے طلب کو ان میں سے ہر ایک کا کچھ ذکھ علم ہونا چاہیے تاکہ وقائع عالم کے جس پس منظر پر قرآن کریم کی ہدایت اتنی وہ اسے اچھی طرح جان اور سمجھ سکیں شاید ہم اس وقت ان مختلف قوموں اور شخصیتوں پر تبصرہ نہ کر سکیں۔ آج کے بیان میں ان اقوام کا تذکرہ ہر گاہ مختلف قرون میں اصحاب کے نام سے ابھر کر اور قرآن کریم لے انہیں اصحاب کے نام سے سے ہی ذکر فرمایا ہے جیسے اصحاب الایکھ (اصحاب مدین)، اور اصحاب الجنتہ

① اصحاب الایکھ (جھنڈ والے)

عربی میں ایک سبز بھاریوں کے جھنڈ کہتے ہیں۔ جھنڈ جھکوں میں عام ہوتے ہیں۔ جو قوم کے کنارے عرب کے شمال مغرب میں ایک بستی تھی جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد جو آپ کی بیوی قطورہ سے چلی آباد تھی حضرت ابراہیم کے ایک بیٹے کا نام مدین تھا اور اس کی اولاد ہما

یہاں آباد ہوئی۔ انہیں اس نبی امتیاز سے اہل مدین (سبئی آل مدین) بھی کہا گیا ہے اور باضحابہ مسکن یہ اصحاب الایکھ کھلاتے ہیں، حضرت شعیب علیہ السلام انہی میں سے تھے اور انہی کی طرف مبعوث ہوئے تھے، یہیں حضرت موسیٰ بھی کچھ وقت آکر ٹھہرے تھے۔

نوٹ: چارینیز حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بہت قریب کی نسبت رکھتے ہیں، حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق، حضرت لوط (آپ کے بلا درناوہ) اور حضرت شعیب جو بنی قبطیہ میں سے تھے، شام اور فلسطین میں حضرت اسحاق، عرب میں حضرت اسماعیل، شرقی اردن کی جانب عامورہ اور سدوم کی بستیاں میں حضرت لوط اور حجاز کے شمالی کنارے کا علاقہ حضرت شعیب کا میدان عمل تھا، پھر اس میں جو علاقے متمدن تھے وہاں کے رہنے والوں کو اہل مدین کہا گیا، اللہ تعالیٰ کے رہنے والوں کو اہل ایکہ کہا جاتا تھا، کیونکہ درختوں کے زیادہ چھتو ادھر ہی تھے، سر اصحاب مدین اور اصحاب ایکہ دراصل ایک ہی لوگ ہیں یہ دونوں بڑی شاہراہ پر آباد تھے۔

وان کان اصحاب الایکلۃ الظلمین، فانتقمنا منہم و اھم البہام تمین۔

(سورہ الحج، ۷۹)

ترجمہ: اور جو تھے جن کے رہنے والے گنہگار ہو، ہم نے ان سے بدلہ لیا اور وہ

دونوں بستیاں ایک کھٹے راستہ پر واقع تھیں

سورہ ہود میں اس قوم سے حضرت شعیب کا خطاب بایں طرز منقول ہے اس سے پتہ چلتا

ہے کہ ان پر عذاب آنے سے پہلے قوم لوح، قوم ہود، قوم ثمود اور قوم لوط پر عذاب آپکا تھا اور اب اصحاب مدین بھی اس محدودی میں پڑے جہاں قوم ثمود جا چکی تھی۔

آپ نے فرمایا:-

و یقوم لایمیر منکھ شقائی ان یصیبکم مثل ما اصاب قوم نوح او قوم

ہود او قوم صالح و ما قوم لوط منکھ ببمید... ولما جاء امرنا تمینا شعبا

والذین امنوا معہ برحمتہ منا و اخذت الذین ظلموا الصیحة فاصبروا فی

فی دیارہم جثمانین۔ کان لودیتوا فیہا الابعۃ المدین کما بعدت شومہ۔

(پہلے ہود ۸۹-۹۴)

ترجمہ۔ اور اسے میری قوم مندہ نہیں اس مقام پر نہ لے آئے کہ تم پر بھی وہی ماہ پڑے جو پہلے قوم نوح، قوم ہود، قوم صالح پر پڑ چکی ہے اور قوم لوط بھی تم سے کچھ دور نہیں رہی..... اور جب ہمارا حکم پہنچا تو ہم نے شعیب اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے انہیں اپنی رحمت سے بچالیا اور ان ظالموں کو (صحاب الایکہ کی) ایک جڑی پیچنے پھینکنے پھینکا اور وہ اوندھے گڑے گویا وہاں وہ کبھی تھے ہی نہیں من رو بھنگا ہے اہل مدین کو جیسے پھسکار پڑی قوم شومہ پر۔

اس سیاق سے اس قوم کی تاریخی حیثیت کا پتہ چلتا ہے کہ اس سے پہلے کتنی قومیں ہو چکی تھیں اور یہ کہ حضرت شعیب ان کی طرف سے موت ہوئے تھے۔

نوٹ ۲۔ اس بیخ سے یہ قوم تو ہلاک ہو گئی لیکن یہ بہتیاں منہدم نہ ہوئی تھیں۔ اس واقعہ کے مدتوں بعد جب حضرت موسیٰ وہاں سے گزرے تو آپ نے وہاں ایک کنوئیں پر لوگوں کو پانی بھرتے دیکھا..

وذاورد ماء مدین وجد علیہ امة من الناس یتقون (پہلے اقصص ۲۳)

ترجمہ۔ اور آپ جب ماہ مدین پر پہنچے تو وہاں کچھ لوگوں کو کنوئیں پر موجود پایا۔

مدین کے وہ بزرگ جو بعد ازاں حضرت موسیٰ کے سر رہنے حضرت شعیب تھے یا ان کے بیٹے شرون یا شروم جیسا کہ تواریخ میں ہے، اس میں علماء اسلام کا اختلاف ہے۔ حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں وہ حضرت شعیب ہی ہیں۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں وہ شرون تھے۔ قرآن کبیر میں اس شیخ کبیر کا نام ذکر نہیں کیا گیا۔ حضرت شعیب اور حضرت موسیٰ میں وقت کا بہت فاصلہ ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قبر حضرت موسیٰ بتائی جاتی ہے۔ اہل مدین کی ہلاکت کے بعد آپ یہیں آ کر آباد ہو گئے تھے۔

② اصحاب القریہ (ایک بسبی والوں کا تذکرہ)

قرآن کریم پٹ سورہ یسین آیت ۱۳ میں ان بسبی والوں کا ذکر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ آپ لوگوں کے سامنے ان بسبی والوں کا ذکر کریں کہ ان پر کیا گزری۔ یہ کس شہر اور کس دور کا واقعہ ہے اس میں بہت اختلاف ہے۔ شیخ الاسلام لکھتے ہیں:-

یہ گاؤں اکثر کے نزدیک شہر الطائیکہ ہے اور بائبل کتاب اعمال کے ۲ صفحوں اور گیارہویں باب میں ایک قصہ اسی قصہ کے مشابہ کچھ تفاوت کے ساتھ شہر الطائیکہ کا بیان ہوا ہے۔ لیکن ابن کثیر نے تاریخی حیثیت سے اور سیاق قرآن کے لحاظ سے اس پر اعتراض کیے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت جن شہروں اور علاقوں میں پہنچی اور وہاں کے لوگوں نے اچھی تعداد میں اسے قبول کیا ان کے ہاں وہ چار شہر مقدس سمجھے جاتے ہیں، ۱۰۔ بیت المقدس، ۲۰۔ الطائیکہ، ۳۰۔ اسکندریہ، ۴۰۔ روما، جسے آج کل اٹلی کہتے ہیں اور وہ پوپ کا مسکن ہے۔ الطائیکہ (دشام) کے لوگ حضرت عیسیٰ کی دعوت پر سب مسلمان ہو گئے تھے۔

قرآن پاک اصحاب القریہ کو پیغمبروں سے نکلانے والوں میں ذکر کرتا ہے۔ اگر یہ الطائیکہ کا واقعہ ہے تو ان پیغمبروں کا زمانہ حضرت عیسیٰ سے بہت پہلے کا ہو گا۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تو صرف حضور خاتم النبیینؑ کی ہی بعثت ہوئی ہے اور کسی پیغمبر کا پتہ نہیں ملتا۔

اس بسبی میں پہلے دو رسول گئے اور پھر ان کی تائید میں ایک اور رسول بھیجا گیا بسبی والے ان تینوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور اعتراض کیا کہ تم ہمارے جیسے انسان ہو تم کیسے نبی ہو سکتے ہو۔ ان کا اعتقاد تھا کہ بشر کبھی نبوت و رسالت کا منصب نہیں پاسکتا۔ اس بنا پر انہوں نے ان کی رسالت کا انکار کر دیا۔ اور کہا جب سے تم آئے ہو ہم نخواست میں گھر گئے ہیں۔

اس بسبی کے ایک سرے پر لیک نیک آدمی رہتا تھا، اُسے اس صورت حال کا علم ہوا تو

وہ دوڑتا ہوا موقع پر آیا اور انہیں نصیحت کی کہ ان پیغمبروں کی بات مان لو۔ ان کی یہ مخلصانہ دعوت
بائیں طور کہ انہیں دُنیا کا کوئی لالچ نہیں بتا رہی ہے کہ یہ واقعی خدا کے بھیجے ہوئے ہیں اور وہ ان
کی دعوت پر خود بھی ایمان لے آیا۔

جو تینوں کے منکر ہوں وہ بھلا اس جو مجھے کی بات کیوں کر مان سکتے تھے انہوں نے
اسے بھی مار ڈالا۔ وہ جو تھا بظاہر تو ان میں سے تھا، لیکن یہ اپنے کی بات ماننے والے بھی نہ تھے۔
شہید کہ تو اس شہادت حق پر جو اعزاز ملا اس پر وہ سرسرت سے کہنے لگا، کاش! میری قوم جان
لے کہ مجھے خدا نے اس پر کیا نوازا ہے۔

پھر اس پُوری قوم نے ایک زبردست جمیع سُنی، یہ ان پر ایک عذاب تھا جو اترا اور وہ
سب سبجے گئے ماری شرمخی جاتی رہی، اسی وقت ہلاک ہو گئے۔

ان كانت الأصيحة واحدة فاذا همد تخدون. (پہلے آئین ۲۹)

یاد رکھنے کے لائق ایک نکتہ

اس تمام واقعہ میں ان بھیجے ہوؤں کے لیے رسولوں کا لفظ ہی آیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے
تصریح کی ہے کہ انہیں ہم نے بھیجا۔ ان تینوں کا ایک جگہ جمع ہونا سبب ہے کہ یہ مستقل شریعتوں کے
عامل رسول نہ تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کسی نبی کی نیابت میں ان بستی والوں کے پاس بھیجا تھا۔
یہ وہ رسول ہیں جو انبیاء کے درجہ اور ان کے حکم میں ہیں۔ یہ اس معنی میں رسول نہیں جو خدا تعالیٰ
کی طرف سے شریعتِ جدیدہ لاتے ہیں۔ اس اصطلاح میں پہلے رسول حضرت نوح علیہ السلام بھیجے
ہیں۔ اس درجے کے رسول صرف ۲۳ ہوتے ہیں اور انبیاء ایک لاکھ اور کئی ہزار۔

اس تفصیل سے پتہ چلا کہ رسول اور رسول میں بھی فرق ہے کبھی لفظ مطلق انبیاء کے معنی
میں بھی آجاتا ہے۔

تورات کو لے کر چلنے والے رسول

ہذا اسرائیل کی شریعت تورات تھی۔ آئندہ کے سب اسرائیلی نبی اسی کے مطابق نصیے کرتے رہے۔ قرآن کریم میں ہے:-

انما انزلنا التوراة فیما ہدینا ونور عینکم بہا البتینون۔ (پہ البقرہ)

پھر ہذا اسرائیل قتل انبیاء کے بھی مرتکب ہوئے۔ ان کے بارے میں قرآن کریم نے خبر دی:-

یقتلون النبیین۔ (پہ البقرہ)

اور دوسرے مقام پر اس قتل انبیاء کی یوں حکایت فرمائی:-

افکلحاجاء کم رسول بما لا تھوی، انکم ففدینا کذبتم وفویقا یقتلون۔

(پہ البقرہ ۸۷)

ترجمہ: پھر بھلا جب تمہارے پاس کوئی رسول آیا وہ حکم لے کر جو تمہیں پسند نہ لگا

تو تم کچھ پیغمبروں کو تھلاتے رہے اور کچھ رسولوں کو قتل کرتے رہے۔

یہاں رسول وہی مراد ہیں جو حضرت موسیٰ کے بعد آئے اور وہ شریعت تورات لے کر

چلے۔ ان رسولوں میں اور صاحب شریعت جدیدہ رسولوں میں بہت اصولی فرق ہے۔ یہ نکتہ

ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔

اصحاب القریہ کے ذکر میں نصیحت و موعظت

- ① یہ عقیدہ کہ بشریت اور رسالت میں تنافی ہے غلط ہے یہ کسی کو مسلمان ہونے نہیں دیتا۔
- ② اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء انسانوں میں سے آتے ہیں اور انسان ہوتے ہیں حضرت مسیحی بھی انسان تھے خدا یا خدا کے بیٹے نہ تھے۔
- ③ پیدا کر نیلے پر اور آخرت پر ایمان لانا ضروری ہے انبیاء اسی لیے آتے ہیں۔

۳) اصحاب السبت (ہفتے والے لوگ)

جس طرح ہم مسلمان جمعہ والے لوگ کہے جاتے ہیں یہود ہفتے والے لوگ ہیں۔ ان کی عبادت کا خاص دن ہفتہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت میں یہ خاص دن جمعہ تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے سبت ابراہیمی کی یہ پیروی منظور فرمائی۔ انبیاء کی اہمیت میں رکھی اور یہود کے لیے ہفتہ کا دن عبادت کا خاص دن ٹھہرایا اور عیسائیوں کے لیے اتوار کا دن مقدس ٹھہرایا۔ تو رات میں ہے۔

تم سبت کو مانو اس لیے کہ وہ تمہارے لیے مقدس ہے جو کوئی اس کو پاک نہ جانے وہ مندر مار ڈالا جائے۔ جو اس میں کچھ کام کرے وہ اپنی قوم سے کٹ جائے۔ چہ دن کام کرنا لیکن ساتواں دن آرام کے لیے سبت ہے۔

یہاں اصحاب سبت سے پوری قوم بنی اسرائیل مراد نہیں بلکہ ان کی وہ جماعت جو بحرِ قزح کے کنارے آباد تھے۔ پھلی کا شکار ان کا پیشہ تھا۔ یہ لوگ چہ دن پھلی کا خوب کاروبار کرتے اور ساتویں دن آرام کرتے اور عبادت میں وقت گزارتے۔

ادھر خدا کی آزمائش تھی کہ ہفتہ کے دن پھلیاں پانی میں غوب آتیں۔ یہاں تک کہ یہ لوگ ہاتھ سے بھی پکڑ سکتے۔ اب بعض نے یہ جھوٹا شاکہ دریا کے کنارے بڑے بڑے گڑھے کھود دیئے۔ جب پھلیوں کا اٹھنا آتا تو پھلیاں ان گڑھوں میں آگرتیں اور جب پانی اُتتا تو وہ واپس دریا میں نہ جا سکتیں اور پھر یہ اتوار کے دن ان پھلیوں کو پکڑ لیتے۔

سورۃ اعراف میں ہے۔

وَأَسْأَلُكُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ إِذْ يَمْدُونَ فِي السَّبْتِ.

(پہلے اعراف ۱۷۳)

ترجمہ۔ اور آپ ان سے اس سببی والوں کا حال پوچھیں جو دریا کے کنارے آباد تھے اور یہ لوگ ہفتے کے دن اپنی حد سے تجاوز کرنے لگے ہفتہ کے دن پھلیاں

پانی کے اوپر آئیں اور جب ہفتہ نہ ہوتا یہ نہ آئیں... پھر جب وہ بڑھنے لگے اس کام میں جس سے وہ روکے گئے تھے تو ہم نے حکم دیا کہ تم بند ہو جاؤ ذلیل ہو کر۔ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً گیارہ سو سال پہلے کا بتایا جاتا ہے اور اس کا نام حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام کے درمیانی عرصہ میں کسی وقت کا ہے۔ اس سٹی کا نام ایڈ ہے جو دریائے قزاقم کے کنارے پر آباد تھی۔ اگر مصر سے مکہ کی طرف سفر کریں تو راستے میں یہ جگہ آتی ہے جہاں ان دونوں ایڈ کی سٹی آباد تھی۔

اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد لے رکھا تھا کہ ہفتہ کے دن زیادتی نہ کرنا اور ان نہایت پختہ عہد لیا تھا۔
 وَقُلْنَا لَهُمْ لَا تَقْدُوا فِي السَّبْتِ وَإِخْذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا (پہلے انسا ۱۵)
 ترجمہ اور ہم نے انہیں کہا کہ ہفتہ کے دن کوئی زیادتی نہ ہو پائے اور ہم نے ان سے نہایت پختہ عہد لیا تھا۔

پہلے البقرہ ۲۵، پہلے انسا ۴۷، پہلے المائدہ ۶۰، پہلے النمل ۱۴ میں بھی اس قوم کا کچھ غمخیز ذکر موجود ہے۔

ایک غمخیز طلب بات

کسی قوم پر جب کوئی عذاب آتا ہے تو اس لیے نہیں کہ وہ کام اس قسم کا تھا کہ اس کے کرنے پر دھماکہ ہو۔ بلکہ اوقات اس میں نظر اس پر ہوتی ہے کہ کس قسم کا حکم توڑا جا رہا ہے۔ وہ اسے گناہ سمجھتے ہوئے یا اسے کسی تیل سے گناہ سے نکال کر اس حکم دینے والے کے حکم کو نہ ہونے کے درجے میں لایا جا رہا ہے۔ اس دوری صورت میں یہ نہ صرف حکم مدد دلی ہے بلکہ حکم دینے والے سے ایک طور استہزاء بھی ہے۔ اگر یہ حکم اللہ رب العزت کا ہے تو یہ مستحکم کبھی اس کی عزت کا موضوع بھی بن جاتا ہے۔

زیر بحث واقعہ ہفتہ کے دن پھیلی کا شکار کرنے کا اپنی ذات میں کوئی ایسا سلسلہ نہیں کہ جس

سے لاپرواہی اتنے بڑے عذاب کو دعوت دے کہ شکلیں مسخ ہو جائیں۔ لیکن یہ عید جوئی خدا کی ذات سے اتنا بڑا مذاق ہے کہ اب یہ سکہ اس کی غیرت بن گیا اور ان لوگوں کی مغز میں مسخ کر دی گئیں۔

دوسری غور طلب بات

یہ صورتوں کا مسخ ہونا حقیقتہً واقع ہوا یا ان کی کے قلوب مسخ ہو کر بندوں کے سے ہو گئے حضرت قتادہ، حضرت عساک اور ریح بن انس اس کے قائل ہیں کہ وہ سرکش لوگ صوفیہ بند بننا دیکھ گئے تھے قلباً تو وہ پہلے ہی بندر صفت تھے جس کے مطابق انہوں نے حیلے کی یہ راہ اختیار کی، اتنی بڑی سرکشی کے بعد ان کے قلوب کا مسخ ہونا ہمیں سمجھ میں نہیں آتا۔ جو صحیح یہی ہے کہ یہاں ان نافرمانوں کی سزا واقعی بندر اور سوز بن جانا ہوتا کہ وہ دیکھنے والوں کے لیے نشانِ عبرت ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے جب انہیں سزا دی تو اسے ان لوگوں پھلوں کے لیے مغفرت بنایا اور ظاہر ہے کہ کسی کے دلی احوال تو دوسروں کے لیے کبھی موعظہ عبرت نہیں ہوتے اور یہاں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔
فَجعلناہا نکالاً للصابین یدعیہا وما خلفہا ومن خلفہا للمتقین (پ البقرہ ۶۲)
ترجمہ: پھر کیا ہم نے اس واقعہ کو عبرت ان لوگوں کے لیے جو وہاں تھے اور پیچھے آنے والوں کے لیے بھی۔

پھر سورہٴ اعراف آیت ۱۶۲ میں جب انہیں بندر ہونے کا حکم کن دیا گیا تو ساتھ صفت فرامین بھی ذکر فرمائی۔ یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ یہاں وہ بندر مراد ہیں جو دیکھنے والوں کی نظر میں بھی ذلیل نظر آئیں اور یہ مسخ حقیقی سے ہی ہو سکتا ہے پھر سورہٴ المائدہ آیت ۶۰ میں فرمایا:-

من لعنہ اللہ و غضب علیہ و جعل منہم القرد و الذئب و الحدیث و عبد الطاغوت
اولئک شس مکاتنا۔

ترجمہ: وہ جس پر لعنت کی اللہ نے اور اس پر غضب نازل کیا اور ان میں سے بعضوں کو بندر کر دیا اور بعضوں کو سوز اور جہنموں بندگی کی شیطان کی وہی لوگ بدتر میں درج ہیں۔

یہ بیمنوں کی تقسیم کو کچھ بندروں کی صورت میں مسخ ہونے اور کچھ سوزوں کی صورت میں باقی ہے کہ یہ سوزوں کا مسخ ہو جانا تھا اور قلباً قرآن کا بدتر ہونا ان کی بڑی ہارتھا۔

تیسری غور طلب بات

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یہ جو بند اور سوز موجود ہیں کیا یہ یہود کی نسل سے ہیں (جو مسخ ہوئے) آپ نے فرمایا :-
 لان الله لم يلين قوماً قط فيمنعه فکان لعمركم نسل . (رواہ احمد)
 ترجمہ: نہیں اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی قوم پر مسخ کی لعنت نہیں کی کہ اس کی نسل کو اس نے باقی رکھا ہو، یہ جانور جانور خدا کی مستقل مخلوق ہیں۔

④ اصحاب الرس

یہ لوگ کب گزرے؟ پتہ ق آیت ۱۷ میں ہے :-
 حکمت قبلہم قوم فوح واصحاب الرس وقمود و عاد وفرعون
 واصوان لوط واصحاب الایکة وقوم تبع .
 ترجمہ: بھٹلا چکے ہیں ان سے پہلے قوم نوح، اصحاب الرس، قوم ثمود اور قراخذ مصر اور اسوان لوط اور اصحاب الایکہ اور قوم تبع .
 اس سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت پہلے کی قوم ہے جس کا ذکر عاد اور ثمود کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔
 وعاد و ثمود واصحاب الرس وقمود و ثمانین ذلک کثیراً . (پتہ القرآن ۳۸)
 رس عربی زبان میں کنوئیں کو کہتے ہیں، اس سرکش قوم نے اپنے نبی کو ایک کنوئیں میں گرفتار کر رکھا تھا، حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی لکھتے ہیں :-

ایک امت نے اپنے رسول کو کتوں میں بند کیا پھر ان پر عذاب آیات وہ
رسول خلاص ہوا۔ (دوم مروی عن عکرمر)

اس کے معنی فار کے بھی ہیں۔ اس لیے بعض لوگوں نے اصحاب الرس سے اصحاب الاُفدود
مراد لیے ہیں لیکن یہ صحیح نہیں۔ اصحاب الاُفدود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوئے ہیں۔ ابن عباس کہتے
ہیں اصحاب الرس قوم عاد سے بھی پہلے کے ہیں۔ ان کی طرف جو پیغمبر آئے ان کا نام ضلّہ تھا۔ مسعودی
کہتے ہیں اصحاب الرس حضرت ابراہیم کے بعد ہوئے ہیں۔ یہ لوگ حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے تھے
یہ اس طرح ہوتے ماننا پڑتا ہے کہ حضرت اسماعیل کے بعد جو اسماعیل میں بھی اور پیغمبر ہوئے جنہیں اصحاب
الرس نے جنم دیا کیونکہ ان کا تذکرہ اس تکذیب انبیاء کے جرم میں ہی کیا گیا ہے۔

⑤ اصحاب الکھف

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی ^{رحمۃ اللہ علیہ} لکھتے ہیں۔ چند نوجوان روم کے ظالم و جبار بادشاہ
کے عہد میں تھے جس کا نام بعض نے دقیانوس بتلایا ہے۔ بادشاہ سخت غالی بت پرست تھا۔ اور
جبر و اکراہ سے بت پرستی کی اشاعت کرتا تھا۔ عالم لوگ سختی اور تکلیف کے خوف اور چند روزہ
دنیوی منافع کی طمع سے اپنے مذاہب کو چھوڑ کر بت پرستی اختیار کرنے لگے۔ اس وقت چند
نوجوانوں کے دلوں میں جن کا تعلق عمائد سلطنت سے تھا خیال آیا کہ ایک مخلوق کی خاطر غافل کو
نادامن کرنا ٹھیک نہیں۔ ان کے دل خشیت الہی اور ڈر تقویٰ سے بھر پور تھے۔ حق تعالیٰ نے صبر
و استقامت اور توکل و تبتل کی دولت سے مالا مال کیا تھا۔ بادشاہ کے رو برو جا کر انہوں نے نصرت
مستانہ لگایا۔

لن ندعو من دونه الملائکہ قلنا اذا شططا۔

ترجمہ۔ نہ پکاریں ہم اس ایک کے سوا کسی کو مجبور، نہیں تو کہی ہم نے بات
عقل سے دور۔

اور ایمانی جرأت و استقلال کا مظاہرہ کر کے دیکھنے والوں کو مبہوت و حیرت زدہ کر دیا۔ بادشاہ کو کچھ ان کی فوجی پرحم آیا (شاید اس لیے بھی کہ وہ عمائد سلطنت میں سے تھے) اور کچھ دوسرے مشاغل و مصالح مانع ہوئے کہ ان کو قہراً قتل کر دے چند روز کی مہلت دی کہ وہ اپنے معاملہ میں غور و نظر ثانی کر لیں، انہوں نے مشورہ کر کے طے کیا کہ ایسے فتنے کے وقت جب کہ تیر و تشدد سے عاجز ہو کر قدم ڈنگا جانے کا خطرہ ہے، مناسب ہوگا کہ شہر کے قریب کسی پہاڑ میں روپوش ہو جائیں اور وہاں ہی کے لیے مناسب موقع کا انتظار کریں۔ دُعا کی کہ خداوند اتر اپنی خصوصی رحمت سے ہمارا کام بنا دے اور رُشد و ہدایت کی جادہ پیمانی میں ہمارا سب انتظام دیکھ کر دے۔ آخر شہر سے نکل کر کسی قریبی پہاڑ میں پناہ لی اور اپنے میں سے ایک کہ پامور کیا کہ جیس جیسی بدلی کہ کسی وقت شہر جایا کہ سے تا ضروریات خرید کر لائے اور شہر کے احوال و اخبار سے سب کو مطلع کرتا رہے۔

جو شخص اس کام پر پامور تھا اس نے ایک روز اطلاع دی کہ آج شہر میں سرکاری طور پر ہماری تلاش جاری ہے اور چارے اقداب و اعزہ کو مجبور کیا جا رہا ہے کہ ہمارا پتہ بتلائیں یہ نڈکرہ ہونے لگا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سب پر نیند طاری کر دی۔

کہا جاتا ہے کہ سرکاری آدمیوں نے بہت تلاش کیا۔ پتہ نہ لگا، تھک کر بیٹھ رہے اور بادشاہ کی رائے سے ایک سید کی تختی پر ان زبوروں کے نام اور مناسب حالات لکھ کر نواز میں ڈال دیے گئے تاکہ آئندہ آنے والی نسلیں یاد رکھیں کہ ایک جماعت حیرت انگیز طریقے سے لاپتہ ہو گئی ہے ممکن ہے آگے چل کر اس کا کچھ سراغ ملے اور بعض عجیب واقعات کا انکشاف ہو۔

یہ زبوران کس مذہب پر تھے؟ اس میں اختلاف ہوا ہے، بعض نے کہا ہے کہ نصرانی یعنی اہل دین مسیحی کے پیرو تھے لیکن ابن کثیر نے قرآن سے اس کو ترجیح دی ہے کہ اصحاب کہف کا قصہ حضرت مسیح سے پہلے کا ہے۔

اصحاب الکہف کو اصحاب الرقیم بھی کہا جاتا ہے، رقیم اس تختی کو کہتے ہیں جس پر ان کے نام

کھے گئے تھے۔ قرآن کریم میں ہے ۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا كَهَنَانَ ثَلَاثَ مِائَةِ سَنِينَ وَإِذْ دَاوُدُ إِذْ أَسْتَعَاذَ رَبَّهُ قَالَ كَهْفُ ۲۵
ترجمہ اور مدت گزری اُن پر ان کی غد میں تین سو برس اور ان کے اوپر نہ

یہاں ہم ان پر گزرسے پورے واقعات نہیں بیان کر رہے۔ اس کے لیے قرآن پاک کی
سورہ کہف کا مطالعہ کریں۔ جو باتیں یہاں بطور سبق یاد رکھنے کے لائق ہیں۔ یہ ہیں۔

① اللہ تعالیٰ چاہے تو انسانوں کو بنیر کھانے پینے کے صدیوں زندہ رکھ سکتا ہے اور اس دوران
ان کی حور و عزیزی ختم نہیں ہوتی۔ جیگنے پر ان کو پھر بھوک لگ آئے اور وہ اس رزق مادی کی
محاش میں بھکیں یہ کوئی ناممکن بات نہیں۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگر فرشتوں کے کسی جہان
میں صدیوں رہیں اور ان کو اس رزق مادی کا احتیاج نہ ہو تو یہ بھی کوئی ناممکن بات نہیں۔

② یہ کائنات اللہ تعالیٰ کے جس نظامِ خلقت پر چل رہی ہے وہ عام عادت الہی ہے۔ لیکن
اللہ تعالیٰ کبھی بعض حالت میں اپنی عادتِ خاصہ بھی ظاہر فرماتے ہیں جس میں پہلے نظام میں خرقِ عادت
کا ظہور ہوتا ہے اسے معجزہ کہتے ہیں۔ جیسے آگ بجلانے یہ اس کی عظمت ہے اور جب نہ بجلائے تو یہ
خرقِ عادت ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو یہ خدا کی عادتِ خاصہ ظہور میں
آئی کہ آگ ہو مگر بجلائے نہ۔ ولادتِ عامہ اور عادتِ خاصہ دونوں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے
سو معجزہ فعلِ خداوندی سے ظہور میں آتا ہے اس میں اعزاز و اکرامِ بیغیر کا ہوتا ہے۔

③ قرآن کریم نے اصحاب کے نام سے جن قوموں کا تعارف کرایا ہے وہ سب ظہور پر ہے ہیں۔
جیسے اصحابِ القرینہ، اصحابِ السبت، اصحابِ الرس، اصحابِ الایکھ، اصحابِ الفیل، اصحابِ اہلِ عذرا
وغیرہ صرف اصحابِ کہف ہیں جو حق پر تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان اپنی بے نظیر رحمتیں فرمائیں۔

④ اصحابِ الحجر

اصحابِ الحجر یہ قوم ثمود کا دوسرا نام ہے۔ حجران کا علاقہ تھا جو مدینہ سے شمال کی طرف واقع

ہے۔ ان کی طرف حضرت صالح علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے۔ ایک نبی کا جھٹلانا سب نبیوں کا جھٹلانا ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔

وَلَقَدْ كَذَّبَ اصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِينَ. وَأَتَيْنَاهُم آيَاتِنَا فَكَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ
وَكَانُوا يُفْتَحُونَ مِنَ الْجِبَالِ مِيَاثِمًا آمِنِينَ. فَاتَّخَذْتُمُ الْعِصَّةَ مَصْبُوحِينَ.

(سُورَةُ الْحَجْرِ ۸۳)

ترجمہ۔ اور بے شک جھٹلایا حجر کے رہنے والوں نے رسولوں کو اور میں ہم نے ان کو اپنی آیات سو وہ ان سے منہ پھیر گئے وہ اپنے گھر پہاڑوں میں تراشے رہے کہ وہاں وہ امن سے رہ سکیں گے (ان پر کوئی پکڑنا آئے گی، پھر انہیں صبح ہونے کے وقت ایک چیخ نے آپکڑا۔

پہلے ان لوگوں نے حضرت صالح سے ان لوگوں کی سچائی کا نشان مانگا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن عادت سے ایک پہاڑ سے اونٹنی پیدا کر دی۔ وہ اونٹنی خدا کی قدرت اور حضرت صالح علیہ السلام کی صداقت کا ایک کھلا نشان تھی اب تو مہربانی پر پابندی تھی کہ یہ اونٹنی بدھر چاہے چلی جائے اسے کوئی شخص کوئی تکلیف نہ دے۔

وَنَقُومُ هَذِهِ نَاقَةَ اللَّهِ لَكُمْ آيَةً فَذُرُّوهَا تَأْكَلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ وَلَا

تَمْسُوهَا بِسَوْءِ مَا خَذَلَكُمْ عَذَابٌ قَرِيبٌ. (سُورَةُ هُودٍ ۶۴)

ترجمہ۔ اے قوم یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لیے ایک نشان ہے سو چھوڑ دو اس کو کھاتی پھرے اللہ کی زمین میں اور نہ چھیننا اس کو کوئی تکلیف دینے کے لیے پھر آپکڑے گا تم کو عذاب بہت جلد۔

ان میں جو سب سے زیادہ بد بخت تھا اس نے اس اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں یہ قدار بن صالح تھا۔ ان پر ایک درہم دست چیخ آئی اور پہاڑ میں زلزلہ بھی آیا۔ وہ جو اس میں اپنی حفاظت کے لیے مکان تلاشے تھے وہیں ڈب کر رہ گئے۔ یہ ان پر خدا کی طرف سے ایک عذاب تھا۔

فَاخَذَ اللَّهُ الرَّجْفَةَ فَأَسْبَغَ فِي دَارِهِمْ جَثَمِينَ. (پہ الاعراف ۷۸)
 ترجمہ: ان کو لے لیا ایک زلزلہ نے سارے گئے اپنے گھروں میں اونٹھے پڑے
 ککتبت ثمود بطغواها. اذانبعت اشقها. فقتل لهم رسول الله ناقة الله
 وسقمتها. فقتلوه فقتلوهها. فدمدم عليهم دمع بئذ ينهم فسواها
 دلائع حثمتها. (پہ الشمس)

ترجمہ: جھٹلایا قوم ثمود نے سرکشی سے جب ان میں کاسب سے بڑا بد بخت اٹھا۔
 پھر کہا انہیں اللہ کے رسول نے خبردار ہو اللہ کی اونٹنی سے اور اس کے پانی
 پینے کی باری سے پھر انہوں نے حضرت صالح کو جھٹلایا اور اس اونٹنی کے پانوں
 کاٹ ڈالے پھر اٹا دیا ان پر ان کے رب نے بسبب ان کے گناہوں کے
 پھر برابر کر دیا سب کو اور اس کو اس پچھلے کسی کا خوف کا ہے کہ۔

④ اصحاب الجنتہ (باغ والے متمد اور مغرور لوگ)

دنیا میں سبھی کچھ اسباب نہیں ان کے چھے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی مشیت کام کرتی
 ہے۔ انسان اسباب پر ذرغیت ہو کہ جب اس کو غملا بیٹھتا ہے تو پھر بسا اوقات آسمانی پیکڑ میں
 آجاتا ہے تب سمجھتا ہے کہ محض اسباب کچھ نہیں۔ قرآن کریم نے کچھ متمد اور مغرور لوگوں کا ایک
 ایسا ہی واقعہ بیانِ التلم میں نقل کیا ہے۔

ایک باغ والوں کا صبح کھیتی کاٹنے کا پروگرام تھا، مگر بھروسہ صرف اپنے اوپر تھا۔ انسانی
 ارادے کے آگے کوئی اور طاقت بھی مائل ہے اسے وہ نہ مانتے تھے۔ یہ ابھی سوئے ہی تھے کہ
 ایک ہبکر آیا اور ہوا کے اس زور سے پورے کا پورا باغ برباد ہو گیا۔ صبح جب وہ وہاں پہنچے
 تو عروس کو سنے لگے گویا کسی اور جگہ آگئے ہیں۔ وہاں باغ تھا ہی نہیں۔ ایک کہنے لگا کیا میں نے نہیں
 بند کہا تھا کہ اس نعمت پر تم خدا کی پاکی کیوں نہیں بدلتے۔ اب اس اعتبار کے بعد تمہیں خدا

یاد آ رہا ہے۔

قرآن کریم میں ایک سُنُّہِ دُلّے بدرجّت کا ذکر ہے، اللہ تعالیٰ نے اُسے بھی اور اس کی قوم کو پانچواں اس کے بعد فرلے ہیں :-

انما بلو فھمکما بلونا اصحاب الجنۃ اذا قسوا لیسرینہما مصبعین ولا
یتشتون دھاف علیہما حلائف من ریلک وہم نائمون فاھبعت کالصریم
ریلک انعم

ترجمہ ہم نے ان کو پانچواں جیسے ہم نے اصحاب الجنہ کو آڑا تھا جب انہوں نے
شکم کھائی کہ اس باغ کے پھل صبح توڑیں گے اور یہ دیکھا کہ گنڈا چلے پھر
چکر لگا یا اس باغ کا ایک چکر لگانے والے جھکڑے تیرے خدا کے حکم سے اور
وہ سوئے ہی رہ گئے۔ پھر صبح کو وہ باغ بالکل کٹ کر رہ گیا۔ پھر جب صبح ہوئی
انہوں نے آپس میں آواز دی اور سویرے اپنے کھیت پر چلا آئے تمہیں پھل تو ملے ہے۔

⑤ اصحاب الاخذود

قرآن پاک میں اصحاب اخذود کا ذکر پندرہ سورہ بروج میں کیا گیا ہے۔ ان کا زمانہ حضرت عیسیٰ
علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین کا ہے۔ بعض علما نے ۵۲۵ء کا واقعہ بتایا
ہے۔ کچھ ظالم لوگوں نے اپنے وقت کے اہل حق کو جلانے کے لیے بڑی بڑی کھائیاں بنائیں۔ ان
میں بہت سا ایندھن ڈال کر ان کو دھونکایا۔ اس پر یہ اصحاب الاخذود کہلائے۔ خدا اور
اخذود کھائی اور خدق کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع اخذید آئی ہے۔ ان کھائیوں میں اس وقت کے نبی
جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صبح دین پرستے ڈالے گئے۔ جن کا فرس نے اس وقت کے مسلمانوں
کو آگ میں زندہ جلادیا انہیں اصحاب الاخذود کہتے ہیں۔
حضرت شیخ الاسلام لکھتے ہیں :-

پہلے زمانہ میں کوئی کافر بادشاہ تھا اس کے ہاں ایک ساحر (جادوگر) رہتا تھا جب ساحر کی موت کا وقت قریب ہوا اس نے بادشاہ سے درخواست کی کہ ایک ہوشیار اور سونہار لڑکا مجھے دیا جائے تو میں اس کو اپنا علم سکھا دوں تاکہ میرے بعد یہ علم مٹ نہ جائے چنانچہ ایک لڑکا تجویز کیا گیا جو روزانہ ساحر کے پاس جا کر اس کا علم سیکھتا تھا۔

راستہ میں ایک عیسائی راہب رہتا تھا جو اس وقت کے عہد سے دین حق پر تھا لڑکا اس کے پاس بھی آنے جانے لگا اور غنیہ طور پر راہب کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا اور اس کے فیضِ صحبت سے ولایت و کرامت کے درجہ کو پہنچا۔ ایک روز لڑکے نے دیکھا کہ کسی بڑے جادو (شیر و پیر) نے راستہ روک رکھا ہے جس کی وجہ سے مخلوق پریشان ہے۔ اس نے ایک پتھر ہاتھ میں لے کر دُعا کی کہ اے اللہ! اگر اس راہب کا دین سچا ہے تو یہ جادو میرے پتھر سے مارا جائے۔ یہ کہہ کر پتھر پھینکا جس سے اس جادو کا کام ختم ہو گیا۔ لوگوں میں شور ہوا کہ اس لڑکے کو غیبی علم آتا ہے کسی اندھے نے سن کر درخواست کی کہ میری آنکھیں ابھی کہ دو۔ لڑکے نے کہا میں ابھی کرنے والا نہیں۔ وہ اللہ وعدہ لاشرک ہے۔ اگر تو اس پر ایمان لائے تو میں دُعا کر دوں۔ امید ہے وہ بگھ کو بینا کر دے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

شدہ شدہ یہ خبریں بادشاہ کو پہنچیں۔ اس نے برہم ہو کر لڑکے کو مع راہب اور اندھے کے طلب کر لیا اور کچھ بحث و گفتگو کے بعد راہب اور اندھے کو قتل کر دیا اور لڑکے کی نسبت حکم دیا کہ اسے اُدھے پہاڑ سے گرا کر ہلاک کر دیا جائے۔ مگر خدا کی قدرت جو لوگ اس کو لے گئے تھے سب پہاڑ سے گر کر ہلاک ہو گئے اور لڑکا صحیح و سالم چلا آیا۔ پھر بادشاہ نے دریا میں غرق کرنے کا حکم دیا۔ وہاں بھی یہی صورت پیش آئی کہ لڑکا صاف بچ کر نکل آیا اور جو لے گئے تھے وہ سب دریا میں ڈوب گئے۔ آخر بادشاہ نے لڑکے سے کہا، اے اللہ! جس خود مرنے کی ترکیب بتلائی۔

آپ سب لوگوں کو میدان میں جمع کریں ان کے سامنے مجھے سولی پر لٹکائیں اور یہ لفظ کہہ کر میرے تیر ماریں۔ بسم اللہ رب العالمین (اس اللہ کے نام پر جو

رب ہے اس لڑکے کا، چنانچہ بادشاہ نے ایسا ہی کیا اور لڑکا اپنے رب کے نام پر قربان ہو گیا۔

یرعیب واقعہ دیکھ کر یک لفت لوگوں کی زبان سے ایک نعرہ بلند ہوا کہ اسنا رب العلام ہم سب لڑکے کے رب پر ایمان لائے، لوگوں نے بادشاہ سے کہا کہ لیجئے جس تیز کی روک تھام کر رہے تھے وہی پیش آئی۔ پہلے تو کوئی انکا دکا مسلمان ہوتا تھا۔ اب غلوں کی طرف سے اسلام قبول کر لیا۔ بادشاہ نے مقدمہ میں آکر بڑی بڑی خندقیں کھدوائیں۔ ان کو خوب آگ سے بھرا کر املاں کیا کہ ہر شخص اسلام سے نہ چھڑے گا اس کو ان خندقوں میں تھونک دیا جائے گا لوگ آگ میں ڈالے جا رہے تھے لیکن اسلام سے نہیں ہٹتے تھے۔

یہاں اس بادشاہ اور اس کے ساتھ بیٹے وزیروں اور شیروں کو اصحاب الاحمذ و دکما گیا ہے جو مسلمانوں کے مبنے کا تماشہ دیکھ رہے تھے اور بد بختوں کو ذرا رحم نہ آتا تھا۔
حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں کہ صحیح مسلم جامع ترمذی مسند احمد وغیرہ میں جو قصہ مذکور ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

⑨ اصحاب الغیل

یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے چند روز پہلے کا ہے اس لیے وہ مکہ بلکہ پورے حجاز میں بہت مشہور تھا۔ یہ اس آخری دور کے سرکش چاہتے تھے کہ بیت اللہ شریف کو غارت کر کے اپنا صنوعی کعبہ آباد کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا اظہار فرمایا اور چھوٹے چھوٹے پرندوں سے بڑے بڑے ہتھیوں اور ہاتھی والوں کو ہلاک کر لیا۔ شیخ الاسلام لکھتے ہیں:-
بادشاہ حبشہ کی طرف سے یمن میں ایک حاکم ابرہہ نامی تھا اس نے دیکھا کہ مارے عرب کعبہ کا حج کرنے جاتے ہیں۔ چاہا کہ ہمارے پاس جمع ہوا کریں

امثال القرآن

الحمد لله وسلاماً على عباده الذين اصطفى أما بعد :-
قرآن کریم نے زندگی کے اونچے حقائق اور کائنات کی فطری صداقتیں عام فہم مثالوں سے
ذہن میں اتاری ہیں۔

ويعسوب الله الامثال للناس لعلهم يتذكرون۔ (پکچہ ابراہیم ۲۵)
ترجمہ اور بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ مثالیں لوگوں کے واسطے تاکہ وہ سوجیں۔
دینِ فطرت کے عام تعارف اور تدریجاً تذکرہ پیدا کرنے کے لیے یہ اسلوب بہت بلوغ ہے
ہم یہاں قرآن میں بیان کی گئی چند امثال ایک مستقل عنوان سے ہدیۂ قاریوں کرتے ہیں، ایک حدیث
میں ارشاد ہوا۔

واتبعوا الحکم وامنوا بالمشاہدہ واعتدوا بالامثال بلہ
ترجمہ: پروردگار کی کردہ متشابہات پر ایمان لاؤ (ان پر عقیدے کا مدار نہ
رکھو) اور مثالوں سے سبق حاصل کرو۔
فطری حقائق اور نتائج اعمال مثالوں کے تمثیلی نقشوں سے ذہن کے اتنے قریب ہو جاتے
ہیں کہ قرآن بالکل آسان ہو جاتا ہے۔

ولقد يتسونا القرآن للذکر فهل من متذکر۔ (پکچہ القم)۔
ترجمہ اور التیسیم نے نصیحت پانے کے لیے قرآن کو آسان کر دیا ہے ہے کوئی نصیحت بچنے والا۔
یہ مثالیں اپنے اندر سراسر درموز کے بھی بے شمار خزانے رکھتی ہیں اور سہل بیان کا
حق بھی ادا کرتی ہیں۔ سو اسلامی علوم میں امثال القرآن کا موضوع بڑی اہمیت رکھتا ہے اور اس
میں غور کرنا قرآن کے ہر طالب علم کے لیے ادب ضروری ہے۔

لوگوں کے حق سے محروم رہنے کی وجہ یا تو یہ ہوتی ہے کہ ان کی قوت فطری کمزور ہے، وہ

لہ رواہ البیہقی مرقرماً کافی للبرہان للذکر کثی جلد ۱ ص ۲۸

ایمانی حقائق کا تفصیلی جائزہ نہیں لے سکتے اور نہ اپنی قوتِ عملی سے اس نظری کمزوری پر غلبہ پانکتے ہیں یا ان کے حق سے محروم رہنے کی وجہ ان کا دنیوی لذتوں میں انہماک ہوتا ہے وہ عارضی مل و متاع اور فانی لذتوں میں کھو کر حقیقی زندگی اور ہمیشہ رہنے والے العامت کو ضائع کر دیتے ہیں۔ قرآن کریم ان کمزوریوں کا تشریحی پیرائے میں نقشہ کھینچتا ہے اور ایک ایک حالت کو محسوس بنا کر سامنے لاتا ہے۔

① ایمان کی ایک واضح اور محسوس مثال

نظری الجھاف سے نکال کر لوگوں کو ہدایت ایک محسوس شکل میں دکھا دینا اس کی مثال لیجئے جو لوگ غلط بیانی سے اپنے آپ کو مومن کہتے تھے ان کے لیے ایمان کی ایک محسوس صورت پیش کر دی بتلا دیا کہ ایمان کا معیار صحابہ کرام کی شخصیات کریمہ ہیں اگر تم خود حقیقتِ ایمان کو نہیں سمجھ سکتے تو اپنے آپ کو صحابہؓ کی کسوٹی پر پیکھ لو۔

① **وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ آمَنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ أَلَا**

أَنهَدَهُمُ السُّفَهَاءُ وَلَكِنْ لَا يَعْلَمُونَ . (پہلے البقرہ)

ترجمہ اور جب انہیں کہا جائے کہ تم ان لوگوں (صحابہؓ) کی طرح ایمان لانا تو کہتے دیتے ہیں کہ کیا ہم ان بے وقوفوں کو معیارِ ایمان سمجھیں؟ خبردار یہ خود ہی بھولتے ہیں مگر جانتے نہیں۔

دوسرے مقام پر اس مثال کو ان الفاظ میں پیش کیا :-

② **فَإِنِ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنُوهَا فَقَدْ آتَوْا مَا نَسُوا وَإِن تَوَلَّوْا فَتَمَّاهُمْ فِي شِقَاقِ (پہلے آخر البقرہ ۱۴)**

لہٰذا اس آیت شریفہ سے یہ باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ۱۔ صحابہ کرامؓ معیارِ ایمان ہیں۔ ۲۔ صحابہؓ کو معیارِ ایمان حسانہ نبیوں اور بیوقوفوں کا کام ہے۔ ۳۔ صحابہؓ پر تتراسب سے پہلے منافقوں نے کیا اور انہیں بیوقوف کہا۔ ۴۔ صحابہؓ کو جس نے جو کچھ کہا آسمان کی طرف سے اس نے اپنے لیے وہی کچھ کرنا جس نے انہیں السُّفَهَاءُ کہا۔ اس کو یہی جواب ملا۔ **إِلَّا أَنهَدَهُمُ السُّفَهَاءُ .**

۵ ہے یہ گنہگار کی صدا عیسیٰ کہو دلیلی سنو

ترجمہ پس اگر یہ لوگ اس طرح ایمان لائیں جیسا کہ تم (اے صحابہ پیغمبر خاتم) ایمان لائے ہو تو بے شک یہ ہدایت پر ہیں اور اگر یہ اس اصول سے پھر جائیں تو پھر یہ محض ہند پر ہیں۔

② اہل تملیث کے لیے ایک عام فہم مثال

جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے ان کی قوتِ نظری اس غلط فہمی کا شکار تھی کہ حضرت مسیح کا کوئی باپ نہیں اس لیے وہ خدا کے بیٹے ہیں۔ قرآن کریم یہاں اہل الباطل اور میت مسیح کے لیے منطقی مقدمات قائم کرنے کی بجائے ان کی عقلی کوتاہی کو اس تملیثی رنگ کے اندر ڈال کر تا ہے۔

ان مثل عیسیٰ عند اللہ کے مثل آدم۔ (پہلے آل عمران ۵۹)

ترجمہ عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک ایسی ہے جیسے مثال آدم کی۔

یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے خدا کا بیٹا ہونے کی اگر یہ وجہ ہے کہ ان کا باپ کوئی نہ تھا تو حضرت آدم علیہ السلام کا بھی تو کوئی باپ نہ تھا بلکہ ان کی تو ماں بھی نہ تھی اس حساب سے تو حضرت آدم کو بھی خدا کا بیٹا کہنا چاہیے۔ حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ غور کیجئے کہ علمی نظریات کو مثال کے پیرایہ میں کس طرح عوامی ذہن کے قریب کر دیا ہے۔

③ منافقین کی ایک مثال

منافق وہ لوگ ہیں جن کی زبان پر اسلام اور دل میں کفر ہو وہ باہر کے نور سے آراستہ الفاظِ کلمہ کے قائل، اور اندر کے نور (تصدیقِ قلبی) سے خالی ہوتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی اندھا کسی روشن ماحول میں بیٹھا ہو کہ اس کے ارد گرد تو روشنی ہو لیکن وہ خود اندر کی روشنی سے محروم ہو۔ اسی طرح منافقین نورِ ایمان سے محروم ہیں۔

مثلاً ۱۰۰ مثل الذئب استوقد ناراً فلما اضاعت ما حولہ ذهب اللہ

منور ہو تو تن کھری ظلمات لا یبصرون۔ (پہلے البقرہ ۱۷)

ترجمہ۔ ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی پھر جب آگ نے اس کے تمام ماسول کو روشن کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کی روشنی سے محروم کر دیا اور انہیں ایسے اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ کچھ بھی نہ دیکھ سکیں۔

وہ یقیناً سمجھیں کہ ہم صرف فائدے سے محروم رہے۔ نہیں بلکہ انہوں نے اپنے لیے خطرے بھی بہت سے مول لیے۔ ایسے جس طرح رات کے اندھیروں میں بادل کی گرج بھلی کی کڑک اور موسلا دھار بارش کے ہولناک مواقع کانوں میں انگلیاں دینے سے ترک نہیں کھتے اور قریب ہے کہ بھلی اُن کی آنکھیں اُچک لے جائے۔ اسی طرح منافقین کے اعمال انہیں نتائج اعمال سے بے نیاز نہیں کر سکتے۔

④ منافقین کی ایک اور مثال

او كصيب من السماء فيه ظلمت وورعد وبرق يجعلون اصابهم
في اذناهم من الصواعق حذر الموت واللّٰه محيط بالکفرين۔ (پ البقرہ ۱۹)
ترجمہ۔ یا ان کی مثال ایسی ہے جیسے آسمان کی طرف سے زور دار بارش برسی ہی ہو اس میں اندھیرے ہوں گرج ہو اور بھلی ہو اور یہ لوگ بھلی کی کڑک سے اپنے کانوں میں انگلیاں دینے لگیں کہ کہیں موت نہ آجائے اللہ تعالیٰ ایسے کافروں کو پوری طرح احاطہ کرنے والے ہیں۔

اس مثال میں سمجھا دیا کہ منافقین کس طرح یہ ہودہ تدبیروں سے اپنا بچاؤ چاہتے ہیں مگر حق تعالیٰ کی قوت سب طرف سے کفار کا احاطہ کیے ہوئے ہے اس کی گرفت اور عذاب سے وہ کس طرح بچ نہیں سکتے غور کیجئے کہ غیر مرئی حقیقتیں کس طرح تمثیلی نقوشوں سے عوامی ذہن کے قریب کر دی گئی ہیں۔

⑤ حق اور باطل کی مثال

انزل من السماء ماء قرصالت اودية بقدرها فاحتمل السيل ذبا اوابيا

ومما یوقد ن علیہ فی النار ابتغاء حلیۃ او متاع زبد مثله کذلک
یضرب اللہ الحق والباطل فاما الذئب فیزہب جفاءً واما ما
ینفع الناس فیمکث فی الارض کذلک یضرب اللہ الامثال۔

(سورۃ الرعد ۱۷)

ترجمہ۔ آسمان سے بارش اتری جس سے ندی نلے اپنے اپنے ظرف کو ملتا
بہرے نکلے پھر چلنے سے جھاگ (اور کوڑا کرکٹ وغیرہ) پھول کر اوپر آ گیا جیسے
تیز آگ میں (سونا چاندی تانبو یا اور دوسری) معدنیات پگھلاتے ہیں تاکہ
دیور برتن اور ہتھیار وغیرہ تیار کریں تو ان میں بھی اسی طرح جھاگ اٹھتا ہے
یہی حق اور باطل کی مثال ہے جھاگ (تو تھوڑی دیر بعد) خشک (یا منتشر)
ہو جاتا ہے اور جو چیز اصل کا رآمد ہوتی ہے وہ زمین میں باقی رہ جاتی ہے
اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ مثالیں۔

جب وحی آسمانی دین حق کو لے کر اترتی ہے تو قلب بنی آدم اپنے اپنے ظرف اور
استعداد کے مطابق فیض حاصل کرتے ہیں پھر حق اور باطل باہم بھڑکتے ہیں تو میل ابھر آتا
ہے غلطی باطل جھاگ کی طرح حق کو دبا لیتا ہے لیکن اس کا یہ ابال عارضی اور بے بنیاد ہے
تھوڑی دیر بعد اس کے جوش و خروش کا پتہ نہیں رہتا خدا جانے کدھر گیا جو اصلی اور کارآمد چیز
جھاگ کے نیچے دبی ہوئی تھی (یعنی حق و صداقت) بس وہی رہ گئی۔

دیکھو خدا کی بیان کردہ مثالیں کیسی عجیب ہوتی ہیں کیسے مؤثر انداز میں سمجھایا
کہ دُنیا میں جب حق و باطل بھڑکتے ہیں یعنی دونوں کا جنگی مقابلہ ہوتا ہے
تو گورے کے چند سے باطل اونچا اور پھولا ہوا نظر آتا ہے لیکن آخر کار باطل
کو منتشر کر کے حق ہی ظاہر اور غالب ہو کر رہے گا کسی مومن کو باطل کی عارضی
نمائش سے دھرکانہ کھانا چاہیے۔ اسی طرح کسی انسان کے دل میں جب حق
اُتر جائے کچھ دیر کے لیے اوہام و وساوس دور شروع دکھائیں تو گھبرانے کی
بات نہیں تھوڑی دیر میں یہ ابال بیٹھ جائے گا اور خاص حق ثابت و مستقر

رہے گا اس مثال میں حق و باطل کے مقابلہ کی کیفیت بتا دی۔

⑥ حق اور باطل کی ایک اور مثال

المرتکف ضرب الله مثلا كلمة طيبة كشجرة طيبة اصلها ثابت وفرعها في السماء ۝ توفى اكلها كل حين باذن ربها و يضرب الله الامثال للناس لعلهم يتذكرون ۝ ومثل كلمة خبيثة كشجرة خبيثة اجتثت من فوق الارض ما لها من ظليل۔ (سورہ ابراہیم ۲۶)

ترجمہ کیا تم نے نہیں دیکھا کیسی بیان کی اللہ نے مثال پاک بات ایسی ہے جیسے ایک نہایت سُخڑا درخت ہے جس کی جڑیں بہت مضبوط ہوں و زمین کی گہرائیوں میں پھیلی ہوئی ہوں کہ زور کا جھکاؤ بھی جڑ سے نہ اُٹھ سکے (اور جڑیں آسمان تک پھیلی ہوئی ہوں) (بہت اونچی اور زمینی کٹافروں سے دور ہوں) اپنے پروردگار کے حکم سے وہ اپنا پھل ہر وقت لاتا ہوا اور بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ مثالیں لوگوں کے لیے تاکہ وہ فکر کریں اور گندی بات دکھ کر کفر اور فلو بات (کی مثال ایسی ہے جیسے ایک خبیث درخت ہے جو زمین کے اوپر سے اُٹھتا ہوا ہوا اور اسے کچھ ٹھہراؤ نہ ہو۔

شیخ الاسلامؒ لکھتے ہیں :-

دونوں مثالوں کا حاصل یہ ہوا کہ مسلمانوں کا دعوے توحید و ایمان پکاوار سچا ہے جس کے دلائل نہایت صاف صحیح اور مضبوط ہیں موافقِ حضرت ہونے کی وجہ سے اس کی جڑیں قلوب کی پہنائیوں میں اتر جاتی ہیں اور اعمال صالحہ کی شاخیں آسمان قبولہ سے جا لگتی ہیں۔ اللہ يصعد الكلم الطيب والعمل الصالح يرفعه (پ فاطر) اس کے لطیف و شیریں ثمرات سے مومنین کے کام و دین ہمیشہ لذت اندوز ہوتے ہیں۔ الغرض حق و صداقت اور توحید

معرفت کا سدا بہار درخت روز بروز چھوٹا چھوٹا چھوٹا اور بڑھی پائیداری کے ساتھ
 اوجھا ہوتا رہتا ہے اس کے برخلاف تھوڑی بات اور شرک و کفر کے دعوے ہل
 کی جڑ بنیاد کچھ نہیں ہوتی ہوا کے ایک جھٹکے میں اکٹھ کر جا پڑتا ہے ناحق بات
 کے ثابت کرنے میں خواہ کتنے ہی زور لگائے جائیں لیکن انسانی ضمیر اور فطرت
 کے مخالف ہونے کی وجہ سے اس کی ٹریں دل کی گہرائی میں نہیں پہنچیں تھوڑا
 دھیان کرنے سے فطرت معلوم ہونے لگتی ہے اسی لیے مشہور ہے کہ تھوڑے کے
 پاؤں نہیں ہوتے یعنی سچ کی طرح اپنے پاؤں نہیں چلتا۔

④ دُنیا کی زندگی کی مثال

انما مثل الحیوة الدنیا کما انزلنا من السماء فاختلط به نبات الارض
 مما یأکل الناس والانعام حتی اذا اخذت الارض زخرفها و
 ازینت وخلقنا اهلها انما قادرون علیہما انما امرنا لیلًا او نهارًا
 فجعلناہ حصیدًا کان لہم قعن بالامس کذلک فنفضل الایات
 لقوم یتفکرون۔ (پہلی سورسہ ۴۴)

ترجمہ۔ دُنیا کی زندگی کی مثال ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی اتارا،
 پھر لانا نکلا اس سے سبزہ زمین کا جسے آدمی اور چار پائے سب کھاتے ہیں
 پھر جب زمین رونق لے آئی اور سزین ہو گئی مالک سمجھنے لگے کہ یہ سب ہمارے
 ہاتھ لگے گی کہ اتنے میں ہمارا حکم پہنچا رات ہو یا دن پھر ہم نے اسے اس
 طرح کٹی ہوئی کر دیا گویا کہ وہ کل سچی ہی نہیں اسی طرح ہم کھول کر بیان کرتے
 ہیں اپنی نشانیاں ان لوگوں کے لیے جو غور سے کام لیں۔

یعنی ناگہاں خدا کے حکم سے دن میں یا رات میں کوئی آفت آہنچنی مثلاً بگولا آگیا
 اولے پڑ گئے یا ٹنڈی دل پہنچ گیا علیٰ ہذا القیاس جس نے تمام زراعت کا ایسا

منایا کر ڈالا گیا یہاں ایک تنکا بھی نہ آگاتھا ٹھیک اسی طرح حیات دنیا کی مثال سمجھ لو خواہ کتنی ہی حسین تر و تازہ نظر آئے تھی کہ بے وقوف لوگ اس کی رونق اور دلربائی پر منتون ہو کر اصل حقیقت کو فراموش کر دیں لیکن اس کی یہ شادابی اور زینت و بہجت محض چند روزہ ہے جو بہت جلد زوال و فنا کے ہاتھوں نیا منیا ہو جائے گی۔ حضرت شاہ صاحب نے اس مثال کو نہایت لطیف طریق میں خاص انسانی حیات پر منطبق کیا ہے یعنی پانی کی طرح روح آسمان (عالم بالا) سے آئی کالبہ خلکی میں مل کر پھر قوت پکڑی دونوں کے ملنے سے آدمی بنا پھر کام کیسے انسانی اور حیوانی دونوں طرح کے جب پرنہر میں پورا ہوا اور اس کے متعلقین کو اس پر پھر دوسرے ہو گیا ناگہاں موت آئی پہنچی جس نے ایک دم میں سارا بنا بنایا کھیل ختم کر دیا پھر ایسا بے نام و نشان ہوا گویا کبھی زمین پر آباد بھی نہ ہوا تھا۔

⑧ دنیا کی زندگی کی ایک اور مثال

واضرب لہم مثل الحیوة الدنیا کما یر انزلناہ من السماء فاختلف بہ
نبات الارض فاصبح ہشیمًا تذروه الريح وکان اللہ علی کل
شیء مقتدرًا۔ (پہلے الکہف ۵۴)

ترجمہ اور تباد سے ان کو دنیا کی زندگی کی مثال ایسی ہے جیسے ہم نے اوپر سے پانی اتارا پھر اس کے ساتھ زمین کا سبزہ ملا ملا نکلا پھر لگے دن ہو گیا پورا چورا جسے ہوائیں بکھیر رہی ہوں اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت ہے۔

دنیا کی عارضی بہار اور فانی و سرخیز الزوال تر و تازگی کی مثال ایسی سمجھو کہ خشک اور مردہ زمین پر بارش کا پانی پڑا وہ یک بیک جی اٹھی گنجان درخت اور مختلف اجزائے سے ملا ملا سبزہ نکل آیا لہذا ہائی کیفیت آنکھوں کو بھی بھلا معلوم ہونے لگی مگر چند روز ہی گزرے کہ زرد ہو کر سوکھنا شروع

ہوئی۔ آخر ایک وقت آیا کہ کاٹ چھانٹ کر برابر کر دی گئی پھر ریزہ ریزہ ہو کر ہوا میں اڑانی لگتی یہ حال دنیا کے دیدہ زیب اور ابلہ خریب بناؤ سنگار کا سمجھو چند روز کے لیے خوب ہری بھری نگر آتی ہے آخر میں چورہ ہو کر ہوا میں اُڑ جائے گی اور کٹ چھٹ کر سب میدان صاف ہو جائے گا۔

⑨ دنیا کی زندگی کی ایک اور مثال

اعلموا انما الحیوة الدنیا لعب ولہو وزینة و تذاخر بئیکم و تکاثر فی الاموال والاولاد کمثل غیث اعجب الکفار نباتہ ثم یمیح فتراہ مصفر کثر یمکون حطاما و فی الاخرة عذاب بشدید رمفرقہ من اللہ و رضوان و ما الحیوة الدنیا الا متاع العرود۔ (کچھ الحدیث)

ترجمہ۔ جان رکھو دنیا کی زندگی (اولاً) ایک کھیل پھر تماشاً اس کے بعد بناؤ سنگار اور پھر بُرائی حاصل کر لے ہے اور (پھر آخر میں) مال و اولاد کی بہتات طبعی یہ اسی طرح ہے جیسے بارش ہو کر سائوں کو اس کا سبزہ اچھا لگ رہا ہو پھر اس کا اگنا زور پر ہو اور پھر لے سے تو زرد دیکھنے لگے یہاں تک کہ پھر وہ چورا چورا ہو جائے اور سخت میں سخت عذاب بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت اور رضا مندی کا مقام بھی ہے اور دنیا کی زندگی تو محض ایک دھوکے کا سامان ہے۔

⑩ اپنے بنائے معبودوں کی کمزوری کی مثال

اللہ کے سوا جن کو معبود بنایا گیا ان کی مثال قرآن سے منیے۔ اس سے زیادہ ان کی کمزوری اور کس پیرتے میں لائی جاسکتی ہے۔

یا ایہم الناس ضرب مثل فاستمعوا لہ ۰ ان الذین تدعون من دون اللہ لن ینخلقوا ذباً ولو اجتمعوا لہ وان یرسلہم الذباب شیئاً لا

یستفد وہ منه ضعف الطالب والمطلوب ما قدره الله حق قدره

ان الله لتوتی عزیز۔ (پکا الحج ۶۲)

ترجمہ اے لوگو! ایک مثال بیان کی گئی ہے جسے کان لگا کر سنو! اللہ کے سوا تم جن جن کو پکارتے (دُجو جتے) ہو وہ ایک کھٹی بھی نہیں بنا سکتے۔ خواہ سارے کے سارے اس کے لیے کیوں نہ جمع ہو جائیں اور اگر کھٹی ان سے کوئی چیز اچک لے جائے تو یہ اس سے بھی اسے نہ چھڑا سکیں یہاں طالب اور مطلب دونوں کمزور ہیں۔ یہ لوگ اللہ کی قدر کو نہیں سمجھے جیسا کہ اس کی قدر کا حق ہے بے شک اللہ تعالیٰ ہی قوی اور غالب ہیں۔

بعض لوگ تمہوں کو پکارتے ہیں بعض آگ کو اپنا مشکل کشا سمجھتے ہیں بعض پانی کو پُتے جتے ہیں بعض انبیاء و اولیاء کو مافوق السباب پکارتے ہیں مسیحی تو ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حاجت روائی کا دم بھرتی ہیں اللہ تعالیٰ نے خالق ہونے کی وحدانیت کو بیان کرتے ہوئے ان سب کے بارے میں فرمادیا کہ ان میں سے کوئی بھی یہ قدرت نہیں رکھتا کہ ایک کھٹی کو بھی پیدا کر سکے اگر کسی کو بھی اتنا اختیار ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان سب کی نفی کو اپنی شانِ تقدیر اور شانِ قدر سے ہرگز و البتہ نہ فرماتے تخلیق کے باب میں سب کمزور ہیں بُت ہوں یا دوزخ، آگ ہو یا پانی، سورج ہو چاند، پیغمبر ہوں یا فرشتے اگر ان میں سے کوئی بھی مستقل قدرت اور اختیار رکھتا تو رب العزت ان سب کی ایک قلم نفی نہ فرماتے۔ یہ شبہ نہ کیا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پرندے بنا کر اڑا دیتے تھے اور بعض فرشتے بھی کوئی طہر پر ایسے کاموں پر مامور ہیں اس لیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کام فقط پرندے کی صورت بنانا تھا اس میں جان ڈالنا اور اڑا دینا یہ اللہ رب العزت کی شان تھی اہل سنت کے عقیدہ میں معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے جو پیغمبروں کے اکرام و اعزاز اور ان کی تصدیق کے لیے ان کے ہاتھوں سے ظاہر کیا جاتا ہے اس طرح فرشتے بھی ایسے کاموں پر مامور ہونے کے باوجود اپنے مستقل ارادے اور اختیار سے ایک کھٹی بنانے کی بھی قدرت نہیں رکھتے۔

⑪ مکرڑی کے جانے کی مثال

مثل الذين اتخذوا من دون الله اولياءً مثل العنكبوت اتخذت بيتاً وان اوهن البيوت لبيت العنكبوت لو كانوا يعلمون (پاک عنکبوت ۴۱)
ترجمہ۔ ان لوگوں کی مثال جنہوں نے اللہ کے سوا اور کار ساز بنا رکھے ہیں ایک مکرڑی کی سی ہے جس نے اپنا گھر بنا رکھا ہے اور بے شک سب گھروں میں بودا (اور سب سے کمزور پہلا) مکرڑی کا گھر ہے اگر یہ جانتے ہوتے۔
اس مثال سے مشرکین کے کمزور سہاروں کا نقشہ پوری طرح سامنے آجاتا ہے۔

⑫ آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کی مثال

لَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ وَلِلَّهِ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (پاک اہل ۴)
ترجمہ۔ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کی بُری مثال ہے اور اللہ کی شان تو سب سے اُوپر ہے اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔

اب ان مثالوں کو سمجھیے

صَوَّرَكُمْ عَمٰیٰ فَمَهْرًا مَّيْرَجَعُونَ۔ (پاک البقرہ ۱۸)

ترجمہ۔ بہرے ہیں گو بجھے ہیں اللہ سے ہیں سرود نہ تو نہیں گئے۔

پھر ایک دوسرے مقام پر ہے:

اَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعٰمٰیؕ وَاَلَا تَاْنُوْا اِلٰھِمْ عٰرِفُونَ۔ (پاک یونس ۴۳)

ترجمہ۔ کیا آپ راہ دکھائیں گے اندھوں کو اگرچہ وہ سچ نہ رکھتے ہوں۔

ان کفار کو بہرے گوئیے اور اندھے کہا گیا جو حق سن سکیں نہ مان سکیں اور نہ دیکھ سکیں

پھر یہ بھی فرمایا کہ کافر اور مشرک کا فرق یہی ہے جو مینا اور لٹینا یا بہرے اور سننے والے کا ہے۔

مثل الغریتین کالاهعی والاصغر والبصیر والسمیع هل ینتویان مثلاً

(پہلے ہجرت ۲۴)

ترجمہ: مثال ان دونوں فرقوں کی ایسے ہے جیسے ایک اندھا اور بہرا ہو اور دوسرا دیکھتا ہو اور سنتا بھی ہو۔ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔

وما ینتوی الا حیاہ ولا الاموات لان اللہ لیسمع من یشاء و ما انت بمسمع من فی القبور۔ (پہلے خاطر ۲۲)

ترجمہ: اور برابر نہیں جیتے اور نہ مردے بے شک اللہ تعالیٰ جسے چاہے سُنائے اور آپ تو قبر والوں کو سُنائے دے لے نہیں ہیں۔

ولما ضرب ابن مریم مثلاً اذا قومك منه یتصدون بل هم قوم خصمون۔ (پہلے الزخرف ۵)

ترجمہ: اور جب مثال لائی جائے مریم کے بیٹے کی سوتیلی قوم اس سے پھلانے لگتے ہیں..... اور بے شک وہ علامات قیامت ہیں سے ہے۔

۱۳) علماء سور کی ایک مثال

مثل الذین حملوا القودات ثم لم یحملوها کمثل الحجار یمیل اسفارا۔ (پہلے الجمعہ ۱)

ترجمہ: مثال ان لوگوں کی جن پلا دی گئی تورات پھر نہ اٹھائی انہوں نے ایسے ہے جیسے گدھا کتابیں اٹھائے ہوئے ہو۔

بجلا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں پھر ان کفار کو مردے بھی کہا گیا جو قبروں میں پڑے ہوں کہیں نصاریٰ کے لیے جگڑا لو کی تعبیر افتیاد کی گئی اور ان حاملین تورات (یہود) کو جو اس کے متقضا پر عمل نہ کریں اس گدھے سے تشبیہ دی گئی جس پر کتابیں لدی ہوں اور وہ ان سے سفید نہ ہو سکے۔ ان اٹھنے والوں کے لیے مثالیں ایسی ہی ہیں اور وہ کسی اچھے کلمے کے ہرگز مستحق نہ تھے۔

بئس مثل القوم الذین کذبوا بایات اللہ (پہلے الجمعہ ۵)

ترجمہ ان لوگوں کی مثال بہت بُری ہے جنہوں نے اللہ کی باتیں جھٹلا دیں۔
 سَاوَمِلِ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا بِالْكِتَابِ وَأَنْفُسِهِمْ كَانُوا بِظُلْمٍ
 (رَبِّ الْأَعْرَافِ ۱۷۷)

ترجمہ ان لوگوں کی مثال بہت بُری ہے جنہوں نے ہماری آیات جھٹلا دیں
 اور اپنا ہی نقصان کرتے رہے۔

۱۳۰) بُلندی سے گرنے والے بد قسمت کی مثال

ایک شخص جو پہلے خدا پرست اور درویش تھا لیکن اس کے بعد بد قسمتی خداوندی سے منہ
 موڑ کر عورت کے اغواء یا دولت کے لالچ میں گھر گیا تھا اس کے زمینی شہادت اولذات کی طرف
 جھک پڑنے اور نفسانی خواہشات کے پیچھے چلنے کی مثال اس کتے کے حال سے دی گئی جس کی
 زبان باہر لٹکی ہو اور وہ بد خواہی اور پریشانی میں مبتلا رہے۔

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَمَثَلُهُ
 كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِذَا شَمَلَ عَلَيْهِ يَلْهَثُ أَتَمَرَكَ يَلْهَثُ ذَلِكَ
 مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا بِالْكِتَابِ (رَبِّ الْأَعْرَافِ ۱۷۷)

ترجمہ ہم چاہتے تو اس کا سر تہ بلند بھی کر دیتے لیکن وہ تو زمین کا ہی ہو رہا
 تھا اور اپنی خواہش کے پیچھے ہی چلا جا رہا تھا اس کی مثال ایسی ہو گئی جیسے
 ایک کتا جو اس پر تو بوجھ لادے تو ہنسنے اور بوجھ اٹھا دے تو سب بھی
 ہنسنے یہ مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے ہماری باتوں کو جھٹلا دیا۔
 شیخ الاسلامؒ کہتے ہیں :-

اسی طرح سفلی خواہشات میں منہ مارنے والے کتے کا حال ہوا کہ اغوائی کمزوری
 کی وجہ سے آیات اللہ کا دیا جانا اور نہ دیا جانا یا مستبد کرنا اور نہ کرنا دونوں حالتیں
 اس کے حق میں برابر ہو گئیں سوا علیہم و انذرتهم لعمام لعم تنذرهم لا
 یؤمنون۔ حرص دنیا سے اس کی زبان باہر لٹک پڑی اور ترک آیات کی حرکت

سے بدتر اسی اور پریشانی خاطر کا نقشہ برابر ہانپتے رہنے کی مثال میں ظاہر ہوا۔
— یہاں ایسے ہوا پرستوں کا انجام بتلایا گیا جو حق کے قبول کرنے یا
پوری طرح سمجھ لینے کے بعد محض دنیوی طمع اور سفلی خواہشات کی پیروی میں
احکام الہیہ کو چھوڑ کر شیطان کے اشاروں پر چلنے لگیں اور خدا کے عہد و
ميثاق کی کچھ پروا نہ کریں۔ علماء سور کے لیے ان آیات میں بڑا تبرکات
سبق ہے اگر دھیان کریں۔ بلہ

⑮ کفار کے اعمال کی مثال

وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بَقِيَعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْثَانُ مَاءً حَلِيًّا إِذَا
جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَوَجَدَ اللَّهُ عِنْدَهُ فُوقًا حَاسِبًا ۗ وَاللَّهُ سَرِيعُ
الْحِسَابِ ۗ أَوْ كظلماتٍ في بَحْرٍ لَجِيٍّ يَغْشَاهُ مَوْجٌ مِنْ فَوْقِهِ مَحَابِبٌ ۚ
ظلماتٍ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ إِذَا أَخْرَجَ يَدًا لَمْ يَكَدْ يَرَاهَا ۗ وَمَنْ
لَمْ يُعْمَلِ اللَّهُ لَهُ فَوْرًا فَمَالَهُ مِنْ تَوَرٍّ (پہلا فرقہ ۴)

ترجمہ جو لوگ کافر ہیں ان کے اعمال یوں ہیں۔ ۱۔ جیسے جنگل میں ریت ہو اور
پہاں اسے پانی سمجھ رہا ہو یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچے اسے
کچھ نہ پائے اور دیکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کا حساب لینے کے لیے وہاں موجود
ہے اور اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔ ۲۔ یا جیسے گہرے دریا میں اندھیرے
ہوں اس کے اوپر لہر پر لہر چڑھی ہو پھر اس کے اوپر گہرا بادل ہو۔
اندھیرے ہی ہوں ایک دوسرے کے اوپر یہاں تک کہ ہاتھ سمجھائی نہ دے
اور جیسے اندھیری روشنی نہ دے تو اسے روشنی کہاں سے مل سکتی ہے

کافروں کے اعمال دو قسم کے ہیں ایک وہ جنہیں وہ اپنے خیال میں اچھا سمجھ کر کرتے
ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ ان کے یہ اعمال ان کی آخرت میں کام آئیں گے دوسرے وہ اعمال

ہیں جو خود ان کے اپنے نزدیک بھی فسق و کفر اور ظلم و عسایاں ہیں وہ ظاہری چمک بھی نہیں جو بلب میں ہوتی ہے اس آیت شریفہ میں ہر دو قسم کے اعمال کی تمثیل فرمائی پہلی قسم کے اعمال بظاہر اچھے بھی ہوں تو کفر کی وجہ سے وہ اللہ کے ہاں مقبول و محترم نہیں اکائی کے بائیں طرف لگنے والے صغیر خواہ کتنے ہی کیوں نہ ہوں سب بے قیمت ہوتے ہیں جو اعمال بغیر ایمان کے ہوں ان کی کوئی قیمت نہیں ایسے اعمال کی مثال اس چمکتی ریت کی سی ہے جو کسی فریب خوردہ کو پانی دکھائی دے رہی ہو اور دوسری قسم کے لوگ تو تہہ برتہ اندھیروں کے نیچے دبے ہیں وہاں کسی تہمت اور ظاہر کے لحاظ سے بھی روشنی کی کوئی کرن نہیں ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔

دیکھئے کس نفیس انداز میں اعمال کفار کی تمثیل و تشبیہ بیان کی جا رہی ہے اور کس طرح یہ مثال ہر دو قسم کے کافروں کو شامل ہے قرآن کریم کی تمثیلات اور تشبیہات عجیب قسم کی لطافت اور نہایت نفیس شان بلاغت کا منظر ہیں۔ ان سے مضمون بھی آسان ہو جاتا ہے اور بات بھی پوری طرح ذہن میں اتر جاتی ہے۔

④ اعمال کفار کی ایک اور مثال

مثل اللذین کفروا بنہم اعمالہم کرمادج اشتدت بہ الریح فی یوم عاصف لا یفتدون مما کسبوا علی شیء ذلک هو الضلال

البعید۔ (پلک ابراہیم ۱۸)

ترجمہ: کافروں کے اعمال کی مثال اس راگھ کی سی ہے جس پر زور کی ہوا چلے اور وہ دن بھی آندھی کا ہو جس طرح ان کے ہاتھ ان کی کمائی میں کچھ نہیں لگے اسی طرح یہ بھی بہک کر ڈور جا پڑتا ہے۔

بعض کفار کو یہ خیال ہو سکتا تھا کہ آخر ہم نے دنیا میں بہت سے اچھے کام صدقہ و خیرات کی مدد سے کیے ہماری خوش اخلاقی لوگوں میں مشہور ہوئی بہترے آدمیوں کی مصیبت میں کام آئے اور کسی نہ کسی عنوان سے خدا کی پوجا بھی کی کیا یہ سب کیا کر لیا اور دیا دلا یا اس وقت کام نہ آئے گا اس کا جواب اس تمثیل میں دیا یعنی جسے خدا کی صحیح معرفت نہیں محض فرضی اور دیکھی

خدا کو بوجتا ہے اس کے تمام اعمال بے روح اور بے وزن ہیں وہ محشر میں اسی طرح اڑ جائیں گے جس طرح آدمی کے وقت جب زور کی ہول چلے تو راکھ کے خدات اڑ جاتے ہیں۔

⑭ اعمال کفار کی ایک اور مثال

مثل ما ینفقون فی هذه الحیوة الدنیا کمثل ریح فیہا صرّ اصابت حرث قوم وظلموا انفسہم فاھلکته وما ظلمہم اللہ ولكن انفسہم ظلمون۔

(یٰٰ آل عمران ۱۷۴)

ترجمہ: یہ لوگ جو دنیا کی زندگی میں خرچ کر کے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ہوا جو جس میں پالا ہوا اور وہ جلگے اس تو م کی کھیتی کو جس لے اپنے حق میں ہر اکا کیا ہوا تھا اور اسے تباہ کر دے اور اللہ نے ان پر زکاتوں پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی اپنے اور پر ظلم کر رہے تھے۔

شیخ الاسلام لکھتے ہیں:

عمل کی ابدی حفاظت کرنے والی چیز ایمان کا یقین ہے اس کے بدلوں عمل کی مثال ایسی سمجھو جیسے کسی شہر پر ظالم نے کھیتی یا باغ لگایا اور اس کو برف پلے سے پلانے کا کوئی انتظام نہ کیا چند روز اس کی سرسبزی شادابی کو دیکھ کر خوش ہوتا اور بہت کچھ اُمیدیں باندھتا رہتا ہے اس کی شرارت و بدبختی سے سرد ہوا چلی برف پالا اس قدر گرا کہ ایک دم میں ساری پہلہ پانی کھیتی جلا کر راکھ کر دی آخر اپنی کلی تباہی و بربادی پر کعب افسوس منا رہ گیا نہ اُمیدیں پوری ہوئیں نہ احتیاج کے وقت اس کی پیداوار سے منتفع ہوا اور چونکہ یہ تباہی ظلم و شرارت کی سزا تھی اس لیے اس مصیبت پر کوئی اجر آخر دی بھی نہ ملا۔

جیسا کہ مومنین کو ملتا ہے۔

مسلمان کی کھیتی کو برف پالا لگ جائے تو تباہ وہ بھی ہو جاتی ہے لیکن یہ تکلیف اس کے

بہت سے گناہوں کا کفارہ یا اس کی نیکیوں میں ایک اضافہ ہو کر اس کھینٹی کے کچھ اثرات یا اثرات فرود باقی رکھتی ہے دوسرے لفظوں میں نیوں سمجھنے کے مومن کی کھینٹی کلی طور پر تباہ ہوتی ہی نہیں یہ کفارہ ہی ہیں جن کا اس تباہی پر کوئی شہہ مرتب نہیں ہوتا۔ ضائع ہونے والے اعمال کی اس سے بلیغ مثال کیا ہوگی کہ انہیں یہاں کی عام بربادی کے مشابہ نہیں کیا بلکہ اس بربادی کی تمثیل پیش کی جس سے بڑھ کر تباہی و بربادی کا یہاں تصور بھی نہیں ہو سکتا۔

اعمال کفار کی ایک اور مثال

حاصل ایکہ قرآن پاک کی مثالیں انتہائے بلاغت کی شان رکھتی ہیں اور پورے مضمون کی سبب سے ہوتی دل کی گہرائیوں میں جگہ پالیتی ہیں۔ مثالوں سے ہدایت پالینا یہ خوش قسمت لوگوں کی بات ہے اور یہ سرمایہ علمی بھی قرآن سے ملتا ہے اور اس سے بھی ان پر قرآن کا راز ہدایت پوری شان اچھا سے کھلتا ہے۔

سائنس کے طلبہ پہلے Theory پڑھتے ہیں پھر انہی چیزوں کو وہ Practical میں سمجھتے ہیں۔ ان عملی مشقوں سے اصلاحی بات اور نکھر کر سامنے آتی ہے اور بات بالکل صاف ہو جاتی ہے۔ قرآن کیم نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے جو سبق دیئے انہیں پھر مختلف مثالوں سے بھی واضح کیا ہے۔ زندگی کے یہ تمثیلی پیرے عام انسانوں کو بھی ابدی صداقتوں کی گود میں لے آتے ہیں۔ ضابطے کو سمجھنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہوتی لیکن نقشہ دیکھنے سے عام آدمی بھی بات کو سمجھ لیتا ہے۔ فاضل انسانوں کو جگانے کے لیے قرآن کیم کی یہ مثالیں ایک ہمہ گیر دعوت ہدایت میں اور انسان جتنا ان مثالوں میں غور کرتا جائے اسی کے مطابق سعادت و آخرت اس کے دل و دماغ میں اترتی جائے گی۔

اس امت کے واعظین اور خطیب حضرات ان مثالوں پر تباہی و خور کریں گے اور انہیں کھول کھول کر بیان کریں گے قرآن کا راز ہدایت پوری شان اچھا سے کھلتا جائے گا۔

إِصْطِلَاحَاتُ الْقُرْآنِ

اصطلاحات القرآن

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى (تمالحد)۔

قرآن کریم ایک ضخیم کتاب ہے جس میں بیک وقت کئی مضامین کی لہریں چل رہی ہیں اور اس میں لاتعداد حقیقتوں کا نشان اور متعدد اصولی ہدایتوں کا بیان ہے اس میں کئی ایسے الفاظ ملتے ہیں جو مختلف چیزوں میں ایک ہی حقیقت کی ترجمانی بھی کرتے ہیں وہ حقیقتیں ان کے اصل معانی ہیں اور انہیں سے قرآن کریم کی Terminology قائم ہوتی ہے الفاظ کے یہ غالب ایک خاص قرآنی مراد کی نشاندہی کرتے ہیں قرآن کریم کی اصطلاحات بن جاتے ہیں۔ ان الفاظ کے بیان کے لیے محض لغت عرب کافی نہیں ان کے قرآنی استعمال پر گہری نظر درکار ہے۔

دیکھنا چاہیے کہ قرآن کریم ان الفاظ کو کن کن حقیقتوں کے لیے اختیار کرتا ہے اور اگر یہ الفاظ کہیں اپنے مخاطب لغوی میں استعمال ہوں تو اس سے ان کی شرعی حقیقت متاثر نہیں ہوتی قرینہ بتا دیتا ہے کہ یہ لغوی مخاطب ہے شرعی حقیقت اپنی جگہ ایک علیحدہ حقیقت ہے اور وہ حقیقت متعدد چیزوں میں پھیل کر پھیر بھی ایک ہی رہتی ہے۔ پھر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ حقیقت اور اس کے تقاضے علیحدہ صورتوں میں سامنے آتے ہیں یہی مختلف TERMS قرآن کریم کی وہ بنیادی اصطلاح میں ہیں جن کا مطالعہ قرآن کے ہر طالب علم کے لیے از بس ضروری ہے۔

زمانہ بعثت کے عرب الفاظ کے تھمیدوں سے آشنا نہ تھے بلاغت کے متعدد مباحث کے باوجود بات سمجھنے میں کوئی اختلاف نہ ہوتا تھا۔ اخذ معانی اور فہم مطالب کے لیے انہیں لفظوں سے کیلئے کی عادت نہ تھی ان کی لغت ردوی تاویل اور ایرانی تصنیع سے آشنا نہ تھی۔ قرآن کریم حضورؐ کی تربیت قدسیہ کے ساتھ میر ان کے دلوں میں تھیک تھیک بس گیا تھا ہر لفظ کی نشست اور مراد ان کے سادہ اور صاف ذہنوں میں پوری اتر جاتی تھی۔ وہ قرآن کریم کو سمجھتے ہی اس کے بنیادی مقصد کو پالیتے تھے۔ کسی لفظ کا لغوی استعمال اور پھر اس کا شرعی حقیقت کو بیان کرنا ان کے نزدیک کسی الجھاؤ کا موجب نہ تھا۔ بہت کم ایسے مواقع آئے جن میں انہوں نے حضورؐ سے بعض الفاظ کی

سزاوات معلوم کریں۔

صحابہ کے بعد مسلمانوں میں رومی اور ایرانی تمدن کے اثرات پھیلنے شروع ہو گئے یہاں تک کہ بعض مسلمانوں نے قرآن کی لادروال صداقتوں کو بھی اسی آئینہ میں دیکھنے کی کوشش کی کچھ لوگ قرآنی تعلیمات میں بھی الحاد کی راہیں چلنے لگے۔ یہاں تک کہ بعض بنیادی حقیقتیں بھی اختلافی مسائل کے قالب میں ڈھلنے لگیں۔

ان حالات میں مزدورت محسوس ہوتی ہے کہ قرآن کریم کی کچھ اصطلاحات قرآن کی روشنی میں بیان کر دی جائیں اور ہر اصطلاح میں جو غلط تصور راہ پا گیا ہے اس کی بھی کچھ اصلاح کر دی جائے۔
واللہ اعلم بالصواب۔

ایمان

ایمان کے لغوی معنی یقین کر لے اور ماننے کے ہیں لیکن اس کی شرعی حقیقت یہ ہے کہ انسان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جملہ تعلیمات کو صحیح اور سچ تسلیم کرے اس میں تو اختلاف ہو سکتا ہے کہ یہ بات حضور اکرمؐ سے ثابت ہے یا نہیں؟ لیکن جو امور آنحضرتؐ سے پورے یقین اور تواتر سے ثابت ہو جائیں ایمان شریعی کے لیے ان سب کی تصدیق ضروری ہے ان میں سے کسی ایک کا انکار بھی دائرہ ایمان میں داخل ہونے سے ممانع ہے۔ آنحضرتؐ سے جو باتیں اجمالاً منقول ہیں ان کی اجمالی تصدیق اور جو امور تفصیلاً منقول ہیں ان کی تفصیلی تصدیق مومن ہونے کے لیے اہل ضروری ہے حضورؐ کو آپ کی جملہ تعلیمات میں غرہ وہ اصولی ہوں یا فروعی۔ اعتقادی ہوں یا عملی۔ اخلاقی ہوں یا قانونی۔ ہمیشہ کے لیے سچا ماننے کے بغیر کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا۔ ایمان کی یہی شرعی حقیقت ہے جس پر ایمان کے احکام کا مدار ہے۔ اگر کوئی شخص حضورؐ کی سب تعلیمات کو سچا مانے لیکن صرف روز قیامت کو نہ مانے یا فرشتوں کے وجود کا انکار کرے تو وہ شخص قطعاً کافر قرار پائے گا ایمان شریعی

سب سے مومن تہنی کی وراثت پانچ چیز مومن کو مومن کی وراثت نہیں جاسکتی (مومن کے نکاح کا اہل ہونا کوئی مومن لڑکی کسی غیر مسلم کے نکاح میں نہیں آسکتی لا یتکھوا المشرکین حتی یؤمنوا۔ (سپ البقرہ ۲۲۱) اس کی نماز جنازہ پڑھنا کسی غیر مومن کی نماز جنازہ پڑھنی مسلمانوں کے لیے جائز نہیں) وغیرہ من الاحکام

کے لیے حضورؐ کی جو تعلیمات کی تصدیق ضروری ہے ایمان میں جمیع کی قید ہے لیکن کفر کے لیے جمیع کی قید نہیں حضورؐ کی کسی ایک بات کے انکار سے بھی انسان کا کفر ہو جاتا ہے بشرطیکہ وہ بات حضورؐ کے یقینی طور پر ثابت ہو۔ ایمان لانے کے لیے مومن پر امور دوہ امور ہیں پر ایمان لانا ضروری ہوتا ہے کہ حج بھی وہی ہے جو صحابہؓ کے وقت میں مومن بہتھے یہ نہیں ہو سکتا کہ صحابہؓ کے لیے تو دس باتوں پر ایمان لانا ضروری ہو اور آج کوئی شخص صرف نو باتوں کو تسلیم کر کے مومن کہلا سکے۔ ایمان آئے گا تو پورا آئے گا در نہ کچھ بھی نہیں۔ ایمان کی شرعی حقیقت سب کے لیے ایک ہے اس میں کوئی جزو بندی نہیں اور نہ اس میں کوئی کمی بیشی ہو سکتی ہے۔ ہاں اس میں اپنے اپنے یقین کے مطابق قوت و ضعف کے درجات مختلف ہو سکتے ہیں لیکن اس کی شرعی حقیقت بہر حال ایک ہے اور کفر و اسلام کی حدِ فاصل وہی ایک ہے۔

پھر ایمان کے کچھ اعمال ہیں اور کچھ اس کی علامات ہیں ان میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے نوران میں سے بعض کا ترک تکذیب پیغمبرؐ کی وجہ سے نہیں معنی عملی سستی کی وجہ سے ہوتا ہے ایمان کے یہ اعمال اور علامات مطلوب تو ہیں لیکن ایمان کی حقیقت شرعی نہیں ایمان کے تقاضے ہیں۔ قرآن کریم معنی مقامات پر ان اعمال کے لیے بھی ایمان کا لفظ اختیار کرتا ہے اور یہ مجاز شرعی ہے جس میں ایمان اقرار و عمل کے مجموعہ کا نام ہے۔ اس اعتبار سے ایمان میں کمی اور زیادتی ہوتی رہتی ہے۔ پھر کچھ ایمان کی علامات ہیں جیسے اسلام علیکم کہنا یہ علامت ایمان حقیقی کا معنی ایک نشان ہیں خود ایمان نہیں قرآن کریم بعض مقامات جہاں ایمان کی حقیقت کا علم نہ ہو ان علامات کو بھی ایمان کہہ دیتا ہے ہیں یہ اطلاق بھی ایک مجاز شرعی ہو گا جس کا اعتبار صرف اس وقت تک ہے جب تک کہ ایمان کی حقیقت کا پتہ نہ چل جائے۔ محدثین اپنے کفر یہ عقائد کو چھپانے کے لیے ان اعمال و علامات سے استدلال کرتے ہیں حالانکہ حقیقت معلوم ہو جانے کے بعد اعمال و علامات کا کوئی اعتبار نہیں رہتا۔ ایسے موقعوں پر قرآن کریم کے ہر طالب علم کا فرض ہے کہ ایمان کے قرآنی اطلاق کے ان بنیادی ظروف کو ضرور پیش نظر رکھے بخلاف لغوی میں لفظ مومن کا معنی سمجھتے رہے۔

لے دست شیخ الحدید لکھتے ہیں ایمان کا تجزیہ ممکن نہیں بعض احکام کا انکار کرنے والا بھی کافر مطلق ہو گا صرف بعض احکام پر ایمان لانے سے کچھ بھی ایمان نصیب نہ ہو گا۔ (موضح الفرقان ص ۱۷)

وما انت بئرم من لنا ولو كنا صادقين. (رکب یوسف ۱۷)
یہ ایمان کی حقیقت لغوی کا بیان ہے یہاں ایمان شرعی مراد نہیں۔

فلا وربك لا يؤمنون بحكوبك فيما مشعرو بينهم. (رکب النساء ۲۵)
میں ایمان کی حقیقت شرعی کا بیان ہے۔

ان الذين امنوا وعملوا الصلحت (رکب البقرہ ۲۷۷)

میں بھی ایمان کی حقیقت شرعی مراد ہے کیونکہ اعمال اس میں طرف ہیں اور اس سے علیحدہ ہیں۔
ما كان الله ليضيع ايمانكم. (رکب البقرہ ۱۴۲)

میں ایمان سے مراد نماز ہے یہاں عمل کو ایمان کہا گیا ہے جو مجاز شرعی ہے اس ایمان میں
(جو اقرار و عمل کے مجموعہ کا نام ہے) اعمال کی کمی بیشی سے کمی بیشی ہوتی رہتی ہے مگر ایمان کی حقیقت
شرعی میں کمی بیشی کوئی راہ نہیں، ہر گاہ تو پورا ہو گا ورنہ کچھ بھی نہیں یہ کفر کی حالت ہے۔

ولا تقولوا لمن اتى اليك السلام لست مؤمنا. (رکب النساء ۹۴)

میں سلام علیکم کہنے کو ایمان کی علامت بتایا گیا ہے ایمان کی حقیقت نہیں کہا گیا ہے ایمان
وہاں اس کی حقیقت شہادت ہے پس جب حقیقت کا پتہ چل جائے تو علامت کا اعتبار باقی نہ رہے
گاہ ایمان کے ان اعمال اور علامات کے نام سے ایمان کی حقیقت شرعی کو مشتبه کرنا اور ان علامات
سے ایمان کی حقیقت پر دلیل لانا قرآن کے ان مختلف اطلاقات اور اس کی شرعی و اطلاقات پہچاننے
کی وجہ سے ہے ہر اطلاق کا ایک اپنا عمل ہے اور حقیقت شرعیہ اپنی جگہ قائم ہے جس میں کمی بیشی
نہ کی بیشی کو راہ نہیں۔

ما كنت تدري ما الكتاب ولا الايمان ولكن جعلناه نورا. (رکب شوریٰ ۵۲)

میں ایمان سے مراد اعمال ایمان کی تفصیل ہیں بعض ایمان ہرگز مراد نہیں کیونکہ یہ کفر ہی
وقت بھی ایمان سے خالی نہیں ہو سکتا کہ کہا جائے کہ اسے ایمان کا پتہ نہ تھا۔ (معاذ اللہ)
۲ حضرت سے بھی ایمان شرعی کی یہی تعریف منقول ہے کہ آپ کی جملہ تعلیمات کو سچا تسلیم
کیا جائے۔ آپ نے فرمایا۔

اموت ان اقاتل الناس حتى يشهدوا ان لا اله الا الله ويؤمنوا بي وما
جئت به. ۱۰

ترجمہ: لوگ! اس وقت تک امن میں نہیں جب تک کہ توحید کے ساتھ مجھے اور میری
جمہور تعلیمات کو برحق تسلیم نہ کریں۔

ایمان اور اسلام

یہ صحیح ہے کہ ایمان ایک فعل قلب ہے اور اسلام ظاہری اکتیاد کا نام ہے لیکن شریعت
کی اصطلاح میں ایمان اور اسلام ایک ہی جو مومن نہیں وہ مسلمان بھی نہیں اور جو مسلمان نہیں وہ مومن
بھی نہیں دونوں کی حقیقت ایک ہے مبادا کے اعتبار سے اسے ایمان کہہ دیتے ہیں اور ظاہر کے
مخاطب سے اسے اسلام کہہ دیا جاتا ہے۔

قرآن کریم میں جہاں یہ لفظ ایک دوسرے کے مقابلے میں ہوں تو دونوں میں سے کسی ایک
کا حقیقی معنی مراد نہیں ہو گا کیونکہ حقیقت شرعی دونوں کی ایک ہے اختلاف تجوی ہر کے لگا کہ ایک
اپنے حقیقی معنی پر ہو اور دوسرے کے محض لغوی معنی مراد ہوں جیسے۔

قالت الاحزاب انا قتل لہ تو مؤمنوا لکن قولوا اسلامنا. (سورۃ الاحزاب ۱۷)
یہاں اسلام کے حقیقی معنی مراد نہیں صرف ظاہر بھکا تو مراد ہے۔ اسلام کے حقیقی معنی ایمان
سے جدا نہیں۔ امام بخاریؒ لکھتے ہیں :-

اذ لم یکن الاسلام علی الحقیقۃ وکان علی الاستسلام او الخوف من
القتل لقوله تعالیٰ قالت الاحزاب انا قتل لہ تو مؤمنوا لکن قولوا اسلامنا
فاذا کان علی الحقیقۃ فهو علی قوله جل ذکرہ ان اللدین عند الله
الاسلام ۱۰

ایمان کو اگر صرف قلب تک محدود رکھا جائے تو وہ معاملات جو مومنین سے وابستہ ہیں کبھی
مراجم نہیں پاسکتے کیونکہ دل کی بات تک کسی دوسرے کو رسائی نہیں ہوتی، مثلاً

۱۰ صحیح مسلم جلد ۱ ص ۱۰۰ صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۰۰

لا تشكوا المشركين حتى يؤمنوا. (پہ البقرہ ۲۴۵)

میں حکم دیا گیا ہے کہ لڑکیوں کا نکاح صرف اپنی مردوں سے کرو جو مومن ہوں یہاں ایمان کو اگر فعل قلب تک محدود رکھیں تو اس آیت پر عمل کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی۔ ہاں ایمان اور اسلام کو ایک حقیقت سمجھیں تو بے شک اس پر عمل ہو سکتا ہے۔

آنحضرتؐ نے حدیث جبریل میں ایمان اور اسلام کے دو مختلف جواب ارشاد فرمائے۔ مگر جب وفد عبدالقیس حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے ایمان کی تفصیل وہ فرمائی جو حدیث جبریل میں اسلام کے جواب میں کہی تھی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ شارع کی نظر میں ان کا فرق صرف اعتباری ہے۔ حقیقت دونوں کی ایک ہے جب ایک نہ ہو تو دوسرے کا بھی اعتبار نہیں۔

کفر کی حقیقت

کفر کے لغوی معنی چھپانے اور انکار کرنے کے ہیں کفران کے معنی ناشکری کے آتے ہیں قرآن کریم میں ہے۔

لئن شكرتم لازيدنكم ولئن كفرتم (پہ البقرہ ۲۴۵)

ترجمہ۔ اور اگر تم نے شکر کیا تو میں تمہاری نعمت بڑھا دوں گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو میری پکڑ بڑی سخت ہے۔

یہاں کفر ناشکری کے معنی میں ہے۔ پھر ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔

قتل الانسان ما اكفره من اى شئ خلقه. (پہ عبس ۱۸)

ترجمہ۔ ہمارا جانے انسان کس قدر ناشکر ہے اسے پیدا کرنے والے نے کس چیز سے پیدا کیا۔

کفر کی شرعی حقیقت یہ ہے کہ آنحضرتؐ کی تعلیمات میں کسی بات کا حضورؐ سے یقینی طور پر منقول ہوا انکار کر دیا جائے جو ظہور و حد سے منقول ہوا اس سے اختلاف آپؐ کا انکار نہیں ہے۔

لما الايمان بالله وحده قالوا الله ورسوله اعلم قال شهادة ان لا اله الا الله وان محمدا رسوله الله واقام الصلوة واتيء الزكوة وصيام رمضان الحديث. (بخاری جلد ۱ ص ۱۸)

یہ کھلم کھلا انکار ہو۔ یا کفر الحاد ہو۔ ہاں عملی ترک انکار نہیں ہے صرف انکار موجب کفر ہے اسلام سے پھر جانے کے لیے تبدیل ملت کا اعلان ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ اسلام کی تمام تعلیمات کا انکار ہو۔ ہو سکتا ہے یہ کفر الحاد ہو۔ اسلام کی ایک یقینی بات کا انکار اور الحاد انسان کو کفر کے دائرہ میں داخل کر دیتے ہیں، ہاں عملی ترک صرف کو تا ہی ہے انکار نہیں، انکار موجب کفر ہے۔

امام الامام محمدؐ (۸۹ھ) فرماتے ہیں :-

من انكر شيئا من شرائع الاسلام فقد ابدل قول لاله الا الله. لئله
ترجمہ جس نے شرائع اسلام میں سے کسی ایک بات کا انکار کیا تو اس نے اپنے
لا الہ الا اللہ پڑھنے کو باطل کر لیا۔

یہ نہ کہا جائے گا کہ اس نے صرف ایک بات چھوڑی ہے اس کے پورے دعویٰ اسلام
کو کا عدم تصور کیا جائے گا۔

دین

قرآن کریم میں دین کا لفظ کسی معنوں میں آیا ہے کبھی یہ محض لغوی معنوں میں آتا ہے اور کبھی
تقاضا شرعی میں اپنے اصل معنوں میں استعمال ہوتا ہے یہیں سے اس کی شرعی اصطلاح قائم ہوئی
ہے کہیں یہ اپنے اصل معنی اور اس کی جملہ تفسیلات کے مجموعہ پر بھی بولا جاتا ہے تاہم اس کے
اصل معنی اور اس کے تقاضے کبھی ہموزن نہیں ہوتے اور نہ دین کے یہ مختلف مفہوم دین کے مختلف

طلب خواہ یہ انکار عناد اور جیے البرہم کا کفر تھا یا الحاد جیسے میلہ کذاب اور سیدہ خباب کا کفر تھا کیونکہ یہ بھی
بلا تزلزل تعلیمات پیغمبر میں سے بعض کے انکار پر منتج ہے، اسی طرح وہ کفر جسے چھپا کر ایمان کا اظہار کیا جائے
وہ بھی کفر ہے گو اس کا معرّف نام لفاق ہے اور اسی طرح وہ کفر جو ایمان کے بعد آئے وہ بھی کفر ہے
اس کا معرّف نام ارتداد ہے۔ اہل کتاب کو کتابی کہلاتے ہیں اور ان کے لیے بعض روایات بھی ہیں
مگر وہ اہل کفر ہیں۔ پس کتابی منافق، مرتد، ملحد، زندیق اور کافر اصلی سب کفر کی ہی مختلف صورتیں ہیں۔
لے سیر کبیر جلد ۲ ص ۲۱۵

اجزاء بنتے ہیں جن سے دین کی کوئی مجموعی حیثیت قائم ہوتی ہو۔ اجزاء آپس میں بلور کی نسبت رکھتے ہیں اور تفصیلات اور تقاضے اصل کے لیے بمنزلہ فروغ کے ہیں۔ دین کی اصل حقیقت ایک ہے اور ہمیشہ سے ایک ہے تمام انبیاء اس میں مشترک رہے ہیں اور یہی پیغمبرانہ تاریخ کا اجتماعی لفظ ہے۔ ہاں اس کی تفصیلات مختلف زمانوں میں مختلف متنی رہی ہیں اور اس کے تقاضے مختلف حالات میں مختلف درج اختیار کرتے رہے ہیں۔ بایں ہمہ دین کی اصل حقیقت اپنی جگہ ایک ہے اور اصل لفظ اسے ہی دین کہا جاتا ہے۔ دین میں قوت و منف کی کیفیت کو پیدا ہوتی ہیں لیکن اس کی کوئی جزو بندی نہیں اور نہ یہ مختلف اجزاء کے مجموعہ کا نام ہے۔

منہایت انوس ہے کہ بعض لوگوں نے قرآن پاک میں لفظ دین کو مختلف معنوں میں دیکھ کر انہیں دین کے مختلف اجزاء سمجھ لیا وہ دین کی حقیقت ان سب کے مجموعے کو سمجھتے رہے ان کے خیال کے مطابق لازم آتا ہے کہ لفظ دین کا متفرق استعمال اپنے اصل مفہوم کی نسبت سے ناقص ہے اور دین کی اصل حقیقت وہ ہے جو ان سب کے مجموعے سے حاصل ہوا ایسا ہرگز نہیں۔ قرآن پاک میں دین کا لفظ جہاں بھی وارد ہے وہ اپنی جگہ دین کا صحیح مفہوم ہے گو کہ بعض لغوی معنی مطلوب ہوں اور کہیں شرعی اور کہیں دین سے اس کے تقاضے مراد ہوں لیکن اپنے ہر استعمال میں قرآن کریم کا یہ لفظ اپنی جگہ کامل ہے۔

دین کے لغوی معنی بھگنے اور ماتحت ہونے کے ہیں۔ اسلام اپنے مخالفوں سے دو

ہی مطالبے کرتا ہے۔

① وہ اسلام قبول کر لیں یا

② مسلمانوں کی ماتحتی قبول کر لیں

جہاد کفر کو ختم کرنے کے لیے نہیں کفر کی شوکت توڑنے کے لیے ہے یا کبھی معض

دفاع کے لیے ہے۔

قرآن کریم اس مسئلے کے لیے دَانَ بیدین کا لفظ اس کے لغوی معنوں میں پیش کرتا ہے

ولا یبدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتاب حتی یدعوا الجزیة عن

یدوہم صاعزین۔ (پہا التوبہ ۲۹)

ترجمہ اور وہ نہیں سمجھتے دین حق کے آگے۔ ان اہل کتاب سے جہاد کرتے ہو
جب تک کہ وہ ماتحت ہو کر اور چھوٹے بن کر جزیرہ دنیا منظور نہ کر لیں۔
امام عربیت ابو عبیدہ یدینون کا معنی یہ بیان کرتے ہیں۔

لا یطیعون طاعة اهل الاسلام وکل من کان فی سلطان سلك
فہو علی دینہ وقد دان لہ وخص۔ ۱۰

ترجمہ اور وہ لوگ اسلام کی طاعت قبل نہیں کرتے اور جو شخص کسی بادشاہ
کے تسلط میں ہو وہ اس کے دین پہنچے اور اس کے آگے جھکا ہوا ہے،
اور پست ہے۔

ما نقل ابن جریر طبری کہتے ہیں۔

کل مطیع ملکاً اوذا سلطان فہو دان لہ یقال منہ دان فلان لفلان
فہو یدین لہ دنیا۔ ۱۱

ترجمہ جو شخص بھی کسی بادشاہ یا حاکم کے ماتحت ہو وہ اس کے آگے جھکا ہوا
ہے دان یدین کے معنی یہی ہیں کہ وہ اس کے آگے پست ہے۔

اس مقام پر لایڈینون کے الفاظ دین کے لغوی معنی میں ہیں اور دین اہل حق کے الفاظ
اپنے شرعی معنی کے لیے استعمال ہوئے ہیں جنہوں نے فرمایا۔

الکتیب من دان نفسه وعمل ما بعد الموت۔ ۱۲

ترجمہ جو عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کو ماتحت کرے اور موت کے بعد کی زندگی
کا سرمایہ تیار کرے۔

دین کی اصل حقیقت اور اس کا شرعی معنی

شروع لکھ من الذین ما دضی بہ فوجا والذی اوحینا الیک وما وصدینا
بہ ابراہیم وموسى وعيسى ان اقموا الدین ولا تتفرقا فقیہ کبار

۱۰ البحر المحیط جلد ۱۹ ص ۱۰۱ ابن جریر جلد ۱ ص ۱۰۱ سند احمد

على المشركين ما ندعوهم اليه الله يجتبي اليه من يشاء ويهدى اليه من ينيب. (پچھا شور لے ۱۳)

ترجمہ: تمہارے لیے بھی وہی دین مقرر کیا ہے جس کا حکم نوح کو کیا تھا اور جس کا حکم بھیجا ہم نے تیری طرف اور جس کا حکم ہم نے حضرت ابراہیم کو کیا تھا اور موسے اور عیسیٰ سب کو یہی حکم دیا تھا کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں ہرگز عیب و غلطی نہ ہو جانا۔ بھاری ہے شرک کر کے والوں کو وہ چیز جس کی طرف تو انہیں بلاتا ہے اللہ چن لیتا ہے اپنی طرف سے جس کو چاہے اور راہ دیتا ہے اپنی طرف سے جو رجوع لائے۔

اس آیت شریفہ نے بتلایا کہ دین سب پیغمبروں کا ہمیشہ سے ایک رہا ہے اسی کو قائم کرنے کے لیے سب پیغمبر یہاں تشریف لائے اور اسی دین کی اقامت پیغمبروں کی نیابت میں ان کی امتوں پر فرض رہی یا حضرت ارشاد فرماتے ہیں:-

الانبياء اخوة لصلوات اتمها ثم شتى ودينهم واحد (او کہا قال) ترجمہ: تمام پیغمبر آپس میں اس طرح ہیں جیسے سوتیلے بھائی ہوں ان کی مائیں (شرعیات) تو مختلف ہیں مگر دین سب کا ایک ہے۔

وہ دین کیا ہے؟ ابو حیان اندلسی (۴) لکھتے ہیں:-

هو ما شرع لهم من العقائد المتفق عليهما من توحيد الله وطاعته و الايمان بوسله و بكتبه و باليوم الآخر و الجزاء فيه.

ترجمہ: دین ان عقائد کا نام ہے جن پر سب پیغمبروں کا اتفاق رہا ہے مثلاً اللہ کی توحید اور اس کی اطاعت، اس کے رسولوں، کتابوں اور قیامت اور جزاء و سزا پر ایمان لانا۔

امام رازی (۶۰۶ھ) فرماتے ہیں:-

يجب ان يكون المراد الاصول التي لا تختلف باختلاف الشرائع وهي الايمان

لہ مدعا احمد لہ النجم المحيط جلد ص

بأشبهه ومثلها وكقوله ورسوله واليوم الآخر والایمان یوجب الامراض
عن الدنيا والاقبال على الآخرة والسعي في مكارم الاخلاق والاحتراز
عن رذائل الاحوال بله

ترجمہ دین سے مراد وہ امور ہیں جو شریعتوں کے اختلاف سے نہیں بدلتے اور وہ
یہ ہیں۔ (اللہ) اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور پیغمبروں اور قیامت پر ایمان
لانا اور ایمان دنیا سے منہ پھیرنے اور آخرت کی طرف متوجہ ہونے اور لچھے
اخلاق کی کوشش اور بُرے احوال سے بچنے کا نام ہے۔

پس یہ دین ہے کہ انسان اپنے آپ کو خدا کے سامنے پوری طرح جھکا دے اپنے آپ کو
اس کے حضور Surrender کر دے اپنے آپ کو اس کے آگے اس طرح جھکا دے کہ اس
کی رضا اور آخرت کی فلاح اس کی زندگی کا موضوع بن جائے۔ اللہ تعالیٰ کو وعدہ لاشریک سمجھے اور اسے
ہی اپنے نفع و نقصان کا واحد مالک اعتقاد کرے۔ آخرت اور اس کی جزا سزا پر پورا یقین رکھے۔
جس شخص کو دین کی یہ دولت مل جائے پھر وہ اللہ تعالیٰ کا بہت مشتاق ہو جاتا ہے اس کے آگے
جھکنے میں عبادت اور انابت میں صحیح لذت محسوس کرتا ہے۔ اس کے نزدیک نماز کی غایت پانچ
دقت کی پاکیزگی، پابندی اوقات اور ایک نظام کی ماتحتی کا ہی تصور نہیں بلکہ وہ اپنے پیدا کرنے
والے کے ساتھ شوق و محبت کا ایک ایسا رابطہ ہے کہ وہ اس کے سامنے پست اور عاجز ہونے کو
اپنی سب سے بڑی سعادت اور سب سے بڑی لذت سمجھتا ہے۔

اس سے انکار نہیں کہ اس کے ساتھ پانچ وقت کی پاکیزگی، پابندی اوقات کی سیرت اور
ایک امام کی ماتحتی بھی حاصل ہو جائے گی مگر یہ سب امور نماز کے اثرات اور ثمرات ہیں جو اپنی جگہ
عمود ہیں مگر نماز کا مقصد وہ نہیں۔ نماز کی حقیقت وہ خاص تعلق ہے جو بندے اور خدا کے مابین قائم
ہوتا ہے اسی معنی میں حضرت ابراہیم اور تمام انبیائے کرام اللہ کے سامنے جھکے ہوئے تھے اور یہی
ان سب کا دین تھا اور وہ سب اللہ کے حضور اس کے بندے تھے۔ پیغمبر کتنی ہی اونچی شان میں
ہو وہ بندگی سے نہیں نکلتا۔

دین اور اس کے تقاضے

یہ صحیح ہے کہ اس دین کے تقاضے بھی ان کی زندگیوں میں گوری طرح روشن تھے۔ زندگی کے ہر نئے موڑ پر دین کا تقاضا ایک نئی صورت میں سامنے آتا اور ان حضرات قدسی صفات کی تعلیمات زندگی کے ہر باب میں غیر کے نقوش چھوڑتی جا تیں تاہم دین کی اصل حقیقت اور اس کے تقاضوں نے برابر کی صورت کبھی اختیار نہیں کی۔ پیغمبروں کی اجتماعی تاریخ میں دین کی اصل حقیقت ہمیشہ اُجھری رہی اور دین کے تقاضے ان کی دعوت کا اساسی موضوع کبھی نہیں بنے۔ انہوں نے ہمیشہ اصل دین کی دعوت دی تقاضے صرف ضمنی صورت میں سامنے آئے یہ ہے یہ دین کے فرائض ہیں دعو کا اصل موضوع نہیں۔ اصل دین اللہ کے آگے جھکنا اور جزائز کے اقتقاد کے ساتھ اللہ رب العزت کے لیے اپنے سول میں اشتیاق و محبت کی ایک کیفیت پیدا کرنا ہے۔

دین ہر وقت مطلوب ہے مگر اس کے تقاضوں پر عمل اسی وقت مطلوب ہوتا ہے جب ان کے مناسب حالات پیدا ہوں۔ تجارت میں جاؤ تو اس طرح کا کاروبار کرو جس طرح اسلام کی تعلیمات ہیں۔ فوج میں جاؤ تو اس طرح لڑو جس طرح اسلام کی تعلیم ہے حکومت ملے تو اس طرح عدل و انصاف قائم کرو کہ ہر حقدار کو اس کا حق ملنے لگے مگر ان سب امور پر عمل درآمد اسی وقت ہوتا ہے وہ آئے گا جب اس عمل کی باگ تمہارے ہاتھ میں آجائے اس کے برعکس اصل دین ہر لمحہ اور ہر وقت مطلوب و معمول رہتا ہے وہ حالات سے مشروط نہیں، حالات بننے اور ٹکڑے پر دین کے تقاضے دبتے اور اُٹھتے ہیں۔ اصل دین تو حالات سے کنارہ کشی کے بعد بھی اپنے درجے میں محفوظ رہ سکتا ہے۔

صنور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

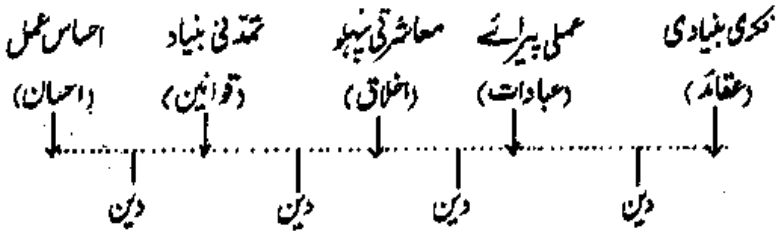
يوشك ان يكون خيـد مال السلم يتبع بها شغل الجبال ومواقع القطر فيز
يدينه من الفتن بله

ترجمہ: قریب ہے کہ مسلمان کا سبترین مال چند بکریاں رہ جائیں جن کو وہ چھاڑوں

سہ رواہ البخاری فی کتاب الامان عن ابی سعید الخدریؓ

کی گھاٹیوں اور بارش کے مواقع میں لے جائے اور اپنے دین کو فتنوں سے بچا جائے۔

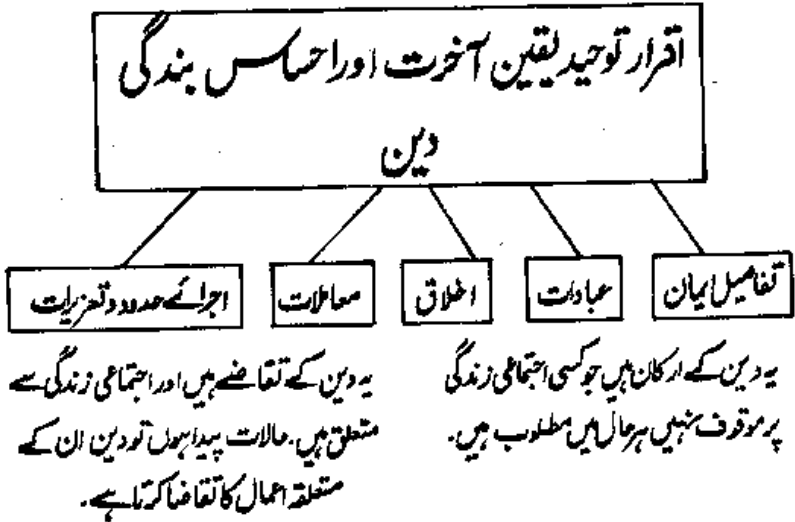
دین کا غلط تصور



اس تصور میں ان مختلف امور کو ایک نظام میں لایا گیا ہے وہ لڑائی جواں مختلف امور کو یکجا کرتی ہے اس کا نام دین ہے اس تصور میں دین بندے اور خدا کے مابین ایک خاص تعلق کا نام نہیں بلکہ اس نظام کا نام ہے جواں مختلف پہلوؤں کو یکجا کر رہا ہے اس تصور میں دین ایک نظام کے طور پر ابھر رہا ہے اور تعبدی پہلو جو اصل دین تھا بہت ڈب کر رہ گیا ہے۔ دوسرے سکتا بت فکر ان مختلف امور کے باہمی تعلق کو حکمت سے تعبیر کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک حکمت میں تبدیلی ہو سکتی ہے اور ہوتی رہتی ہے مگر دین اپنی جگہ ایک لا دوال حقیقت ہے۔ دین کے غلط تصور کے حاشی اس بات کے قائل ہیں کہ دین ایک نظام ہے اور نظام کے عام اصولوں میں بوقت ضرورت تبدیلی کی جا سکتی ہے۔ سو یہ تصور دین تحریف دین کی ایک راہ ہے۔ دین کے غلط تصور کا یہ ایک جلی نتیجہ ہے۔ یہ لوگ اس تصور کے مطابق دین کے ان مختلف پہلوؤں کو عملاً قائم بھی کر لیں اور اس میں ترمیم نہ بھی کریں تو زیادہ سے زیادہ اسے اقامت شریعت کہہ سکیں گے۔ اقامت دین ہم اسے پھر بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ یہاں دین کا صحیح تصور سرے سے ہے ہی نہیں۔ اس سے لوگ کسی درجے میں پابند شریعت تو ہو سکتے ہیں دیندار نہیں بن سکتے۔ دین کا کوئی عمل عقائد کی صحیح بنیاد کے بغیر دینی عمل نہیں ہو سکتا۔

دین کا صحیح تصور

دین پیغمبرانہ دعوت پر اقرار توحید اور یقین آخرت کا نام ہے اس سے بندے اور خدا کے مابین ایک خاص ربط قائم ہوتا ہے یہی اہل دین ہے اور یہی تمام پیغمبروں کا اجتماعی کردار رہا ہے۔



ایک سوال

دین کے جو اعمال خاص معاملات میں ہمارے ذمہ آتے ہیں ان حالات کو طرہ پیدا کرنا تاکہ ان کے متعلقہ احکام پر عمل کیا جاسکے کیا ہمارے ذمہ نہیں؟ اسلام کے وہ احکام جو حکام کے ذمہ ہیں جیسے اجرائے حدود وغیرہ ان پر عمل کر سکنے کے لیے حکومت حاصل کرنے کی کوشش کرنا کیا یہ چاہا ذمہ ہے؟

جواب: ایسی کوشش ایک انتظامی سلسلہ ہے اور مذہب و مسخمن ہے لیکن فرض نہیں اور نہ یہ دین کی اساسی دعوت ہے حکومت ملی ہو تو اس کے متعلقہ احکام پر عمل کرنا فرض ہے اللہ کے بندوں کی شان یہ ہے۔

تذین مکتناھم فی المرض اقاموا الصلوٰۃ واؤوا الزکوٰۃ وامروا
بالمعروف ونہوا عن المنکر۔ (پکا الحج ۴۱)

ترجمہ اگر ہم ان کو زمین میں قوت دیں تو وہ نمازیں قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں
گے۔ نبی کا حکم کریں گے اور برائیوں سے روکیں گے۔

لیکن ان تقاضوں پر عمل کرنے کی خاطر اقتدار یعنی کسی کو شمش کرنا اس کی قرآن پاک میں کہیں
دعوت نہیں ملتی۔ مال جمع کرنے کی اس لیے کوشش کرنا کہ انسان زکوٰۃ دے سکے اس کی اسلام میں
کہیں ترغیب نہیں۔ ہاں مال اگر جمع ہو جائے تو پھر زکوٰۃ ادا کرنے کی پوری پابندی کرنی ہوگی۔ مال
کا جمع کرنا ہرگز فرض نہیں بعض شرطوں کے ساتھ صرف جائز ہے۔ جہاد اسلام کا ایک بڑا مسئلہ
ہے اور یہ اسلام کے کوہان کی چوٹی ہے اس کا ترک وقت کا پیغام اور اس پر عمل زندگی کا نشان ہے
لیکن ایسے حالات خود پیدا ہو جائیں تو پھر اس پر ڈٹ جانا اور اللہ کے نام پر زندگی سے کھیل جانا یہ
نہایت ضروری ہے۔ جہاد فرض ہے لیکن اس فرض پر عمل کرنے کے لیے حالات پیدا کرنا یہ فرض
نہیں۔ حالات پیدا ہونے پر جو شہادت ملے وہ بے شک مطلوب ہے لیکن حالات خود پیدا کرنے
کی قرآن نے کہیں دعوت نہیں دی۔ حضور فرماتے ہیں:-

لا تمنا القام الحدّ فان لقیتمہ فانتہوا۔

ترجمہ تم خود دشمن سے لڑنے کی تمنا نہ کرو لیکن اگر لڑنا پڑ جائے تو پھر ثابت قدم رہو۔

نفاق

قرآن کریم میں کافروں اور مسلمانوں کے علاوہ ایک تیسرے گروہ کا بھی وسیع تذکرہ ہے
یہ منافق لوگ تھے جو اصل میں کافر تھے مگر دھوکے سے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے انھیں
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضور میں بھی کبھی کبھار اتنے اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے۔

ومن الناس من یقول آمنا باللہ وبالیوم الآخر وما ہم بمؤمنین

يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا. (پ البقرہ)

ترجمہ۔ اور لوگوں میں سے ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان لائے مگر وہ مومن ہرگز نہیں وہ اللہ سے اور ایمان والوں سے دھوکہ کر رہے ہیں۔

یہاں ایک نازک مرحلہ درپیش ہے نفاق جو محض اظہارِ اسلام اور اظہارِ کفر کی ایک باطنی کیفیت کا نام ہے اور ایک امرِ مخفی ہے اس لیے ہر مسلمان کے متعلق یہ گمان ہو سکتا ہے کہ شاید وہ اندر سے مسلمان نہ ہو اور اگر اس بدگمانی کو مٹانے یا اجالے تو ساری ملت ہی مشتبہ ہو کر رہ جائے گی۔ پس ضروری ہے کہ قرآنِ کریم میں منافقین کے کچھ ایسے نشان تلاش کیے جائیں جن سے اہل حق مشتبہ ہونے سے بچ سکیں کچھ لوگ تو ہوں جو پیغمبر کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہوں اور ان کے بارے میں یقین سے کہا جاسکے کہ وہ اندر سے مومن ہیں، اور واقعی وہ پیغمبر کے ساتھی ہیں اور واقعی وہ پیغمبر کے ساتھی ہیں۔ قرآنِ کریم کے پہلے پارے کے شروع میں منافقوں کی مفصل داستان ملتی ہے اس میں یہ بھی مذکور ہے۔

اذ قِيلَ لَهُمُ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا الَّذِي نَدْعُو كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ.

(پ البقرہ ۱۳)

ترجمہ۔ جب انہیں کہا جاتا ہے کہ تم بھی اس طرح ایمان لاؤ جس طرح دوسرے لوگ ایمان لائے ہوتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کیا ہم اس طرح ایمان لائیں جس طرح یہ بے وقوف لوگ ایمان لائے؟

اس سے پتہ چلتا ہے کہ منافقین کے دعویٰ اسلام سے پہلے مسلمانوں کا ایک ایسا طبقہ ضرور موجود تھا جن کا اسلام معروف تھا اور وہ لوگ آئندہ مسلمان ہونے والوں کے لیے ایک معیار کی حیثیت رکھتے تھے۔ منافقوں کا مسلمانوں میں گھسنا یہ بعد کا ایک عمل ہے سب سے پہلے جو لوگ ایمان کی صف میں آئے وہ یقیناً معیاری مسلمان تھے جیسے حضرت ابو بکرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور حضرت بلالؓ وغیرہم۔ پھر حضرت عمرؓ بھی چالیسویں مسلمان تھے اور قرآن کی چالیسویں سورت المؤمن ہے اس سے واضح ہوا کہ منافقین اولین کے دامن پر نفاق کا کوئی پھینسا نہیں ہے وہ سب

کے سب حقیقی معنوں میں مسلمان اور مومن تھے درندہ قرآن کریم ان کے ایمان اور منافقین کے دعویٰ ایمان کا اس ترتیب سے ذکر کرتا اور ان پہلوؤں کو ان پھلوں کے لیے معیار ایمان نہ مٹھتا۔

① جب کوئی شخص ایک شروع ہوتی ہے تو اس کا پہلا دور رحمت و تکلیف اور جہوم و مصائب کا دور ہوتا ہے کوئی مخالفت ایسا بے وقوف نہیں ہوتا جو اس وقت محض مار کھانے کے لیے ان میں شامل رہے۔ ہاں جب اس کی کامیابی کے آثار کھینے لگیں تو پھر بعض مخالفت اس میں گھس کر فتنہ کالم کا کام کرتے ہیں پس وہ لوگ جو سب سے پہلے مسلمان ہوئے جیسے حضرت خدیجہ الکبریٰؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت علیؓ القلمیؓ حضرت بلالؓ و دیگر صحابہ کرام حضرت کا دامن شائبہ نفاق سے کوئی پاک مانا جائے گا منافقین کے دعوئے ایمان کو کاٹنے کے لیے قرآن کریم اپنی ساتیقین اولین کے ایمان کو بطور معیار پیش کرتا ہے اور انہیں انہیں کی اتباع میں آنے کا حکم دیا۔

② منافقوں کا دوسرا نشان یہ ہے کہ وہ مکہ کے رہنے والے نہ تھے مدینہ یا اس کے مضافات کے رہنے والے تھے۔ مدنی زندگی میں ہی اسلام کو قوت حاصل ہوئی تھی اور اسی دور میں منافقوں کو مسلمانوں میں گھسنے کی ضرورت تھی قرآن کریم میں ہے۔

وَمَنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِن أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ. (آیہ التوبہ ۱۰۱)

ترجمہ: تمہارے گرد و لواح کے بعض دیہاتی منافق ہیں اور کچھ لوگ مدینہ کے ہیں جو منافقت پر اترے ہوئے ہیں۔

اس آیت سے پتہ چلا کہ نفاق کا فتنہ مسلمانوں کی مدنی زندگی میں ہی ابھر اٹھا پس جو لوگ مکہ میں مسلمان ہوئے تھے جیسے حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور دوسرے مسلمان وہ سب کے سب نفاق کے ہر شاخے سے پوری طرح محفوظ رکھے جائیں گے۔ قرآن کی رو سے منافقین کے لیے اہل مدینہ میں سے ہونا ضروری ہے۔

③ منافقین جو مسلمانوں کی تعبیری کے لیے اس دائرہ میں گئے، اسلام کی راہ میں مال خرچ کرنے سے پوری طرح گریزاں رہے۔ ان کا مقصد مسلمانوں کو نقصان پہنچانا تھا نہ کہ کسی قسم کا فائدہ دینا۔ اس سلسلہ میں وہ بڑے محتاط رہتے تھے۔

ہم الذین یقولون لا تمنعوا علی من عند رسول اللہ حتی ینفضوا د اللہ
مخزائن السموات والارض ولكن المنافقین لا یفقہون۔ (۱۱) منافقین،
ترجمہ۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ مت خرچ کرو ان پر جو رسول اللہ کے ساتھ رہتے ہیں
یہاں تک کہ یہ متفرق ہو جائیں اور اللہ ہی کے لیے ہیں خزانے زمین اور آسمان
کے لیکن یہ منافق سمجھے نہیں۔

المنافقون والمنافقات بعضہم من بعض یا مردوں بالمتکرونیہوں من
المعروف ویقبضون ایدہم۔ (۱۲) التوبہ ۲۶

ترجمہ۔ منافق مرد اور منافق عورتیں سب کی چال ایک ہے بری باتیں کھاتے
ہیں اور باتیں چھڑاتے ہیں اور موقعہ پر اپنی مٹھی بند رکھتے ہیں۔

قرآن کریم کی اس نشاندہی سے پتہ چلتا ہے کہ وہ حضرات جنہوں نے آکھنوت پر اور مہمات
اسلام پر اپنا مال خرچ کیا جیسے حضرت ابو صدیقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ وغیرہمیں اہل کبار
سب یکے مومن تھے ان کی سیرت اشعب کے ہر شاخہ سے پاک اور پوری طرح محفوظ مانی
جائے گی منافقین کی بنیادی علامت یہ ہے کہ وہ حضورؐ پر کچھ خرچ نہ کرتے ہوں نیز یہ
اہمیت دلالت کرتی ہے کہ منافقین نمایاں طور پر نیک کام سے دور تھے اور بڑے کاموں
میں عمدہ کوشاں رہتے تھے۔ اکابر صحابہ کرامؓ کا عمل بالمعروف اس قدر نمایاں تھا کہ ان
کی سیرت کی چادر نفاق کے ہر ٹھینٹے سے پاک نظر آتی ہے علامہ ابن مسیمؒ بھرائی شیح البلاغہ
کی شرح میں حضرات غلامۃ ثلثہؓ اور حضرت امیر معاویہؓ میں فرق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔
ان الفرق بین الخلفاء الثلثة و بین معاویہ فی اقامۃ حدود اللہ و اہمل
بمقتضی اوامرہ و نواہیہ ظاہر ہے

ترجمہ۔ غلامۃ ثلثہؓ اور امیر معاویہؓ کے زمانہ حکومت میں نمایاں فرق یہ تھا کہ
غلامۃ ثلثہؓ اقامت حدود الہی میں اور امیر معاویہؓ کے تقاضوں پر عمل کرنے
میں پوری طرح کوشاں تھے۔

⑤ آنحضرت کے زمانے میں منافقوں نے ایک علیحدہ مسجد بنائی اور اسے مستند قرار دینے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں نماز پڑھنے کی دعوت دی اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہدایت فرمائی :-

لَا تَقْعُدِيَاهُ أَبَدًا الْمَسْجِدَ اسْتَسْ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحْتَأَنُ تَقْوَمُ

فِيهِ فِيهِ رَجَالٌ يَتَّبِعُونَ إِنْ يَنْتَهَلُوا - (آل عمران ۱۱۸)

ترجمہ: آپ اس مسجد میں کبھی کھڑے نہ ہوں وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے ہی پرہیزگاری پر رکھی گئی ہو آپ کا حق یہی ہے کہ وہیں کھڑے ہوں اس میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو پاک رہنے کو ہی پسند کرتے ہیں۔

قرآن کریم کی کس نشاندہی سے پتہ چلا کہ آنحضرت کی مسجد مبارک کی تعمیر میں شریک ہونے والے اور پھر اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے والے۔ نمازوں میں آپ کے ساتھ رہنے والے اور اس مسجد میں تعلیم و تربیت پانے والے سب کے سب آپ کے مومن تھے۔ اگر اس مسجد کے بسنے والوں پر بھی نفاق کا کوئی دھبہ ہو تو اللہ رب العزت منافقوں کی مسجد میں جانے سے حضور اکرم کو اس طرح منع نہ فرماتے۔ پس منافقوں کی بنیادی علامت یہ ہے کہ وہ آنحضرت سے قلیل النخالط ہوں آپ سے اکثر ملنا ملنا نہ ہو آپ کی مسجد میں بہت کم آتے ہوں علیحدہ مسجد بنانے کے درپے ہوں۔

⑥ منافقوں کا ایک واضح نشان یہ ہے کہ وہ انجام کار مغلوب ہوتے ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی ذلیل اور رسوا ہو گئے ہوں۔ جو لوگ آنحضرت کے حضور میں انحراف تک مسلمانوں کے اہم امور میں ذلیل اور کار فرما رہے اور حضور اکرم کے بعد بھی وہ مسلمانوں کا کام نہ بنے رہے وہ سب بایقین کہے مومن تھے اور ان کے دامن سیرت پر نفاق کا کوئی دھبہ نہیں ہو سکتا۔ قرآن کریم نے بڑی ذمہ داری سے اس کا اعلان کیا ہے :-

لَنْ لَمْ يَنْتَه لِمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ

لَنْ لَمْ يَنْتَه لِمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ

لَنْ لَمْ يَنْتَه لِمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ

وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ (آل عمران ۲۰)

ترجمہ اگر منافق باندہ آئے اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے اور مدینہ میں
 تھمئی خبریں اڑانے والے تو ہم بتیں ان سب پر مسلہ کر دیں گے پھر وہ تیرے
 ساتھ مدینہ میں رہ بھی نہ سکیں گے مگر تھوڑے دن اور ان دنوں میں بھی وہ
 طعون ہو کر ہی رہیں گے جہاں پلٹے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور مارے
 جائیں گے۔

④ منافقین کا ایک نشان یہ بھی ہے کہ ان کی زندگیوں میں تسلسل نہیں ہوتا اور ان کا کردار

شب و روز بدلتا ہے ایسے منافقین زیادہ تر یہودیوں سے تھے
 وقالت طائفة من اهل الكتاب امنوا بالذم من انزل على الذين امنوا
 وجده النصارى واكفروا اخره لعلمهم يرجعون. (پ آں عمران ۷۲)
 ترجمہ بعض اہل الکتاب نے سکیم بنائی کہ جو انرا ہے مسلمانوں پر اسے صبح کو
 مان لو اور شام کو اس کا انکار کر دو۔ شاید کچھ اور لوگ بھی اس طرح اسلام سے
 پھر جائیں۔

ان المنافقين يخذعون الله وهو خادعهوا اذا قاموا الى الصلاة
 قاموا كسالى يراءون الناس ولا يذكرون الله الا قليلا. مذہبین
 بین ذلک لا الی ہوا ولا الی ہوا لا۔ (سورۃ النساء ۱۴۲)

ترجمہ منافق دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے اور وہی ان کو دغا دے گا اور جب
 کھڑے ہوتے ہیں نماز کو کھڑے ہوتے ہیں سستی سے۔ لوگوں کے دکھانے
 کو۔ یاد نہیں کرتے اللہ کو مگر بڑے نام مذہب ہیں دلوں کے بیچ۔ نہ ادھر
 کے نہ ادھر کے۔

ان کی نماز کے لیے سستی محض ایک عمل کی سستی نہ تھی جیسے کہ آج کل کے بے نماز کلمان

میں یہ عملی سستی پائی جاتی ہے بلکہ اس کی وجہ ان کی بدینتی تھی اور مسلمانوں کو دھوکہ دینا تھا اسی طرح
 ان منافقوں کا جنگ کے وقت کنارہ کش ہونا بڑی اور کمزوری کی وجہ سے نہ ہونا تھا بلکہ اس کی وجہ
 دوسرے مسلمانوں کو بدگمان کرنا اور افواج اسلام کو عملی نقصان پہنچانا تھا۔ جنگ احد میں مسلمانوں

پھر جانا ایک غلط فہمی اور زیادہ سے زیادہ ایک طبعی کمزوری کی وجہ سے تھا مگر جنگ احزاب میں ایک پورے فریق کی کنارہ کشی کمزوری کی وجہ سے نہ تھی ایک سازش اور منافقت کے نتیجے میں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ رب العزت کا معاملہ دونوں موقعوں پر مختلف رہا ہے۔

اظہارِ رسالت

قرآن کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو ایک کامیاب رسالت کے طور پر پیش کیا ہے۔ ابتدائی مشکلات اور عملی صعوبتوں کے بعد انجام کار اسے غالب بنا دیا ہے۔ قرآن کریم کی روشنی میں رسالت کا یہ انجام ہرگز نہیں کہ حضورؐ ہمزو وقت میں بالکل مجبور اور مغلوب ہو کر رخصت ہوئے ہوں اور آپ کے گد و پیش منافق ہی منافق ہوں نہ آپ وصیت کر سکیں نہ اپنی مرضی سے نماز کے لیے امام بنا سکیں۔ یہاں تک کہ آپ کا جنازہ بھی رکھارہ جائے اور اس وقت سچے مسلمان صرف چند آدمی ہی ہوں۔ مساذ اللہ ثم معاذ اللہ اس طرح کی باتیں تاریخ کی جھوٹی روایات تو ہو سکتی ہیں لیکن حقیقت نہیں۔ قرآن کریم آپ کی رسالت کو ایک نہایت کامیاب مشن کے طور پر پیش کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ آنحضرتؐ کے لیے ہر بعد کی منزل پہلی سے زیادہ روشن تھی حضورؐ مکہ میں جب مشکلات میں گھرے ہوئے تھے تو آپ کو بشارت دی گئی۔

① وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّكَ مِنَ الْأُولَىٰ. (نہ انعمی)

ترجمہ۔ اور بے شک بعد کی حالت آپ کے لیے پہلی سے بہتر ہوگی۔

حضورؐ پہلے یتیم تھے اللہ نے ٹھکانا دیا منفس تھے اللہ نے غنی کر دیا راہِ عمل کے جو یا تھے اللہ نے راہیں روشن کر دیں، دشمنوں سے تنگ تھے اللہ رب العزت نے آپ کے تمام مخالفین کو آپ کے ہی رحم و کرم پر کر دیا۔

قرآن کی روشنی میں اس خیال کے لیے کوئی گنجائش نہیں کہ حضورؐ کے عہد میں حقیقی ایمان لانے والے صرف پانچ یا چھ آدمی تھے اور مومنین کی تعداد بعد کے او دار میں فیصد نسبت میں زیادہ تھی۔ رب العزت اپنے مقررین کی صفت میں فرماتے ہیں۔

② ثَلَاثَةٌ مِنَ الْأَوْلَىٰ وَقَلِيلٌ مِنَ الْآخِرِينَ. (رکبہ الواقفہ)

ترجمہ اکثریت ہے پہلوں میں سے اور تھوڑے ہوں گے پھیلوں میں سے
مسلمان تعداد میں مگر پھیلوں میں سے زیادہ ہوں گے لیکن حقیقی مؤمن فیصد نسبت کے ہتیار
سے پہلوں میں زیادہ ہیں نسبت فیصد مقررین کی زیادہ ہونگی اور پھیلوں میں یہ نسبت کم
ہو جائے گی شیخ الاسلامؒ لکھتے ہیں:-

ہر امت کے پہلے طبقے میں نبی کی صحبت یا قرب عہد برکت سے اعلیٰ درجہ کے
مقررین جس قدر کثرت سے ہوتے ہیں پچھلے طبقوں میں وہ بات نہیں رہتی بلکہ
کتب اللہ لا غلبن انما ورسلی۔ (سورۃ المجادلہ ۲۱)

ترجمہ اللہ کا فیصلہ ہے کہ میں اور میرے رسول غالب اگر رہیں گے
جو ہر امت نبی ہوں وہ تو ظاہراً مجبور بھی کیسے جاسکتے ہیں جیسے کہ نسبت سے نبی شہید بھی ہوتے
لیکن جو پیغمبر رسالت کا درجہ پائیں محال ہے کہ وہ آخر دم تک مغلوب رہیں۔

و لقد سبقت حکمتنا لعیادنا المرسلین انہم لہم المنصورون۔ وان
جندنا لہم الغالبون۔ (سورۃ الصافات ۱۷۱)

ترجمہ ہمارا فیصلہ ہو چکا ہے ان جندوں کے حق میں جو رسول ہیں بے شک ان کے
مدد دی جاتی ہے اور یہ گروہ بے شک غالب آکر رہتا ہے
کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ اس غلبے سے آخرت کا غلبہ مراد ہے آخرت العامات کا گھر ہے وہاں
غلبے کے کوئی معنی نہیں ہاں وہاں حق کی فتح ہونا یہ حقیقت مسلمہ ہے پس غلبے سے مراد
یہاں اسی جہاں کا غلبہ ہے۔

ان المنصورین والذین امنوا فی الحیوة الدنیا ویدعون الیہم والشہاد۔
(سورۃ المؤمن ۵۱)

ترجمہ بے شک ہم مدد کو کہتے ہیں اپنے رسولوں کی اور (ان کے ساتھ) ایمان
لانے والوں کی دنیا کی زندگی میں بھی اور اس دن بھی جس دن گواہ کھڑے
ہوں گے۔

پھر آنحضرتؐ کی زبان مبارک سے اعلان کیا گیا۔

قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا سَخْلَبُونَ وَتَحْشَرُونَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وَيَسُوءُ أَلْسِنَهُم بِمَا كَفَرُوا

(بَابُ آلِ عِمْرَانَ)

ترجمہ۔ کافروں سے کہہ دیجئے کہ تم مغرب مغلوب ہو کر رہو گے اور ہانکے جاؤ گے
دوزخ کی طرف اور وہ بُرا ٹھکانا ہے۔

④ قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا انْ يَتَمَنَّوْا يَغْفِرَ لَهُمْ مَا قَد سَلَفَ وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ فَتْرَةً

سَنَةً الْاُولٰٓئِیْنَ . (بَابُ الْاِنْفَالِ ۳۸)

ترجمہ۔ کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر وہ باز آجائیں تو جو کچھ پہلے ہو چکا سب مٹا
ہے اور اگر وہ پھر وہی کچھ کریں تو ایسے لوگوں کا انجام پہلے سے فیصلہ شدہ چلا
آ رہا ہے۔

یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ غلبہ رسالتِ صرف کلمے کافروں کے مقابل تھا۔ یہ دعویٰ بلا دلیل
ہے جب منافق بھی حقیقت میں کافر ہیں تو اس تخصیص کے لیے ویسی ہی قلمی دلیل چاہیے
ثنا نیا اللہ رب العزت حضور اکرمؐ کے غلبہ رسالت کے باب میں منافقین کا نام لے کر خبر
دیتے ہیں کہ رسولوں کو غالب کرنے میں منتہی اللہ کراہی کر ہی ہے۔

① لَنْ لَمْ يَنْتَه الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي

الْمَدِيْنَةِ لِنَفْسِكَ يَمْهَرُ تَمَّ لَا يَجَاوِرُ نَكَ فِيهَا الْاَقْلِيَا ۝ مَلْعُوْنِيْنَ اِيْمَانَا

تَقْتَفُوا اِخْذُوا وَاقْتُلُوا تَقْتِيْلًا ۝ سَنَّةُ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَاوْا مِنْ قَبْلِ وَلَنْ

تَجْدَلِسُنَّةُ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝ (بَابُ الْاِحْزَابِ ۱۰)

ترجمہ۔ اگر منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے اور مدینہ میں جھوٹی خبریں
اُڑانے والے اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان مسلحہ کر دیں گے
پھر وہ آپ کے ساتھ مدینہ میں رہ بھی نہ سکیں گے مگر تمہارے دن اور ان
دنوں میں بھی وہ ملعون ہو کر ہی رہیں گے جہاں پائے جائیں گے پکڑے جائیں
گے اور مارے جائیں گے یہی سنتہ اللہ ہے ان رسولوں کے بارے میں جو پہلے

ہر جگہ اور آپ بھی اس سنت اللہ میں کوئی تبدیلی نہ پائیں گے۔
 اس سے پتہ چلا کہ یہ عقیدہ کہ اللہ کے رسول اپنے اپنے وقت میں سب ناکام رہے یہ عقیدہ
 ہرگز اسلام کا نہیں۔ حضور خاتم النبیین کا اپنے مشن میں کامیاب ہونا اور اپنے مخالفین پر غلبہ پانا یہ
 قطعاً یقین میں ہے۔

کتاب

قرآن کریم میں کتاب کا لفظ لارج معنوں کے لیے بھی آتا ہے جیسے :-
 لارطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ (پک الانعام ۵۹)
 یا جیسے :-

فی کتاب مکنون۔ (پک الواقعة ۷۸)

مگر یہ اس کی صفت مبارک یا صدق ہو یا اس کے ساتھ حکمت کا لفظ آجائے تو اس سے
 قرآن کریم مراد ہوگا۔ ینزلہم الکتاب والحکمة۔
 کتاب سے کبھی پوری کتاب مراد ہوتی ہے جیسے :-

ذلک الکتاب لاریب فیہ۔ (پک البقرہ)

اور کبھی ایک ایک سورت کو بھی کتاب کہہ دیا جاتا ہے جیسے :-

یتلوا صحفاً مطهرة فیہا کتب قیمۃ۔ (پک البقرہ)

ترجمہ۔ یہ رسول وہ پاک صحیفے پڑھتا ہے جن میں کئی کئی کتابیں ہیں۔
 اصل کتاب کے ذکر میں کتاب کا لفظ تورات اور انجیل کے لیے علیحدہ علیحدہ آتا ہے لیکن کبھی
 تورات اور انجیل دونوں کے لیے بھی کتاب کا اطلاق ہوتا ہے جیسے :-

انما انزلنا کتاب علی طائفتین من قبلنا۔ (پک الانعام ۱۵۶)

بعض مقامات پر کتاب سے اعمال نامہ بھی مراد ہوتا ہے :-

من اوتی کتابہ بیئینہ۔ (پک الحاقة ۱۹)

الکتاب والحکمة سے قرآن کریم اور آنحضرت کی ہمیشہ رہنے والی سنت مراد ہے کتاب

کالفاظ حکمت کے ساتھ جب بھی آتا ہے وہاں قرآن کریم ہی مراد ہے۔ ملائکہ نے حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ کی بشارت دیتے ہوئے حضرت عیسیٰ کی یہ صفت بھی بیان فرمائی تھی۔

ویدلہ الکتاب والحکمة والتوراة والا انجیل۔ (سپہ آل عمران ۴۸)

یہ اس لیے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اپنی آمد ثانی پر قرآن و سنت کے مطابق حکم کریں گے۔

تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو (آسمانوں میں) قرآن و سنت سکھائیں۔

اہمیت

اہمیت سے مراد قرآن کریم کے فقرات اور جملے بھی ہوتے ہیں۔ جیسے:-

فاذا بایة من مثله (پ) اس جیسی ایک سورت بنا لاؤ۔

یا جیسے،

تلك آیات الکتاب۔ (پ) یونس (۱)

یا جیسے،

ولا ارسلت الینا رسولا فتجیع ایتک من قبل ان نذلل ونخزى۔ (پ) ظہ (۱)

یا جیسے،

اذا قلت علیہم آیاتہ (پ) انفال (۲)

یہ شہنشاہی آیات ہیں اور کبھی اس سے قدرت کے کھٹے نشان مراد ہوتے ہیں جیسے:-

ان فی خلق السموات والارض... لا یات لقوم یوقنون۔ (پ) البقرہ (۱۲۴)

یہ الشریب العزت کی ٹھوکری آیات ہیں۔

جب لفظ اہمیت انبیاء کی طرف نسبت ہو تو اس سے عام طور پر معجزات اور خرق عادت

شمر مراد ہوتے ہیں جیسے:-

فلما جاءهم بایاتنا۔ (پ) زخرف (۶۴)

ولقد ارسلنا موسیٰ بایاتنا۔ (پ) مؤمن (۲۲)

ماتانہم من آیة من آیات ربہم۔ (پ) انفال (۲)

من اظلم من افقرنی علی اللہ کذبا او کذب بایاتہ۔ (پ) انفال (۲۱)

وان يرد كل آية لا يؤمنوا بها۔ (پہ الا انعام ۲۵)
 فارسلنا عليهم الطوفان والجراد والقمل والضفادع والدم ليات مفصلات (پہ اعراف ۱۳۴)
 واذ اجاء تمه اية قالوا لن نؤمن حتى نؤتى مثل ما لوتى رسل الله۔ (پہ الا انعام ۱۱۲)
 واذ اراوا آية يستخرون۔ (پہ الصافات ۱۱۳)

اس میں آنحضرتؐ کے مجی معجزات کا بیان ہے صحیحی علماء اس حقیقت کو دبانے کی کوشش کرنے میں کہ آیت سے مراد معجزہ ہو وہ اس کے معنی ہمیشہ فخرے اور جملے کے ہی ظاہر کرتے ہیں۔ اور یہ محض اپنے اس دعوے کو سچا کرنے کے لیے ہے کہ آنحضرتؐ آپ نے زمانے میں ان سے شرقی عادت آموز ظاہر ہونے کا کہیں تذکرہ نہیں ملتا یہ دعوے بالکل فطری ہے۔ آنحضرتؐ سے آیات صادر ہونے کا خود قرآن میں بیان موجود ہے اور قرآن کریم اس تعبیر سے پہلے انبیاء کے معجزات مجی پیش کرتا ہے۔ حضورؐ سے شرقی عادت آموز ظاہر نہ ہوتے تو آپ کے مخالفین آپ کو جادوگر کیوں کہتے؟

بُرهان

قرآن کریم میں بُرهان کا لفظ دلیل کے لیے مجی آتا ہے جیسے :-
 ها قوا برهانكم ان كنتم صادقين۔ (پہ البقرہ ۱۱۱)

مگر جب اس کی نسبت پیغمبروں کی طرف ہوتی تو اس سے عام طور پر شرقی عادت آموز برہان ہوتے ہیں جیسے :-

يا ايها الناس قد جاءكم برهان من ربكم وانزلنا اليكم فورا مبينا۔ (پہ انشاء ۴۱)
 يا ميسه :-

فذا نك برهانان من ربك۔ (پہ القصص ۲۷)

میں معجزہ عصا اور ید بیضا مراد ہیں۔ حضرت شاہ عبدالقادر محدثؒ (دہلویؒ) فرماتے ہیں کہ یہ دو دلیل باتیں حضرت موسیٰؑ کے پاس سند بروت۔ کے طور پر تھیں

لہ عنی بالبرہان المعجزات وبالنور القرآن (بیضاوی)

عبادت

عبادت کا لفظ قرآن کریم میں کئی صیغوں میں آیا ہے۔ یہاں ہم تین نظروں کی کچھ وضاحت کیے دیتے ہیں۔ عبادت، عبودیت اور عبدیت۔ یہ تینوں لفظ آپس میں بہت قریب ہیں۔

عبودیت کا معنی "اپنے رب پر راضی رہنا ہے" وہ جو چاہے کرے بندہ رضا بالفقہاء رہے۔ اور عبادت کا معنی ہے ایسے کام کرنا جن سے رب راضی ہو۔ عبدیت وہ بندگی ہے جس میں اپنی حاجت مندی اور محتاجی کا اقرار ہو۔

وہ رب ہے جو محتار کل ہے جو بندہ ہے اس کا محتاج ہے پیغمبروں سے اسی لیے عبادت کی لفظ نہیں ہوتی کہ وہ بھی ہر وقت اللہ تعالیٰ کے محتاج رہتے ہیں۔ اگر ان میں حاجت مندی نہ ہو وہ عباد نہیں رہتے۔ تمام پیغمبروں کے سردار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ بائیں ہمہ ہم ہر نماز میں اقرار کرتے ہیں کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول تھے۔ عہدہ در رسول آپ کے بارے میں کہا جاتا ہے۔ عبادیت کے یہ معنی امام غزالی (۵۰۵ھ) نے جو اہل قرآن میں اور عبودیت اور عبادت کے مذکورہ معنی امام شافعی (۲۰۰ھ) نے بیان فرمائے ہیں۔

قرآن کریم میں عہدہ کا لفظ غلام کے معنی میں بھی آیا ہے اور یہ لفظ بندہ کے معنی میں بھی آتا ہے مگر دونوں میں فرق ہے۔

① غلام غلامی سے نکل بھی سکتا ہے بائیں ملک سے آزاد کر دے لیکن بندہ بندگی سے نکل نہیں سکتا جب تک رب سبب رہے بندہ بندہ رہے گا بندہ میں کبھی کوئی خدائی صفت نہیں آتی۔

② غلام اپنے مالک کی فرمانبرداری دل سے نہیں کرتا وہ زور خرید ہوتا ہے اور اپنے آپ کو مجبور سمجھتا ہے۔ بندہ اپنے رب کی فرمانبرداری دل سے کرتا ہے ناپسندیدگی سے نہیں کرتا۔ بندہ بندگی سے نہیں نکلتا گو وہ کتنی روحانی ترقیات نہ کر جائے۔

سو عبادت اللہ تعالیٰ کی وہ فرمانبرداری ہے جو دل سے جو یہ غلامی کی کسی فرمانبرداری نہیں جو قہراً بھی ہوتی ہے یہ قلب سلیم سے اللہ کے حضور حاضر ہونا ہے آمین اے اللہ بھلائی سلیحہ

جو عبادت کے لائق ہے وہ اللہ ہے یہ اکرہیت سے نعال کے وزن پر ہے اور مفعول کے معنی میں ہے اکرہیت، اسی شان کا نام ہے جو عبادت کے لائق ٹھہرے۔

اللہ کا لفظ **اَللّٰہُ** سے بنا ہے یا **اَللّٰہُ** سے **اَللّٰہُ** کا معنی لائق عبادت ہونا ہے۔ اور **وَلّٰہُ** کا معنی انتہائے محبت کے لائق ہونا ہے والہانہ محبت کا لفظ آپ نے عام بنا ہرگا۔ اللہ کا لفظ **مَالُوۡہُ** یعنی معبود ہوگا اور معبود بھی وہ جس سے شدید محبت ہو۔
وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اَشَدَّ حُبًّا لِّلّٰہِ۔

بندہ اللہ تعالیٰ کے تعالیٰ کے لائق عبادت ہونے کے اعتقاد سے اس کی محبت کے باعث اور اپنی محتاجی اور حاجت مندی کے اقرار سے اس کے حضور اپنی عاجزی اور اپنے تذل کا اقرار کرتا ہے عبادت اسی خضوع اور تذل کا نام ہے۔

اللہ کی عبادت میں ان دو چیزوں کو قطب کی حیثیت حاصل ہے عبادت ایک پھیلاؤ ہے جس کے ایک قطب میں اللہ رب العزت کی انتہائی محبت اور دوسرے قطب میں اپنی حاجت مندی اور عاجزی کا اقرار۔ عبادت کا آسمان انہی دو قطبوں پر پھیلتا ہے۔

بندے کی انتہائی عاجزی اور تذل

انتہائے محبت باری تعالیٰ

حافظ ابن قیم نسبی (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں :-

وَعِبَادَةُ الرَّحْمٰنِ غَايَةُ حُبِّهِ مَعَ دَلِّ عَابِدِهِ هُمَا قَطْبَانِ

وَعَلَيْهِمَا فَلِكِ الْعِبَادَةِ دَائِرَةٌ مَادَارُ مَا دَارَتِ الْقَطْبَانِ

سرمحابت صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ بندہ کی یہ انتہائی محبت ایک خدا کے سوا کسی اور سے نہ ہو اور اپنی یہ عاجزی اور درماندگی بھی ایک خدا کے سوا کسی اور کے سلسلے نہ ہو۔ انبیاء اور اولیاء کی محبت بھی صرف اس لیے ہے کہ وہ اللہ رب العزت کی محبت کا سبب بنتے ہیں اور اللہ کے حضور وہ خود بھی اپنی عاجزی اور حاجت مندی کا اقرار کرتے ہیں تاکہ ان کے ملنے سے وہ نئے کبھی اپنے

آپ کو صرف اسی کے آگے عاجز اور حاجت مند جانیں۔

حضرت شیخ عبدالرحمن محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ) لکھتے ہیں:

اس عقیدہ کا فائدہ یہ ہے کہ انسان کی توجہ نفع و نقصان کے معاملہ میں ہماری مخلوق سے ہٹ کر خالق کی طرف پھر جاتی ہے۔ ہر مخلوق کے موجود یا معدوم ہونے کی طرف بھی توجہ نہیں رہتی۔

کیا اس فطرتِ مخلوق میں انبیا کرام، اولیاء عظام اور ملائکہ نظام سب نہیں آجاتے جی یہ ہے کہ عبادت کے لائق صرف ایک اللہ رب العزت ہے اور کوئی مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اس کے ساتھ کسی کام میں شریک نہیں۔

محدث شہیر مجدد مآثرہ دم لا علی خاری (۱۰۱۳ھ) لکھتے ہیں:

معلوم ہوا کہ صرف ایک خدا کا ماننا توحید نہیں ہے بلکہ اعتقاد اور قول و عمل پھر یقین و معرفت سے یہ ثابت کرنا کہ کوئی مخلوق خداوند تعالیٰ کے ساتھ کسی صفت میں مشابہ اور ملحقِ ملحق نہیں۔

بندہ خزانِ کریم کی رُوس سے موت تک اسی دائرہ عبادت میں رہنے کا سلف ہے زندگی کے کسی مرحلہ میں بھی وہ عبادت کے عکس دائرہ یقین سے نہیں نکل سکتا۔

واعبدوا ربکم حقیقۃً... یا تیک الیقین۔ (سُورۃ الحج)

ترجمہ: اور تو اپنے رب کی عبادت میں لگنا رہو یہاں تک کہ تو دوسرے جہان کو دیکھ لے۔

جب تک بندہ اس عالم میں ہے وہ نبی ہو یا علی دائرہ عبادت سے نکلنے کی کسی کڑواہ نہیں لینی لگی نہ کسی خیر شستر یا انسان کو اس کی اجازت دی گئی ہے بندے جن اور فرشتے سب ہی ایسے ہیں جی کہ تاحیلت بندگی میں رہیں۔

واعلمت الجن والانس الا للعبادون۔ (سُورۃ الذاریات آیت ۵۶)

تعمیم خاص

قرآن کریم بعض مقامات پر کسی خاص فرد کو ذکر کرتا ہے اور مقصود اس سے کوئی فرد معین نہیں ہوتا بلکہ ان صفات کا حکم بیان کرنا پیش نظر ہوتا ہے وہ صفات حسن و قبح جس میں بھی پائی جائیں وہ اس حکم کا مصداق ہوگا۔

صوب اللہ مثلاً قریۃ کانت امانة مطمئنۃ (پہلا اہل ۱۱۲)
اس میں قریۃ کو لفظ خاص ہے مگر اس سے کوئی خاص سببی مراد نہیں اسے تعمیم خاص کہتے ہیں۔

فلما انفشہا حملت حملاً خفیاً (پہلا الاعراف ۱۸۹)

میں بھی کوئی خاص آدمی مراد نہیں جس میں یہ اوصاف پائے جائیں وہی اس کا مصداق ہوگا۔
ووصینا الانسان بالذیہ احساناً (پہلا لقمان ۱۲)

میں بھی کوئی فرد معین مراد نہیں بعض اوقات لفظ خاص ہوتا ہے اور کئی ایسے اس کا خطاب عام ہوتا ہے جیسے :-

لئن اشرکت لیجعلن عملک (پہلا الزمر ۶۵)

میں حضور کی ذات مراد نہیں سب کے لیے یہ حکم عام ہے مگر پیلہ بیان خاص ہے۔

تعمیم عام

قرآن کریم کا خطاب بعض مقامات پر عام ہے مگر اس سے مراد ایک فرد خاص ہے جیسے:
ولقد خلقناکم ثم صورناکم ثم قلنا للملائکۃ اسجدوا (پہلا الاعراف ۱۱)

یہاں خلقنا کہ میں کہ سے تجوڑا آدم علیہ السلام مراد ہیں کیونکہ سبہاری پیدا انش فرشتوں کے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کو فرمایا اس سے پہلے کی نہیں۔

ہاں اس مقام پر اسے واحد کی بجائے جمع سے ذکر کرنے میں یہ حکمت ہے کہ کل بنی نوع انسان کو مسجد لانکہ سمجھا جائے آدم علیہ السلام کو اس حیثیت میں کہ تمام لوح انسانی کے باپ ہیں تمام فرشتوں کے سجدہ کیا تھا۔ ولقد خلقنا آدم کہنے کی بجائے ولقد خلقنا کہنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ

خلیفۃ اللہ یا مسجود ملائکہ ہونے کا شرف حضرت آدم کا انفرادی درجے میں نہ تھا وہ کل بنی نوع انسان کے باپ ہونے کی حیثیت میں اس سے مشرف ہوئے تھے۔
شیخ الاسلامؒ لکھتے ہیں :-

آدم علیہ السلام جن کا وجود تمام افراد انسانی کے وجود پر اجمالاً مشتمل تھا۔ (دوہ)
خلیفۃ اللہ اور مسجود ملائکہ بننے لگ

کذلک اور کما

عام طور پر یہ لفظ تشبیہ کے لیے محروف ہے لیکن قرآن کریم میں یہ تشبیہ کے علاوہ کبھی تعلیل کے لیے بھی آتا ہے اور کذلک کے معنی دیتا ہے جیسے :-

كذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ أَصْحَابُ النَّارِ۔ (آیہ المؤمن ۶)
صاحب جہنم کہتے ہیں کہ یہاں کاف تشبیہ کی بجائے تعلیل کے لیے ہے اسی طرح،
فاذکروہ حکما ہدائیکہ۔ (آیہ البقرہ ۱۷۸) اسے یاد کرنا ہاں وجہ کہ اس نے نہیں ہدایت ملی
میں بھی کاف تعلیل کے لیے ہے :-

کَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ۔ (آیہ الانفال ۵)

میں علامہ البرجیان اُنڈسی کے بیان کے موافق کاف تعلیل کے لیے ہے۔
کبھی یہ کاف تشبیہ اور تعلیل کے علاوہ ظہار کمال کے لیے بھی آتا ہے جیسے :-

كذٰلِكَ أَنْزَلْنَاهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا۔ (آیہ الرعد ۲۷)

یعنی ہم نے اسے ایسا باکمال حکم اتارا ہے؟ یہ اسی طرح ہے جیسے کسی باکمال کام کو
دیکھ کر کہتے ہیں کہ کام ایسا ہوتا ہے یہاں ایسا تشبیہ کے لیے نہیں بیان کمال کے لیے وارد ہوا ہے۔

آل اور اہلبیت

قرآن کریم میں آل کے معنی پیروی کرنے والوں کے آتے ہیں صبی اولاد ضروری نہیں۔

واذ نجینا کھ من آل فرعون۔ (آیہ البقرہ ۴۹)۔

اور کبھی یہ لفظ خاندان کے معنوں میں بھی آتا ہے جیسے :-
 ویتیم نعمتہ علیک وعلی آل یعقوب۔ (رہنما یوسف ۱)
 یہاں حضرت یعقوب علیہ السلام کا گھرانہ مراد ہے، عربی زبان میں آل کے دلوں معنی ملتے
 ہیں۔ قاسمیں میں ہے :-

آل الرجل اتباعہ واولیاءہ۔

دونوں معنوں میں امتیاز توڑوں کیجئے کہ جب گھر میں بات ہو رہی ہو تو آل سے مراد خاندان
 ہے اور جب قومی سطح پر بات ہو رہی ہو تو آل سے مراد پیروی کرنے والے ہیں اور پیروی سے ملو
 بھی ظاہری نسبت ہے نہ کہ کمال پیروی، قرآن کریم ایک شخص کو جو لوں سے مومن تھا مگر ظاہر میں فرعون
 کے ساتھ تھا آل فرعون میں سے ہی ذکر کرتا ہے :-

وقال رجل من من آل فرعون یکتہ ایمانہ۔ (سورہ مؤمن ۲۸)

قرآن کریم کی آیت سے اہل بیت بیوی کو کہتے ہیں، فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی
 بیوی کو اہلیت کہہ کر خطاب کیا تھا :-

قالوا التحیین من امرالہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اہل البیت۔ (سورہ ہود ۴۳)

یہ وہ ہم نہ ہو کہ حضرت سارہ تو عورت تھیں ان کے لیے علیکم مذکر کی ضمیر کیوں ہے اس
 لیے کہ اہل اپنی نفسی حیثیت میں مذکر رہے گا گو اس کا صداق مؤنث ہو پس اس کے لیے مذکر کی ضمیر
 آتی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام جب آگ لینے کے لیے چلے تو آپ نے اپنی بیوی کو کہا تھا :-

قل لا اهلہ امکتوا انی انت نارا۔ (سورہ طہ ۱۰)

یہاں امکتوا اہل کی نفسی حیثیت کی وجہ سے مذکر کا صیغہ ہے، قرآن کریم اسی طریق سے
 حضور اکرم کی ازواج مطہرات کو خطاب فرماتا ہے :-

انما یؤید اللہ لیدھب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا۔ (سورہ احزاب ۳۳)

آنحضرت نے بعد ازاں اس فضیلت میں اپنی اولاد کو بھی شامل کر لیا تھا مگر صاف اس آیت
 اہل بیت سے مراد ازواج مطہرات ہی تھیں، حضور نے جب اپنی اولاد کو ایک چادر کے نیچے جمع
 کیا اور ان پر اہمیت تطہیر تراویح فرمائی تو حضرت ام سلمہ نے پوچھا کہ کیا میں ان حضرات

اہل بیت میں سے نہیں، تو آپ نے فرمایا: بلی کیوں نہیں، تو اپنی جگہ خیر ہے۔
ادراج مطہرات کا اہل بیت میں سے ہونا قرآن کریم میں تصریح سے موجود ہے سوا اس کا انکار
قرآن کریم کا انکار ہو گا۔ حدیث میں ہے کہ آپ نے اپنی اولاد کو ایک چادر میں لے کر نہیں بھی کر شرف میں نازل فرمایا۔
العترة

قرآن کریم بعض ان واقعات کو جو کسی گدہ مشتبہ دور میں واقع ہوئے تھے ان کی شہرت عام
اور تو ترکی بنا پر اس درجہ یقین میں بیان کرتا ہے گویا کہ یہ واقعات مخاطب کے اپنے چشم دید
ہیں نہ دیکھی بات انتہائے یقین کی بنا پر دیکھی کے درجے میں بیان کی جاتی ہے۔ عرب کا یہ نام محاورہ
ہے۔ آنحضرت کے عہد مبارک میں مجزز نامی ایک مشہور قیادہ شناس تھا اس نے ایک شخص جس کے
نسب میں کچھ لوگ ملن کرتے تھے، کے پاؤں دیکھ کر اس کے باپ کے پاؤں پہچان لیے تھے اور
بتا دیا تھا۔

ان هذه الاقدام بعضها من بعض.

آنحضرت نے اس واقعہ کی خبر حضرت عائشہ صدیقہؓ کو ان الفاظ میں دی۔

العترة ان معجزا نظروا نفا الخب زید۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ الم ترکا محاورہ شہرت عام کی وجہ سے نہ دیکھی بات کو دیکھی کے
درجے میں لاکے لیے گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کیا تم نے نہیں دیکھا نہیں تو اب سن لو؟

العترة كيف فعل ربك يا صاحب الفيل۔ (پہ الفیل)

اور

ظہر توالی الذین خرجوا من ديارهم وهم الوف حذرا الموت۔ (پہ البقرہ ۲۴۶)

میں اسی روایت قلبی کا بیان ہے

بعض مخالفین اسلام ان آیات سے قرآن کی تاریخی غلط بیانی پر استدلال کرتے ہیں حقیقت
یہ ہے کہ وہ خود اس محاورے سے ناواقف ہیں۔ قرآن کریم نے جو کہا وہ بالکل صحیح اور اسلوب عرب
کے عین مطابق ہے۔

انما

یہ کلمہ صحر ہے علمائے معانی اسے ما آلا کے معنوں میں لیتے ہیں لیکن کبھی لفظ صحر کے بغیر
حضرت تائید کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ علامہ رضی اس کے معنی پختہ بات کے کرتے ہیں۔ صحر
ہو یا نہ ہو اور یہ معنی زیادہ مناسب اور آسان ہیں۔ حضرت جبریل نے حضرت سریم کو خطاب کرتے
ہوئے کہا تھا۔

انما انارسل ربك (پہلے مریم ۱۹)

مالانکہ حضرت جبریل پر ایسے رسالت کے بغیر بھی نزول فرماتے تھے۔

تَنزِيلَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَاللُّوْحِ - (پہلے قدر) میں اسی پر ایسے آنے کا بھی ذکر ہے۔

اسی طرح

انما حرم عليكم الميتة والذم ولحم الخنزير۔ (پہلے البقرہ ۱۷۳)

میں بھی صحر کے معنی نہیں ان کے سوا اور بھی محرمات ہیں جن کا ذکر سورۃ المائدہ میں

موجود ہے پس بہتر یہی ہے کہ اس کے معنی پختہ بات کے کیے جائیں۔

شعرا وادعاطفہ

شعرا کا لفظ عام طور پر ترتیب کے لیے آتا ہے جیسے۔

خلقناکم من تراب ثم من نطفة ثم من علقة ثم من مضغلة۔ (پہلے الحج ۱۵)

لیکن کبھی کبھی معنی استبعاد کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے کسی بڑے انعام کا ذکر

کے کہ کہا جائے کہ ہرچیز ناشکری کرتے ہو یعنی اتنے بڑے انعام کے بعد ناشکری ہونا ایک

امر عجیب ہے تم استبعاد کا مطلب یہ ہے کہ ماقبل امد بعد میں کوئی بڑا نہیں ہو سکتا ہے جیسے۔

الذین اتوا انصیبا من الکتاب یدعون الی حکم اللہ لیکم

میں ہرچیز بتوں کی فریق منہم۔ (پہلے آل عمران ۱۲)

الحمد لله الذی خلق السموات والأرض وجعل الظلمات والنور ثم آلذین

كفروا برہم بعد لون۔ (پہ انعام)

میں تم کا مقبل اور مابعد کے ساتھ جوڑ نہیں کھانا بعض نادر صورتوں میں تم محض تفسیر و تفسیر کے لیے بھی آسکتا ہے اور عاطفہ ترتیب کے مطابق آئے تو یہ ایک امر اتفاقی ہے لیکن یہ ترتیب کو لازم ہرگز نہیں جیسے۔

یا مریہ احقق لوبلہ اسجدی وارکوی۔ (پہ آل عمران ۲۲)

حذف

۱۔ حذف یا مضاف کا ہرگا جیسے۔

لین البران تو لورا و جو حکم قبل المشرق والمغرب ولكن البر من

امن بالله۔ (پہ البقرہ ۱۷۷)

یعنی ولكن البر من امن بالله

۲۔ یا حذف صرف کا ہرگا جیسے۔

وأتینا ضمود الناقة مبصرة۔ (پہ بنی اسرائیل ۵۹)

یعنی آیۃ مبصرۃ یہ نہیں کہ وہ از ثنی بنا تھی نابینا نہیں تھی۔

واشربوا فی قلوبہم العجیل بکفرہم ای حب العجیل (پہ البقرہ ۹۳)

ضعف الحیات و ضعف السمات۔ (پہ بنی اسرائیل) ای ضعف عذاب الحیاة۔

۳۔ یا حذف جار ہوتا ہے جیسے۔

واختاروا منی قومہ ای من قومہ۔

۴۔ یا حذف فعل ہوتا ہے۔

ما نعبدهم الا ليقربونا الى الله زلفی (ای یقولون) الزمر

۵۔ یا حذف مشعل ہوتا ہے جیسے۔

ان الذین اتخذوا العجل سینا لهم (ای اتخذوا العجل الہما) اعراف

یا منرف مطرف ہوتا ہے جیسے ۔

تاتونماہن الیمین (ای ومن الشمال) وغیر ذلک۔ (پہ الاعراف ۱۸)

ابدال

۱۔ کبھی ایک فعل کو دوسرے فعل کی جگہ کسی فرض کے لیے نقل کر کے لاتے ہیں جیسے ۔

اذا الذي يذكر الهتك - اي يبت الهتك۔ (پہ انبیاء ۳۶)

یہ سب کی جگہ کو لایا گیا ہے اسی قبیل سے یہ قول بھی ہے کہ ”فلاں کے دشمنوں کے ساتھ یہ کیا گیا“ اصل میں یہ ہے کہ اس کے ساتھ یہ کیا گیا۔ ادب کی بنا پر اس کا نام نہیں لیا گیا۔

ثقلت في السموات والارض۔ اي خفيت (پہ الاعراف ۱۸۷)

۲۔ کبھی شبہ لعل میں ابدال ہوتا ہے جیسے ۔

فظلت اعناقهم لها خاضعين: (پہ الشعراء ۴)

ملا کو بجائے خاضعين کے خاضعات کہنا چاہیے تھا کیونکہ اعناق مَرث ہے مگر جب اعناق سے مراد بڑو بول کر رکھ لیا گیا یعنی ”وہ لوگ“ تو ان کے لیے خاضعين جمع نہ کہہ کر صیغہ لانا بلاغت کے مطابق ہو گیا۔

اسی طرح حضرت مریم علیہا السلام کے متعلق فرمایا ۔

كافت من القنطين یعنی ان میں مردوں جسی صنات تھیں۔ (پہ التہمیم ۱۷)

۳۔ اور ابدال کبھی حرف کا ہوتا ہے جیسے ۔

ولا صلبتكم في جذوع النخل (ای علی جذوع النخل) (پہ طہ ۷۴)

فسير وافي الارض (ای علی الارض)

اس میں نکتہ یہ ہے کہ حروف میں مجاز اکثر تفسیر کے لیے ہوتا ہے کہ ایک لفظ میں ”وہ“ سے

لفظ کے معنی منشا آجائیں۔

۴۔ اسی طرح کبھی متقبل کو ضروری الوقوع ہونے کے سبب، معنی کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں

ورفع في الصور۔ وسبق للذين كفروا الى جهنم ذموا۔ (پہ الزمر ۷۱)

۵. اور کبھی حالتِ قیامہ کو جملہ دعائیہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

قتل الانسان ما لکفره ثبت ید الی لعبد و تب۔ (پہ ص ۱۶)

۶. اور کبھی کسی بات کو مخاطب کے علم کے موافق ظنی و تخمینی الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں جیسے۔

مأنة الی اویزیدون (پہ اصافات ۱۲۷)

آنا اویا کھ لعلی ہدی اونی ضلل مین۔ (پہ اسباب ۲۲)

۷. ولا هم متناصبون و لا ینصرون (پہ الانبیاء ۲۲)

چونکہ اُمرت بغیر اجتماع اور محبت کے ممکن نہیں اس لیے لا ینصرون کی جگہ لا ینصبون

فرمایا۔

۸. کبھی جملہ کو بجائے جملہ کے لئے ہیں جیسے۔

وان تضالوهم فاخوانکم ذای وان تضالوهم لا باس بذلك۔ البقرہ ۲۳۰

ان یسرق فقد سرق اخ لہ من قبل (ای ان یسرق فلا حجب فقد سرق الی اخرہ۔

۹. کبھی اصل کلام میں تکمیل ہوتی ہے مگر کلام یا اضافت لے آتے ہیں اور تکمیل بدستور باقی رہتی ہے جیسے

قیلہ یارب ای قریں لہ یارب اتمتار کی وجہ سے قیلہ فرمایا گیا۔

فحق الیقین ای حق ینین بوجہ اتمتار اضافت کر دی گئی۔

۱۰. کبھی مذکر کے بجائے مؤنث و بالعکس۔ اور مفرد کی جگہ تثنیہ و جمع بالعکس لے آتے ہیں جیسے۔

فلما رالتشمس بلرعة قال هذا ربی۔ (پہ الانعام ۷۸)

نیز فرمایا گیا۔

وخصتمک الذمے حاضر۔ (پہ التوبہ ۶۹)

اسی طرح احادیث میں کثرت سے یہ جملہ آتا ہے۔ اللہ ورسولہ اعلم۔

۱۱۔ کبھی مخاطب کی جگہ غائب و بالعکس آتا ہے جیسے۔

حتی اذا کنتم فی الفلک وجرین ہمد۔ (پہ یونس ۲۲)

۱۲۔ اور کبھی جملہ نمبر یہ کی جگہ جملہ نشانہ آتا ہے۔ و بالعکس

هو الذمے جلکم الارض ذلولا فامشوا فی مناکبہا۔ ای تمشوا۔ الملک ۱۵

اور کبھی اعراب میں بجائے دو کے "ی" بھی آتی ہے جیسے :
 والمقیمین الصلوة والموتون الزکوة بیلا کے مقیمون لایا گیا ہے۔ (پٹ النساء ۱۳۲)
 لیکن آج کل کے بعض علماء سیویہ وغیرہ کے قواعد صرف دستور کو اتنا صحیح سمجھتے ہیں کہ آیت
 کو کھینچ تان کر ان کے مطابق کرنا ضروری جانتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ اہل زبان کا محاورہ اسی
 طرح ہے اور یہ صحیح ہے۔ علاوہ ازیں قواعد کی صحت کا مدار قرآن پر ہے نہ کہ قرآن کا مدار صرف دستور
 پر نیز قرآن عرب اول کی لغت پر نازل ہوا۔ اس میں یہ تقیدیں کم ہیں ان ہذا ان السحوان اسی
 لغت پر ہے۔ جس کی تاویل کی ضرورت نہیں کی۔ (پٹ غلا ۶۲)

اختلاف معمولین

بعض جگہ ایک معمول کے ساتھ ایک فعل کا تعلق ہوتا ہے اور دوسرے معمول کے ساتھ
 دوسرے فعل کا۔ اور یہ دوسرا فعل چونکہ محذوف ہوتا ہے اس لیے اہل علم دونوں مختلف معمول ایک
 ہی فعل کے ماتحت دکھائی دیتے ہیں اور ان کے معنی کرنے میں الجھن پیش آجاتی ہے۔ اختلاف
 معمولین کی صورت میں ضروری ہوتا ہے کہ دوسرے معمول کا فعل محذوف مان لیا جائے جیسے
 کسی کا قول :

علفتہا تبنا و ماءً بارداً۔

یعنی میں نے اس کو بٹھوسا اور پانی کھلا دیا۔

حالانکہ کھلانے کا فعل ماءً (پانی) کے ساتھ صحیح نہیں ہوتا۔ پانی پلایا جاتا ہے، نہ کہ
 کھلایا جاتا ہے۔ چنانچہ اس اشکال کو دور کرنے کے لیے ماءً بارداً کا فعل اشربت محذوف مانا
 جائے گا اور تقدیر عبارت یوں ہوگی۔ علفتہا تبنا و اشربتها "ماءً بارداً" میں نے اس کو پلایا
 کو بٹھوسا کھلایا اور پانی پلایا۔ اس طرح ایک فعل کے ساتھ دو مختلف معمولوں کا لانا اگرچہ ترکیب
 نظری کے لحاظ سے وقت طلب ہوتا ہے لیکن محاورہ اور بلاغت کے لحاظ سے اس کا اہتمام پسند
 اور پسندیدہ ہے۔

قرآن کریم میں اس کی مثال یہ ہے۔

وله ما سكن في الليل والنهار - (پک الانعام ۱۳)

سکون رات کے ساتھ مخصوص ہے نہ کہ دن کے ساتھ بھی، اس لیے مسکن کا تعلق فی اللیل کے ساتھ تو درست ہے لیکن "والنهار" کے ساتھ اس کا تعلق درست نہیں ہے، کیونکہ دن حرکت کے لیے ہے نہ کہ سکون کے لیے، اس اشکال کو بھی اسی طرح دُور کیا جائے گا کہ "والنهار" کا فعل محدود مان لیا جائے اور کہا جائے "وله ما سكن في الليل" و"النهار" فی النهار۔

دوسری مثال :

يوم ياتي بعض ايات ربك لا ينفع نفسا ايمانها لو تكن امنة من قبل

او كسبت في ايمانها خيرا - (پک سورۃ العام ۵۸)

یعنی، جس دن آئے گی ایک نشانی تیرے رب کی، کام نہ آوے گا کسی کے اس

کا ایمان لانا جو کہ پہلے سے ایمان نہ لایا تھا یا اپنے ایمان میں کچھ نیکی نہ کی تھی۔

اس آیت کو اگر اپنے ظاہری معنی پر چھوڑ دیں تو اس سے معتزلہ کا یہ مذہب ثابت ہو جائے کہ عمل صالح کے بغیر ایمان معتبر و نافع نہیں ہے کیونکہ آیت کا خلاصہ اس طرح ہوتا ہے کہ :-

يوم ياتي بعض ايات ربك لا ينفع نفسا ايمانها، او امنة ولو تكسب

في ايمانها خيرا۔

جو شخص طلوع شمس سے پہلے ایمان نہیں لایا اس کو جب طلوع شمس ایمان لانا مفید نہ ہو

گا، یا ایمان کو طلوع سے قبل لے آیا لیکن عمل صالح نہ کیے تھے تو اس کو بھی محض ایمان بالاصل نافع نہ ہوگا۔ لہذا قرآنہ محشری، اور یہی معتزلہ کا مذہب ہے۔

لیکن ابن العزیر نے اس کا جواب دیتے ہوئے عبارت کی تشریح اس طرح کی ہے کہ :-

لا ينفع نفسا ايمانها او كسبها خيرا لو تكن امنة من قبل او لو

تكن كسبت في ايمانها خيرا۔

یعنی جو شخص پہلے سے ایمان نہیں لایا تو اس وقت اس کا ایمان مفید نہ ہوگا اور جس نے

پہلے سے عمل صالح نہیں کیے اب اس کے عمل صالح معتبر نہ ہوں گے یعنی توبہ قبول نہ ہوگی، اس

تقریر کی بنا پر عمل صالح کی نفی ہوئی نہ کہ اصل ایمان کی جس کا غلغلہ یہ ہے کہ لا ینفع نفساً ایما نہا کے بعد اوکسہما کا لفظ محذوف مانا جائے۔ آیت کی اس تقریر کے مطابق معتزلہ کا مذہب ثابت نہ ہوا۔ اور اشکال رفع ہو گیا۔ اس آیت کے اور بھی متعدد جہاں پر روح المعانی میں دیکھ لیے جائیں۔

اختلاف معمولین کی ایک اور مثال

لقد کفر الذین قالوا ان الله هو المسيح ابن مريم، قتل فخن يهلك
من الله شيئاً ان اراد ان يهلك المسيح ابن مريم دامه ومن فني
الارض جميعاً۔ (پہلا مادہ ۱۴)

ترجمہ۔ بیشک وہ لوگ کافر ہوئے جو کہتے ہیں کہ اللہ مسیح بن مریم ہی ہے آپ کہیں
کہ پھر اللہ کا کوئی کیا کر سکتا ہے اگر وہ مسیح کی موت کا ارادہ فرمائے اور اس کی ماں
پر تو وہ موت وارد کر ہی چکا اور پھر جو لوگ ہی زمین پر ہیں ان سب کو موت دے
دے (کون اس کا ہاتھ روک سکے گا)

اس آیت میں ان اوردان بھلا کے تین معمول ہیں۔

۱۔ مسیح ۲۔ اس کی ماں ۳۔ دنیا کے تمام زندہ لوگ
مسیح پر جو کہ ابھی تک موت نہیں آئی وہ اس فعل (ان بھلا) کے تحت ہو سکتا ہے لیکن
دامہ پر اس کا عمل نہ ہو گا کیونکہ وہ تو فوت ہو چکی اب اس کے لیے دوسرا فعل محذوف مانا جائے
گا اور وہ (وقد اهلك) ہو گا۔ یہاں ماں کا ذکر استثناء ڈالا جا رہا ہے کہ جب اللہ نے مسیح کی
والدہ پر موت وارد کی تھی اس وقت مسیح نے اس کا کیا کر لیا تھا۔ اگر وہ خدا ہوتا تو کیا اپنی والدہ
سے موت کو نہ روک سکتا تھا۔

علامہ ابوالسعود (۵) لکھتے ہیں :-

۱۵ حذف، ابدال اور اختلاف معمولین کے تین مباحث بیشتر حضرت خواجہ عبداللہ نقشبندی

سے ماخوذ ہیں۔ فجزاہ اللہ عننا شیخنا جزاہ

وخصيص آية بالذکو مع اندراجها في ضمن من في الارض لزيادة تأكيد عجز المسبح
ولعل نظما في سلك من فرض ارادة اهلاكم مع تحقق هلاكها قبل ذلك
لتأكيد التبکیت.... کانه قيل تل فمن يملك من الله شيئا ان اراد ان يهلك السبح
واتمه ومن في الارض وقد اهلك آتية فهل ما فعله احد وكذا حال من
عداها من الموجودين بل

ترجمہ: گو یوں کہا گیا آپ کہہ دیں اندر کے ہاں کون کس چیز کا مالک ہے اگر وہ حضرت یح
کو اور اس کی والدہ کو اور تمام زمین کے رہنے والوں کو موت دینا چاہے تو کون اسے
روک سکتا ہے اور وہ اس کی والدہ کو تو وفات دے ہی چکا ہے کون اسے روکنے والا۔
سوائے کا ذکر مستہذا ہے۔ شیخ الاسلام علامہ ابو السعود (۱۹۸۲ء) کی اس بات کی علامہ آوسی نے
روح المعانی میں اس طرح تائید کی ہے۔۔

ولعل نظما في سلك من فرض اهلاكم مع تحقق هلاكها قبل لتأكيد التبکیت د
زیادہ تقریر مضمون الکلام یحیل حالہما امور وجال حال بقیہ من فرض ہلاکہ
ترجمہ: اور ہو سکتا ہے کہ حضرت مریم کو اس لڑی میں ذکر کرنا جن کی وفات قبل کی جا رہی
ہے حالانکہ ان پر تو موت ہر چکی تاکید تبکیت کے لیے ہمیرہ حضرت عیسیٰ کے اس وقت
(موت کے وقت) بے بس ہونے کی تاکید کے طور پر ہے اور مضمون کلام کو مزید پختہ
کرنے کے لیے ہے ہمیرہ کمال ان کو گوں کے لیے جن کی موت ابھی آنے والی ہے بطور
تہذیب ذکر کیا گیا ہے۔

مزید ہے کہ جس طرح حضرت مریم پر ہم موت مسلط کر چکے حضرت یح اور دوسری اب
مخلوق پر بھی اسے مسلط کر دینا اسی طرح ہمارے قبض میں ہے۔

تاکید تبکیت کی اپنے ہاں کی ایک مثال

دو شخص آپس میں جھگڑ رہے تھے ایک نے طیش میں آکر دوسرے کو کہا آسانے آتجہ دیکھتا

لہ کنیر لہ فی السورہ جلد ۳ ص ۱۱۱ لہ روح المعانی جلد ۶ ص ۱۱۱ لہ معارف القرآن جلد ۳ ص ۱۱۱

ہوں اور اپنے باپ کو بھی بٹالے۔ اب کوئی تمہیں میری گرفت سے نہ نکال سکے گا۔ وہ اس طرح اپنی قوت اور قدرت کا رعب ڈال رہا تھا۔ معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ اس کا باپ بیس سال پہلے مر چکا ہوا ہے لیکن اس شخص کا اس پر ڈالنا اس کے والد کو زندہ ثابت کرنے کے لیے نہ تھا اسے عاجز ثابت کرنے کے لیے تھا اگر وہ زندہ بھی ہوتا۔

علامہ قرطبی (۷۱۱ھ) علامہ ابوالسعود سے پہلے بھی یہ بات کہہ چکے ہیں۔

فَاعْلَمْ أَنَّهُ تَعَالَىٰ إِنْ الْمَسِيحَ لَوْ كَانَ الْتَمَّ الْقَدْرَ عَلَىٰ دَفْعِ مَا يَنْزِلُ بِهِ أَوْ لَعَنِيْرَهُ وَ قَدِّعَاتِ أُمَّةٍ وَلَمْ يَتِمَّكَ مِنْ دَفْعِ الْمَوْتِ هُنَا. (الجامع لأحكام القرآن ۹ ص ۱۱۰)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا کہ مسیح اگر مہبود ہونے کے لائق ہوتا تو اس پر یا اس کے دوسروں پر تو تکلیفیں آئیں وہ ان کے دفع کرنے پر ضرور قادر ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی مال پر موت اتاری اور وہ اسے اس سے نذرہ کی سکا۔

اس تفصیل سے پتہ چلا کہ مفعول محذوف کا اپنے ماقبل کے ساتھ فعل میں شریک ہونا ضروری نہیں ائمہ کا ان اراد ان جملہ کے تحت ہونا ضروری نہیں۔ اس کے لیے یہ دو سر فعل متقدر مانا جا سکتا ہے

وقد اهلك امه - ابوالسعود جلد ۳ ص ۲

مفعول محذوف چند اور مثالیں

① ایک نہر میں پانی کی بندھی جانے کے لیے ایک کٹڑی گڑی تھی۔ نہر میں پانی آیا اور اس کٹڑی کے سر تک آگیا۔ ایسے موقع پر کہنے والے نے کہا: استوعب الماء والخشبۃ پانی کٹڑی کے سر تک آگیا۔ استری کامل صرف پانی پر ہوا کٹڑی پر نہیں مفعول محذوف کا اپنے ماقبل کے ساتھ فعل میں شریک ہونا ضروری نہیں ہے۔

② ایک شخص کہتا ہے میں نے نیل کے کنارے کندے سیر کی

سیرت والنیل یہاں والنیل مفعول محذوف واقع ہوا ہے پانی کا کام سیر کرنا نہیں چلنا ہے یہ کہنا ہوتا تو ریل کہا جاتا۔ سیرت وجوی، النیل، یہ واؤ عاطفہ ہے اور جمع کے لیے ہے۔

③ کہتا ہے تم اپنے چچا زاد بھائیوں کے ساتھ اس طرح مل کر رہو جیسے گڑے تلی کے ساتھ ملے ہونے

ہیں اس موقع پر عرب یوں کہیں گے۔

كوفوا النعم وبنی ابيکم مكان الکلیتین من الطحعال

اس میں بنی ابيکم مفعول محبہ ہے اور یہ فعل امر کو فوا کے تحت نہیں۔

④ سورج نکلنے کے وقت زید مرگیا اسے عربی میں اس طرح کہیں گے مات زید و طلوع الشمس

یہاں طلوع الشمس مفعول محبہ ہے۔ اس جملے کا یہ معنی غلط ہوگا کہ زید مرگیا اور طلوع الشمس بھی مرگیا۔ مفعول محبہ کا فعل میں اپنے ماقبل کے ساتھ شریک ہونا ضروری نہیں۔ یہ مثالیں امام ابوعلی نے پیش کی ہیں۔

سورق آن کریم کی آیت مذکورہ سورہ فاتحہ میں **واتلہ**۔ المسیح بن مریم کے ساتھ ان اراد ان یہدلك میں شریک نہیں۔ یہ تاکید تکلیف کے لیے ہے کہ مسیح بن مریم کے ساتھ ان کی والدہ اور تمام دنیا والے بھی کھڑے ہو جائیں تو اس سے موت کو نہ روک سکیں گے۔ آپ علامات قیامت میں سے ہیں وانہ لعلو للساخه (پتہ الزخرف) نزول فرمائے پر ان پر موت آنے لگی اور کوئی طاقت ان سے اس کو نہ روک سکے گی منسرتین نے اس آیت کو اسی طرح سمجھا ہے اور یہ آیت صریح طور پر بتلا رہی ہے کہ اس کے نزول کے وقت حضرت عیسیٰ زندہ تھے اور ان پر ابھی موت نہ آئی تھی۔

قادیانی جو حیات مسیح کے منکر ہیں کبھی اس پر جانتے ہیں کہ اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بلاکت کی نفی ہے جس سے مراد ذلت کی موت ہے۔ ایسا نہیں یہاں اہلاک سے مراد مطلق امانت ہے۔ علامہ اسی کہتے ہیں۔

المراد باهلاك الامانة والاعدام مطلقا لا من منسخت وفضب

ترجمہ اہلاک سے مراد موت دینا اور بھانسی دینا دونوں ہو سکتے ہیں لیکن

اہلاک سے مراد ناراضگی اور ذلت کی موت نہیں۔

وفاقت کی دو قسمیں ہو سکتی ہیں موت کی کوئی دو قسمیں نہیں **الله** دائرہ علم و علمہ اتم و احکم

لہ روح المعانی جلد ۶ صفحہ ۹۹ **ع** علامہ غازی نے فلما قوفیتنی کے تحت لکھا ہے المراد بہ وفاة الرفع لا الموت (تفسیر غازی جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۷) قادیانیوں کا یہ کہنا درست نہیں کہ علامہ غازی نے جلتے تھے اور انہیں قوفیتنی کے صحیح معنی معلوم نہ ہو سکے وہ تو یہی لفظ کو اس کے مادہ سے پہچانتے تھے۔ نفوذہ باللہ **ع** الجہل وسوء الفہم

لا جناح علیکم کا ایک استعمال

اس کا اردو ترجمہ یہ ہے "تم پر کوئی گناہ نہیں" لہذا یہ الفاظ صرف جواز کا پتہ دیتے ہیں لیکن قرآن پاک میں یہ الفاظ درجہ واجب کے لیے بھی استعمال ہوتے ہیں، حج اور عمرہ میں کوہ صفا اور صرہ کے درمیان سعی (دوڑنا) واجب ہے مگر قرآن کریم اسے ان الفاظ میں لانا ہے۔ یہاں انسانی فکر اور گہرائی میں اتنی ہے اور ایک حکم کی مختلف جہات میں نظر جاتی ہے کہ ایک جہت سے یہ سمجھنا مقصود ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں اور دوسری جہت سے وہ ایک حکم ہو جو اصل میں واجب کے درجے میں ہو۔

کرنے اور نہ کرنے کے کام امر اور نہی میں دائرہ میں واجب امر کے تحت چلتا ہے اسے بطور رخصت بیان نہیں کیا جاتا۔ رخصت نہی کے تحت ایک پہلو نے جواز ہے ایک استثنا ہے جو ایک "منع" میں لایا جا رہا ہے۔ مثلاً کہا جائے کہ بس کھا کر مسجد میں نہ آیا کہ وہ پھر کہا جائے کہ اگر کھانا ہی ہو تو پکا کھاؤ کچا نہیں تاکہ اس کی ہوا دوسروں کو بُری نہ لگے سو یہ ایک رخصت جو نہی کے بعد مشخّص آتی ہے۔ یا کہا جائے کہ امام کے پیچھے تکرار نہ پڑھا کرو ہاں سورہ فاتحہ پڑھ لیا کرو یہاں کوئی نہ کہے گا کہ سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے، نہی سے جب استثناء ہو تو وہ مفید باعث ہوتا ہے نہ کہ مفید وجیب۔

اسلام نے جاہلیت کے متقابل جنوں اور پتھروں کو کوئی درجہ تعظیم نہیں دیا۔ کوہ صفا اور کوہ صرہ اور حجرہ اور حجرہ اسود بھی تو آخر پتھر ہی ہیں۔ پھر ان کی تعظیم کس پہلو سے روا رکھی گئی۔ صفا اور صرہ کو شاعر اللہ میں قرار دیا گیا اور شاعر اللہ کی تعظیم توئی قلب محض ہوتی تھی؟

صفا اور صرہ بایں طور تو شاعر اللہ میں سے ہیں کہ ان کے پاس ایک وقت اللہ کی قدرت ہے۔ غالب ظاہر ہوئی جب حضرت ہاجرہ یہاں دوڑ رہی تھیں اور اسماعیل کی اڑھیل کے پاس زمزم کا چشمہ چھوٹ رہا تھا، اس میں منظر میں یہ پہاڑیاں بے شک شاعر اللہ میں سے ہیں لیکن اس سے بھی انکار نہیں کہ یہ خود پتھر میں اور کسی کو نفع و نقصان نہیں دے سکتے۔

اب شاکر اللہ ہونے کے اعتبار سے بے شک ان دو پہاڑیوں کے درمیان دوڑنا ضروری تھا یا نہیں
 لیکن ان دونوں کو بھی جو اپنے ہاں پتھروں کو کوئی عزت دینے کے لیے تیار نہ تھے۔ اس کے لیے تیار کرنا
 ضروری تھا سو بتلایا گیا ہے کہ اللہ کے حکم کے تحت ان دو پہاڑیوں کو سعی کا اول اور آخر بنانا اس میں
 ہرگز سب کوئی وجہ شرک نہیں۔ یہ صرف حکم فداوندی کی تعمیل ہے اور حجر اسود کو بھی اس لیے بوسہ دینا
 ہے کہ حضور نے اسے بوسہ دیا تھا۔ اب جو سعی کا حکم دیا گیا ہے اسے حدیث میں تو ضروری ٹھہرایا گیا
 لیکن مسلمان جو جاہلیت کی براد سے طبعاً نفور تھے انہیں یوں سمجھایا گیا۔

فن حج البیت اذ اعرفوا جناح علیہ ان یطوف بہما۔ (پ البقرہ ۱۵۸)
 ترجمہ: سو حج یا عمرہ کرے اسے ان دونوں پہاڑوں کے ساتھ گھومنے میں
 کوئی گناہ نہیں ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگنے کی تعین کی گئی وہاں بھی یہ تعبیر اختیار کی۔ حالانکہ اللہ
 رب العزت سے اس کے فضل کی طلب کسی کے ہاں بھی کوئی مکروہ عمل نہ تھا اس میں بتا دیا گیا کہ
 قرآن کریم کے محاورے میں لا جناح علیکم کسی ایسی بات پر بھی نہیں آتا جس سے اس کی کراہت اور
 ناپسندیدگی اٹھائی مقصود ہو۔ ارشاد ہوتا ہے:-

لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم فاذا افضتکم من عرفات
 فاذکروا للہ عند المشعر الحرام۔ (پ البقرہ ۱۹۸)

ترجمہ: تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل چاہو۔ جو جب تم عرفات
 چلو تو مشعر حرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو۔

حج اور عمرہ ہمارے قلب ابراہیمی ہونے کے نشان ہیں، چنانچہ آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام
 سے وابستہ رکھنے کے لیے حضرت ابراہیم کے بعض وقائع دینی کا ان اعمال میں مشمول و معمول ہونا
 ضروری تھا۔ اس لیے طواف کعبہ، رمی جمار، کوہ صفا اور مردہ میں سعی، مشعر الحرام کے پاس اللہ کی
 یاد اور پیٹ بھر کا زمزم پینا ان تمام اعمال کو اسلام میں عبادت میں جگہ دی گئی۔

صفا اور مردہ میں دُورِ نانا پتھروں کی تعظیم کے لیے نہیں

نشان منزل اور محل تعظیم ہونے میں جوہری فرق ہے کہ وہ صفا اور مردہ سعی کے لیے نشان منزل تو ہیں مگر محل تعظیم نہیں۔ مسلمان اگر انہیں محل تعظیم سمجھتے تو ان پر کبھی نہ پڑھتے۔ حالانکہ سعی کا آغاز کوہ صفا پر چڑھ کر کیا جاتا ہے اور مردہ پر چڑھ کر ہی ایک چکر پُورا ہوتا ہے۔ حجراُرد کی کتنی تعظیم ہے کہ لوگ ٹوٹ ٹوٹ کر طواف کرتے ہوئے اسے بوسہ دے رہے ہیں لیکن حضرت عمرؓ اسے مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے تو نہ کسی کو کوئی نفع دے سکتا ہے نہ نقصان۔ ہم تجھے بوسہ اس لیے دے رہے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے بوسہ دیا ہے۔

جن مسلمانوں کو شروع سے پتھروں سے دُور رکھا گیا تھا انہیں پتھروں کے درمیان دُولانے کے لیے پہلے ہی اندازاً سا منٹ لانا ضروری تھا۔ لاجناب علیہ ان بطرف بھما اور جب اس گمان کے بادل چھٹ گئے تو اس سعی کو واجب کا درجہ دیا گیا جس کے بغیر نہ عمرہ مکمل ہوتا ہے نہ حج۔ اس ایک پس منظر کے سوا قرآن پاک میں لاجناب علیہ اپنے اصل معنی میں بھی استعمال رہا۔

① جو عورت طلاقِ مغلطہ سے خاوند سے جدا ہو چکی اور پھر دوسرے خاوند سے بھی اس کا نبھاء نہ ہو سکا اب پہلے خاوند کی طلاقِ مغلطہ اس کے لیے اس سے نکاح کرنے میں مانع نہ ہوگی اسے اسی پیرایہ میں بیان کیا گیا۔

فلا جناح علیہما ان یتراجا ان ظنا ان یتقیا حدود اللہ۔ (سُورۃ البقرہ ۲۳۰)
ترجمہ: سب ان دونوں پر اس میں کوئی گناہ نہیں کہ اگر وہ سمجھیں کہ ہم اللہ کی حدود قائم رکھ سکیں گے تو وہ آپس میں رجوع (نکاح) کر لیں۔

② جاہلیت میں ایک یہ ذہن تھا کہ عورت کو نکاح کے بعد گھر لانا ضروری ہے اس حال میں اسے طلاق نہیں دی جاسکتی اس کے ازالہ کے لیے فرمایا۔

لا جناح علیہ ان ینکحوا ما لم یتصوا بہن۔ (سُورۃ البقرہ ۲۳۲)
ترجمہ: تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم عورتوں کو گھر لانے سے پہلے ہی طلاق دے دو۔

۴ قرآن مجید میں ماؤں کو حکم دیا گیا کہ اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔ خاندان سیری میں اگر طلاق ہو جائے تو پھر بھی بچے کی بہبود کے لیے یہ حکم باقی رکھا جاسکتا ہے۔

دان اردتوران تسترضعوا اولادکم فلاجناح علیکم اذا سلستم ما راہیتھ
بالمعروف۔ (پہ البقرہ ۲۳۳)

ترجمہ: اگر تم اپنے بچوں کو دودھ پلانا چاہو تو تم پر گناہ نہیں اگر تم سوئپ دو جو دینا
کیا ہے اچھے طریق سے۔

قرآن کریم میں یہاں فلاجناح علیکم کو اپنے اصل معنی میں رکھا گیا ہے۔ عمرہ اور حج کے مسائل میں اصل حکم کے ساتھ جو دوسرے مسائل اٹھ سکتے تھے انہیں مل کر تے ہوئے اصل حکم وارد کیا گیا ہے اس میں اس باریک بات پر توجہ دلائی گئی کہ بعض دفعہ ایک حکم میں کئی جہات پیش نظر ہوتی ہیں کسی جہت میں لنگہ اہانت، اٹھایا جانا ہے اور کسی دوسری جہت سے اسے واجب ٹھہرایا جاتا ہے۔ سو قرآن کریم کی اصطلاح کو جاننا بھی ضروری ہے جس کے تحت عمرہ اور حج کرنے والے کے لیے سعی واجب ہونے کے باوجود فلاجناح علیہ کی تعبیر اختیار کی گئی۔

نبی کو لام کے معنی میں نہ لینے کی غلطی

قرآن کریم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امینین Uneducated میں اپنے رسول کو بھیجا ان امینین سے مراد مکہ کے لوگ ہیں جہاں پڑھنے لکھنے کا کوئی رواج نہ تھا نہ وہاں کوئی تعلیم کاہن موجود تھیں بخلاف شام یمن شام اور مصر کے۔ اس کے بعد یہ بھی فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ان میں بھی ہے جو ابھی ان امینین سے نہیں ملے وہ لوگ آئندہ آنے والے ہیں ان کے لیے قرآن کریم میں یہ الفاظ اختیار کیے گئے۔

واخبرین منہم لما یلقوا بجمعہ۔ (شک الجمرہ ۲)

ترجمہ: اور کچھ لوگ اور بھی ہیں جو ابھی ان سے نہیں ملے۔

واخبرین کا حلف امینین پر ہے پہلے ہوالای بعثت فی الامینین کے الفاظ میں، حاصل آیت کا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت امینین میں بھی ہے اور آخرین میں بھی۔ اب ظاہر ہے کہ کھنہ

صلى الله عليه وسلم تو انہی (امیتین) میں پیدا ہوئے نہ کہ آخرین میں، سو معلوم رہے کہ لفظ فی کسبھی لام کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے یعنی ان کے واسطے نہ کہ ان میں۔ سو آنحضرتؐ کی بعثت امیتین تک کے لیے بھی ہے اور آخرین کے لیے بھی۔ یہ سنیں کہ آپؐ آخرین میں بھی مبعوث ہوئے اور ان میں موجود رہے۔ حضرت معنی انظم لکھتے ہیں:-

ان میں بھیجنے سے مراد ان کے لیے بھیجنا ہے کیونکہ فی عربی زبان میں لام کے معنی کے لیے بھی آتا ہے۔

آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ بات آئی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب وفات پائیں تو کہاں دفن ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا:-

يدفن معي في قبری۔

ترجمہ: آپ میرے ساتھ میری قبر میں دفن کیے جائیں گے۔

یہاں قبر اگر مقبرہ کے معنی میں نہیں تو فی عند کے معنی میں لیا جائے گا اس سے معلوم ہوا کہ فی میں طرح لام کے معنی میں بھی آتا ہے۔

ای فی مقبرتی و عبر عنہا بالقبر لغرب قبرہ بقدرہ فکا حماتی قبر واحد

فاقوم انما و عیسیٰ فی قبر واحد ای من مقبرہ واحدہ ففی القاموس ان

فی تافی بمعنى من و کذا فی المفروق۔

آنحضرتؐ نے فرمایا میں اور ابوبکرؓ اور عمرؓ ایک ہی ٹمٹی میں دفن ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ قبریں ان حضرات کی تین ہیں حضرت عیسیٰ کے دفن ہونے پر یہ چار ہو جائیں گی مگر ان سب کو فائیت قرب کے باعث ایک قبر معنی ایک مقبرہ کہا جا سکتا ہے۔

قادیانی سورہ جمعہ کی اس آیت کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو امیتین اور آخرین دونوں میں بھیجا امیتین میں آپؐ اصالتہ تشریف لائے اور آخرین میں آپؐ کی بعثت اصالتہ نہیں ایک مثالی صورت میں ہوئی اور یہ ظاہر امام احمد کی بعثت ہے۔ وہ اس لحاظ کا شکار کریں ہوئے، صرف اس لیے کہ وہ نہ سمجھ سکے کہ فی کا لفظ کسبھی لام کے

معنی میں آتا ہے۔ حضور مبین میں خود تشریف فرما ہوئے اور آپ کی بعثت آخرین کے لیے بھی ہے اور آپ تمام بنی نوع انسان کے لیے وہ امتین ہوں یا آخرین، عربی ہوں یا انجلی پیغمبرِ ظہرے نبوت اور رسالت ان میں آپ کی ہی رہے گی۔ قیامت تک آپ کا کلمہ ہی پڑھا جائے گا اور آپ کی امت ہی قیامت تک جانے والی امت ہے نہ کوئی نبی پیدا ہوگا نہ کسی اور نبی کی امت بنے گی۔ اس پہلی امت کا دور قیامت سے پہلے بھی ختم نہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔

انا آخر الانبیاء و امتہ آخر الامم اذ کا حال اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

فی کے اور قرآنی اطلاقات

و لا صلیبکم فی جزوع الفضل (طلب اللہ)

یہاں فی علی کے معنی میں ہے۔

حسیر و افس الارض

یہاں بھی فی علی کے معنی میں ہے۔

حروف ذرا سی مناسبت سے مجازاً دوسرے حروف کا معنی اختیار کر لیتے ہیں اس میں کسی تعجب

میں نہ پڑنا چاہیے۔

ماضی اور مضارع کے مورد

ما ادرالک اور ما یدریک میں ماضی اور مضارع کے سوا اور کیا فرق ہے؟ قرآن کریم نے اپنے استعمال میں یہاں بھی ایک بار ایک فرق روا رکھا ہے۔

صحیح جلیل حضرت سفیان بن عیینہ (۱۱۸ھ) فرماتے ہیں۔

ما کان فی القرآن وما ادرالک فقد اعلمہ وما قال وما یدریک فانہ لم یعلمہ بل

ترجمہ۔ قرآن میں جو ماضی کے ساتھ آپ سے علم کی نفی کی گئی اس کا علم آپ کو ملے دیا گیا اور

جہاں اس کی نفی مضارع کے ساتھ ہے اس بات کا علم آپ کو بعد میں بھی نہ دیا گیا۔

لیلة القدر کے بارے میں فرمایا وما ادراك ما ليلة القدر، تو اس سے یہ سمجھا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے بعد میں آپ کو لیلۃ القدر پر مطلع فرمادیا تھا۔
وما ادراك ما يوم الفضل سے پتہ چلا کہ فیصلے کے دن حالات بھی اللہ تعالیٰ نے بعد میں آپ پر کھول دیتے ہوں گے۔

لیکن خاص جو قیامت کی گھڑی ہے اللہ تعالیٰ نے اس نقطہ وقت سے کسی کو مطلع نہیں فرمایا نہ کسی فرشتہ کو نہ کسی پیغمبر کو۔ اس کے لیے قرآن پاک میں وما ادراك نہیں وما یدریک کی تعبیر اختیار کی گئی۔

يشاك الناس عن الساعة قل اما علمها عند الله وما یدریک لعل الساعة تكون قريبا. (پیک الاحزاب ۶۳)

ترجمہ۔ لگتا آپ سے قیامت کی گھڑی کا پوچھتے ہیں آپ کہہ دیں کہ اس علم میں اللہ کوہی ہے اور آپ کیا جانیں ہو سکتا ہے کہ یہ قریب ہی ہو۔

قرآن میں آئے لفظ لعل کی تحقیق

مولانا محمد تقی صاحب فرماتے تھے کہ لعل قرآن شریف میں اس واسطے آیا ہے کہ قرآن شریف ہمارے محاورہ پر نازل ہوا ہے جس جگہ انسان لعل کا لفظ بولتا ہے ایسے ہی مقامات میں اللہ تعالیٰ نے بھی لعل فرمایا ہے اس کی ترتیب یہ ہے کہ سبب کا ترتیب اسباب پزیرین جسم کا ہے ایک کلی جیسے احراق و جلانا کا ترتیب ناز پر، دوسرے اکثری جیسا ترتیب شفا کا دوا پر، تیسرا اتفاقی جیسے شکار کا حال پر اور لعل کا لفظ انسان کے کلام میں دہرا ہوتا ہے جہاں کسی سبب کا ترتیب اپنے سبب پر اکثری ہو یعنی اس سے قطع نظر کہ شکر کو عواقب (انجام) کا علم ہے یعنی صرف ذات سبب کی طرف نظر کر کے اس لفظ کا اطلاق کر دیتا ہے اس سے پہلے اس اصطلاح پر کام ہو چکا ہے۔

تراجم قرآن

الحمد لله وسلاطه على عباده الذين اصطفى اما بعد :

قرآن کریم وہی ہے جو عربی میں ہے۔ ترجمہ قرآن ترجمہ ہے قرآن نہیں ہے۔ قرآن سے عربیت جدا نہیں کی جا سکتی۔ ترجمہ کے الفاظ قرآن نہیں ان میں ہرگز کوئی شان اہجاز نہیں۔ تاہم یہ ضروری ہے۔ ابتدائی معلومات کے لیے غیر عربی قوموں میں قرآن کے ترجمہ کی اشد ضرورت ہے۔ علماء ہند اس میں سبقت لے گئے اور انہوں نے قرآن کریم کے فارسی اور اردو ترجمے کیے لیکن عربی کو ساتھ قائم رکھا۔ برصغیر پاک و ہند میں فکری مصلحت کی ضرورت زیادہ گیارہویں صدی میں محسوس ہوئی اور بارہویں صدی کے مجدد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۴۲ھ) نے فتح الرحمن کے نام سے قرآن کا فارسی ترجمہ کیا۔ یہ علماء ہند کا عملاً فتوے تھا کہ ترجمہ قرآن جائز ہے کسی نے حضرت شاہ ولی اللہ کے اس فتوے کا انکار نہیں کیا۔ پھر ان کے صاحبزادے حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی اور حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی اس راہ پر چلے اور انہوں نے قرآن کریم کے اردو ترجمے کیے اور ایک علمی ضرورت کو پورا کیا۔

وہ لوگ ملت اسلامیہ کے لیے نہایت خطرناک ہیں جو علماء پاک و ہند کے خلاف یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ یہ ابتداءً ترجمہ قرآن کے خلاف تھے اور پھر انہوں نے مجبوراً اس کے جواز کا فتوے دیا۔ بات یوں نہیں علماء ہند اجماعاً ترجمہ قرآن کے حق میں رہے ہیں لیکن یہ انسانی الفاظ کو تقدس کا وہ درجہ نہیں دیتے تھے جو عربی کو حاصل ہے اور قرآن وہی ہے جو عربی میں ہے۔ سبھی قومیں چاہتی تھیں کہ مسلمان ترجمہ قرآن کو وہی درجہ دیں جو انہوں نے ترجمہ بائبل کو دے رکھا ہے وہ آج ہی کتاب مقدس کہتے ہیں۔

ہاں عرب علماء کے ہاں یہ مسئلہ بہت زیر بحث رہا کہ قرآن کا ترجمہ کیا جائے یا نہ۔ اور وہ ابھی تک اس مسئلہ میں متفق الایمان نہیں ہو سکے۔ جتنے ایمان مند مہم مشکلات القرآن کی یہ عبارت ہم پہنچے ہیں نقل کر آئے ہیں۔

و بالجملۃ علماء الهند مجمعون علی جواز تراجم القرآن فی هذا العصر و
 علماء مصر و مشیخۃ الازہر افرذوا هذه المسئلة بالنالیفات و لہ
 ینقضہم قہم الی الان امرہا۔ لہ

ترجمہ حاصل ایک علماء ہند ترجمہ قرآن جائز قرار دینے پر سب متفق رہے ہیں
 اور علماء مصر اور اذہر کے مشائخ نے اس سلسلہ پر کئی کتابیں لکھی ہیں اور بات
 اب تک سٹے نہیں ہو سکی۔

ترجمہ القرآن کے زیر عنوان ہم کچھ بحث کرتے ہیں وہاں ہم نے اردو کے سب تراجم
 کے نام دیئے ہیں تاکہ طلبہ اس باب میں اس بحث پر مطلع ہو جائیں جو مختلف مکاتب فکر کے
 علماء نے اس باب میں کی ہے۔ ترجمہ کی صحت ترکیب اور الفاظ کی صحت نزاکت پر ہم نے وہاں
 بحث نہیں کی، طلبہ کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ غلط ترجمہ کس طرح ہوتا ہے اور اس سے کیا غلط
 نتائج نکل سکتے ہیں اور اس ضمن میں ہم بعض تراجم کے حوالے بھی دیں گے تاکہ طلبہ کو صحیح اور غیر
 صحیح تراجم میں فرق کرنے کی استعداد پیدا ہو جائے اور وہ آگے تفسیر میں صحیح طور پر چل سکیں
 جب مترجم معنی بگاڑ سکتے ہیں تو تفسیروں میں کیا کچھ نہ ہو سکے گا۔ یہ ہم سب کے سوچنے کی
 بات ہے۔

ترجمہ میں غلطی کر جانے کی مثالیں

① اللہ یتہمذیٰ بجمہومیدہم فی طغیانہم یعلونان۔ (سورہ البقرہ ۱۵)
 ترجمہ۔ اللہ سہنی کرتا ہے ان سے اور کھینچتا ہے ان کو ان کی سرکشی میں
 اور وہ عقل کے اندھے ہو رہے ہیں۔

یہاں تین جملے ہیں درمیانے جملے پر غور کریں،

» اور اللہ انہیں کھینچتا ہے ان کی سرکشی میں، یعنی انہیں ڈھیل دیتا ہے ان کی

سرکشی میں۔

وہ اپنی گمراہی کا موجب تو خود ہر نے کہ مسلمانوں سے استہزاء کیا پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کی اس سرکشی میں اور مہلت دی لیکن وہ عقل کے اندھے ہی رہے سرکشی سے واپس نہ ہونے تو بہ نہ کر پائے۔

خیر و شر دونوں کی تحکیم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے ہدایت اور گمراہی دونوں اس کی قدر کے فیصلے سے ہیں یہ مذہب اہل سنت کا ہے بمعتزلہ اور نجری اس کے قائل ہیں کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے۔ اہل سنت کہتے ہیں اللہ خالق کل شے، ایک خدا کے سوا کوئی دوسرا خالق نہیں۔ یہ آیت اہل سنت کے عقیدے کو بیان کر رہی ہے بمعتزلہ اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ فی طیفانہم کو یعمدون کے متعلق کر جاتے ہیں کہ وہ اپنی سرکشی میں عقل کے اندھے ہو رہے ہیں۔ فی طیفانہم اصل میں میدم کے متعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کی سرکشی میں اور مہلت دے رہے ہیں۔

ڈپٹی نذیر احمد صاحب کا ترجمہ ملاحظہ ہو،

اس آیت کے پہلے جہے میں لفظ استہزاء پر غور کیجئے اس کے عربی میں معنی ہنسی کرنے کے ہیں اور اردو میں اسے مذاق کرنے کے معنی میں لیتے ہیں اب جب اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ۱۔ ہنسی کرنا۔ ۲۔ مذاق کرنا۔ تو اردو میں اللہ تعالیٰ کے لیے لفظ استہزاء نہ لایا جاسکے گا کہ عربی میں اسے ہنسی کرنا سے ذکر کر دیں گے اور جب لوگوں کے لیے یہ لفظ آئے تو ان کے لیے استہزاء کا لفظ لایا جاسکے گا۔ اب اس آیت کے دو ترجمے ملاحظہ ہوں،

۱۔ ترجمہ حضرت شیخ الہند:

”اللہ ہنسی کرتا ہے ان سے اور ترقی دیتا ہے ان کو ان کی سرکشی میں۔“

۲۔ ترجمہ مولانا احمد رضا خاں:

”اللہ ان سے استہزاء فرماتا ہے (جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے) اور انہیں ڈھیل دیتا ہے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکے رہیں۔“

اللہ کے لیے لفظ استہزاء اختیار کرنے پر یہ مفسر یہ استدلال کرتا ہے،

مترائے جرم کو جرم کے لفظ سے تعبیر فرمایا انصاف و بلاغت کے طور پر

ان کا جرم کیا تھا؟ استہزاء اس کی سزا کیا ملی؟ بقول مفسر استہزاء جو خود ایک جرم ہے۔ اس کی اللہ کی طرف نسبت کیوں کی؟ مشاکلت کے طور پر۔ اب اگر کوئی مترجم سکودا و منکر اللہ میں بھی بطور مشاکلت اللہ کے لیے یہ نقطے لے کر لکھتا ہے تو چاہیے کہ وہاں بھی اسے بطور مشاکلت (ضاحت و بلاغت) قائم رکھا جائے۔ مولانا محمد جو ناگڑھی تو لفظ یحیون کو لے کر لے اور ترجمہ قرآن میں اسے بالکل چھوڑ دیا۔ ہو سکتا ہے ان کے قرآن میں یہ سہو قرآن سے رہ گیا ہو۔

② اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم۔

۱. ترجمہ حضرت شیخ الہند ۲:

وہ بتلاہم کو سیدھی راہ، ان لوگوں کی جن پر تو نے فضل فرمایا جن پر نہ تیرا غضب ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے؟

اس آیت میں اللہ تعالیٰ سے اس راستے پر چلانے کی دعا مانگی گئی ہے جس پر پہلے انعام یافتہ لوگ چل چکے۔ وہ انعام یافتہ لوگ کون تھے؟ وہ وہ تھے جن پر نہ خدا کا غضب بھرا اور نہ وہ گمراہ ہوئے۔

ایک دوسرا ترجمہ ملاحظہ ہو:

وہ ہم کو سیدھا راستہ چلا۔ راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ بچکے ہوؤں کا؟

غیر المغضوب علیہم پہلے مجھے اللذین انعمت علیہم کا بدل ہے یا ان کی صفت ہے جن پر اللہ کا انعام ہوا یہ صراط کی صفت نہیں کہ یوں کہا جائے »نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ بچکے ہوؤں کا۔

یہی ترجمہ مولانا محمد جو ناگڑھی نے کیا ہے۔

حضرت مولانا سید عبدالحی نے مولانا محمد جو ناگڑھی کا تعارف ان الفاظ میں کر لیا ہے جو میں ان پر اعتراض نہیں لیکن ہم اس بات پر اظہارِ افسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ مولانا احمد رضا خاں نے کنز الایمان میں ان مملکتی اعلیٰ ریش کی کیوں پیروی کی ہے۔

② قرآن کریم نے ان حاجیوں کو جو عمرہ اور حج جمع کریں (حج تمتع کہیں یا حج قرآن) اسکا نام ایک جانور الشکر کی راہ میں دینے کا حکم دیا ہے انہوں نے ایک سفر میں حج اور عمرہ کو جمع کیا۔
 فن تمتع بالعمرة الى الحج فمما استيسرون الهدى فمن لم يجد فصيام ثلثة ايام في الحج وسبعة اذا رجعتم تلك عشرة كاملة. (پہا البقرہ ۱۶۱)
 ترجمہ: سو حج سے عمرہ ملانے کا فائدہ اٹھانے کے اس پر قربانی ہے جیسی مسیر اتنے پھر جسے مقدور نہ ہو تو تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور سات جب اپنے گھر لوٹ کر جائے یہ پورے دس ہونے۔

ترجمہ کے الفاظ (جب اپنے گھر لوٹ کر جائے) قرآن کریم میں نہیں ہیں یہ مترجم نے اپنی طرف سے ڈالے ہیں، مترجم یہاں فقہ حنفی کی تردید کرنا چاہتا ہے، فقہ حنفی میں سبعة اذا رجعتہ کا معنی یہ دیا گیا ہے جب وہ واپس لوٹے۔

سو یہ سات روزے واپسی کے سفر میں بھی رکھے جاسکتے ہیں گھر پہنچنا ضروری نہیں مگر اچھدیث حضرات کے نزدیک یہ سات روزے گھر پہنچنے پر ہی رکھنے ہوں گے معلوم نہیں مولانا احمد رضا خاں یہاں فقہ حنفی کے خلاف کیوں چل رہے ہیں انہوں نے گھر ملنے کا ترجمہ کیا ہے۔ (نوٹ) حج کے موقع پر جو جانور بطور شکرانہ الشکر کی راہ میں ذبح کیا جاتا ہے یہ وہ قربانی نہیں جو پوری دنیا نے اسلام میں حضرت ابراہیم کی سنت کے طور پر کی جاتی ہے نہ اسے قربانی کہنا درست ہے، یہ دم شکر ہے جو ایک سفر میں عمرہ اور حج ملنے پر الشکر کی راہ میں کیا جاتا ہے معلوم نہیں اسے قربانی سے کیوں موسوم کر دیا گیا ہے۔

③ ولقد اتيناك سبحان المثنى والقوان العظيم. (پہا الحج ۸۶)
 ترجمہ مولانا محمد جونا گڑھی: یعنی ہم نے آپ کو سات آیتیں دے رکھی ہیں کہ دہرائی جاتی ہیں اور قرآن عظیم بھی دسے رکھا ہے۔

یہاں ”بھی“ کا لفظ بتاتا ہے کہ مترجم سورہ فاتحہ کو قرآن کے علاوہ ایک دوسری وحی سمجھتا ہے۔ یہ سورہ فاتحہ کے قرآن ہونے کا انکار ہے، قرآن کے کسی دوسرے مترجم نے یہاں بھی کا لفظ نہیں لکھا یہاں سورہ فاتحہ کو ہی قرآن عظیم کہا گیا ہے۔ صحیح بخاری میں اس پر کھلی شہادت

موجود ہے۔ قرآن کے کسی حصے کا انکار بھی مسلمان کے لیے زیبا نہیں۔

⑤ مرزا بشیر الدین محمود نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔

والذین یؤمنون بما انزل الیک دما انزل من قبلک جو بالآخرۃ ہم
یوقتون۔ (پ البقرہ)

ترجمہ اور وہ جو ایمان لائے ہیں اس پر جو آپ کی طرف اتارا گیا اور اس پر جو
آپ سے پہلے اتارا گیا اور وہ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔

یہاں صرف دو طرح کی وحی مذکور ہے۔ ۱۔ قرآن کی اور ۲۔ قرآن سے پہلے کی۔ جیسے
کودرات انجیل وغیرہ۔ آگے ج کا وقت صاف نفاذ ہوا ہے۔ اگلا مضمون یہ ہے کہ وہ آخرت پر یقین
رکھتے ہیں جو چیز نفاذ کے اس پر اس کے آنے سے پہلے یقین ہو تا ہے۔ سو آخرت پر مسلمان یقین
رکھتے ہیں کہ وہ خود اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ وحی کی دوزن قسموں کے لیے تو ایمان کا
لفظ فرمایا اور آخرت کے لیے یقین کا۔ مرزا بشیر الدین نسوچی کی یہ تیسری قسم صرف اس لیے نکالی
چمکے کہ وہ اسے اپنے باپ کی وحی کہہ سکیں۔

اس وقت ہمارے پیش نظر مختلف تراجم کا تقابلی مطالعہ نہیں ہم طلبہ کو صرف یہ سمجھانا چاہیے
ہیں کہ صحیح ترجمہ کرنا کتنا مشکل کام ہے اور یہ مختلف تراجم ہی ہیں جو مختلف نظریات کو جنم دیتے
ہیں اور پھر ہر شخص کسی نہ کسی نظریے یا فرقے کی تائید میں قرآنی آیات کو پیش کرنا جاتا ہے۔

یہ کہنا ہرگز صحیح نہیں کہ اختلاف ترجمہ میں نہیں تفسیروں میں ہے اگر ترجمہ قرآن میں اختلاف
ہو تو تفسیروں میں بھی اختلاف نہ ہوتے۔ یہ جو تفسیریں ہیں وہ بھی اپنے اپنے حالات میں
اپنے اپنے نظریات کے تحت لکھی گئی ہیں۔ طلبہ کو چاہیے کہ وہ تفسیروں کے مطالعہ میں دین کے
اصل ماخذ پر نظر رکھیں اور تحقیق کریں کہ کون سی بات اللہ اور اس کے رسول کی ہے اور کون سی
بات ہے جسے وقت کے طالع آزمائوں نے اپنی طرف سے خدا کے دہر لگا دیا ہے۔

اس پر ہم تراجم القرآن کی اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔ آگے تفسیر القرآن کا موضوع آ رہا ہے
ہم تفسیروں میں بھی کسی خاص تفسیر کو نشانہ نہ بنائیں گے۔

تفسیر القرآن

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد :

قرآن پاک کے علوم و مقاصد صرف اس کے متعلق اور ظاہر میں منحصر نہیں اگر ایسا ہوتا تو تلاوت اور عبادت کے بعد اس کے بیان و تبیان اور پھر اس میں تدریجی تفسیر کوئی ضرورت نہ تھی، حالانکہ قرآن عزیز خود اس ضرورت کا اعلان کرتا ہے۔

① وانزلنا اليك الذكر لتبين للناس ما نزل اليهم ولعلهم يتفكرون۔

(پہلا اہل ۴۴)

ترجمہ۔ اور ہم نے آپ پر یہ ذکر اس لیے اتارا کہ آپ بیان فرمادیں لوگوں کے سامنے ان آیات کو جو ان کی طرف نازل کی گئی ہیں اور یہ کہ وہ اس میں غور کریں۔

② وما انزلنا عليك الكتاب الا لتبين لهم الذي اختلفوا فيه وهدى

ورحمته لتؤمروا بمنون۔ (پہلا اہل ۲۴)

ترجمہ۔ اور ہم نے آپ پر کتاب اسی لیے اتاری ہے کہ آپ بیان کر دیں ان کے سامنے۔ وہ بات جس میں ان کا اختلاف ہے اور یہ کتاب سیدھی راہ بتانے کے لیے ہم نے نازل کی ہے۔ اور رحمت ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے۔

③ لا تحزك به لسانك لتعجل به ؕ ان علينا جمعه وقرآنه ؕ ذر ان

علينا بيانہ۔ (پہلا اہل ۱۹)

ترجمہ۔ آپ قرآن کو جلدی لینے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں، اس کو

لہ قال المحافظ ابن تیمیہ ۴۰۰ عیب ان يعلم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین لاصحابہ معانی

القرآن کما بین لهم العاقله عقوله تعالیٰ لتبين للناس ما نزل اليهم يتناول هذا وهذا۔

(رسالہ اصول تفسیر المحافظ ابن تیمیہ ص ۷)

صحیح کرنا اور پھر آپ کی زبان سے پڑھانا یہ ہمارے ذمہ ہے پھر جب ہم (فترتہ کی زبان سے) پڑھیں تو آپ اس کے پڑھنے کے ساتھ ساتھ رہیں پھر اس کا (آپ کے ذریعہ) بیان کر دینا یہ بھی بے شک ہمارے ذمہ ہے۔

④ لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولا من انفسهم يتلو عليهم اياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة وان كانوا من قبل لفى ضلال مبين۔ (پک آں عمران ۱۶۴)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنین پر بڑا احسان کیا جو بھیجا ان میں ایک رسول انہی میں سے (روح انسانی سے) جو ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات تلاوت کرتا ہے اور ان کے دلوں کو بھی پاک کرتا ہے اور انہیں قرآن کریم کی تعلیم بھی دیتا ہے اور اس کی حکمت بھی سکھاتا ہے یہ لوگ اس سے پہلے واقعی کھلی گمراہی میں تھے۔

⑤ هو الذي بعث في الامم النبيين رسولا منهم يتلوا عليهم اياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة وان كانوا من قبل لفى ضلال مبين۔ (پک آں احزاب ۳۴)

ترجمہ: وہی ذات ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول اسی نوع انسانی میں سے مبعوث فرمایا جو ان کے سامنے خدا کی آیات تلاوت بھی کرتا ہے ان کے دلوں کو پاک بھی کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا بھی ہے بے شک اس سے پہلے وہ صریح گمراہی میں پڑے تھے۔

ان پانچ آیات کریمہ سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن عزیز کی فقط تلاوت اور عبارت ہی اس کا مقصد نہ دل نہیں بلکہ منصب رسالت میں یہ جزو بھی شامل ہے کہ آپ قرآن پاک کو بیان کریں اور سمجھائیں اس کی باقاعدہ تعلیم دیں، اصحاب صفہ ایک مدرسہ میں بیٹھیں اور آپ انہیں قرآن کریم کے مطالب پڑھائیں۔

عہد رسالت میں کتاب اللہ کی مزاد بتلانے کی جب بھی ضرورت پیش آتی یا کسی لفظ میں تباد و عام اور محاورہ کے لحاظ سے صحابہ کو کوئی اشکال پیش آتا تو آنحضرت ان خاص علوم و معارف

کی روشنی میں جو رب العزت نے آپ کے قلب مبارک میں وحی غیر متلو کے طور پر اتار رکھے تھے اسے عمل فرما دیتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس خاص ”ادانت ربانی“ کی روشنی میں ہی حکم فرماتے تھے اور بیان کرتے تھے۔

لَا تَنْزِلُنَا الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِنَتَّكِمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَادَ اللَّهُ بِهِ لِنُؤْمِنَ بِهِ
ترجمہ: بے شک ہم نے اتاری آپ کی طرف کتاب سچی تاکہ آپ لوگوں میں اس کے
علم کے مطابق فیصلہ فرمادیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھا رکھا ہے۔

قرآن صرف اپنے ظاہر میں محدود نہیں کہ صرف اس کی تلاوت اور عبادت کافی ہو۔ بہر ظہر کے
ساتھ ایک بطن ہے جس کی تفسیر و تشریح اپنے پیرایہ میں درکار ہے۔ قرآنی علوم و مقاصد ظاہر واضح
ہوتے تو پھر قرآن عزیز میں تفکر و تدبر کی بھی ہرگز حاجت نہ تھی۔ حالانکہ قرآن کریم تدبر اور تفکر کی
دعوت دیتا ہے۔

① كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو
الْأَلْبَابِ - (پاک ص ۲۹)

ترجمہ: ایک کتاب ہے جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی ہے یہ برکت والی
ہے تاکہ لوگ اس کی آیات میں تدبر کریں اور سمجھ ولے اسے سمجھیں۔

② اخلايت تدبرون القرآن لم على قلوب اقلها۔ (پاک ص ۲۴)

ترجمہ: کیا وہ قرآن میں تدبر نہیں کرتے یا دلوں پر ان کے تلے پڑے ہوئے ہیں۔
قرآن پاک کو سمجھنا اگر صرف لغت کے ذریعہ کافی ہوتا اور اس کے مقاصد صرف ظاہری تعبیر
میں واضح ہوتے تو صحابہ کرامؓ جو اہل زبان تھے اور عربیت اپنی پوری وضاحت کے ساتھ ان کے
گھر کی باندی تھی تو ان کے لیے قرآن پاک کی صرف تلاوت اور عبادت ضرور کافی سمجھی جاتی حالانکہ
بعض صحابہؓ نے قرآن پاک پر ٹہری ٹہری مدنیں صرف کیں، حضرت امام مالکؒ کی بلاغات میں ہے۔

ان عبد الله بن عمر مکت علی سورة البقرة شماني سنين يتعلمها بله

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ آٹھ سال صرف سورہ بقرہ کو ہی سیکھتے رہے۔

نظام ہے کہ اس سے مراد ظاہری اغذ و حفظ نہیں بلکہ اس کا درس میں متعدد قرآنی علوم و معارف
اہلپ کے سامنے تھے۔ تابعی کبیر مفسر حلیل حضرت مجاہد (متوفی ۱۱۰ھ) کہتے ہیں:-

عرضت القرآن علی ابن عباس ثلاثین مرّة۔

ترجمہ میں نے اپنے استاد حضرت ابن عباس کے سامنے تیس مرتبہ قرآن کریم
بیان کیا ہے۔

حضرت مجاہد کے جمع کردہ تفسیری لوٹ تفسیر مجاہد کے نام سے چھپ چکے ہیں۔
سیدنا حضرت انس بن مالک کہتے ہیں:-

کان رجل اذا قرء البقرة وال عمران جعل في اعيننا

وجه جب کہ کسی شخص سورہ بقرہ اور آل عمران پڑھ لیتا تھا تو ہماری نظروں میں وہ
پڑا ہوتا تھا۔

مشہور تابعی حضرت ابو عبد الرحمن سلمیٰ کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے ہمیں قرآن پڑھایا جیسے حضرت
عثمان بن عفان اور حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہما رضی اللہ عنہم جمعین انہوں نے ہمیں بتلایا کہ:-

انهم كانوا اذا تعلموا من النبي عشرين آيات لم يتجاوزوها حتى يعلموا

ما فيها من العلم والعمل قالوا قلنا القرآن والعمل جميعا ولهذا

كانوا يبقون مدة في حفظ السورة۔

ترجمہ جب وہ آنحضرت سے دس آیتیں حاصل کر لیتے تو اس وقت تک

آگے نہیں بڑھتے تھے جب تک ان نہ لیتے کہ ان میں علم اور عمل کا کیا تعلق ہے

انہوں نے بتلایا کہ اس طرح ہم نے قرآن اس کا علم اور عمل سب اکٹھے سیکھے

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ وہ ایک ایک سورت کے حفظ میں اتنی مدت لگے

رہتے تھے۔

ان حقائق سے یہ بات کھل جاتی ہے کہ قرآن پاک اپنے ابتداء نزول سے ہی اس پیرایہ میں

تھا کہ آنحضرت سے پیش فرمائے کے ساتھ اس کی شرح و تفصیل بھی بیان کر کے حضور اکرم صلی

لہ الاقان وکذک فی تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۱۱۱ کے منہ نام احمد جلد ۱ ص ۱۱۱ الاقان علی الجاہل ابن تیمیہ

ذات کے بعد خاص خاص صحابہؓ تفسیر قرآن کا مروج بنے جن میں حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت عبداللہ بن عمر بن عاصؓ رضی اللہ عنہم، جمعین کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں سب سے زیادہ جن بزرگوں پر تفسیر کا مدار پایا وہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (۵۲۲ھ) اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ (۵۶۸ھ) ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کے راویوں میں ثقہ ترین راوی علی بن ابی طلحہ الباشمیؓ (۱۴۴ھ) ہیں ان سے امام بخاریؒ نے بھی اپنی صحیح میں روایات لی ہیں بعض محققین نے کہا ہے کہ علی بن ابی طلحہؓ نے خود حضرت ابن عباسؓ سے کچھ نہیں سنا بلکہ ان کے اور حضرت ابن عباسؓ کے ماہین مجاہدؒ (۱۰۰ھ) یا سعید بن جبیرؒ (۹۵ھ) واسطہ ہیں اور وہ دونوں ثقہ ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے تفسیری روایات کا سلسلہ کلبی من ابی صالح من ابن عباسؓ محدثین کے نزدیک ضعیف سمجھا جاتا ہے۔

صحابہ کرامؓ کے بعد تفسیر قرآن کے دو مرکز تھے۔ ۱۔ کوفہ مغلہ اور ۲۔ کوفہ بکرہ مغلہ میں حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد مجاہدؒ (۱۰۰ھ) سعید بن جبیرؒ (۹۵ھ) عکرمہؒ (۱۱۷ھ) طاؤس بن کيسانؒ (۱۰۵ھ) اور حضرت عطاء بن ابی رباحؒ (۱۱۵ھ) (یہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے استاد تھے) تفسیر کا درس دیتے تھے۔ اور کوفہ کا تفسیری درس حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے تلامذہ حضرت طلحہ بن قیسؒ، اور ابن زبیرؒ اور ان کے تلامذہ علامہ شعبیؒ اور حضرت امام ابراہیم نخعیؒ کے موم سے آبلو تھا۔ ابو العالیہ رفیع بن مہرانؒ (۹۰ھ) حنظل بن مزامحہؒ (۱۰۶ھ) قتادہ بن دعامہؒ (۱۱۷ھ) اور حضرت امام حن بصریؒ (۱۱۲ھ) کے اسمائے گرامی بھی اس طبقہ مفسرین میں بہت اہم اور معروف ہیں۔

حافظ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:-

تابعین نے تفسیر کا علم بھی اسی طرح صحابہ کرامؓ سے حاصل کیا ہے جس طرح علم سنت ان سے پایا ہے تابعین حضرات جس طرح استنباط و استدلال کی راہ سے بعض سنتوں پر گفتگو کرتے ہیں اسی طرح وہ تفسیر میں بھی بعض اوقات استنباط و استدلال کی راہ اختیار کرتے ہیں۔

تابعین مفسرین کے بعد ان کے شاگردوں نے تفسیر کی طرف توجہ کی یہ حضرت عرف صحابہؓ

و تابعین کی تفسیرات آگے نقل کرتے تھے۔ اس دور کا تفسیری موضوع یہی ہوتا تھا کہ کون سی بات صحابہ اور ان کے شاگردوں سے منقول ہے اور کون سی نہیں۔ ان ایام میں تفسیر کا یہی تحقیقی انداز تھا۔ تبع تابعین کے طبقہ مفسرین میں سفیان بن عیینہ (۱۹۸ھ) امام شعبہ (۱۶۰ھ) وکیع بن جراح (۱۹۷ھ) یزید بن ہارون (۲۱۷ھ) عبدالرزاق بن ہمام (۲۱۱ھ) آدم بن ابی ایاس (۲۰۷ھ) اسحاق بن ابیہریرہ (۲۲۸ھ) یحییٰ بن سعید (۱۹۸ھ) اور روح بن عبانہ (۲۰۵ھ) خاص طور پر ممتاز ہیں ان میں سے کئی حضرت امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد بھی ہیں۔ اس طبقہ طبع تابعین کے بعد علم تفسیر کی باقاعدہ تدوین شروع ہوئی۔

تیسری صدی ہجری میں امام ابن جریر طبری (۳۱۰ھ) نے اپنی مشہور ضخیم تفسیر لکھی۔ یہ عباسی حکومت کا ناماد تھا اور اسی دور میں تفسیر کی باقاعدہ کتابیں لکھی جانی شروع ہوئیں امام طبری نے چھپے یہ کتاب تین سو جلدوں میں لکھی اور پھر اس کی تیس جلدوں میں تلخیص کی۔ یہ تفسیر محدثین کی طرز پر ہے اور سلسلہ اسناد تقریباً ہر روایت کے ساتھ مذکور ہے۔ علمائے محققین جس طرح مرویات حدیث میں اسناد کی تحقیق کرتے ہیں اسی طرح تفسیر ابن جریر میں بھی صحیح و ضعیف کی باقاعدہ تحقیق ہوتی ہے بعد کی بیشتر تفسیروں کا ماخذ یہی ہے۔

تفسیر ابن عباسؓ

بعض حضرات تفسیر ابن عباسؓ کو سب سے پہلی تفسیر قرار دیتے ہیں لیکن حق یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے کوئی تفسیر نہیں لکھی ان کی مرویات تفسیر یہ کہ مختلف کتابوں اور روایتوں سے جمع کیے گئے تفسیر ابن عباسؓ کے نام سے مرتب کیا گیا ہے ان روایات اور تفسیرات کی جانچ پڑتال ہو ہو سکتی ہے اس کتاب کو حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر سمجھ لینا صحیح نہیں بلکہ اکثر صحیح نہیں کیا جاسکتا۔

علم تفسیر سے مراد

تفسیر کا لفظ فسر سے ماخوذ ہے جس کے معنی کسی بات کو کھول دینے کے ہیں۔ اصل عبارت متن کہوتی ہے اولاس کے کھولنے اور بیان کرنے کو تفسیر کہتے ہیں۔

البرجیان اندلسی تفسیر کے متعلق لکھتے ہیں :-

التفسیر علم یبعث عن کیفیة النطق بالفاظ القرآن ومدلولاتها
احکامها الافردیة والتركیبة ومعانیها التي تحمل علیها حالة التركيب
وتتمت لذلك .

ترجمہ۔ یہ ایک ایسا علم ہے جس میں الفاظ قرآن کی کیفیت۔ ان کے مدلولات
یعنی مراد۔ ان کے افردی اور ترکیبی احکام اور ان کے وہ معانی جن پر انہیں
ترکیب میں محمول کیا جاسکے اور ان کے تمام سے بحث کی جاتی ہے۔

کیفیت نطق میں علم قرأت نزول کے سات پیرائے (سبتہ احرف) وغیرہ جملہ مباحث آ
گئے۔ ان کے مدلولات کی بحث میں علم لغت، قواعد عربیہ، معانی و بیان اور ادب کے جملہ
پیرائے آگئے۔ الفاظ کے افردی احکام میں پورا علم صرف اور ترکیبی احکام میں پورا علم سچا آگیا اور
ان علوم کے متحمل میں ناسخ و منسوخ کی بحث ظاہر نفس عام و خاص، محکم و مستثابہ اور قصص و
احکام کے جملہ مباحث آگئے۔

تمام سے گویا وہ علوم مراد ہیں جو اس کی تفہیم کو مکمل کریں۔ اس میں اسباب نزول کی
معرفت ناسخ و منسوخ کا بیان درجات نصوص و عبارتہ النص دلالة النص اشارة النص اقتضاء
النص وغیرہ کے مراتب مختلفہ کی تعیین ظاہر و مخفی کی تشریح، متشابہات کی توضیح، بہیمات کی تفصیل
اور احکامات کی تتبع وغیرہ سب امور داخل ہیں۔ متقدمین کی اصطلاح میں زیادہ تر انہی باتوں کے
جاننے کو علم تفسیر کہا جاتا تھا اور ان تفسیری علوم کا مدار صحابہ و تابعین اور تبع تابعین کی روایات
پر تھا۔ امام البرہان منظور ماتریدی فرماتے ہیں کہ تفسیر میں ایک معنی پر یقین کر لینا سزا ہے کہ اللہ تعالیٰ
کی یہی مراد ہے ظاہر ہے کہ یقین کا یہ درجہ روایات صحیحہ پر اعتماد کرنے کے بغیر کسی طرح ممکن نہیں۔
علامہ سیوطی (۹۱۱ھ) نے علم تفسیر کی اس طرح تعریف کی ہے :-

علم التفسیر علم یبعث فیہ عن معنی نظم القرآن بحسب القوانین العربیة
والقواعد الشرعیة بقدر الطاقة المشترية .

یہ ماخوذ از الألفان جلد ۲ ص ۶۱۱

ترجمہ علم تفسیر وہ علم ہے جس میں لفظ قرآنی (آیات کی باہمی ترتیب اور ترکیب لفاظ) سے قواعد عربیہ اور قواعد تشریحیہ کے مطابق بشری مد تک بحث کی جاتی ہے۔
حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ تفسیر میں ان تین چیزوں کی رعایت اہم ضروری ہے۔

① ہر ہر کلمہ کے متعلق یہ جاننا کہ اس کا لغوی معنی کیا ہے اور یہ کہ اس کے مجازی استعمال کی وسعت کہاں تک ہے۔

② سیاق و سباق پر پوری نظر رکھنا تاکہ کلامِ اول از سر سے مربوط رہے کسی مرحلہ پر بے معنی نہ ہونے پائے۔

③ نزد دل وحی کے وقت جو لوگ موجود تھے انہوں سے اس سے کیا سمجھا تھا کوئی تشریح حضورؐ کے بیان اور صحابہؓ کی تفسیر کے خلاف نہ ہو۔

شرطِ اول کا لحاظ نہ رہے تو یہ تاویل قریب ہے۔ دوسری شرط فوت ہو تو یہ تاویل بعید ہے اور تفسیری بھی ٹھوڑا نہ رہے تو یہ تفسیر نہیں تحریف ہوگی۔

طلبہ حضرات سمجھ گئے ہوں گے کہ تفسیر سے کیا مراد ہے عرب کہتے ہیں اسذرا الصبح صحیح شکر ہوگئی بات واضح ہو جائے تو یہ اس کی تفسیر ہے۔ قرآن کریم کی بات کھٹنے کو تفسیر کہتے ہیں۔

قرآن کریم میں فسر اور تفسیر کا استعمال

والصبح اذا سفر۔ (پلک المدثر ۲۴)

ترجمہ اور قسم ہے صبح کی جب وہ اچھی طرح کھل جائے۔

جوں جوں دن آگے بڑھتا ہے روشنی اور تیز ہوتی جاتی ہے نصف النہار پر پہنچ کر پھر اس کا ڈھلنا شروع ہو جاتا ہے۔

تفسیر اور تاویل

اصل بات کھٹے تو یہ تفسیر ہے اور کوئی اور مضمون ادھر لٹے تو یہ تاویل ہے تفسیر فر سے

ہے اور تاویل اوّل سے ہے جس کے لغوی معنی رجوع کے ہیں۔ قرآن پاک اپنی بلاغت میں بہت سے مضامین کو چھڑتا ہے اور یہ مضامین بھی اس کی طرف لوٹتے ہیں۔ مصلحتی کی وسعت ان کس شامل ہوتی ہے یہ تاویل مقبول ہے اور اگر یہ تفسیر سے نکلے تو یہ تاویل مردود ہے۔ قرآن کریم نے احسن تفسیر اور احسن تاویل سے دونوں کو ساتھ لیا ہے۔

ولا یا تو نك بمثل الا جئنك بالحق واحسن تفسیرا۔ (رپ الفرقان ۳۳)
ترجمہ: اور نہیں وہ لاتے تمہارے پاس کوئی مثل مگر یہ کہ ہم لے گئے ہیں تمہارے پاس سچائی اور اس سے بہتر بات کھول کر۔
فردوہ الی اللہ والرسول ان ڪنتہ قومون باللہ والیومر الآخر
ذالك خیر واحسن تاویلا۔ (رپ النساء ۵۹)

ترجمہ: سو تم لوگو! اس تفسیر کو اشد کی (کتاب کی) طرف اور رسول کی طرف رپ کی سنت کی طرف) اگر تم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو یہ بہتر ہے اور مراد کو پہنچنے کی بہترین راہ ہے۔

ضرورت پیش آمدہ میں جہاں قرآن کریم کی نص نہیں ملتی نہ اس خاص جہت میں کوئی واضح حدیث موجود ہو تو اسی اس ضرورت کو قرآن و حدیث کی طرف لوٹاؤ۔ قرآن و حدیث کے بیان کردہ مسائل میں اگر اس ضرورت پیش آمدہ پر کچھ دلالت اور رہنمائی ملے تو قرآن و حدیث کی طرف لوٹنا ہے لیکن اگر وہ تاویل نہ کہ از راہ تفسیر۔ قرآن کریم میں یہاں احسن تاویل اسی کو کہا گیا ہے۔ خدا کی طرف سے حضورؐ کی جو رہنمائی ہوتی تھی وہ وحی متلو اور اس کی تفسیر (وحی غیر متلو) ہوتی تھی اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو تاویل پر نہیں لگایا۔ حضورؐ جس راہ پر چلے وہ سنت ہے۔ آپ نے قرآن کریم کی روشنی میں امت کو سنت اور تاویل پر لگایا۔ آپ نے ایک پیشگوئی میں کہا تھا تم میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو تاویل قرآن (مراد اب قرآن) کی حفاظت کے لیے اسی طرح جہاد کریں گے جس طرح میں الفاظ قرآن پر قروں سے مقابلہ کرتا رہا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں سنت سے امت کو روشنی بخشی آپ نے مراد اب قرآن کی وسعت میں تاویل کو بھی پذیرائی عطا فرمائی ہے۔

علامہ راغب اصفہانی کی رائے

اب مفردات میں لکھتے ہیں کہ تفسیر کا اکثر استعمال الفاظ اور مفردات میں ہوتا ہے ان کی باہمی تالیف اور ترکیب اس کا موضوع نہیں ہم علامہ کی اس رائے سے اتفاق نہیں کرتے۔ الفاظ اور مفردات کو کلام نہیں کہتے کلام ان کی تالیف اور ترکیب سے متعلق ہے اور تفسیر کلام کی ہوتی ہے مفردات کی نہیں علامہ کے ہاں معانی اور جملوں میں لفظ تاویل مراد کو واضح کرتا ہے۔

علامہ ابو نصر قشیری کی رائے

علامہ قشیری کہتے ہیں کہ تفسیر کا تعلق قرآن کریم کے بیان پر روایت اور حضور کی واضح ہدایت سے ہے اور تاویل اپنی وسعت میں اجتہاد اور لطائف و معارف کے استنباط کو بھی شامل ہے متقدمین کی اصطلاح میں تفسیر واقعی ایک مختصر یہاں بیان کا نام تھا اور تاویل بیان کا ایک وسیع دائرہ تھا لیکن متاخرین میں تاویل کا لفظ صرف عن الظاہر کے معنی میں زیادہ استعمال ہونے لگا ظاہر ہے کہ یہ معنی عوامی سطح پر کچھ سمجھ نہیں گئے جاتے ہر لفظ اور جملے کا واضح معنی وہی ہوتا ہے جو ظاہر الفاظ میں سمجھ میں آئے۔

تاویل کا ایک اپنا دائرہ ہے لیکن تاویل اگر صرف عن الظاہر کے معنی میں ہو تو یہ تاویل ظاہر ہوگی اور جو اصل الفاظ اور واقعات کو کھلے وہ وبعلمک من تاویل الاحادیث (ابو یوسف ۶) کے قبیل سے ہوگی۔ جس کی غایت اصل بات کو پہنچانا ہے۔

یہ صحیح ہے کہ متاخرین پہلے دور کی تفسیر اور تاویل دونوں کو تفسیر کے لفظ میں لانے سے ہیں اور تاویل کے جو معنی متقدمین میں آئے جاتے تھے اسے بیان کرنے کے لیے وہ اس کے ساتھ لفظ اعتبار (جو نفع دے دیا اولی الاصلار سے ماخوذ ہے) ساتھ لانے لگے ای کو اعتد کہتے ہیں۔

لفظ تفسیر متاخرین کے ہاں

اب یہ ایک اصطلاح ہے اور اس میں عربی لغات اور قواعد عربیت کے علاوہ آیات کے

کی اور مدنی ہونے کی بحث سبب نزول آیات ناسخ و منسوخ حکم و تشابہ عام و خاص مجمل و مفصل وغیرہ جملہ پہلوؤں پر بحث ہوتی ہے اور ان سببوں کو لفظ تفسیر سے بیان کیا جاتا ہے۔
 رجبی آیات کہ قرآن کریم کے ان مضامین کو عصر حاضر کے تقاضوں پر کس طرح منطبق کیا جائے تو اس کے لیے جو وسعت بھی اختیار کی جائے اس کے لیے ضروری ہے کہ ان مباحث لطیفہ کا اصل تفسیر سے کہیں ٹکراؤ پیدا نہ ہوتا ہو۔

الاعتبار والتاویل

جیسا کہ ہم بیان کرتے ہیں تاویل کے معنی رجوع کرنے اور ٹوٹانے کے ہیں بالفاظ مجتہد معانی کے محض ہو سکیں ان میں سے بدرجہہ قرآن کسی ایک معنی کی طرف رجوع کرنا تاویل کہلاتا ہے اس میں ضروری ہے کہ تاویل کا مصداق اصول اسلام اور تفسیر سلف سے کسی انداز میں بھی متصادم نہ ہو اس قسم کی تاویل مقبول ہے۔ ارشاد نبوت کی رو سے قرآن کے لیے ایک نظریہ ہے اور ایک لہجہ اس لہجہ سے علمائے محققین اور فضلاء عارفین نے ایسے ایسے حقائق دریافت کیے ہیں اور ایسے ایسے عجائب و غرائب معلوم کیے ہیں کہ ان میں سے ایک ایک حقیقت قرآن عزیز کی شان اعجاز اور جلال و شہی مرتبت کی عظمت و صداقت کی ایک کھلی برہان ہے قرآن حقائق و معارف کا ایک دریائے نہایت کنا ہے اور اس کے عجائب کبھی ختم ہونے کے نہیں لاکھوں اور کروڑوں موتی اس میں سے دریافت ہو چکے ہیں اور ابھی تک اس کی امتحاہ گنہرا تیز کی کوئی تحدید نہیں کلام مخلوق کسی انداز میں بھی کلام خالق کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ ابن ابی حاتم حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا:-

نظروا التلاوة ووطنه التاویل فما سوا به العلماء وجانوا به السفهاء۔

ترجمہ قرآن کا ظاہر اس کی تلاوت ہے اس کا باطن اس کے مطالب ہیں اس کے لیے عمار کے پاس بیٹھو اور بے وقوفوں سے کنارہ کش رہو۔

یہ امر پیش نظر ہے کہ ایسے حقائق الاعتبار و التاویل کے نام سے پیش ہوتے ہیں اور

ان میں سے کسی ایک موقع پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ خدا تعالیٰ کی مراد اس مقام پر یقیناً یہی ہے یہ درجہ صرف تفسیر کو حاصل ہے جس کا مدار شمار سلف پر ہے۔ آنحضرت نے حضرت ابن عباسؓ کے لیے خاص طور پر یہ دُعا فرمائی تھی:-

اللّٰهُمَّ فَتِّهِ فِي الدِّينِ وَعَلِّمَهُ التَّوْبِيلَ.

ترجمہ: اے اللہ! اسے دین کی سمجھ عطا فرما اور قرآن کی صحیح مراد سمجھا۔
ظاہر ہے کہ یہاں تاویل سے مراد اصل بات کو پہنچانا ہے نہ کہ اس کے معنی ظاہر کر چھوڑنا حضرت علامہ خازن (۱۴۲۱ھ) لکھتے ہیں:-

اما التاویل وهو صرف الایة علی طریق الاستنباط الی المعنی یلینق بہما
معمول لما قبلہا وبعدها وغیرہ مخالف الکتاب والسنة فقد رخص
فیہ اهل العلم فان الصحابة قد فسروا القرآن واختلغوا فی تفسیرہ
علی وجوہ وولیس کل ما قالوہ سمعوه من النبیؐ ولكن علی قدر
ما فهموا من القرآن تکلموا فی معانیہ وقد دعا النبی صلی اللہ علیہ
وسلم لابن عباس فقال اللّٰهُمَّ فَتِّهِ فِي الدِّينِ وَعَلِّمَهُ التَّوْبِيلَ ۞

ترجمہ یعنی وہ تاویل جس میں قرآن پاک کی آیت کو استنباط اور استدلال کے طریقے سے کسی ایسے معنی کی طرف کوٹایا جاتے جس کی وہ آیت اپنے سیاق و سباق کے لحاظ سے محتمل ہے اور گنجائش رکھتی ہے تو اس قسم کی تاویل کی اہل العلم نے اجازت دی ہے صحابہ کرامؓ جب تفسیر کرتے تھے تو اس میں ہر ایک بات تو حضورؐ سے سُنی ہوئی نہ ہوتی تھی بلکہ وہ اپنے اپنے فہم کی روشنی میں ان مطالب و معانی میں کلام فرماتے تھے حضورؐ کو علم نے اس قسم کی تاویل مقبول کے لیے حضرت ابن عباسؓ کے حق میں دُعا فرمائی تھی کہ اے اللہ! اسے دین کی سمجھ عطا فرما اور اسے تاویل کتاب کا علم عطا فرمایا۔

ہاں جو تاویل ظاہر الفاظ قرآن سے ماخوذ نہ ہو اور الفاظ قرآن اس کے کسی طرح محتمل نہ ہیں
 یا وہ تاویل اسلام کے کسی بنیادی اصول سے متصادم ہو یا قرآن پاک کی دوسری نصوص سے صحیح اور
 احادیث صحیحہ کے خلاف ہو تو یہ تاویل و تاویل باطل ہے جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں رہی
 تاویل باطل کو تخریف کہا جاتا ہے۔

تفسیر بالرائے

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا :-

من قال فی کتاب اللہ برأیہ فاصاب فقد اخطا و سلہ
 ترجمہ جو شخص اپنی خواہش کے مطابق قرآن کی تفسیر کرے تو اگر وہ بات صحیح
 بھی کہہ جائے تو اس نے صحیح طریقہ تفسیر سے انحراف کیا۔
 بعض روایات میں یہاں تک وعید وارد ہے کہ جو شخص قرآن کریم کی تفسیر اپنی رائے سے کرے
 اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے
 آٹھویں صدی ہجری کے مفسر علیل حضرت علامہ علاء الدین علی بن محمد بن ابی البرکات بغدادی
 ارشاد فرماتے ہیں :-

والنہی عن القول فی القرآن بالرائی انما ورد فی حق من یتاویل القرآن
 علی مراد نفسه وما هو تابع لہواہ و هذا لا یخلو اما ان یکون من علم
 اولی فان کان عن علم کم من یحتج ببعض آیات القرآن علی
 تصحیح بدعہ و هو یعلم ان المراد من الایۃ غیر ذلك لکن غرضہ
 ان یلبس علی خصمہ بما یقوی حججہ علی بدعتہ کما یتعملہ الباطنیۃ
 و اضلوا رج و غیرہم من اهل البدع فی المفسد الفاسد لیسفر و ان ذلک
 الناس و ان کان القول فی القرآن بغير علم لکن عن جہل و ذلک
 بان تكون الایۃ محتملۃ لوجہہ فیفسر ما بغيرہ و محتملہ من المعانی

والوجہ فہذان ضمن مذمومان وکلاہما داخل فی النہی
والوحدہ الوازن فی ذلک بلکہ

ترجمہ تفسیر بالرائے کی یہ نہیں اس شخص کے حق میں وارد ہے جو قرآن پاک کو اپنی
خود ہش اور نفسانی ہر او کے مطابق پھیرتا ہے پھر اس کی دو صورتیں ہیں۔ ۱۔ علم
کے مہارے جیسے وہ لوگ جو اپنی بدعت کی تائید کے لیے بعض آیات قرآن کا
سہارا لیتے ہیں حالانکہ انہیں پتہ ہوتا ہے کہ آیت کی مراد یہ نہیں لیکن ان کا
مقصد اپنے مخالف کو مخاطب دینا اور اپنی من گھڑت بات کو ثابت کرنا ہوتا
ہے یہ عادت فرقہ باطنیہ فرساج اور دوسرے بدعتی فرقوں کی ہے اس کا مقصد
لوگوں کو محض دھوکا دینا ہے۔ ۲۔ دوسری صورت تفسیر بالرائے کی یہ علم کے بغیر
ہے مثلاً ایک آیت کئی مطالب کی متحمل ہے لیکن کوئی شخص اس کی ایسی تفسیر
کرتا ہے جس کی اس آیت میں کوئی گنجائش نہیں تفسیر بالرائے کی یہ دونوں
صنہیں مذموم ہیں اور دونوں اس نہیں اور وعید میں داخل ہیں جو اس باب
میں شارع علیہ السلام سے وارد ہے

ہاں قرآن پاک کے ایسے حقائق و معارف بیان کرنا جن میں اپنی کسی مراد نفس اور کسی من
گھڑت موقف کی تائید کرنا پیش نظر نہ ہو اور آیت کے الفاظ بھی ان مطالب و معانی کی گنجائش رکھتے
ہوں تو باوجودیکہ وہ امور اور بیانات پہلے سے منقول نہ ہوں انہیں استنباط اور استدلال کے
انداز میں پیش کرنا تفسیر بالرائے میں داخل نہیں اگر ایسا ہوتا تو صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؓ و ائمہ
کو استنباط اور استدلال کے طریق سے کبھی بیان نہ فرماتے اور فہم کے اختلاف سے ان میں کبھی
تفسیر کا اختلاف نہ ہوتا۔

حضرت مولانا علامہ سید نور شاہ صاحب ارشاد فرماتے ہیں :-

ان التفسیر اذا العریو جب تفسیر المسأله او تبدیلاً فی عقیدۃ السلف
فلم یسئل بالرأی فاذا اوجب تفسیر المسأله متواترۃ او تبدیلاً

۱۔ مقدمہ تفسیر صلا مطبوعہ مکتبہ تجاریہ مصر

لعقیدہ مجتمع علیہا فذلک هو التفسیر بالرأی وهذا الذکر
یستوجب صاحبہ التذلل

ترجمہ تفسیر خب کی سزا کو نہ بدلے اور نہ عقیدہ سلف میں کوئی تبدیلی کرے
تو وہ تفسیر بالرأی نہیں ہاں جب کسی متواتر مسئلے کو بدلے یا کسی جماعتی عقیدے
کو تبدیل کرے تو وہ ضرور تفسیر بالرأی ہے اور ایسا کرنے والا بیشک روزِ
کی آگ کا ستوجیب ہے۔

حضرت علامہ مطاہر گجراتی (۱۹۸۶ء) اپنی مایہ ناز کتاب مجمع البحار میں لکھتے ہیں :-
حدیث من قال فی کتاب اللہ براہیہ فاصاب فقد اخطا ولا یموزن براء
ان یشکلہ احد فی القرآن الا بما سمعہ فان الصحابة قد فسروہ
واختلفوا فذہ علی وجوہ ولبس کما قالوہ سمعہ منہ ولانہ
لا یغید حیث ید دعائہ اللہم فقہد فی الذین وعلمہ التاویل
فالنبی لو یدہا ان احدہما ان یکون لہ رای والیہ میل من طبعہ و
دہواہ فیتادل علی وفقہ لیحتمج علی تصحیح غرضہ وقد یکون لہ
غرض صحیح کمن یدعوالی مجاہدہ القلب لغامی ویستدل
بقول اذہب الی فرعون انہ طفق ویشیر الی قلبہ ویستعمل الوعظ
تحمینا وترفینا وهو ممنوع

ترجمہ حدیث من قال فی کتاب اللہ براہیہ کا مطلب یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی
شخص قرآن کے متعلق سوائے سنی ہونے کے اور کچھ نہ کہے کیونکہ صحابہ نے
قرآن کریم کی تفسیر بیان کی اور اس میں اختلاف بھی کیا اور تفسیر میں وہ جب کبھی
کچھ کہتے ایسا نہ تھا کہ وہ ہر بات انہوں نے حضرت سے سنی ہوئی ہو اور اس لیے
بھی تفسیر بالرأی کا مطلب یہ نہیں ہو سکتا کہ اس صورت میں حضور کی اس حق ما
کا مطلب کہ دیا اللہ اس سے دین کی سمجھ علا فرما اور قرآن کریم کی مراد سمجھا کچھ

باقی نہیں رہتا پس رائے سے تفسیر کرنے کی ممانعت دو صورتوں میں ہے ایک یہ کہ کسی شخص کی کوئی رائے پہلے سے قائم ہے اور اس کی طرف اس کا طبعی میلان ہے اور وہی اس کی غرض ہے اور وہ تفسیر اس لیے کر رہا ہے کہ اپنی غرض کو صحیح ثابت کرنے کے لیے دلیل لائے اور کبھی تفسیر بالرائے کرنے والے کی غرض صحیح بھی ہوتی ہے جیسے کوئی شخص مجاہدہ قلبی کی دعوت دیتے ہوئے ادھب الی فرعون انہ طغی سے استدلال کرنے لگے کہ فرعون طغانی سے مراد سخت ہوا دل ہے واعظ لوگ ایسی باتیں بہت کہتے ہیں ایسی تفسیر بالرائے صحیح غرض کے لیے بھی منع ہے۔

تفسیر بالرائے کی چند مثالیں

قرآن عزیز میں متعدد مقامات پر ارشاد ہے۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کما انہ فی اطاعت اور اس خاص رسول کی اطاعت کرو، اب ایک شخص اس کے یہ معنی بیان کرتا ہے کہ اطاعت رسول سے مرکز ملت (مسلمانوں کی قومی اسمبلی) کی اطاعت مراد ہے۔ حضور رسالت مآب کی اطاعت ہرگز مراد نہیں۔ اب ظاہر ہے کہ الفاظ قرآن ان معنی کے ہرگز محتمل نہیں اور نہ ان آیات کا سیاق و سباق ایسے من گھڑت معنی کی گنجائش پیش کرتا ہے۔ علاوہ ازیں اس سے مقصود بھی "اطاعت رسول فرض ہونے" کے قطعی عقیدے کا ابطال ہے تو ایسی تفسیر جو محض مراد نفس اور ذاتی خواہش کے تابع ہو۔ یقیناً تفسیر بالرائے ہے اور ایسے ہی غلط مفسرین کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ وعید وارد ہے کہ وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالیں۔ اسی طرح قرآن عزیز نے ایک مقام پر یہ الفرت کے ایک عالم ارواح کا خطاب کا ذکر فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے ابتدائے آفرینش میں کل ارواح بنی آدم کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا تھا۔

یا بنی آدم اما یا تدنکوم سل منکم یقضون علیکم آیاتی۔ (پہ الاطراف)
ترجمہ لے اولاد آدم اگر تمہارے پاس رسول آئیں تم میں سے جو سنائیں تم کو میری آیتیں تو جو رد سے اور نیکی کرنے سے کوئی شرف نہ ہوگا۔

اس سے دور کوع پہنچے حضرت آدمؑ اور توأ کے جنت سے نکلنے کا بیان ہے جب وہ عارضی طور پر نعم جنت سے دور کیے گئے تو ان کی مخلصانہ توبہ و انابت پر نظر کرتے ہوئے منجاب ہوا کہ کل اولاد آدم کو ان کی آبائی وراثت واپس دلانے کے لیے کچھ اشارات دے دی جائیں اور کچھ ہدایات کر دی جائیں، چنانچہ رب العزت نے فرمایا کہ وہ سلسلہ رسالت قائم کر کے اولاد آدم کو اپنی مہینات سے مطلع فرمائے گا "قرآن پاک کے بعض مقامات بعض دوسرے مقامات کی تفسیر کرتے ہیں،" ایک دوسرے موقع پر بھی رب العزت نے اس ارسال ہدایت کا ذکر فرمایا ہے اور وہاں بھی اسے مہبوط آدم کے واقعہ سے وابستہ کیا ہے :-

قلنا اهبطوا منها جميعا فاما ياتيتكم مني هدى. (پ البقرہ)

ترجمہ تم سب جنت سے نیچے اترو پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کی پیروی کریں گے انہیں کوئی خوف نہیں ہوگا۔

دو لوگوں آیتیں ایک دوسری کی تفسیر ہیں اور واضح طور پر بتلا رہی ہیں کہ ارسال ہدایت کا یہ وعدہ مہبوط آدم کے متصل بعد وہود میں آیا ابن جریر البیہقی سلمی سے نقل کرتے ہیں کہ اما یاتیتکم دسل منکم کا خطاب کل اولاد آدم کو عالم ارواح میں ہوا تھا۔

اب جو شخص اس آیت کو یاد کرے کہ اپنے محل سے خدا کے سیاق و سباق سے بے نیاز کیے اور قرآن عزیز نے خود جو اس کی تفسیر فرمائی اسے یکسر نظر انداز کر کے اسے اپنی مراد غرض کے مطابق ڈھالتا ہے اور کہتا ہے کہ اس میں اتمت محمدیہ کو سلسلہ نبوت کے جاری رہنے کی خبر دی جا رہی ہے تو یہ تفسیر بالرائے نہ صرف اس کی خواہش کے تابع ہے بلکہ قرآن و سنت کی سینکڑوں نصوص قطعیہ اس سے متصادم ہو رہی ہیں قرآن کے ایسے محرفین کے متعلق ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالیں، اس سے بڑھ کر تفسیر بالرائے کی اور کون سی مثال ہوگی۔

ایک اور مثال

سودہ سریم میں ہے کہ حضرت جبریل جب مریم طاہرہ کے پاس آئے اور کہا :-

قال انما انزل رسول ربك لاهب لك غلاما زكيا. (پہلے مریم) ترجمہ میں بھیجا ہوا ہوں تیرے رب کا تاکہ دے جاؤں تجھے ایک لڑکا۔ اس آیت کو یہ میں یہ بات واضح ہے کہ حضرت جبریل خود مختار نہ تھے بلکہ وہ اپنے رب کے بھیجے ہوئے تھے اور اسی کے نامور تھے اور لڑکے کی بشارت بھی وہ اسی کی طرف سے دے رہے تھے۔

قرآن عزیز میں یہی مضمون دوسری جگہ اس طرح وارد ہے۔

يا مريم ان الله يمشقك بكلمة منة اسمك المسبح عيسى ابن مريم. (پہلے آل عمران) ترجمہ میں تمہیں اللہ تجھے بشارت دیتا ہے اپنی لطف بیکلامگی اس کا نام عیسیٰ بن مریم ہوگا اب اگر کوئی شخص پہلی آیت کا یہ مطلب بیان کرے کہ حضرت جبریل علیہ السلام میں دوسرے کو اولاد دینے کی طاقت ہے اور یہ کہ وہ اس میں پوری طرح خود مختار تھے۔ دوسرے کا نفع و نقصان ان مقرران ہارگا ہا ایزوی کے اپنے عقیدہ میں جو تاسے تو ظاہر ہے کہ وہ شخص قرآن کو مردانہ اور اپنی خواہش کے تابع کر رہا ہے اور اسے ایسے معنی پہنارہا ہے کہ خود قرآن عزیز میں ہی اس کی واضح طور پر تردید موجود ہے۔ ایسی تفسیر بالقرآن کہتے ہیں اور اسی قسم کے غلط مفسرین کے متعلق حضور کی یہ وعید وارد ہے کہ وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالیں۔

صوفیہ کرام کے لطائف و اشارات اور طردوں کی تفسیر میں فرق

صوفیہ کرام یا اہل ولایت قرآن کریم کی کسی آیت میں اگر کوئی معنی لطیف اور دقیق دیکھتے ہیں تو اس سے ان آیات کے ظاہر معنی مراد کا انکار نہیں ہوتا نہ وہ کسی طرح شریعت سے تضاد چاہتے ہیں باطنیہ اور ملحدہ قرآن کے ظاہر معنی مراد کا انکار چاہتے ہیں اور اپنے معنی مقصد کو قرآن پاک کی مراد بتاتے ہیں یہ سراسر تفسیر بالقرآن ہے۔ روح المعانی میں ہے۔

واما كلام الصوفيه في القرآن فهو من باب الاشارات تنكشف على
ارباب السلوك ويمكن التطبيق بينها وبين الظواهر المرادة وذلك من
كمال الايمان ومحض العرفان لانهم يعتقدون ان الظواهر غير المراد

اصلاً وانما المراد الباطن فقط اذ ذلك اعتقاد الباطنية الملاحدة
توصلوا به الى نفي الشرعية بالكليہ بل

ترجمہ اور حوفہ کلم جو تفسیر میں اپنی بات کہتے ہیں وہ اشارات کا ایک باب ہے جو
اہل سلوک پر کھلتا ہے ان کے بیان کردہ اشارات اور ظاہر مراد آیات میں تطبیق دی
جاسکتی ہے اور ایسی بات کہنا کمال ایمان اور صحیح عرفان کے باعث ہے یہ نہیں
کہ وہ حوفہ اعتقاد کیے بیٹھے ہوں کہ یہاں ظاہر معنی مراد نہیں ہیں قرآن میں صرف
وہ باطنی اشارات ہی مراد ہیں یہ تو باطنیہ ملاحدہ کا اعتقاد ہے جس کے رستے
شرعیات کی بالکل نفی کرنے کے درپے ہوئے ہیں۔

ہاں یہ کہنا کہ قرآن کریم میں ظہر و باطن دونوں میں شریعت ظاہر احکام پر مبنی ہے اور قرآن کریم
کے اشارات بھی برحق ہیں جن سے قرآن پاک کے رموز کھلتے ہیں تو یہ تفسیر بالرای نہیں ہے

تفسیر بالرای کے مختلف وجوہ

- ① وہ علم جن کا جاننا علم تفسیر کے لیے ضروری ہے وہ نہ جانا ہو جیسے آج کل کے انہارڈیوں
اور لیڈروں کی تفسیریں ہیں۔
- ② متشابہات جن کے معنی مراد اللہ ہی کو معلوم ہیں ان کی قطعی انداز میں تفسیر کرنا اور معنی مراد
کا تعین کرنا جیسے اللہ کی ذات کو نور قرار دینا اور اہمیت اللہ اور السموات سے استدلال کرنا
حالانکہ یہ آیت متشابہات میں سے ہے (تفسیر کبیر)
- ③ اپنی رائے پہلے سے قائم کر لی ہو اور اسے ثابت کر لے کے لیے قرآن سے آیات و مقامات
متناس کرنا اور ان سے اپنی بات ثابت کرنا جیسا کہ تادیبائیں کا طریقہ ہے۔
- ④ کسی آیت میں مختلف پہلوؤں کی گنجائش ہو ان میں سے کسی ایک کو لغتینی پیرایہ میں لانا اور
اسے ایسی مراد بتلانا کہ اس کے خلاف بات نہ ہو سکے۔
- ⑤ اپنی خواہش اور ضرورت کے لیے کسی آیت سے تائید لینا بل

قرآن کریم ایک متشابہ کتاب ہے اس کے مضامین جبکہ جگہ مختلف پیرایوں میں پھیلائے گئے ہیں قرآن کریم کا ہر ہر مضمون کئی کئی جگہوں پر ملتا ہے۔ اب ایک آیت میں اگر کئی پہلو ہیں اور ہم کو فی ایک پہلو لے لیں اور وہ ہمیں قرآن پاک کے کسی دوسرے مقام پر مطلق نظر نہ پڑے اور اس آیت میں لپیٹے دوسرے پہلو اور مقامت سے بھی تائید یافتہ ہو تو اب اس ایک پہلو پر امر اور ایک انسان کو تفسیر بالرای کی غلط محنت میں داخل کر دیتا ہے قرآن کا معنی مراد کیا ہے ظاہر ہے کہ یہ اسمانی حق ہے اور حق ناقابل تقسیم ہے اس میں اپنے لیے حق نکالنا ایک بڑی جہالت اور جرات ہے۔ یہ تفسیر ہے جس کے مرتکب کو جہنم میں ٹھکانہ کرنے کی وعید سنائی گئی ہے۔

قرآن کریم کی آیات کی ایک تقسیم

وہ آیات جن میں اقتداء یا کسی عمل کا ایسا حکم ہو کہ وہ مستثنیٰ ہر کسی کو سمجھ میں آسکے جیسے۔

- ① فاعلم انه لا اله الا الله . (پہلے محمد ۱۹)
- ② محمد رسول الله والذين معه . (پہلے الفتح ۲۹)
- ③ قل انما انا بشر مثلكم يوحى الی . (پہلے آلکہف ۱۱۰)
- ④ ولكن رسول الله وخاتم النبیین . (پہلے الاحزاب ۴۰)
- ⑤ قل اطيعوا الله واطيعوا الرسول . (پہلے النصار ۳۰)
- ⑥ واطيعوا الصلوة واتسوا الزكوة . (پہلے البقرہ ۴۳)
- ⑦ فمن شهد منكم الشهر فليصمه . (پہلے البقرہ ۱۸۵)
- ⑧ والله على الناس حج البيت . (پہلے آل عمران ۹۷)
- ⑨ قل لا يعلم من في السموات والارض الغيب الا الله . (پہلے اہمل ۲۵)
- ⑩ والسابقون الاقلون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان حتى الله عنهم ورضوا عنه . (پہلے التوبہ ۱۰)

اس قسم کی واضح آیات میں کسی خاص تفسیر کی ضرورت نہیں جس نے بھی ان پر کچھ لکھا اس

لہ الله نزل احسن الحديث كتاباً متشابهاً مثالي . (پہلے الزمر ۲۳)

کے ظاہر معنی کی حمایت میں ہی لکھا، دین کی عمومی سمجھ کے لیے ان کا ترجمہ جان لینا کافی ہے۔
 دوسری قسم کی آیات وہ ہیں جو آیات و کلیات اور اشباہ امثال کے درجہ میں ہیں ان کی گہرائی میں اتنا اسی طرح ہے جس طرح کنویں کے اندر اتر کر دہل سے پانی لانا سے استنباط اور استخراج کہتے ہیں یہ عام آدمیوں کے بس کی بات نہیں مجتہدین اس گہرائی میں اترنے میں قفلن ہے تو سب کے لیے گراں کی بیان کردہ مثال کو ان عالموں کے سوا اور کوئی سمجھ نہیں پاتا۔

وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ لَضَرِبَ لَهَا إِلَّا الْعَالَمُونَ (رَبِّ الْعَنْكَبُوتِ ۴۴)

ترجمہ اور یہ امثال ہیں قرآن کی جنہیں ہم سب لوگوں کے لیے بیان کر رہے ہیں مگر سمجھتے انہیں صرف (اوپر نیچے درجے کے) عالم ہیں۔

ان کلیات سے احکام فقہی کا استنباط اعمادیت کی روشنی میں قرآن کے محمولات کا بیان، تخصیص عام، تقييد مطلق، تقييد شرعيہ اور حقيقت لغویہ کے سوا رد کو پہچاننا سزا طلب شرعی سزا طلب لغوی اور سزا طلب عرفی کے فروق کو جاننا سب اسی ذیل میں آتا ہے ان آیات کی مراد پالینے کو کبھی تاویل بھی کہتے ہیں یہ تاویل صرف عن الظہر کے معنوں میں نہیں ہے مجتہد قرآن پاک کی اس قسم کی آیات کی تشریح میں علم عربیت، اعمادیت و آثار اور وقت کے تقاضوں کو سامنے لے کر چلتا ہے۔

تیسری قسم کی آیات متشابہات ہیں ان کا بیان بڑا نازک اور موضوع احتیاط پر ہوتا ہے ان میں سلف کا مسلک یہ ہے کہ تاویل سے بچو اس کے ظاہر الفاظ پر ایمان لاؤ ان کے مرادوات اللہ کے پیرو کرو اور ان کی مزید پڑناں کو بدعت سمجھو۔ سلف جس درجے میں انہیں بیان کر گئے بس وہیں تک رہو۔

وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ (رَبِّ آلِ عِمْرَانَ ۷)

ترجمہ۔ اور اس کی مراد کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں اور جو علم میں پختہ لوگ ہیں وہ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے دونوں طرح کی آیات خدا کی طرف سے ہیں۔ لیکن اسے عقلمند لوگوں کے سوا کوئی نہیں سمجھ پاتا۔

چونکہ تہم کی آیت میں اقوام سابقہ کی تاریخ کے ہم پہلو، سابق پیغمبروں کے قصص و واقعات آخرت کی مجازات اور رحمت اور دوزخ کے احوال ہیں ان سے انسان کی اخلاقی تعلیم کی تکمیل ہوتی ہے یہ آیات عام فہم ہیں اور انہیں عوام کے نصیحت پکڑنے کے لیے آسان رکھا گیا ہے۔

نوٹ: جس آیت کی تاویل کی جائے ضروری ہے کہ اسے اس سے پہلی آیت کے ساتھ موافق رکھا جائے۔ بعد کی آیت سے بھی اس کی مطابقت ہو اور وہ اصولاً کتاب و سنت کے ہیں نہ ٹھکانے اور اس سے قرآن کریم کی معجزانہ بلاغت میں کوئی نقص واقع نہ ہونے پائے۔

التاویل صرف الایۃ الی معنی موافق لما قبلہا وما بعدہا تحتملہ الایۃ
غیر مخالف للکتاب والسنة ۛ

ترجمہ: تاویل آیت میں آیت کو اس بات کی طرف پھیرنا ہے جو اس سے پہلے بیان ہوئی اور جو بات بعد میں آ رہی ہے یہ آیت اس کو بھی جگہ دے اور کتاب و سنت کے بھی کہیں خلافت نہ ہو۔

اس سے پہلے ہم تاویل پر تفصیلی بحث کرتے ہیں۔

نوٹ: ضروریات دین میں تاویل کسی پہلو سے قابل قبول نہیں، انہیں اپنے ظاہر پر رکھا جائے گا جو ان میں تاویل کرے اور ان کے معنی ظاہر سے پھرے وہ راہ سے ہٹکا ہوا ٹھکانے قرآن کریم میں ان طہرین کی خبر دی گئی ہے۔

ان الذین یلحدون فی آیاتنا لا یخفون علینا۔ (پ صفت، ۴۴ حم سورہ)

ترجمہ: بے شک جو لوگ ہماری آیتوں میں ٹیڑھے چلتے ہیں وہ ہم پر مخفی

نہیں رہیں گے کیونکہ جو آگ میں ڈالا جائے گا وہ بہتر ہے یا وہ جو قیامت

کے دن ان سے آئے اب تم جو چاہو کرتے رہو۔

صحیح مفسر ہونے کی شرطیں

علامہ سیوطی "ایک طبقہ علماء سے نقل کرتے ہیں کہ قرآن کریم کی تفسیر کرنا صرف اسی کے لیے

جائز ہے جو ان پندرہ علوم میں باسعیت رکھتا ہو۔

① عربی زبان کا علم	② علم نحو	③ علم تفسیر
④ علم اشتقاق	⑤ علم معانی	⑥ علم بیان و بدیع
⑦ علم قرأت	⑧ علم اصول دین	⑨ علم اسباب النزول
⑩ علم اصول فقہ	⑪ قصص کا علم	⑫ معرفت ناسخ و منسوخ
⑬ فقہ	⑭ علم حدیث	⑮ علم مہربت ربانی

علم مہربت سے مراد وہ علم ہے جو اسلامی علوم پر عمل پیرا ہونے والے خوش قسمت کو مہربت اور بخشش کے طور پر خدا تعالیٰ کی طرف سے ملتا ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ آپ نے فرمایا :-

جو شخص اپنے علم کے مستحق پر عمل کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ایک اور ایسا علم عطا فرمائے گا جس سے پہلے سے حاصل نہیں ہوتا۔

جو شخص ان پندرہ علوم میں شانِ جاہلیت سے ممتاز و اہل ان کی علمی دستوں میں سہاگ الغایات نہ ہو اسے کوئی حق نہیں کہ وہ مفسرینِ بیخبر سے کہے کہ ان علوم میں پوری مہارت نہ ہو تفسیر لکھنے کا قصد بھی نہ کرنا چاہیے۔

عوام کے لیے راہِ ہدایت

بے دینی کے اس دور میں مادیت کی بادرصر لے کر علم حقیقت کے چراغِ مدھم کر رکھے ہیں علم کے عمل و عرض میں تو ترقی ہے لیکن اس کی گہرائیوں میں ناقابلِ کافی حد تک کمی ہو رہی ہے۔ عوام ان پانزدہ علوم بلکہ ان کے مبادیات سے بھی اس قدر بے خبر ہیں کہ وہ ایک عمومی شہرت کے سوا ان کے مصداق کا تعین نہیں کر سکتے کہ کون کس مرتبہ علمی پر فائز ہے اور کون نہیں۔ ان عوام کے لیے راہِ ہدایت یہی ہے کہ وہ ایک مفسر کے لیے دیانت اور تدین کی شرط کو سب شرطوں سے مقدم سمجھیں۔ مفسر ہونے کے ہر مدعی کی قبائے عمل پر نظر ڈالیں۔ اسلام میں غیر متدین شخص کی شہادت دینی امور میں بھی معتبر نہیں ہے۔ دینی امور بالخصوص کتاب اللہ کی ترجمانی میں اس کا اعتبار کیسے ہو سکتا ہے کتاب اللہ کا علم اگر اس کے اپنے علم میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کر سکا تو وہ دوسروں کے لیے ایک

الغالب آفرین پیغام کیسے بن سکتا ہے پھر ایسے بے دین بسا اوقات اپنے اندازِ تحریر میں ایسے فنکار ہوتے ہیں کہ وہ بعض عمدہ اور صحیح خطاب کو بھی اپنے پیرایہ بیان میں نہایت بدمناکر کے پیش کرتے ہیں اور ان کے لیے ایسی تعبیر اختیار کرتے ہیں کہ خواہ مخواہ ان حقائق سے نفرت ہونے لگے۔ اسی طرح بعض نہایت غلط نظریات کو ایسے ادبی اور نفسیاتی انداز میں پیش کرتے ہیں کہ تشکیک کے ان کانٹوں سے بچ سکتا نہایت مشکل ہو جاتا ہے۔ ایسے حالات میں عوام کا فرض ہے کہ ایسے غلط فکر خانہ ساز مفسرین کے دامنِ عمل پر گہری نگاہ رکھیں یہ لوگ بزعم خود نئی روشنی کے علمبردار بنتے ہیں لیکن عمل کے اندھیروں میں ان کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔ ایسے لوگ علوم مذکورہ سے کلیتاً بے خبر عمالِ اسلام سے بے پرواہ اور خود رائی اور پندارِ نفس کے مرض میں جبری طرح مبتلا ہیں مسلمانوں کو ان کے تراجم و تفسیر پر اعتبار نہ کرنا چاہیے۔ تفسیرِ قرآن کوئی سچوں کا کھیل نہیں معمول میں اس کے اپنے مراتب ہیں، عبادة انفس، دلالة انفس، اشارة انفس، اقتصاد انفس میں فرق کرنا سبکی کا کام نہیں۔

اصول تفسیر

- ① قرآن کی کسی آیت کی تفسیر کے لیے قرآن پاک کا اپنا ہی بیان کسی دوسرے مقام پر مل جائے۔ اسے تفسیر القرآن بالقرآن کہتے ہیں۔ بفسر بعضہ بعضاً کا یہ پہلا اصول ہے۔
- ② حضورِ ختمی مرتبتؐ کے ارشاد یا عمل سے اس کی تفسیر یا توضیح مل جائے۔
- ③ صحابہ کرامؓ یا حضرات تابعینؒ نے علم یا عمل اس کی تشریح فرمادی ہو۔
- ④ ان اہل مفسرین کے جن کے علم اور تقویٰ پر سلف میں اعتماد رہا ہو وہ اسے بیان کریں اور جہاں ذکرنا چاہیے وہاں وہ ذکر کریں۔
- ⑤ الفاظ آیات ان معانی کے حامل ہوں اور ان کا اصول اسلام اور تفسیر سلف سے کہیں کوئی تضاد نہ ہو تا ہو۔

ان اصولوں کے مطابق صحیح تفسیر تک رسائی صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ ان پانچہ علوم میں جو صحیح مفسرین کی شرائط کے طور پر اور پند کر ہوئے ان پر پوری مہارت اور غزارت ہو۔ اور پھر وہ تفسیر کرے۔

تفسیر کی ضرورت

قرآن کے بعد بیان قرآن بھی آسمانی رہنمائی اور آسمانی ہدایت سے ہی چلے گا اس پر ہم پہلے کچھ بحث کر آئے ہیں۔ یہاں ہم اس کی تفصیل مزید کیے دیتے ہیں کہ ترجمہ قرآن ہوتے ہوئے یہاں تفسیر کی ضرورت کیسا ہے کیا قرآن کریم خود ایک کھلی کتاب نہیں۔

قرآن عزیز جب "لسان عربی مبین" آتا ہے اور اس کی عربی کوئی معنی اور ابہام نہیں بلکہ عربی مبین ہے جو اپنی جگہ بڑی واضح اور بلیغ ہے تو پھر اس کی تفسیر کی کیا حاجت رہ جاتی ہے ہر زبان دان اسے آسانی کیوں نہیں سمجھ پاتا؟

جواب: یہ ٹھیک ہے کہ قرآن کریم کی زبان عربی مبین ہے مگر یہ امر بھی پیش نظر ہے کہ قرآن کریم نے جہاں اپنے متعلق "عربی مبین" ہونے کا دعویٰ کیا ہے وہاں یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ تنزیل کی صرف عبارت کافی نہیں بلکہ اس کے بیان و تفصیل کے لیے حضور ختمی مرتبت کی راہنمائی کی بھی اشد ضرورت ہے۔ آنحضرت قرآن کریم کی جو بھی تفصیل و تفسیر فرمائیں وہ سب کچھ رب العزت کا ہی احلام و ارادت ہے یہ وحی غیر منقولہ ہے جو وحی منقولہ (الفاظ قرآن) کی تفصیل کرتی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

اِنَّا نَزَّلْنَا الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَتَّبِعُوا بَيْنَ النَّاسِ مَا بَارَكَ اللهُ

(پ: النساء، ۱۰۵)

ترجمہ بے شک ہم نے آپ کی طرف بھی کتاب اتاری تاکہ آپ لوگوں میں اس علم کے مطابق فیصلہ فرمادیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھایا ہے۔

جو کلام فصاحت اور بلاغت کی انتہا پر ہو اور بے شمار حقائق و مطالب چند مختصر عبارتوں میں سمودینے گئے ہوں تو بیان کا کمال اس امر کا مقصد ہے کہ وہ اپنے آئینہ میں بعض غیر محسوس اشیاء کی جھلک بھی دکھائے احکام کو بھی اس انداز میں پیش کرے کہ پیش آئندہ ضرورتوں کو پورا کرنے کے ساتھ ان احکام کے اسباب و علل آئندہ کی ہر نئی ضرورت کو بھی پوری طرح حل کر سکیں ظاہر ہے کہ اس صورت میں عموم و خصوص کے امتیازات بھی ہوں گے حقیقت و مجاز کی معرکہ آرائی

بھی ہوگی اور محفل موفصل کی نسبتیں بھی قائم ہوں گی پس اس اقرار سے چارہ نہیں کہ ایسے کلام کی توضیح و تفسیر کی اشد ضرورت ہے۔

قرآن عزیز کی آیات کچھ حکمت ہیں جو اپنے معنی و موضوع میں اتنی پختہ اور واضح ہیں کہ ان میں کسی اور معنی کا احتمال نہیں، اور کچھ متشابہات ہیں (جہاں اشتباہات اور احتمالات کا بہت زیادہ دخل ہے) ان مواقع میں ایک فاضل مفسر کا فرض ہے کہ دونوں میں امتیاز پیدا کرے اور متشابہات کو بلااستقلال بیان کرنے اور ان سے استخراج و استدلال کرنے سے پوری طرح پرہیز کرے بیان کرنے کی ضرورت ہو تو انہیں حکمت کی طرف ٹولے ان کے مطالب خدا کے سپرد کرے یا انہیں حکمت کے تابع کر کے بیان کرے کیونکہ اصل ان کی مراد صرف اللہ رب العزت ہی جانتے ہیں۔

هو الذی اتزل علیک الکتاب منہ آیات معکمات هن ام الکتاب
واخر متشابہات فلما الذین فی قلوبہم زینغ فیذبون ما تشابہ
منہ ابتغاء الفتنة وابتغاء تاويله وما يعلفون ما وایله الا اللہ (سپہاں عمران)
ترجمہ وہ اللہ ہے جس نے آپ پر یہ کتاب نازل کی۔ اس میں وہ آیتیں بھی ہیں جو حکمت
ہیں۔ یہ حکمت کتاب کی بنیاد ہیں اور متشابہات میں جن کے دلوں
میں کجی ہے وہ قند پیدا کرنے اور مطلب برآری کے لیے متشابہات کے
پچھے ہر لیتے ہیں حالانکہ ان کی بالاصل مراد صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

ایک اور شبہ اور اس کا جواب

سوال پیدا ہوتا ہے کہ رب العزت نے سارے قرآن کریم کو ہی حکمت کی صورت میں
کیوں اتارا آیات متشابہات نے بہت سی اختلاف کی راہیں کھول رکھی ہیں، اگر کل آیات ہی حکمت
ہوتیں تو امت کسی اختلاف کا شکار نہ ہوتی، آیات کی اس تقسیم میں آخر کون سی حکمت منظوم تھی؟
جواب: قرآن کریم بہتر انسانی زندگی کا انٹری نصاب اور ایک جامع ضابطہ حیات ہے
جب تک یہ دنیا آباد ہے کائنات اس کی شدید محتاج ہے جب اس میں ہر ضرورت کا حل اور ہر

طلب کا جواب ہے تو ظاہر ہے کہ محدود جزئیات ان تمام ضرورتوں کا احاطہ نہیں کر سکتیں پس لازمی طور پر ان مواقع میں جہاں تفریقی ہدایت ایک واضح جزئی کی شکل میں موجود نہیں۔ ہم قرآن عزیز کی عمومی ہدایت اور بیان سنت کی اصولی حیثیت کی طرف رجوع کریں گے اس صورت میں ہم نہیں کہ منصوص کی طرف یا مجمل کو مفصل کی طرف لوٹانا ضروری ہوگا یہی صنوع اجتہاد ہے جس سے قرآن پاک ایک مکمل منابہ حیات ہونے کا دعویٰ قائم کرتا ہے۔ اجتہاد و استدلال کے اس طریق کو نظر انداز کر دیا جائے تو تفریقی ہدایت حالات پیش افتادہ میں محدود ہو کر رہ جائے گی۔

خدا کی حکمت ہماری اس اساسی ضرورت کی طرف متوجہ ہوئی اور قرآن عزیز اپنے پہلے اظہار میں ہی حکمت اور مشابہات میں تقسیم ہو گیا تاکہ مشابہات کو حکمت کی طرف لوٹنے میں علمی تیقظ پیدا ہو۔ اجتہاد بیدار ہو اور سنت کی مذکورہ بالا بنیادی ضرورت کی راہیں ابتداء سے ہی ہموار ہو جائیں اور اہل علم اپنے اپنے درجہ میں امت کی رہنمائی کریں۔

اگر "اس منقولی اجتہاد" (مشابہات کو حکمت کی طرف یا مجملات کو مفصلات کی طرف لوٹانے) کے متعلق سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس کی ضرورت کیا تھی، آیات میں حکمت قرار دینی چاہئیں تو کیا فکر و تدبیر کے "منقولی اجتہاد" کے متعلق بھی یہ سوال بعینہ پیدا نہیں ہوتا کہ قرآن پاک اپنی ہر بات میں اتنا واضح اور صاف کیوں نہیں کہ کسی قسم کے فکر و تدبیر کی کوئی ضرورت ہی درپیش نہ ہو، مشابہات افسوس ہے کہ منقولات میں غور و فکر تو قابل اعتناء نہیں سمجھا جاتا اور جو فکر و تدبیر ان سے پورے لے لیا ہوا اس کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے حالانکہ غور و فکر صرف وہی جتن ہے جو بیان سنت کی روشنی میں ہو۔

خلاصہ میں کہ قرآن کریم کی کچھ آیات حکمت ہیں کچھ مشابہات کچھ عام ہیں جہاں حکم عمومی شان رکھتے ہیں اور کچھ خاص ہیں جو کسی خاص واقع یا جزئیہ پر مشتمل ہیں، اسی طرح بعض آیات مجمل ہیں کہ صرف وصف عنونی کا بیان ہے اور بعض مفصل ہیں کہ ان میں طریق عمل کا پورا نقشہ موجود ہے، اسی طرح ناسخ و منسوخ کو بھی ایک مستقل موضوع کے ساتھ زیر بحث لایا جاتا ہے پھر عام آیات بھی بعض ایسی ہیں کہ ان سے بعض مخصوص افراد متعلق ہیں اور کچھ اپنے عزم پر اپنی پوری عمومی شان سے باقی ہیں، آیات قصص کی شان اور ہے اور آیات احکام کا اندازہ پس ایک

ایسے علم سے چارہ نہیں جو ان تمام تعقیبات اور باہمی تفریق بیان کرنے میں اہم قرآن کی شان پہلی
 کہے یہی علم علم تفسیر کہلاتا ہے اور اپنی تفسیری اصولوں کی روشنی میں علم تفسیر کے مدون اور
 مرتب ذخیروں سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ ان حقائق کی روشنی میں علم تفسیر کی ضرورت کمال
 پیدا ہے۔

تفسیر سلف میں اختلاف کی نوعیت

اور

موارد نزول میں اختلاف کی حقیقت

ہمارے زمانے کے بعض وہ لوگ جو سلف صالحین کی تفسیر سے استغنی اور خصوصاً قرآنیہ
 میں الحاد کی راہ چلنے کے عادی ہیں یہ پراپیگنڈہ عام کہتے ہیں کہ سلف صالحین کے تفسیری ذخائر
 آپس میں بہت مختلف ہیں ان میں سے کس کس پر اعتماد کیا جائے۔
 جو ابانگدازش ہے کہ یہ دعوئے حقیقت کے مطابق نہیں سلف صالحین کا تفسیر میں بہت
 کم اختلاف ہے قرآن کا بیان جو «الاعتقاد والتاویل» کے درجہ میں ہو اس میں تو بے شک بہت
 سے عنوان مختلف ہیں لیکن جہاں تک تفسیر کا تعلق ہے اس میں سلف کا بہت کم اختلاف ہوا ہے۔
 حافظ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں :-

سلف کے باہم تفسیر میں اختلاف کم ہوا ہے احکام میں تفسیر سے زیادہ اختلاف
 ہے اور تفسیر میں بھی جو اختلاف صحیح طور پر ان سے مروی ہے وہ تنوع کا
 ہے نہ کہ تضاد کا ہے۔

عہ مگھوردی احکام سب لوگوں کو معلوم ہیں بلکہ تو ان سے معلوم ہیں اور ان میں کوئی اختلاف نہیں جیسے نماز
 کی تعداد رکعات، اوقات رکوع، خود نمازوں کے اوقات، زکوٰۃ اور نصاب زکوٰۃ کے احکام، رمضان کے
 روزے، حج میں طواف، وقف، رمی الجمار وغیرہ اور صحابہ میں جو اختلاف نانا دادا بھائیوں اور مشرک و غیرہ
 کے بارے میں ہوا ہے تو اس سے فرائض (میراث) کے اکثر و بیشتر مسائل میں کوئی شک و اضطراب پیدا نہیں ہوا
 لہذا اصول تفسیر للحافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

مثال کے طور پر صراطِ مستقیم کو لیجئے بعض سلف کہتے ہیں کہ اس سے مراد قرآن ہے اور بعض دوسرے بزرگوں کا قائل ہے کہ صراطِ مستقیم اسلام ہے۔ صراطِ مستقیم کی یہ دونوں تفسیریں ظاہر میں مختلف معلوم ہوتی ہیں لیکن حقیقت میں مختلف نہیں بلکہ متفق اور ایک ہیں دینِ اسلام "اتباع قرآن" ہی کا دوسرا نام ہے۔ اسی طرح صراطِ مستقیم کی تفسیر سنت و جماعت کے طریقے سے بھی کی گئی ہے اسے خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کے نام سے بھی پیش کیا گیا ہے مگر یہ لفظ ایک ہی ذات کی طرف اشارہ کرتے ہیں ان مفہوموں میں کوئی اختلاف نہیں ہر ایک نے کسی ایک صفت کو بیان کر دیا ہے قالہ الحافظ رحمۃ اللہ علیہ۔

انا اعطيناك الكوثرين بعض بزرگوں نے کوثر سے مراد قرآن کریم لیا ہے جو شانِ جاہلیت اور کثرت کا حامل ہے اور بعض روایات کی رو سے یہ تربت کا ایک حوض ہے جس سے پینے والا پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ ان میں بھی کوئی حقیقی اختلاف نہیں اور ایک معنی کا اقرار دوسرے معنی کا انکار نہیں۔ قرآن کی معنویت آخرت میں جو صورتِ محسوسہ اختیار کرے گی وہ جنت کا ایک حوض ہوگا جس سے وہ سعادت مند میراث ہوں گے جو اس دنیا میں اس حوض سے جو عر نوشی کرتے رہے۔ یہی وہ قرآن کی دولت سے مستفید اور مستفیض ہوتے رہے۔ یہ اختلاف بھی تنوع کا اختلاف ہے تھا و کا نہیں۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

قرآن کریم میں ہے:-

من اعرض عن ذکرى فانه له معيشة ضنكاً (پہلا)

ترجمہ۔ جو میرے ذکر سے رُوگردانی کرے اس کے لیے ہے تنگ روزی۔

اس میں ذکر سے کلمہ مراد ہے ذکر کی اضافت خدا کی طرف ہے یہ "اضافت الی المفعول" ہو تو اس سے مراد وہ الفاظ ہوں گے جن سے کوئی شخص خدا کو یاد کرے مثلاً سبحان اللہ، الحمد للہ وغیر یہاں ذکر سے مراد خدا کا ذکر کیا جانا ہے اور اگر یہ "اضافت الی الفاعل" ہو تو ذکر خدا سے مراد خود خدا کی جانب سے ذکر ہوگا اور یہ ذکر خدا کا کلام ہے۔ اس صورت میں یہاں خدا کی اناری ہوئی ہوگی کہ وہی خدا کا ذکر کہا جا رہا ہے۔ سیاق و سباق سے اس دوسرے معنی کی تائید ہوتی ہے آیت کے ماقبل میں خدا کی طرف سے ہدایت کے آتے نے کا بیان ہے اور مابعد میں بھی آیاتِ ربانیہ کے نزول

کا تذکرہ ہے۔ اب اس وحدت میں تفسیر میں کچھ خفیف سا اختلاف ہے لیکن دو مفہوم اپنی جگہ تعلیمات اسلام کے عین مطابق ہیں ایسے مواقع میں راجح و مرجوح کی صورتیں تو پیدا ہو سکتی ہیں لیکن اس اختلاف سے کسی فرق بندی اور علیحدہ علیحدہ حکمت نظری کی راہیں ہرگز نہیں کھل سکتیں۔ راجح معنی کے پیش نظر اب یہاں ”میرے ذکر“ سے مراد ”میری کتاب“ ”میری ہدایت“ ”قرآن“ وغیرہ تو بظہر المراد لیا جائے سب اسماء کا معنی ایک ہی رہے گا اور یہ تفسیر کا اختلاف کوئی حقیقی اختلاف نہیں۔

ما فظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ پھر بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ سلف کسی معنی کا بیان ایسی عبارت سے کرتے ہیں جو بعینہ ذات معنی پر دلالت کرتی ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ اس عبارت سے ایک ایسی صفت کا بھی اظہار ہوتا ہے جو دوسرے اسم میں نہیں ہوتی جیسے کوئی کہے کہ قدوس وہ ہے جو غفور رحیم ہے۔ اب قدوس کا لفظ صفت ذات معنی پر دلالت کرتا ہے لیکن اس میں ایک ایسی صفت کا اظہار بھی ہو رہا ہے جو غفور رحیم کے الفاظ سے ظاہر نہیں ایسے مواقع پر سلف کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ معنی تو ایک ہی ہے گو دونوں صفتیں ایک نہ ہوں ایسے مقامات پر دونوں صفتوں کے ایک ہونے کا دعویٰ بے شک ایک زیادتی ہوگی لیکن یہ اختلاف تضاد کا اختلاف ہرگز نہیں سلف کی روش پہچان کر ان کی صحیح مراد معلوم کرنی چاہیے۔

اختلاف کی ایک اور قسم

بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ ایک مفسر کسی اسم عام یا حکم عام کے تحت مثال دینے کے لیے کسی ایک فرد یا کسی ایک نوع کو ذکر کرتا ہے اور دوسرے مفسر اسی اسم عام یا حکم عام کے تحت کسی دوسری جنس یا کسی دوسری نوع کو نقل کر دیتا ہے۔ ہر دو صورتوں میں مفسرین کا مقصد ایک دوسرے سے اختلاف کرنا نہیں بلکہ یہ ہے کہ آیت کے عموم میں یہ یہ افراد اور یہ یہ انواع بھی داخل ہیں ظاہر ہے کہ یہ اختلاف تضاد کا اختلاف نہیں محض تنوع کا اختلاف ہے۔ ایسے اختلافات کو اجمال کر عام کو سلف کے تفسیری سرمایہ سے بدگمان کرنا صرف اپنی لوگوں کا کام ہے جنہیں تمام ادلے علم و لہجہ کا کوئی حصہ نہیں دیا اور وہ شاہراہ سلف میں شک کے کانٹے بچھا کر اپنے مخصوص ہنسی الخاد کے لیے راہیں ہموار کرنا چاہتے ہیں۔

مانظ ابن تیمیہ اس قسم کے اختلاف کی مثال میں اہل بیت کو پیش کرتے ہیں۔
 نزار و رثنا الکتاب الذی صطفینا من عبادنا فمنہم ظالم لنفسہ
 ومنہم مقتصد ومنہم سابق بالخیرات۔ (پک فاطمہ)
 ترجمہ پھر ہم نے کتاب کا وارث انہیں بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں سے
 چن لیا تھا پھر ان میں ایسے بھی ہوئے جو ظالم لنفسہ تھے ایسے بھی تھے جو مقتصد
 (میاندار) تھے اور ایسے بھی ہوئے جو نیکوں میں آگے بڑھے ہوئے تھے
 سابق بالخیرات۔

اب ایک منفر کہتا ہے کہ ”سابق“ سے مراد وہ ہے جو اول وقت نماز پڑھتا ہے ”مقتصد“
 وہ ہے جو دوران وقت میں نماز پڑھتا ہے اور ”ظالم لنفسہ“ وہ ہے جو نماز عصر میں یہاں تک تاخیر
 کر دیتا ہے کہ صوب در پڑ جائے۔ دوسرا منفر کہتا ہے کہ صدقہ دینے والا شخص جو واجبات کے
 ساتھ مستحبات بھی بجا لاتا ہے وہ ”سابق بالخیرات“ کا مصداق ہے۔ سو دکھانے والا یا ذکوٰۃ
 رک لینے والا ”ظالم لنفسہ“ ہے اور ”مقتصد“ وہ ہے جو فرض زکوٰۃ ادا کرتا ہے اور سوگند نہیں
 کھاتا۔

اب دیکھئے کہ دونوں منسرتیت کے عزم میں ایک ایک نوع کا تذکرہ کر رہے ہیں ان کا مقصد
 باہمی اختلاف نہیں بلکہ یہ سمجھانا ہے کہ آیت کے معنوم میں یہ بات بھی داخل ہے حرمت و طاعات
 یا ارتکاب محرمات میں سے کسی ایک نوع کا تذکرہ کر دینا محض تنوع کا اختلاف ہے تضاد کا نہیں
 آیت کریمہ اپنی پوری وسعتوں کے ساتھ تمام متعلقہ جزئیات و انواع کو شامل ہے

موارد نزول میں اختلاف کی حقیقت

سلف کے تفسیری سرمایہ سے بدگمان کرنے والے یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ ایک ہی آیت
 کے متعلق ایک منفر سبب نزول کوئی بیان کرتا ہے اور دوسرا اس کے شان نزول میں کچھ اور کہتا
 ہے اب ہم کس پر یقین کریں اور کس کا اعتبار کریں۔
 جو اباً گنڈارش ہے کہ اس غلط فہمی کا منشا اسباب نزول کے متعلق متقدمین کی اصطلاح

اور روش کو نہ پہچانا ہے حقیقت یہ ہے کہ اس باب میں متقدمین اور متاخرین کی اصطلاح مختلف ہے اور اس اصول سے انحراف نہیں کیا جا سکتا کہ ہر دور کے علمی سرمایہ کو سمجھنے کے لیے اسی دور کی اصطلاح اور روش کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ارشاد فرماتے ہیں:

والذی یرى من استقراء کلام الصحابة والتابعین انهم لا یستعملون نزلت فی کذا البعض قصة کانت فی زمنه صلی اللہ علیہ وسلم وہی سبب نزول الآیة بل ربما ینذرون بعض ما صدقت علیہا الآیة مما کان فی زمنه صلی اللہ علیہ وسلم او بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم یقولون «نزلت فی کذا» ولا یلزمہ ہناک انطباق جمیع القیود بل ینفی انطباق اصل الحکم وقد یقررون حادثہ متحققہ فی تلك الايام المبارکة واستنبط صلی اللہ علیہ حکما من آیة وتلاھا فی ذلك الباب ویقولون نزلت فی کذا۔

ترجمہ صحابہؓ اور تابعینؒ کے بیانات کا استقراء کرنے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ وہ «نزلت فی کذا» یہ آیت اس باب میں نازل ہوئی کے الفاظ بعض اس واقعہ کے لیے ذکر نہیں کرتے جو حضور اکرمؐ کے سامنے پیش آیا اور نزول آیت کا سبب بنا بلکہ وہ بسا اوقات ان مواقع میں بھی یہ الفاظ بول دیتے تھے جن پر وہ آیت (اپنی دلالت کے اعتبار سے) صادق آ رہی ہو لیکن موقع خواہ انحضرتؐ کے سامنے کے ہوں یا آپ کے بعد کے صحابہؓ و تابعینؒ ایسے تمام موقعوں پر بھی «نزلت فی کذا» کے الفاظ بول دیتے تھے ان مواقع میں تمام قیود کا انطباق ضروری نہ تھا صرف «اصل حکم» کا انطباق ضروری سمجھا جاتا تھا اور پھر ایسا بھی ہوتا تھا کہ خود انحضرتؐ کے سامنے کوئی واقعہ پیش آیا اور انحضرتؐ نے اس خاص موقعہ کا حکم کسی آیت سے استنباط فرمایا اور وہ آیت

پہلے سے نازل شدہ ہوں اور اس آیت کو تلاوت فرمایا تو صحابہؓ ایسے مواقع کے لیے بھی "نزلت فی کذا" کے الفاظ بول دیتے تھے (گو وہ موقع اصل سبب نزول نہ ہو صرف آیت کے معنی و مفہوم کا ایک اور مصداق ہو)۔
عائذ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :-

جب سلف کہتے ہیں کہ یہ آیت فلاں معاملے میں نازل ہوئی ہے تو ان کی فرض کبھی یہ ہوتی ہے کہ آیت کا سبب نزول یہ ہے اور کبھی مقصد یہ ظاہر کرنا ہوتا ہے کہ وہ معاملہ اس کے حکم میں داخل ہے اگرچہ ٹھوڑے معاملہ سبب نزول نہ بھی ہو۔

پھر یہ بھی یاد رہے کہ سلف میں سے ایک شخص جب یہ کہتا ہے کہ "آیت اس بارے میں نازل ہوئی" اور دوسرا شخص کسی اور بارے میں نزول بتاتا ہے تو اس سے لازم نہیں ہوتا کہ دونوں میں اختلاف ہے جب کہ آیت کے مفہوم میں دونوں قول داخل ہوں، اسی طرح جب ایک صحابی ایک سبب نزول بتاتا ہے اور دوسرا صحابی دوسرے سبب بیان کرتا ہے تو اسے بھی اختلاف پر محمول نہیں کرنا چاہیے۔

شان نزول — موارد نزول

دعا اولین مواقع کے ہوں یا مصداق آیت ہونے کے اعتبار سے بعد کے ہوں (قرآن مجید میں بہت مدد دیتے ہیں لیکن اس کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ ان آیتوں کے احکام انہی اشخاص سے مخصوص یا انہی پیش آمدہ جزئیات میں محدود ہیں جن کے باب میں وہ آیات نازل ہوئیں اور دوسرے افراد خواہ ویسے ہی اعمال کے مرتکب اور ان جیسی ہی جزئیات سے دوچار ہوں تو وہ ان آیات کے تحت نہیں آتے جیسے کہ آیت تطہیر (پ) ازہاب) آنحضرتؐ نے اپنی بعض اولاد پر تلاوت فرمائی حالانکہ وہ اس سے کافی عرصہ پہلے سے نازل شدہ تھی اور اس کا مصداق اول حضور اکرمؐ کی ازواج مطہرات تھیں مگر آپؐ نے اپنی اولاد کے نفس قدسیہ کو بھی اہل بیت میں داخل فرمادیا اور ان پر یہ آیت تلاوت فرمادی اب یہ تلاوت بھی چونکہ آنحضرتؐ سے ہی ثابت ہے اس لیے ایسے مواقع پر بھی "نزلت فی کذا" کے الفاظ تصدیق کی اصطلاح میں بہت ملتے ہیں۔

آئے اس قسم کی بات کوئی مسلمان بلکہ کوئی ہوشمند نہیں کر سکتا۔ نہایت لائق اخوس ہے کہ مشرکین و کفار کی روش سے بچنے کی جب مسلمانوں کو نصیحت کی جائے تو بعض نادان یہ کہتے تھے جلتے ہیں کہ یہ آیات تو مشرکین سے متعلق ہیں ہم سے ان کا کوئی تعلق نہیں ایسے خیالات قاصدِ قرآن اور مواردِ نزول کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہیں اور ان کا منشا جہالت کے سوا کچھ نہیں علم تفسیر کا مشہور قاعدہ ہے۔

المعبرۃ لعموم اللفظ لا بخصوص السبب۔

ترجمہ۔ اعتبار عموم الفاظ کا ہے خصوص سبب کا نہیں بلکہ

جس آیت کا سبب نزول معلوم و متعین ہو اگر وہ امر یا نہی کی آیت ہے تو اس کا حکم یقیناً ان سب لوگوں پر جاری ہو گا جو اس شخص متعین سے ملتے جلتے ہیں، اسی طرح اگر آیت میں مدح و ذم کی بنا پر کوئی خبر دی گئی ہے تو وہ بھی اس شخص کے مشابہ تمام لوگوں کے حق میں عام ہے۔

آنحضرتؐ نے بیان قرآن کی پوری ذمہ داری ادا کی

آنحضرتؐ کے ذمہ جس طرح امت کو قرآن پہنچانا تھا اسی طرح آپ کے ذمہ قرآن کا بیان کرنا اور اس کا سمجھانا بھی تھا۔ آیت کریمہ **ويعلمهم الكتاب والحكمة** (پ آل عمران) اور آیت کریمہ **للتناس ما نزل اليهم** (نحلہ نزل ۴۴) میں حضورؐ کے اس فرض منصبی کا ذکر موجود ہے۔ آپ نے بیان قرآن کی یہ ذمہ داری ادا فرمائی اور صحابہؓ میں مفسرین کی ایک جماعت تیار کی جن میں حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سرفہرست ہیں پھر ان کے بعد ان کے تلامذہ میں تابعین کا ایک طبقہ اٹھا جس نے جس طرح اکابر صحابہؓ سے قرآن کی تفسیر سنی یا سمجھی تھی

لہ حضرت علامہ حافظ ابن دین العیبرؒ اس مقام پر تنبیہ فرماتے ہیں۔ **يجب ان يذنبه للمفروق بين دلالة السياق والقراية الدالة على تخصيص العسر وعلى مراد المتكلمه وبين مجرد ورود العام على السبب ولا يفتن بما مجرى واحد فان مجرد ورود العام السبب لا يقتضي التخصيص**

جلد - الاحکام الاحکام جلد ۲ ص ۲۲۵

لہ اصل تفسیر منہا لفظ ابن تیمیہ

اسے اپنے طور پر بیان کیا یہ اس پہلے دور کے مفسرین کرام ہیں۔

ان میں علقمہ بن قیس (۵۶۱ھ) مسروق بن اجدع (۶۳ھ) سعید بن المسیب (۵۲۳ھ) ابو العالیہ (۵۹۴ھ) سعید بن جبیر (۹۴ھ) حضرت عمر بن عبدالعزیز (۱۰۰ھ) حضرت مجاہد (۱۰۰ھ) حضرت حسن بصری (۱۱۰ھ) حضرت قتادہ (۱۱۸ھ) ابوالاسود الدہلی (۱۰۱ھ) حضرت سخاک (۱۰۲ھ) عکرمہ (۱۰۵ھ) طاؤس بن کيسان یمانی (۱۰۹ھ) قاسم بن محمد (۱۰۷ھ) سالم بن عبداللہ (۱۰۶ھ) عطاء بن ابی رباح (۱۱۴ھ) محمد بن کعب القرظی (۱۱۸ھ) اور زید بن اسلم (۱۳۶ھ) اٹھارہ حضرات سر فہرست ہیں۔

ان حضرات سے تفسیر قرآن کے اجزاء بصورت روایت چلے اور جس طرح مجتہدین فہم سنت میں محنت کرتے رہے محدثین نقل حدیث میں آگے چلتے رہے ان مفسرین حضرات کی تفسیرات بھی آگے روایت چلتی رہیں یہاں تک کہ حافظ عبد الرزاق بن ہمام (۲۱۰ھ) تابع روزگار حافظ ابن جریر طبری (۲۱۰ھ) نے ان کا بیشتر تفسیری مواد اپنی تفسیر میں سمو دیا۔

عربی دالوں کو ان تفسیری اجزاء کی کیا ضرورت تھی ؟

علامہ ابن مندون (۸۰۸ھ) لکھتے ہیں :-

ان العرب لا تستدی فی المعرفة بمجموع ما فی القرآن من الغریب المتشابه بل ان بعضها یفضل فی ذلك علی بعض لان العرب لا یکفہم فی معرفة معانی القرآن معرفتهم بلغته بل كانوا یکتبون الاحیان بحاجته الی توفیق من الرسول صلی اللہ علیہ وسلم لہ

ترجمہ۔ قرآن میں جو غریب اور متشابہ الفاظ ہیں عرب ان سب کی پہچان میں ایک جیسے نہ تھے بلکہ ان میں سے بعض دوسرے بعضوں سے اس میں خائف تھے۔ عربوں کو قرآن کی معرفت میں صرف اس کی لغات نہ تھی بہت سے مواقع پر انہیں ضرورت پڑتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس باب میں کیا منقول ہے۔

اس سے پتہ چلا کہ تفسیر قرآن کریم میں لغت عربی کو ثانوی درجہ حاصل ہے اہل یہ ہے کہ
 حضور خاتم النبیین نے کسی آیت کو کیسے سمجھا اور صحابہؓ نے اسے کس ذہن سے قبول کیا۔ امام حریت
 شیخ عبدالقادر جرجانی (۷۸۱۲ھ) لکھتے ہیں۔

ومن عادة قوم من بتطاعى التفسير بغير علم ان توهموا ابداً فى الالفاظ
 والموضوعه على الجواز والتمثيل انما على ظواهرها فيفسدوا المعنى بذلك
 ويبتلوا الغرض. ۱۰

ترجمہ: کچھ لوگ ملائی ہوئے کہ بغیر علم کے تفسیر کرنے لگے وہ الفاظ جو مجاز اور تمثیل کے
 پرانے میں تھے انہوں نے انہیں ان کے ظاہر معنی پر محمول کیا اس طرح انہوں نے قرآن
 میں بگاڑ پیدا کیا اور جو ان آیات سے غرض تھی اس کی نفی کر دی۔
 امام نحو علامہ مصعبی (۱۱۷۵ھ) قرآن کریم کی تفسیر میں صرف حریت کافی نہ جانتے تھے ان کے ہاں
 تفسیر قرآن میں یہ دیکھنا ضروری تھا کہ اللہ اور اس کے رسول پر حق کے ہاں اس بات سے کیا معنی ملوایے
 لیے گئے۔ آپ اکثر کہہ دیتے۔

العرب تقول هذا هكذا ولا اعلم المراد منه فى الكتاب والسنة ۱۱
 ترجمہ: عرب یہ یہ کہہ دیتے ہیں اور کتاب و سنت میں وہ بات مجھے کہیں کہی گئی
 نہیں ملتی۔

علامہ رافع اصغری ہانی مفردات کے شروع میں تفسیر جانتے کے لیے جن علوم کو ضروری سمجھے ہیں
 ان میں ساتویں نمبر پر لکھتے ہیں۔

والسابع معرفة النامخ والنسوخ والعموم والمخصوص والاجتماع والاختلاف
 المعجمل والمفسر والقياسات الشرعية والواضع التى يصح فيه القياس و
 المتى لا يصح فيه. ۱۲

ترجمہ: ساتویں بات نامخ و نسخ۔ عام و خاص۔ اتفاق و اختلاف۔ مجمل و مفسر
 اور قیاسات شرعیہ اور وہ مقامات جہاں قیاس ہو سکتا ہے اور جہاں نہیں ہو

۱۰ دلائل الاحجاز ص ۲۲۱ ۱۱ وغیات الاعیان لابن خلیکان ص ۱۸۹ ۱۲ مقدمہ ص ۶۰

سکتا ان سب احمد کی پہچان ہے۔

تیسری صدی کے نامور مفسرین

روح بن عبادہ البصری (۲۰۵ھ) ابو ذر یا یحییٰ بن زیاد الغزالی الدیلمی (۲۰۷ھ) امام کسایی کے شاگرد تھے۔ عبدالرزاق بن ہمام (۲۱۱ھ) ابوالحسن سعید بن سعدۃ الخش (۲۱۵ھ) اسحاق بن راہویہ (۲۲۸ھ) عبد بن حمید (۲۲۹ھ) امام دارمی (۲۵۵ھ) محمد بن سخون القیروانی (۲۵۶ھ) امام ابن ماجہ (۲۴۹ھ) یحییٰ بن خالد (۲۴۶ھ) ابن قتیبہ (۲۴۶ھ) اسماعیل بن اسحاق القاضی (۲۸۲ھ) مالکی مسک کے تھے۔ امام نسائی کے استاد تھے، علامہ ہر دیکھتے تھے، علامہ بالتصریف یعنی سہل بن عبد اللہ ترمذی (۲۸۳ھ) ابو حنیفہ دینوری (۲۸۲ھ) ابوالعباس احمد بن یحییٰ ثعلب (۲۹۱ھ) اخفش اصفہر کے استاد تھے، ابراہیم بن مقتل بن مجلج (۲۹۵ھ) وغیرہ۔

چوتھی صدی کے نامور مفسرین

ابن جریر طبری (۳۱۰ھ) ابن المنذر (۳۱۶ھ) سلیمان بن الأشعث، ابو داؤد سجستانی (۳۱۶ھ) امام طحاوی (۳۲۱ھ) ابوالنصور الماتیدی (۳۳۳ھ) امام طبرانی (۳۲۵ھ) حافظ ابو محمد الاصہبانی، ابو اسحاق (۳۶۹ھ) امام ابوبکر الجصاص (۳۷۰ھ) ابوالفضل بن شاہین (۳۸۵ھ) نصر بن محمد ابواللیث سمرقندی (۳۹۳ھ) ان کی تفسیر کا تسک میں ترجمہ ہوا اس کی روایات کی تحریک قاسم بن قطلوبغا (۸۷۹ھ) نے کی ہے۔ خلف بن احمد بیہقی (۳۵۵ھ) نے دوسرے علماء کو ساتھ ملا کر سوجند ول میں ایک ضخیم تفسیر لکھی، احمد بن علی الباقانی (۴۱۱ھ) ابوعبید الکاشانی (۴۱۱ھ)

پانچویں صدی کے نامور مفسرین

محمد بن حسن بن ذرگ (۴۰۶ھ) احمد بن موسیٰ بن مروان (۴۱۰ھ) ابوالفتح احمد بن ابراہیم نیشاپوری الشیبلی (۴۲۷ھ) یحییٰ بن ابی طالب القیس القرطبی (۴۳۷ھ) امام بیہقی (۴۵۸ھ) علی بن احمد الواحشی (۴۶۸ھ) شہر بن طاہر الاسمرانی (۴۷۱ھ) عبد اللہ بن محمد الاصغفانی اہروی (۴۸۱ھ)

علی بن محمد بن حسین البرزوی (۲۸۲ھ) علی بن حسن نیشاپوری (۲۸۴ھ) محمد بن عبد الجبار السمعانی
المروزی (۲۸۹ھ) اور ناصر خسرو (۴۸۱ھ) نے فارسی میں ایک مستقل تفسیر لکھی۔
علامہ شریف رضی (۴۰۶ھ) نے مخالف التویل فی مشابہت التفریل اور تخمین البیان فی مجازات
القرآن لکھیں۔

تیسری صدی میں علامہ ابو یوسف (۵۱۱ھ) نے معالم التنزیل، ابن عربی مالکی (۵۴۳ھ) نے احکام
القرآن، شیخ ظہیر الدین نیشاپوری (۵۴۴ھ) نے البصائر اور امام فخر الدین رازی (۶۰۶ھ) نے تفسیر
کبیر لکھی۔ ابو جعفر محمد بن حسن الطبرسی (۵۶۱ھ) کی تفسیر مجمع البیان بھی اسی دور کی ہے۔ یثیہ مسک کے تھے۔
ساتویں صدی ہجری میں ابن جیمان اندلسی (۶۵۳ھ) نے البحر المحیط، علامہ قرطبی (۶۷۱ھ)
نے الجامع لاحکام القرآن اور علامہ نسفی (۷۱۱ھ) نے مدارک التنزیل لکھی۔ شیخ عبد العزیز بن احمد الدبیری
اشنافی (۶۹۳ھ) نے عربی نظم میں قرآن کریم کی تفسیر سارے تین ہزار اشعار میں لکھی۔ یہ استہامول
سے ۱۳۰۰ھ میں شائع ہو چکی ہے۔

آٹھویں صدی میں فن قرأت کے مشہور امام برہان الدین ابراہیم بن عمر الجھیری (۷۲۲ھ)
نے پورے قرآن کریم کے شان نزول کو ایک طویل قصیدہ میں قلم بند کیا اس کا نام تقریب الماسول
فی تزیین النزول ہے۔ علامہ سیوطی نے الاتقان میں اس کے بعض اشعار نقل کیے ہیں تفسیر ابن کثیر
(۷۷۳ھ) اپنی نوع کا بے نظیر تفسیر بھی، اسی جہد میں لکھی گئی۔ حافظ ابن قیم (۷۵۱ھ)

نویں صدی ہجری میں ہندوستان میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی ثم الدہلوی (۷۸۴ھ)
نے بحر مواج کے نام سے ایک تفسیر دو جلدوں میں فارسی میں لکھی۔ شیخ علاء الدین علی بن محمد شہروردی
(۸۷۵ھ) نے سلطان روم کے حکم سے فارسی میں ایک تفسیر لکھی۔ علامہ ناصر الدین قزوینی (۸۸۲ھ)
نے فتح الرحمن فی تفسیر القرآن عربی نظم میں لکھی۔ جلاستین بن علی الکاشانی (۹۰۶ھ) نے بھی تفسیر حسینی
(فارسی) اسی دور میں لکھی۔ یہ تفسیر محدثین دہلی کے ہاں خاصی مقبول رہی ہے۔

دسویں صدی میں علامہ جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ) نے قرآن کریم کی محدثین کے انداز میں
الدر المنثور کے نام سے ایک نہایت مبسوط تفسیر لکھی۔ علامہ جلال الدین سیوطی کی تفسیر کو مکمل کیا تفسیر عبد الباقی
ہے۔ امام سیوطی نے الاتقان فی علوم القرآن بھی لکھی۔ ایسی کتاب اب تک قرآن پر نہیں لکھی گئی۔ شیخ عبد الدین

الفزی الدمشقی (۱۹۸۵ء) نے نظم میں تفسیر قرآن لکھی۔ اس کی تکمیل پر جامع مسجد دمشق میں ایک بڑی مجلس کا اہتمام کیا گیا۔ مفتاح اللہ کاشانی (۱۹۸۸ء) نے تفسیر مہینج الصادقین لکھی۔ اس کا ایک اشتہار غلامتہ المنجج کے نام سے کسی دفتر شائع ہو چکا ہے۔ یہ آٹھ عشری عقائد کی تفسیریں ہیں۔

گیارہویں صدی میں قاضی نور اللہ خوسروی (۱۱۱۹ھ) نے تفسیر بیضاوی کا حاشیہ لکھا ہے شیخ زین الدین شیرازی نے تفسیر تفسیری فارسی میں لکھی شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۱۵۲ھ) نے تہذیب اللہادی علی التفسیر البیضاوی لکھی۔ شیخ محمد علی بن محمد علوان (۱۱۵۷ھ) نے ضیاء السبیل الی معالم التنزیل لکھی تید محمد بن حسین البہمنی (۱۱۶۷ھ) نے منتہی الکلام فی شرح آیات الاحکام لکھی۔ حضرت مولانا عبدالحق میراکوٹی (۱۱۶۷ھ) نے تفسیر بیضاوی کا حاشیہ لکھا۔ مولانا یعقوب بنانی (۱۱۹۰ھ) (یہ الحیز الجاری فی شرح طہ النجاشی کے مصنف ہیں) نے بھی بیضاوی کا ایک حاشیہ لکھا۔ مافہ مصام الدین (۱۱۹۵ھ) نے بھی بیضاوی کا ایک مفصل حاشیہ تحریر فرمایا۔ شیخ شہاب الدین الغفاجی (۱۱۷۰ھ) نے بیضاوی کا مفصل حاشیہ لکھا۔ لاجور کے شیخ منور الدین (۱۱۰۱ھ) نے الدر المنظومہ فی ترتیب الآی و سور القرآن الکریم لکھی۔ تفسیر سبوح مروج کا بھی فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا۔ مولانا سید محمد رضوی (۱۱۵۴ھ) نے بادشاہ جہانگیر کے حکم سے قرآن کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ شیخ نعمت اللہ فریدز پوری نے بھی قرآن کریم کا فارسی ترجمہ کیا۔ اور علامہ معین الدین کاشمیری (۱۱۸۵ھ) نے اد علی بن محمد دمشقی (۱۱۸۰ھ) نے بھی قرآن کریم کے فارسی تراجم لکھے۔

بارہویں صدی میں شیخ جمال الدین ولد کرن الدین (۱۱۲۴ھ) نے تفسیر مدارک، تفسیر بیضاوی اور تفسیر حسینی پر حاشیے لکھے۔ شیخ احمد فلاجیون (۱۱۲۰ھ) نے تفسیرات احمدیہ شیخ اسماعیل حقی (۱۱۲۷ھ) نے تفسیر روح البیان، سید عبدالغنی الناطقی الدمشقی (۱۱۴۲ھ) نے التخریر الجاوی فی شرح تفسیر البیضاوی لکھی۔ (ذخائر الموارث فی الدلائل علی مواضع الحدیث بھی آپ کی تالیف ہے) شیخ محمد ناصر الدین آبادی (۱۱۶۲ھ) نے تفسیر احکام القرآن لکھی۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۶ھ) نے الفوز الکبیر فی اصول التفسیر اور فتح الرحمن فارسی ترجمہ قرآن کریم لکھا۔ سلیمان بن عمر بن منصور الشافعی الازہری (۱۲۱۳ھ) نے تفسیر جلالین کا حاشیہ جمل لکھا۔ شیخ مخدوم عبداللہ سندھی نے تفسیر کاشمی سندھی زبان میں لکھی۔ بارہویں صدی میں اردو نے بھی ایک زبان کی شکل اختیار کی اور شاہ مراد اللہ انصاری سنبھلی (۱۱۸۴ھ) نے پہلا اردو ترجمہ کیا۔

تفسیر اور اصول تفسیر کے ان مباحث کے بعد اب ان علامتے ایمان اور مفسرین کلام کی خدمت
علیہ کا نہایت مختصر تعارف ہدیہ قارئین ہے جن کے تفسیری ذخائر کسی نہ کسی ہمت میں علوم قرآنی کے بہ
مخلص طالب علم کے لیے بجا طور پر مفید ہیں۔ ان تفسیروں کے مطالعہ سے تفسیر کا کوئی عالم مستغنی نہیں
① وہ تفسیر جن کا مطالعہ ترکیب کلام ادب و عربیت اور نحوی مباحث کے لحاظ سے بہت سہل
ہے۔

① تفسیر جلالین

علامہ جلال الدین محلی اور علامہ جلال الدین سیوطی نے پندرہ پندرہ پاروں کی یہ تفسیر لکھی ہے۔

② انوار التنزیل معروف بہ تفسیر بیضاوی

قاضی ناصر الدین ابوسعید محمد بن عمر بیضاوی (۷۸۱ھ) صحابی اور بیان کے بھی امام ہیں۔

③ تفسیر کشاف

جدار اللہ محمد بن عمر زحرفی (۸۱۵ھ) مفسر کے نظریہ اقتضال کی تردید اس کے حاشیہ نقضات
سے ہو جاتی ہے علامہ زحرفی عربیت اور لغت کے بھی امام ہیں۔

④ مدارک التنزیل

علامہ نسفی (۷۰۱ھ) عقائد کے باب میں بڑی معتد تفسیر ہے۔

⑤ المفردات

علامہ راغب اصفہانی (۵۰۲ھ) لغات القرآن پر اس سے بڑھ کر کوئی معتد اور مستند
کتاب نہیں مصنف کی ایک کتاب تفصیل النشأتین بھی ہے۔

④ تفسیر ابوالسعود

قرآن کریم کی غریب ترکیبات میں بہت ہی مفید ہے۔
 ④ وہ تفاسیر جن کا مطالعہ فقہی مسائل اور استخراج احکام کے سلسلے میں بہت مفید ہے۔

① احکام القرآن

امام ابو بکر احمد بن علی جصاص رازی (۲۴۰ھ) تین جلدوں میں ہے۔ مسائل کے ساتھ دلائل بھی دیئے گئے ہیں۔ حنفیہ کلام میں بہت معتد ہے۔

② احکام القرآن

علامہ ابو بکر بن محمد بن العربی المالکی الاندلسی (۵۷۳ھ) دو جلدوں میں ہے۔ بہت بلند پایہ کتاب ہے۔ ائمہ اربعہ کے مسائل متحمل ہیں۔

③ تفسیر استیاحمدیہ

مولانا احمد المعروف بہ تلامیون استاد عالمگیر تالیف (۱۰۷۵ھ) یہی نمبر اصول کی کتاب ہے۔ الانوار کے مصنف ہیں۔

④ تفسیر منظرہری

حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی (۱۲۲۵ھ) اپنے وقت کے امام ہیں۔

⑤ احکام القرآن

باہتمام حکیم الامتہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی۔ اسے مولانا ظفر احمد عثمانی، مفتی محمد شفیع عثمانی، مولانا محمد الہدیٰ کاندھلوی، مفتی جمیل احمد تھانوی اور مفتی عبد الشکور ترمذی نے منزل بہ منزل لکھا ہے۔

③ وہ تفاسیر جن کا روایتی پہلو بہت ممتاز ہے ان کے مصنف محدثین کے طرز پر جلتے ہیں۔

① تفسیر ابن جریر طبری (۵۲۱۰ھ)

یہ بہت مبسوط اور مفصل تفسیر ہے لغت اور ادبیت پر بھی تحقیقی نظر ہے۔

② معالم التنزیل

محمی المصنف حسین بن مسعود لغوی شافعی (۵۱۶ھ) مشہور محدث گذرے ہیں ان کی یہ تفسیر آٹھ جلدوں میں ابن کثیر کے حاشیہ پر طبع ہے۔

③ بحر محیط

اشرف الدین ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن جیمان اندلسی (۶۵۴ھ) محدثانہ طرز پر جلتے ہوئے غلط روایات کی خوب تردید کرتے ہیں ادیب اور تکلم بھی ہیں۔

④ تفسیر جامع الاحکام القرآن للقرطبی (۶۱۱ھ)

⑤ تفسیر ابن کثیر

حافظ عماد الدین ابن کثیر دمشقی (۷۴۴ھ) اسی مصنف نے البدایہ والنہایہ تاریخ کی مشہور ترین کتاب بھی لکھی ہے۔

⑥ تفسیر منظرہری

قاضی ثناء اللہ محدث پانی پتی روایت و درایت کا جامع اہتمام ہیں۔ (۱۲۲۵ھ)

⑦ تفسیر فتح القدر (قاضی شوکانی) (۱۲۵۰ھ)

ان تفاسیر کی حدیثی روایات مستند میں تاہم مسائل مختلف فیہ میں جرح و تعدیل اور اصل کتابوں کی طرف لوٹنا چاہیے۔

④ وہ تفاسیر جو ایک موضوع پر نہیں کئی کئی موضوعات پر حاوی ہیں اور جامع ضخیم تفسیری ذخائر پر مشتمل ہیں۔

① تفسیر ابن جریر

② تفسیر بحر محیط

③ تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی (۵۳۶ھ)

④ تفسیر قرطبی (الجامع لاحکام القرآن)

⑤ روح المعانی علامہ شہاب الدین محمد انور علی (۱۲۹۱ھ) کی بے نظیر تفسیر اپنی روایتی فہمی اور اور کلامی ہر اعتبار سے ایک عظیم جامع تفسیری ذخیرہ ہے۔

⑤ اردو تفاسیر

① تفسیر موضوع القرآن

حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کی یہ ضخیم قرآنی خدمت مابعد کی تمام اردو تفسیروں کی اصل ہے اپنے اشعار اور گہرائی میں اپنی مثال آپ ہے۔ ۱۳۳۰ھ

② تفسیر مواہب القرآن

حضرت مولانا امیر علی صاحب جنہوں نے ہدایہ اور فتاویٰ عالمگیری کے ترجمے کیے ہیں یہ ان کی تالیف ہے۔ زیادہ تر امین جریر اور ابن کثیر کے تراجم پر مشتمل ہے۔ ۱۳۳۷ھ

③ تفسیر فتح المنان

یہ تفسیر ترقی کے نام سے معروف ہے آٹھ جلدوں میں ہے مذاہب باطلہ خاص طور پر آریوں اور عیسائیوں کے عقائد و افکار کا تجزیہ کیا ہے۔ اس کے مصنف حضرت علامہ ابو عبدالحی دہلوی ہیں جو اپنے زمانہ کے مشہور محقق ہیں۔ ۱۳۳۵ھ

④ تفسیر الاکیر انظم تقاضی احتشام الدین مراد آبادی (۱۳۱۳ھ) نو جلدوں میں لکھی۔

ہندوستان میں تیرہویں صدی میں اردو ایک باقاعدہ زبان بن چکی تھی اس میں متعدد تراجم قرآن اور کیے گئے۔ تاہم علوم کے لیے ابھی تک عربی اور فارسی ہی تھی۔ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی (۱۲۱۵ھ) نے عربی میں تفسیر مظہری لکھی اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۱۲۳۹ھ) نے تفسیر فتح العزیز فارسی میں لکھی۔ انہیں کہ اس تفسیر کا بہت ساحسہ اس وقت کے سیاسی انقلاب میں ضائع ہو گیا۔ شیخ محمد بن عبدالوہب (۱۲۰۲ھ) نے بھی ایک تفسیر لکھی اور حکیم شریف الدین خاں (دہلوی ۱۲۲۳ھ) نے بھی فارسی میں تفسیر قرآن لکھی۔ علامہ احمد بن محمد الصادق الماکھی (۱۲۲۱ھ) نے تفسیر جلالین کا ایک حاشیہ لکھا۔ قاضی محمد علی شوکانی زیدی (۱۲۵۰ھ) کی تفسیر فتح القدر بھی اسی دور کی تالیف ہے۔ پھر اسی صدی میں علامہ ابوالثناء شہید الدین محمود آلوسی (۱۲۷۰ھ) کی تفسیر روح المعانی لکھی گئی جو عالمی سطح پر علم تفسیر کا ایک شاہکار ہے جس کی سطح پر علوم کے سارے حیشے اچھل رہے ہیں۔ محمد تقی کرمانی السقب مظہری شاہ (۱۲۱۵ھ) نے بحر الاسراء فارسی میں لکھی۔

ذاب صدیق حسن (۱۲۰۷ھ) نے تفسیر فتح البیان لکھی جو ہر سے دس جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ مولوی محمد حسن بن کرامت علی اسروہوی (۱۲۲۳ھ) نے فارسی میں تفسیر معالم الاسرار لکھی۔ سید قطب شہید (۱۲۸۵ھ) نے فی ظلال القرآن عربی میں لکھی۔ محمد امین بن مختار اشعری (۱۲۹۳ھ) نے انوار البیان اس جلدوں میں لکھی۔ شیخ طنطاوی تبریزی (۱۲۵۸ھ) کی تفسیر جو اسر القرآن شیخ محمد مصطفیٰ المرادی (۱۲۶۲ھ) کی تفسیر مرآئی اور مفتی محمد عبدکافی تفسیر المنار (جو صرف بارہ پاروں کی ہے) بھی اہم تفسیریں ہیں۔ تیرہویں اور چودھویں صدی میں ہندوستان میں تفسیر پر جو کام ہوا وہ زیادہ اردو میں ہے۔ تفسیر کے طلبہ کے لیے ہم یہاں بعض تفسیروں کے نام لکھے دیتے ہیں تا ضرورت کے وقت وہ انہیں دیکھ سکیں۔

تیرہویں صدی میں اردو میں تفسیر قرآن کی محنت

- ① شاہ عبدالقادر محدث دہلوی (۱۲۳۰ھ) نے تفسیر موضح القرآن لکھی اور قرآن کریم کا ہمارا وہ اردو ترجمہ کیا۔
- ② شاہ رفیع الدین (۱۲۳۳ھ) نے قرآن کریم کا لفظی ترجمہ کیا اور انفاظ کی پوری رعایت کی ہے۔

- ② تاحسی سید نورالحق (۱۲۲۳ھ) نے نواب فیض اللہ خاں کی فرمائش پر ترجمہ کیا اور تفسیر لکھی۔
- ③ شاہ رؤف احمد رامپوری (۱۲۵۳ھ) خلیفہ شاہ غلام علی نے تفسیر رد فی لکھی۔
- ⑤ سید ظہیر الدین بگلرامی (۱۲۹۰ھ) نے قرآن کریم پر ایک تفسیری حاشیہ لکھا۔
- ⑥ نواب قطب الدین (۱۲۸۹ھ) صاحب مظاہر حق نے اردو میں جامع التفسیر چار جلدوں میں لکھی یہ بمبئی کے حیدری پریس سے شائع ہوئی۔
- ④ مولانا کرامت علی جوہری (۱۲۹۰ھ) کے اردو ترجمے کا نام کوکب درہی ہے۔
- ⑧ سید علی مجتہد بن سید ذلدار علی (۲۰) نے تفسیر مجیدی فی تنبیح کلام اللہ لکھی۔
- ⑨ سید محمد علی رئیس سوئی پت (۱۳۳۳ھ) نے تفسیر عمدۃ البیان لکھی۔
- ⑩ نواب عبدالحق حسن خاں (۱۳۰۷ھ) نے ترجمان القرآن لطائف البیان چار جلدوں میں لکھی۔

چودھویں صدی میں اردو میں تفسیر قرآن کی محنت

- ① مولانا عبدالریم (۱۳۱۱ھ) نے اعلم التفسیر سات جلدوں میں لکھی۔
- ② مولانا فیروز دین ڈسکوی (۱۳۱۲ھ) ترجمہ اور حواشی ۱۲۲۲ صفحات میں لکھے۔
- ③ ڈاکٹر عبدالمکیم بیٹالوی نے ۱۳۱۸ھ میں تفسیر القرآن بالقرآن لکھی۔
- ④ مولانا فتح محمد جالندھری نے اپنے ترجمہ قرآن پر تفسیر فہرہ پربت لکھی۔
- ⑤ تفسیر وحیدی مع ترجمہ ۱۳۲۳ھ میں لکھی گئی۔
- ⑥ مولوی حمید الدین میرٹھی (۱۳۲۱ھ) نے حدیث التفسیر ۶۷۲ صفحات میں لکھی۔
- ④ مولوی عبدالمقصد بدایونی (۲۰) نے تفسیر حاشیہ آگرہ کے اردو پریس سے شائع کیا ہے۔ مؤلف نے ترجمہ مولوی عبدالقادر کالیابہ۔
- ⑧ تفسیر فتح المنان المعروفہ بتقدیر ستانی۔ از مولانا ابو محمد عبدالحق دہلوی (۱۳۳۵ھ)
- ⑨ تفسیر بیان القرآن

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی یہ عظیم دینی خدمت بار بار زیر طبع سے آراستہ ہو چکی ہے تحقیق
جامعیت اور قرآن کی ترجمانی میں اپنی مثال آپ ہے۔ تفسیری تفصیلات سے بچتے ہوئے نفس قرآن کی بیان
مصنف کا موضوع و مقصد ہے۔ اور بیان القرآن میں اس کا نام ہے۔ (مرحوم ۱۳۲۲ھ)

⑩ تفسیر فرائد القرآن علامہ شبیر احمد عثمانیؒ
شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ کے ترجمہ قرآن پر نہایت تحقیقی اور فاضلانہ حاشیہ ہے
جس میں مصنف نے سمندروں کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔

⑪ تفسیر معارف القرآن
حضرت مولانا علامہ محمد ادریس کاندھلویؒ شیخ الحدیث و التفسیر علامہ اشرفی لاہورہ اس کی پانچ
جلدیں سورت تک مصنف علامہ کے قلم حقیقت رقم سے ہیں۔ آپ کے صاحبزادے مولانا محمد مالک
نے مکمل کی ہے

⑫ تفسیر معارف القرآن ۱۳۹۹ھ
حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی عثمانیؒ آٹھ ضخیم جلدوں میں ہے۔ بار بار پچھ چکی ہے
تفسیر عابدی

⑬ مولانا عبدالمعجد دریا آدی کا یہ حاشیہ قرآن بہت ہی تحقیقات معینہ پر مشتمل ہے مغربی مصنفین
کے سوالات اور یورپین محققین کے جوابات اس تفسیر کے امتیازی ابواب ہیں۔ ۱۳۹۸ھ
تفسیر ثنائی

⑭ حضرت مولانا ثناء اللہ مرحوم کی یہ تفسیر سات جلدوں پر مشتمل ہے آریوں اور عیسائیوں کے
مقابلے میں بہت سی عینہ بخشیں اس میں ملتی ہیں۔ مصنف الحدیث (یا اصطلاح جدید) مسک کے ہیں
تفسیر ترجمان القرآن

⑮ مولانا ابوالکلام آزادؒ ادبی اور تاریخی پہلو میں بہت ممتاز ہے اور نگر و شعور کو بیدار کرتی ہے
بعض مقامات جمہور علماء کے نزدیک محل کلام ہیں ۱۳۶۷ھ

⑯ تفسیر مواہب الرحمن۔ مولانا محمد امیر علی
اور وہیں یہ سب سے بڑا تفسیری ذخیرہ ہے۔

یہ تفسیریں بھی اسی زور سے ہیں۔

① تفسیر القرآن سرتیدا احمد خاں

سورۃ بنی اسرائیل تک چھ جلدیں شائع ہیں۔ یہ تفسیر مکمل نہ ہوئی تھی کہ مصنف کا انتقال ہو گیا۔ مولانا حالی اس تفسیر کی تعریف کرنے کے باوجود لکھتے ہیں کہ ”سرتید نے اس تفسیر میں جا بجا محسوس کریں کھائی ہیں“ (حیات جاوید صفحہ اول ص ۱۸۴ ہجری)

② تفسیر سرسوی مولوی سرد شاہ (قادریانی) طبع ۱۹۱۲ء

③ ترجمہ عبد اللہ بیک الاولیٰ مع تفسیر کی نوٹ طبع ۱۳۲۶ھ سٹیٹ پریس لاہور

④ تفسیر بیان لغاس از نواب احمد الدین مرتضیٰ سات جلدوں میں ہے۔

⑤ سید شریف حسین حیدری ترجمہ تفسیر امامیہ کتب خانہ سیٹی

⑥ عام فہم تفسیر قرآن خواجہ حسن نظامی ۱۹۵۳ء میں شائع ہوا۔

⑦ تفسیر بیان القرآن مولوی محمد علی لاہوری پیر و مرزا غلام احمد قادریانی

⑧ تفسیر صغیر و ترجمہ قرآن مرزا اشرف الدین محمود قادریانی

⑨ تفسیر معارف القرآن غلام احمد پرویز

یہاں تک ہم نے بلا امتیاز و تمیز تمام ایسی کتابیں کا ذکر کیا ہے جو قرآن پاک پر ترجمہ یا تفسیر کی صورت میں مختلف اہل خیال لوگوں نے لکھیں۔ نامناسب نہ ہو گا کہ ہم یہاں شیعہ تفسیر کا علیحدہ بھی ذکر کریں تاکہ شیعہ طلبہ اپنا مسک معلوم کرنے میں کسی پریشانی کا شکار نہ ہوں۔ ہم پہلے ان کی ان تفسیر کا ذکر کریں گے جو عربی یا فارسی میں ہیں۔ انزل علیہ ان کی اردو تفسیر کا بھی کچھ ذکر کیا جائے گا۔

- ① تفسیر امام حسن عسکری
مقتضب آیات پر مختصر تفسیری کلام ہے۔ اہل سنت اسے حضرت امام کی تصنیف تسلیم نہیں کرتے
یہ تفسیر تفسیر قمی کے حاشیہ پر شائع ہوئی ہے۔
- ② تفسیر علامہ ذریت کوئی
ذرات علامہ رحمی کے دو واسطوں سے استاد ہیں تفسیر ذرات قدیمی تفسیر ہے۔
تفسیر علامہ علی بن ابراہیم قمی۔
- ③ مصنف علامہ کلینی کے اساتذہ کے طبقہ میں شمار ہوتے ہیں۔
تفسیر مجمع البیان
- ④ علامہ ابوعلی طبرسی چھٹی صدی کے مقتدر عالم ہیں یہ تفسیر دس جلدوں میں ہے
تفسیر تہذیب الصحاح
- ⑤ اس مبسوط تفسیر کا اختصار خلاصۃ التہذیب کے نام سے ترکی حاشیہ کی صورت میں بھی چھپا ہے۔
تفسیر صفائی
- ⑥ گیارہویں صدی کے مقتدر عالم تلافیض کاشانی (۱۱۱۲ھ) کی تالیف ہے۔
تفسیر نور الثقلین
- ⑦ عراق اور ایران میں بڑے اہتمام کی نظر سے دیکھی جاتی ہے۔ اعادیش کا بڑا ذخیرہ ہے۔
تفسیر لوامع التنزیل
- ⑧ یہ ضخیم تفسیر فارسی میں ہے ہندوستان اور پاکستان میں رائج ہے۔
شریف رضی (۱۲۰۶ھ) کی تفسیر حقائق التاویل
- ⑨ ابوسلم محمد بن علی بن ابی جعفر الطوسی (۲۶۰ھ) کی تفسیر ثبیان۔
- ⑩ بکر فضل (۲۴۰ھ) صاحب لطائف التفسیر فارسی میں ہے۔
- ⑪ تفسیر عباسی سردار محمد عباس خاں کابلی ۱۲۲۲ھ (فارسی میں ہے۔

شیعہ اُردو تفاسیر

① تفسیر عمدۃ الایمان

علامہ سید عمار علی کی یہ اُردو تفسیر سب سے پندرہ پندرہ پاروں کی دو جلدوں میں شائع ہوئی تھی اب یہ پھر دس دس پاروں کی تین جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔

② تفسیر الامتبول دہلوی

قرآن کے حاشیہ پر الامتبول دہلوی نے قرآن کے متعلق شیعہ نقطہ نظر کو بہت نمایاں کیا ہے۔ اس سے شیعہ سنتی اختلافات بہت بڑھے ہیں۔ اس کا ضمیمہ بھی ایک مبسوط کتاب ہے اسے خلاف قانون قرار دیا گیا ہے۔

قرآن پاک کے فارسی تراجم و تفاسیر

① تفسیر ابن جریر (۷۴۱۰ء) کا منصور بن نوح سامانی (۷۴۵۰ء) نے عمار کی ایک جماعت سے ہر کا فارسی میں ترجمہ کرایا۔

② ناصر خسرو (۱۰۴۸ء) نے قرآن کریم کی ایک مستقل فارسی تفسیر لکھی۔

③ شیخ ظہیر الدین نیشاپوری (۱۰۵۷ء) نے البصائر کے نام سے فارسی میں ایک تفسیر لکھی۔

④ قاضی شہاب الدین دولت آبادی (۱۸۴۰ء) بحر مروج فارسی میں دو جلدوں میں لکھی۔

⑤ شیخ ملاؤ الدین علی بن محمد شاہرودی (۱۸۷۵ء) نے سلطان روم کے حکم سے فارسی میں تفسیر لکھی۔

⑥ لاسین بن علی الکاشفی (۱۹۰۶ء) نے تفسیر حسینی لکھی۔ یہ تفسیر ہندوستان میں بھی کافی مقبول رہی ہے۔

⑦ مولانا سید محمد رضوی (۱۰۵۴ء) نے بادشاہ جہانگیر کے حکم سے قرآن کا فارسی ترجمہ کیا۔

اور تفسیری نوٹ لکھے۔

⑧ شیخ نعمت اللہ فرخزاد پوری (۱۰۷۲ء) نے فارسی میں ترجمہ قرآن کیا اور علامہ معین الدین کشمیری

(۱۰۸۵ء) نے اس پر تفسیر لکھی۔

- ① شیخ محمد بن جعفر کمرانی (۱۱۱۱ھ) نے ائمہ اہلبیت کی روایت سے قرآن کی ایک فارسی تفسیر لکھی۔
- ② شیخ عبد الوہد بن کمال الدین (۱۲۰۰ھ) نے بھی فارسی میں ایک تفسیر لکھی۔
- ③ علی بن دمشق (۱۲۰۰ھ) نے فارسی میں ترجمہ کیا اور منعم خان (۱۲۰۱ھ) نے اس پر تفسیر لکھی۔
- ④ ملا محمد سید (۱۲۰۸ھ) نے بھی قرآن پاک کا فارسی ترجمہ کیا اور مرغینوں کے لیے اس کا نام معانیخ البرکات رکھا۔
- ⑤ مولانا محمد تقی کرمانی السلقب مظفر علی شاہ (۱۲۱۵ھ) نے فارسی میں تفسیر لکھی۔
- ⑥ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (۱۲۲۹ھ) نے تفسیر فتح العزیز فارسی میں لکھی۔ ایشیوں کہ اس کا بہت سا حصہ وقت کے سیاسی انقلابات میں ضائع ہو گیا۔
- ⑦ مولانا محمد سعید دہلوی (۱۲۴۲ھ) نے چار جلدوں میں فارسی میں تفسیر لکھی۔
- ⑧ مولانا محمد حسن بن کرامت علی اردوبی (۱۳۲۲ھ) نے معلم الاسرار کے نام سے فارسی میں ایک تفسیر لکھی۔
- ⑨ تفسیر نور انشالین چہ جلدوں میں ایران سے شائع ہوئی ہے۔
- ⑩ تفسیر لوامع التنزیل ضخیم فارسی تفسیر ہے۔
- ⑪ حکومت افغانستان کے حکم سے شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کی اردو تفسیر کا فارسی میں ترجمہ کیا گیا۔ یہ فارسی تفسیر تین جلدوں میں حکومت کے انتظام سے شائع کی گئی ہے۔
- ⑫ تفسیر زاہدی
- صنعت پانچویں صدی کے ہیں۔ ابھی تک یہ تفسیر چھپ نہیں پائی۔ کراچی میں جامعہ آئن العلوم میں اس کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے۔

قرآن کریم کے منظوم تراجم و تفاسیر

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد .

نظم اظہار خیال کا ایک دلآویز پیرایہ بیان ہے اس میں صرف خیالات نہیں واقعات نہیں جذبات بھی برتتے ہیں۔ مسلمانوں نے قرآن کریم سے صرف عقائد و نظریات اور احکام و واقعات تک واسطہ نہیں رکھا قرآن کریم کو اپنے جذبات میں بھی جگہ دی ہے اور عقائد و عملیات کا سادہ سنبھلے احساسات لطیفہ پر بھی رکھا ہے۔ مسلمانوں کا یہ جذبہ جب عروج کو پہنچتا ہے تو مومن نماز میں محسوس کرنے لگتا ہے کہ گویا وہ خدا کو دیکھ رہا ہے اور یہ نہ ہو تو اس کا کم از کم یہ درجہ ضرور ہوتا ہے کہ خدا اسے فکیر رکھ رہا ہے یہ بھی نہ ہو تو مسلمان کے اسلام میں کیا حس رہا۔ اسی جذبہ احسان سے اسلام کا ڈر آتا ہے اور اسے ہی احسان کہتے ہیں۔

تاریخ میں مومنین کے ان جذبات کی تصویر کبھی یوں بھی دکھائی دی کہ مسلمانوں نے تاریخ کے مختلف موزوں پر قرآن کریم کو منظوم ترجمہ و تفسیر میں اتارا ہے آج کی اس مجلس میں ہم ایسے چند نظم نگاروں کا تذکرہ کرتے ہیں جو قرآن کریم کو اسس جذباتی انداز سے دل سے لگانے ہوئے تھے یہ حضرت حقیقت میں قرآن کو دل دینے ہوئے تھے۔

ع خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

① مصر صدیوں سے اسلامی علوم کا گہوارہ چوڑا رہا ہے اس میں ساتویں صدی میں ایک شافعی المذہب عالم شیخ عبد العزیز بن احمد المیری (۵۶۴ھ) نے سادھے تین ہزار اشعار میں قرآن کریم کی تفسیر لکھی یہ تفسیر استنبول سے ۱۲۰۰ھ میں شائع ہوئی۔

② پیراگلی صدی میں فن قرأت کے مشہور امام علامہ بُرہان الدین ابراہیم بن عمر الجبیری (۵۷۳ھ) نے قرآن کریم کی ترتیب نزول کو ایک طویل قصیدہ میں قلم بند کیا ہے اس کا نام "تقریب الماسول فی ترتیب النزول" ہے اس کے بعض منتخب اشعار تفسیر القلان میں بھی ملتے ہیں۔

③ پیراگلی صدی میں علامہ ناصر الدین قرماں (۵۸۸ھ) نے فتح الرحمن فی تفسیر القرآن منظوم لکھی

۴) پھر انکی صدی میں شیخ بدرالدین محمد بن رضی الدین الغزالی دمشقی (۹۸۵ء) نے ایک منظوم تفسیر لکھی۔ اس کی تکمیل پر جامع مسجد اموی (دمشق) میں ایک بڑی مجلس تنقید کا اہتمام کیا گیا اور اس میں مصنف مرحوم کی بہت زیادہ قدر افزائی کی گئی۔

آئیے اب ہم آپ کو گیارہویں صدی میں لے چلیں :-

۵) شاہ غلام مرتضیٰ بن شاہ محمد تیمور اللہ آبادی نے (۷۹۴ھ) میں پورے قرآن کا فارسی ترجمہ کیا۔

۶) پھر مولوی ولی اللہ بن مفتی سید احمد علی الحسینی (۱۲۲۹ھ) نے فارسی نظم میں قرآن کریم کی

تفسیر لکھی۔

۷) قاضی عبدالسلام بدایونی (۷۵۷ھ) نے دو لاکھ اشعار میں اردو نظم میں تفسیر لکھی۔

۸) ڈاکٹر عبدالخالق مجبھی و انجم ٹنڈو لندن منظوم ترجمہ قرآن (اردو میں) روزنامہ جنگ لندن

میں ہفتہ وار شائع ہو رہا ہے۔

۹) ابو زہرہ نے العین فی غریب القرآن نظم کی۔ یہ ابو حیان اندلسی کی کتاب تحافی الاریب

بمافی القرآن من الغریب کا پیرایہ نظم ہے۔ اہل علم میں اس کی بہت قدر دانی رہی ہے۔

علاقائی زبانوں میں تفسیر قرآن

۱۰) حافظ محمد باریک اللہ کھوی نے (۱۳۱۱ھ) نے تفسیر محمدی پنجابی نظم میں سات جلدوں میں لکھی۔

۱۱) حافظ محمد ادریس خاں (۱۳۵۸ھ) نے پشتو میں تفسیر کشاف لکھی۔

۱۲) حضرت مولانا تاج محمد اہروٹی (۱۳۲۸ھ) نے قرآن مجید کو سندھی میں ترجمہ کیا۔

۱۳) تفسیر منظرہ کی کانگکو میں ترجمہ کیا گیا ہے۔

ونزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنين ولا يزيد الظالمين إلا خساراً

علاج بالقرآن

دائرة علماء خالدة محمود دار كبر اسلام كليبى ناچيشر



الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى - اما بعد

یہ صحیح ہے کہ کتابیں علم کا خزانہ ہوتی ہیں اور انکا مقصد انسان کی علمی رہنمائی ہوتا ہے۔ قرآن کریم بھی بطور ایک کتب کے اپنا ایک مقصد رکھتی ہے یہ اللہ کی کتب ہے اور اس سے ڈر رکھنے والوں کیلئے ایک راہ عمل ہے۔ قرآن کریم میں اسکا تعارف ہدی للمتقین الذین یومنون بالغیب سے کرایا گیا ہے لیکن اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ قرآن پاک عجیب شان اعجاز کا حامل ہے۔ اسکا معجزہ ہونا صرف اسی جت سے نہیں کہ کوئی انسان ایسی کتب نہیں لکھ سکتا بلکہ اسکے اعجاز کی اور بھی متعدد وجوہ ہیں۔

(۱) اسکی ابدی حفاظت موجود ہے اور اسکی یہ شان اب تک اپنے اور ہر غیر کے سامنے ہے

(۲) اس سے دلوں پر سکون اترتا ہے اور یہ اسکی علمی رہنمائی کی علاوہ اسکی شان ہے اسے جتنی دفعہ پڑھا جائے طبیعت آسانی نہیں ہر بار یہ ایک نازہ کلام معلوم ہوتا ہے (۳) اسکے کلمات صرف اسکے مطالب میں نہیں اسکے قوالب بھی اپنے میں وہ شان رکھتے ہیں کہ اسکا سحر سے بجز ترجمہ اس شان کا تحمل نہیں ہو سکتا اسی لئے اسکے ترجمہ کو ترجمہ قرآن کہتے ہیں قرآن نہیں کہتے۔ قرآن وہی ہے جو عربی مبین میں ہے کسی کو اسکا ترجمہ آئے یا نہ آئے وہ عبوت میں اسے عربی میں ہی پڑھے گا اور اسی راہ سے اسکی اللہ کی حضور حاضری ہوگی

اس میں ایک ایسا خفی علم بھی ہے جو اسکے الفاظ میں نہایت باریک پیرائے میں لپٹا ہے۔ چونکہ یہ خدائی کلام ہے بندہ جب اسے اس جت سے پڑھتا ہے تو اسکے الفاظ خدائی کلام کی صورت میں اثر دکھاتے ہیں۔ خدائی کلام سے تسخیر اور تاثیر کینیٹیں ظاہر ہوتی ہے۔ دونوں خدائی فعل ہیں جو پڑھنے والے کی زبان سے متصل صلور ہوتے ہیں اور

اپنا اثر دکھاتے ہیں۔ مندرجہ ذیل صورت عمل سامنے رکھئے اور یقین کیجئے کہ علم کتب کی دستیں اعلیٰ انسانی میں نہیں آسکتیں

زمین سمٹی ہے یا زمانہ سمٹتا ہے؟

حضرت سلیمان علیہ السلام نے چاہا کہ ملکہ سبا کا تخت آٹھنا اسکے سامنے آجائے ایسا بھی ہو سکتا تھا کہ یا زمین سمٹ جائے اور وہ تخت بالکل قریب آجائے اور یہاں کے لوگ اسے اٹھا کر حضرت سلیمان کے سامنے رکھ دیں۔ اور یا زمانہ سمٹ جائے کہ وہاں سے تخت آنے میں گو کئی ماہ لگ جائیں لیکن اس دوران زمین کی حرکت کو روک لیا جائے۔ ظاہر ہے کہ نہ زمین سمٹی ہے نہ نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ تخت آنکھ جھپکنے میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے تھا۔ وہ تخت کیسے آیا؟ یہ ایک ایسا معجزی علم ہے جو نہ ماہہ پرستوں کے پاس ہے نہ خائنوں کے پاس اور نہ قانون دانوں کے یہاں اسکی رسائی ہے۔ یہ علم کتب کا کوئی ایسا پیرا ہے جس کے پڑھنے ہی اللہ تعالیٰ اپنا علم صاف کر دیتا ہے اور جس کی شان کن کنکریل بحر میں جہاں بھونتا ہے اسکے کلام کی تاثیر سے تخت بقیس سلیمان کے پاس آجاتا ہے یہ جو ہوا خدائی فعل سے ہوا اور اسکا فعل خود اسکے کلام کا اثر تھا

قرآن علم کتب کے ساتھ اس قسم کے اور شرفات کی بھی تصدیق کرتا ہے اور مسلمانوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ علم کتب کی ان تاثیرات پر یقین رکھیں۔ جن تو ایسے کلام خدا کی دی ہوئی قوت سے بذریعہ پرواز بھی کر سکتے ہیں لیکن انسان جو علم کتب پاجائے لوگوں کو وہ خدا کی قدرت سامنے دکھاتا ہے۔ قرآن میں ہے

قال عفريت من الجن انا اتيك به قبل ان تقوم من مقامك واتى عليه لقوى عزيز (پ ۱۹ النمل ۳۹)

(ترجمہ) جنوں میں سے ایک دیو کہنے لگا میں وہ لائے رہتا ہوں تجھے پہنچا اسکے کہ تو اپنے مقام سے اٹھے اور میں پیچک ہوں اس پر زور آور اور لاتعداد

قال الذی عنده علم من الکتاب انا اتیک به قبل ان یرتد الیک طرفک

فلما راه مستقرا عنده قال هذا من فضل ربي (آیت نمبر ۴۰)
 (ترجمہ) وہ شخص یوں جس کے پاس کتاب کا ایک علم تھا میں وہ لائے دیتا ہوں تجھے پھر
 اسکے کہ پھر آئے تمہاری طرف تمہاری آنکھ پھر جب دیکھا اسکو دھرا ہوا اس کے پاس
 تو کہا یہ میرے رب کا فضل ہے میرے جاننے کو کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری

قرآن کا اثر شفاء

علم من الکتاب کے اس اثر کے ساتھ قرآن کے اثر شفاء پر بھی غور فرمائیں۔ قرآن
 بیشک کتب ہدایت ہے اللہ سے ڈرنے والوں کیلئے اور یہ ایک علمی رہنمائی ہے۔
 لیکن اسکے ساتھ ساتھ یہ رحمت بھی ہے اور اس میں شفاء بھی ہے اور شفا کی بھی
 روحانی بیماریوں سے تخصیص نہیں۔ قرآن کریم اسے جامع پورائے میں شفاء کتا ہے اور
 یہ ہر پیمانہ شفاء (روحانی ہو یا جسمانی) کا اعلان ہے

وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمه للمؤمنین ولا یزید الظالمین الا
 خسارا (پ ۱۵ بنی اسرائیل)

(ترجمہ) اور ہم اتارتے ہیں قرآن میں جس سے روگ (بیماری) دفع ہوں اور وہ رحمت
 ہے مومنین کیلئے اور گناہگاروں کو تو اس سے نقصان ہی بڑھتا ہے
 شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

دلوں سے عقائد باللہ اطلاق ذمہ اور شکوک و شبہات کے روگ مٹ کر صحت باطنی حاصل
 ہوتی ہے بلکہ بسا اوقات انکی مبارک تاثیر سے بدنی صحت بھی حاصل کی جاتی ہے جیسا کہ
 روح اللطیف اور زلو العلو وغیرہ میں اسکا فلسفہ اور تجزیہ بیان کیا گیا ہے (فوائد القرآن ص ۶۷)

بشارت شفاء سے صحابہ نے کیا سمجھا؟

صحابہ کرام نے قرآن کریم کی اس شفاء کی بشارت سے کیا سمجھا؟ حضرت ابوسعید

الدربج کے سامنے سناپ کے ڈسنے کا ایک کیس آیا آپ نے سورہ فاتحہ پڑھ کر اس پر پھونکی اسے صحت ہو گئی بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ واقعہ لایا گیا آپ نے بھی اسکی تصویب فرمائی (دیکھئے صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۳۹) نیز صحابہ کرام سناپ چھو یا اس طرح کے جانور کے کاٹے ہوئے غصص پر اسی طرح بھونوں اور مرگی والے پر یہ سورت پڑھ کر دم کرتے تھے تو مریض تندرست ہو جاتا تھا (تفسیر حقلی ج ۲ ص ۵۲)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام قرآن کو ہدنی اعتبار سے بھی ایک نسخہ شفاء سمجھتے تھے اور قرآن پاک سے بھی علم کتب کی ایک نہایت دور رس خلقی تاثیر کا پتہ چلتا ہے

حضرت عثمان بن ابی العاصؓ کو شدید قسم کا سردی تھا آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ نے فرمایا

امسحہ بيمينك سبع مرات وقل اعوذ بعزہ اللہ وقلرنہ من شر ما لجد)
مسند امام احمد ج ۱ ص ۷۷۱ (باب)

(ترجمہ) اپنا دایاں ہاتھ اپنے سر پر سات دفعہ پھیر اور یہ کلمت پڑھ۔ میں نے پڑھے اور اللہ نے میرا درد دور کر دیا آپ کہتے ہیں کہ پھر میں پیشہ اپنے گھر والوں کو اور دوسروں کو اسکا سبق دیتا رہا ہوں

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ سے بھی سن لیجئے۔ فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں رہائش کے دوران مجھ پر ایک ایسا وقت بھی آیا کہ میں بیمار ہو گیا اور طیب و علاج کچھ میسر نہ آیا چنانچہ آب زمزم پر سورہ فاتحہ دم کر کے اس سے علاج کیا کرتا اور بار بار اس پر (سورہ فاتحہ) پڑھتا پھر اسے پی لیتا مجھے اس سے شفاء کمال نصیب ہوئی اسکے بعد تو میں زیادہ تر امراض میں اسی سے علاج کرنے لگا اور خوب فائدہ حاصل کیا (زاوہ العلاج ۳ ص ۳۳۳ اردو)

اسکا یہ مطلب نہیں کہ اسلام میں دوسرے طرق علاج سے صرف نظر کی تعلیم دی گئی ہے۔ ایسا نہیں ہے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کئی دفعہ مختلف امراض کیلئے مختلف نسخے تجویز فرمائے۔ بعض ایم بی بی ایس (M.B.B.S) ڈاکٹروں نے بھی

طب نبوی کے ان نسخوں سے فائدہ پانے کی شلوت دی ہے۔ ہم اس وقت صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جس طرح علاج کے کئی طریقے ہیں۔ ایلو پیتھی۔ یونانی۔ ویدک۔ ہومیو پیتھی۔ سونیوں کے ذریعہ جینی علاج۔ اسی طرح علاج بالقرآن بھی ایک روحانی طریق علاج ہے جسے صحابہ کرام نے مختلف مواقع پر اختیار فرمایا اور پھر سب لوگوں نے اسکی جلی تاثیر دیکھی۔ اسکا عمل پیٹک خفی ہے کہ قرآن کریم کی آیات یا برکت کے طہات کس عملی پیرائے میں اپنا عمل کرتے ہیں لیکن اسکی تاثیر جلی ہے اور ہم نے کئی دنہ دیکھا ہے کہ بعض غیر مسلم بھی مسلمانوں کی طرف علاج بالقرآن کیلئے رجوع کرتے ہیں

خلوند بیوی میں تفریق پیدا کرنے کا سفلی عمل

قرآن کریم نے ایک ایسے سفلی عمل کی بھی خبر دی ہے جس کے ذریعہ بد طینت لوگ دوسرے لوگوں کو نقصان پہنچاتے ہیں قرآن نے جلوئے کے اس عمل کو کفر ٹھہرایا ہے۔ اب اس کا رخاندہ اسباب میں ایسے علم کو بھی ایک راہ ملی ہوئی ہے جس کے ذریعہ بدکار لوگ خلوند اور بیوی میں تفریق پیدا کر سکیں تو نیک انسانوں کے پاس بھی تو کوئی ایسا نوری علم ہونا چاہئے جس کے ذریعہ وہ انسانوں میں شفا اور رحمت کے پھرے پھرا سکیں۔ نیک مسلمانوں کے پاس ایسا روحانی عمل علاج بالقرآن ہے جس سے نورانیت پھیلتی ہے اور سفلی عمل کے اثر پھرے بچھٹ جاتے ہیں

حضرت امام محمد روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابو بکر صدیق ام المومنین حضرت عائشہ کے پاس آئے آپ بیمار تھیں اور ایک یہودی عورت آپ کو دم کر رہی تھی آپ نے فرمایا

فقال لوقیہا بکتاب اللہ قال محمد وہبنا ناخذ لابلس بالرقی بماکان فی
اقرآن وماکان من ذکر اللہ (موطا امام محمد ص ۳۷۳)

(ترجمہ) میں اسے (یعنی حضرت عائشہ کو) قرآن پڑھ کر دم کرتا ہوں امام محمد کہتے ہیں کہ ہمارا فتویٰ یہی ہے کہ قرآن اور جو کلام اللہ کے ذکر پر مشتمل ہو اس سے دم کرنے

میں کوئی حرج نہیں ہے

امام محمد نے اس حدیث پر جو دم کے جواز کا فتویٰ دیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں کتب اللہ سے مراد قرآن ہے تو رات نہیں روز نہ ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے اس یہودی عورت سے کہا کہ اور دسوں کو چھوڑ تو رات سے دم کر۔ امام محمد کا یہاں صراحت سے قرآن کا لفظ لکھنا بتلاتا ہے کہ انکے ہاں حضرت ابو بکرؓ علاج بالقرآن کا یہ سبق دے رہے تھے اور آپ خود دم کر رہے تھے

سانپ کے ڈسے کا قرآن سے علاج

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ ایک ستر پر نکلے وہ ایک قبیلے کے ہاں گئے انہوں نے انکو مسلمان نہ بتایا (اس بے قدری کا نتیجہ یہ نکلا) کہ انکے سردار کو سانپ نے کاٹ لیا اور کسی طرح اسکا علاج نہ ہو پایا انہوں نے اب ان قافلہ والوں سے پوچھا کیا تمہارے ہاں اسکا کوئی چارہ ہو سکے گا صحابہ نے کہا ہاں لیکن اس پر انہیں فیس ادا کرنی ہوگی اسی بکریوں پر بات طے پائی انہوں نے سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا اسے آرام آیا انہوں نے طے کر دیا فیس ادا کی دم کرنے والے نے کہا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھے بغیر باہم تقسیم نہیں کرتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے پوچھا تو آپ نے انہیں اسکے ہاتھ لینے کی اجازت مرحمت فرمائی (دیکھئے صحیح

بخاری ج ۳۰۳۱ - ج ۲ ص ۸۵۵)

امام بخاری نے ان روایات پر اس طرح باب باندھے ہیں - باب الرقی بالقرآن والمعوذات - باب الرقی بفاتحہ الكتاب - باب الشرط فی الرقیہ بقطیعیہ من الغنم - باب رقیہ العین - باب رقیہ الحیہ والمعقرب - باب رقیہ النبی - باب النفت فی الرقیہ وغیرہا من الابواب -

ان سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بنی نوع انسان کی رہنمائی کے علاوہ بدنی شفا کی بھی تاثیر رکھی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام قرآن کریم اور دوسرے حبرک کلمات سے مریضوں کا علاج کرتے رہے ہیں - صحیح مسلم ج ۲

ص ۲۲۴ پر باب بندھا ہے جو لڑا لہذا الاجرہ علی الرقیہ بالقرآن والادکار اور اس میں وہ حدیث موجود ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کرنے والے سے خود اپنے لئے بھی حصہ مانگا۔ اس سے پتہ چلا کہ دم اور تعویذ پر لیا مال اسی طرح پاک و حلال ہے جس طرح ڈاکڑوں اور حکیموں کیلئے علاج کرنے پر اجرت لہی جائز ہے دم اور تعویذ بھی تو آخر ایک طریق علاج ہے،

علی الاطلاق قرآن سے علاج

حضرت علی المرتضیٰؑ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خیر الدواء القرآن (سنن ابن ماجہ ص ۲۵۵) (ترجمہ) بہترین دوا قرآن ہے اس میں دوسرے طریق علاج سے ہٹانا مقصود نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی کئی مواقع پر مختلف ادویات تجویز فرمائیں لیکن خیر الدواء قرآن کریم کو فرمایا جو سینکڑوں روحانی اور بدنی امراض کا روحانی علاج ہیں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا

علیکم بالشفاء من العسل والقرآن (رواہ ابن ماجہ)

اس میں آپ نے دوا اور دم دونوں سے علاج کی تعلیم دی ہے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۲۵۲ھ) لکھتے ہیں

اعظم رقیہ قرآن عظیم است و افضل آن سورہ فاتحہ است و قرأت معوذتین و آیہ الکرسی و آیا بیکہ مشتمل اند بر معنی استعلاء (اشہ اللغات)

(ترجمہ) سب سے بڑا دم قرآن کریم ہے اور اس میں افضل سورہ فاتحہ اور آخری دو سورتیں اور آیت الکرسی ہیں اور وہ آیات بھی جو استعلاء کے معنی پر مشتمل ہیں ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی عیادت کیلئے تشریف لائے آپ نے فرمایا

الارقیہ یک برقیہ جائہ فی ہا جبرئیل (سنن ابن ماجہ ص ۲۵۱)

(ترجمہ) کیا میں تجھے وہ دم نہ کہوں جو جبرئیل میرے پاس لائے ہیں

آپ نے کہا ہاں میرے پاس بلاپ آپ پر قربان ہوں کیوں نہیں۔ آپ نے پھر تین بار

یہ کلمات پڑھے

بسم الله لرقیک واللہ یشفیک من کل داء فیک من شر النفثت فی
العقد ومن شر حاسد اذا حسد

حضرت شیخ عبدالغنی الجردی اجماع الحاجہ میں لکھتے ہیں

خیر الدواء القرآن کونہ خیر الدواء للتنزیل ونزل من القرآن ما هو
شفاء ورحمہ للمؤمنین بل فی کل سورہ لو آیہ شفاء ورحمہ مملو
ومشحون کما قال المنخبر الصادق فی فضائل الفاتحہ اتھا دواء من کل داء
علی ان فی کل لفظ وحرف منه شفاء لکل داء ظاہرا وباطنا حسیا لو
معنویا تعجز فی تحریر فضائلھا الاقلام (حاشیہ سنن ابن ماجہ ص ۲۵۱)

(ترجمہ) بہترین دوا قرآن ہے اسکا خیر الدواء ہونا قرآن کریم کی آیت شفاء کے بالکل
مطابق ہے بلکہ اسکی تو ہر سورت میں اور ایک ایک آیت میں شفاء ہے اور بھرپور
رحمت ہے جیساچ خیر دینے والے ہمارے آقا نے سورہ فاتحہ کے فضائل میں فرمایا ہے
کہ یہ ہر مرض کا علاج ہے بلکہ اسکے ہر لفظ اور ہر حرف میں شفا ہے ہر مرض کی خواہ
وہ ظاہری ہوں یا باطنی - حسی ہوں یا معنوی - قلم اسکے فضائل لکھنے سے عاجز آرہے
ہیں

جن مریضوں پر جلود کا عمل ہو یا ان پر جنت کا اثر ہو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جلود کا اثر تھا اور پھونک لگانے والیوں نے اس پر جلود کی
گریں باندھیں تھیں اللہ تعالیٰ نے ان اثرات کے ازالہ کیلئے معوذتین (قل اعوذ
برب الفلق - اور قل اعوذ برب الناس) آدیں اس سے معلوم ہوا کہ جو
امراض جلود کے عمل سے ہوں علاج بالقرآن سے انکا ازالہ بھی ہو سکتا ہے - یہود جلود
کے عمل میں بہت طاق تھے

حضرت کعب بن احبار انہی سے نقل کر صرف اسلام میں آئے تھے اسلئے انکے خلاف انکی
جلود کی کوششیں بہت سخت تھیں انکا اپنا عمل بھی بہت حیرتساں یہود کا ان پر کچھ اثر

نہ ہو گا وہ آپ کی شکل مسخ کرنے کے درپے تھے۔ آپ فرماتے ہیں
 لولا کلمات قولہن لجعلتنی الیہود حملا (موظا امام مالک ص)
 (ترجمہ) اگر وہ کلمے میرے پاس نہ ہوتے جنہیں میں پڑھتا ہوں تو یہود مجھے گدھے کی
 صورت میں داخل دیتے

پھر آپ نے وہ کلمات بیان بھی کر دیے اس سے پتہ چلتا ہے کہ بڑے سے بڑے جلوہ کا
 علاج بھی اللہ تعالیٰ کے پاک کلمات سے ہو سکتا ہے
 حضرت محی بن سعید کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات ایک
 بڑا دیو نظر آیا گویا اسکے ہاتھ میں آگ کا شعلہ تھا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پھر آپ
 کو کچھ کلمات بتلائے کہ انکے پڑھنے سے اس جن کا یہ شعلہ بجھ جائے گا وہ کلمات یہ
 تھے

اعوذ بوجه اللہ الکریم وبکلمات اللہ التامات النی لایجاوزهن بر
 ولا فجر من شر ما یبزل من السماء ومن شر ما یرج فیہا وشر ما تراء من
 الارض وشر ما یخرج منها ومن فتن اللیل والنهار ومن طولرق اللیل
 والنهار الا طارقا یطرق بخیر یارحمین (رواہ مالک ص ۳۷۷)

(ترجمہ) میں اللہ کریم کی پناہ میں آتا ہوں اور اللہ کے ان کامل کلمات کی جن سے کسی
 نیک و بد کو ٹھکسی نہیں اس شر سے جو آسمان سے اترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے
 اور اس سے جو زمین نے اگایا اور اس سے جو زمین نے اگلا اور رات اور دن کے
 فتنوں سے مگر وہی وارد جو خیر سے گذر جائے اے رم کرنے والے

سنن نسائی کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ جب آپ نے یہ کلمات پڑھے تو وہ دیو
 گر گیا اور آگ کا شعلہ بجھ گیا

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کے پاک اور طیب کلمات کو جلوہ اور جنات کے اثرات دفع
 کرنے میں خاص دخل ہے

دم اور دوا کا مقابلہ

باطنی انداز میں آنے والے سبب اثرات وہ جلو سے ہوں یا جنات سے - یا اچانک ہونے والے خطرناک واقعات جیسے سانپ کا یا بچھو کا ڈسنا یا اچانک کسی دبا کا اتنا ان سب کے دفاع میں پاک کلمات کی روحانی تائید اور علاج بالقرآن زیادہ مفید ہے رہے وہ امراض جو اخلاط فاسدہ کے سبب سے یا غذا کی بے اعتدالی سے پیدا ہوتے ہیں انکا ازالہ مناسب دواؤں سے کیا جائے کہ ان میں بھی برکت الہیہ اور کلمات قدسیہ سے استفادہ کیا جاسکتا ہے البتہ ان روحانی اعمال کیلئے کچھ شرائط ہیں جنکی پاسداری ضروری ہے۔ شیخ الحدیث حضرت علامہ بدر الدین العینی (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں

ان الرقی یکره منها ماکان بغیر اللسان العربی وبغیر اسماء اللہ تعالیٰ وصفاته وکلامه قی کتبہ المنزله ولن یعتقد ان الرقیه نافعہ لامحاله فیتکل علیها وایاها (عمدہ القاری ج ۱ ص ۳۶۳)

(ترجمہ) دم دہی مکروہ ہے جو عربی الفاظ کے بغیر ہو اور اللہ تعالیٰ کے ناموں اور اسکی صفت اور اسکے کلام سے جو اسکی نازل کردہ کتابوں میں ہے نہ ہو اور یہ کہ وہ اعتقاد رکھے کہ دم ضرور ہی اثر دکھائے گا اور وہ اس پر مجروسہ کئے رہے علامہ عبدالرؤف منلوی جامع صغیر کی شرح میں لکھتے ہیں

لکن مع الاخلاص و فراغ القلب من الاغیار واقبالہ علی اللہ بکلیتہ وعدم تناول الحرام وعدم آثام واستیلاء الغفلہ علی القلب فقراءہ من ہذا حالہ مبری الامراض وان اعیت الاطباء (فیض القدر شرح جامع صغیر ج ۲ ص ۵۱۳)

(ترجمہ) شرط یہ ہے کہ اخلاص ہو یعنی دل کو غیروں سے فارغ اور خالی کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف پورے طور پر توجہ کے ساتھ ہو حرام کا تناول اور معاصی میں ابتلاء نہ ہو اور قلب پر غفلت کا غلبہ نہ ہو جس کا یہ حل ہوگا اسکی قرأت جملہ امراض سے شفاء بخشنے والی ہے اگرچہ ان امراض کے علاج سے اطباء عاجز آچکے ہوں

پسنے کپڑوں میں باریک روحانی اثرات

آپ نے دیکھا ہوگا کہ بااوقات علاج بالقرآن کرنے والے مرض کی صحیح تشخیص کیلئے پتہ کپڑا جو بدن سے لگا ہو اس فن کے ماہرین اس سے بھی مرض کے اثرات معلوم کرتے ہیں اسے بعض اوقات ایک ظاہری عمل کہہ کر لوگ اہیت نہیں دیتے لیکن قرآن کریم کا جب یہ واقعہ سامنے آتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو اپنی قمیص دی تھی اور کہا تھا کہ اسے میرے والد کے چہرے پر ڈال دینا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس سے سالہا سال کے پھڑے بیٹے کی خوشبو آگئی اور انکی بیٹائی لوٹ آئی۔ سو اس باریک سلسلہ اسباب کو صرف وہی لوگ جان سکتے ہیں جو اس لائن سے مناسبت رکھتے ہوں دوسروں کو اسے محض ایک دل گلی نہ سمجھنا چاہئے

ہمیں اس سے انکار نہیں کہ ہر لفظ کے وہی معنی ہیں جن کیلئے لغت میں اسکی وضع ہوئی لیکن ہم اس سے بھی انکار نہیں کر سکتے کہ انہی الفاظ کو جب کوڈ پیرائے (ہام اشارے کی حیثیت) میں استعمال کرتے ہیں تو اس میں اسکا ایک باطنی پیرایہ مراد ہوتا ہے جس پر اسکی دلالت لفظی نہیں ہوتی۔ ممکن ہے کہ قرآن کریم کے ہر ہر لفظ کا ایک ظہر ہو اور ایک باطن۔ اسکی لفظی دلالت اسکے ظاہر سے ہو اور اسکی اثری سرایت اسکے باطن سے ہو

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لکل آیه منها ظہر و باطن (صحیح ابن حبان حدیث ۷۲، مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۵۲) (ترجمہ) قرآن کریم کی ایک ایک آیت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے ظاہر سے مراد اسکی عبارت اور اسکا حکم ہے یہ اسکا علی اثر ہے اور باطن سے مراد اسکا اندرونی اثر ہے جو بااوقات کئی حقائق کا پتہ دیتا ہے اور بعض مرتبہ بڑے بڑے صدموں کو روکتا ہے اس میں وہ معنی مرلو نہیں ہوتے جن کیلئے بات کہی گئی اور الفاظ وضع ہوئے بلکہ یہ ان الفاظ کے باطنی پیرائے ہیں جو آیت کے معنی مذکور کے امثال کی طرف راجع ہو رہے ہیں اور ان حقائق کا روحانی اثر پھر بڑے بڑے صدموں کا مقابلہ کر لیتا ہے

مثال لیجئے۔ سورہ کہف میں اصحاب کہف کے چند خرق علات امور کا تذکرہ ہے اس میں حضرت نضر کے کچھ اسرار علم بھی مذکور ہیں ان آیات کا ظاہر خدا کی قدرت کا بیان

اور اسکے کچھ بندوں کا امتحان ہے مگر ان آیات کا باطن استدراج کے خرق عادت امور اور اسکے پوشیدہ پہلوؤں کا سد باب ہے۔ سو جو شخص سورہ کمت پڑھے گا اس کے باطنی پیرائے اس سے دجال کے فتنہ اور اسکے خرق عادت استدراجت کو روکیں گے۔ حضرت نواس بن سمانؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے ذکر میں فرمایا

فمن اضرک منکم فليقرأ عليه فوانح سورہ الکہف (صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۰۱)
(ترجمہ) تم میں سے جو اسے پائے اسے چاہئے کہ اس پر سورہ کمت کے فوانح (یعنی ابتدائی آیات) پڑھ دے

فوانح سورہ کمت میں جو مضمون مذکور ہے وہ ان آیات کا نعر ہے اور جو روحی اثر ان میں منطوی ہے وہ آئندہ کے استدراجی فتنوں کا سد باب ہے۔ قرآن بے شک ایک راہ عمل ہے لیکن اللہ کا کلام ہونے کے پہلو سے اس میں زمین و آسمان ہلا دینے تک کی اثرات ہیں جو عارفین ان اثرات کو پہچان لیتے ہیں وہی اسکے باطنی اثرات کی خبر دے سکتے ہیں۔ حضرت ابوالدرداءؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
من حفظ عشر آيات من لول سورہ الکہف عصم من الدجال (رواہ مسلم مشکوٰۃ ص ۱۸۵)

(ترجمہ) جس نے سورہ کمت کی پہلی دس آیتوں کا وظیفہ کیا وہ دجال کے فتنہ سے بچا رہا

اگر قرآن کی تاثیر اس طرح ظاہر ہوتی کہ پہاڑ اس سے چلنے لگتے۔ اس سے زمین کے قطعات بنتے اور مردے اس سے بول پڑتے تو یہ سب کام اللہ کے ہاتھ میں ہیں وہ کتاب سے ایسے ایسے اثرات بھی دکھا سکتا ہے لیکن اس نے چاہا کہ قرآن مجید ان چند ظاہری عجائب سے بلا رہ کر پوری دنیا کو تسخیر کرنے کی تاثیر دکھلا دے اور وہ اس نے دکھلایا

ولو ان قرآنا سيرت به الجبال لو قطعتم به الارض لو كلم به الموتى بل لله الامر جميعا (پ ۳۱ الرعد ۳۱)

(ترجمہ) اور اگر قرآن ہوتا کہ چلیں اس سے پہاڑ یا کھڑے ہووے اس سے زمین یا

بول انھیں اس سے مروے تو کیا ہوتا بلکہ یہ سب کام اللہ کے ہاتھ میں ہیں
 شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں
 یعنی اگر کوئی ایسی کتب اتاری جاتی جس سے تمہارے یہ فراموشی نشان پورے ہو جاتے تو
 وہ بجز قرآن کے اور کوئی ہو سکتی تھی۔ یہی قرآن ہے جس نے روحانی طور پر پھاڑوں
 کی طرح جسے ہوئے لوگوں کو انکی جگہ سے ہٹایا قلوب بنی آدم کی زمینوں کو پھاڑ کر
 معرفت الہی کے چشمے جاری کر دیے۔ وصول الی اللہ کے رستے برسوں کی منٹوں میں طے
 کرا دیے مروہ قوموں اور ممالوں میں ایسی زندگی کی روح پھونک دی جب ایسے قرآن
 سے تم کو شفاء و بہیمت نصیب نہ ہوئی تو فرض کرو تمہاری طلب کے موافق اگر یہ
 قرآن ملوی اور حسی طور پر وہ سب چیزیں دکھلا دیتا جنکی فرمائش کرتے ہو تب بھی کیا امید
 ہے کہ تم ایمان لے آؤ (فوائد القرآن)

اس سے پتہ چلا کہ ایک کتب سے ایسی ملوی اور حسی تاثیرات دکھانا خدا کی قدرت میں
 ہے اور اس نے اس سے بڑھ کر اس کتب کی سربج روحانی تاثیرات دکھائیں مگر ایسے
 اثرات پر پھر آخرت کا سنورنا متوقع نہ تھا تاہم ایک کتب کے ایسے اثرات سے انکار
 نہیں کیا جاسکتا

ایک سوال اور اسکا جواب

جب ہر بیماری کی کوئی نہ کوئی دوا ہے تو اس دوا کو چھوڑ کر آیات سے علاج کرنا اور حبرک کلمات
 پڑھ کر دم کرنا کیا فطرت سے انحراف نہیں حضرت جابر کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا

لکل داء دواء فاذا اصبحت دواء الداء براء باذن اللہ تعالیٰ (رواہ احمد ج ۵ ص ۴۳)

(ترجمہ) ہر بیماری کیلئے کوئی دوا ہے جب تجھے کسی بیماری کی دوا ملے تو اس سے
 تندرستی ہوگی اللہ کے حکم سے

الجواب - دوا صحت کیلئے اصل نہیں صحت کیلئے اصل چیز اذن الہی ہے اگر یہ لذن دوا

سے متعلق ہو سکتا ہے تو کلمات مبارکہ سے متعلق کیوں نہیں ہو سکتا اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض کلمات میں بھی بڑی گہری تاثیر رکھی ہے اور ان کلمات کی تاثیر اور اس سے علاج ہو سکتے پر امت کا اجماع ہے سو اسکے ذریعہ علاج نہ ہو سکتے پر کسی کا اختلاف ہے اور نہ ہی اسکی تاثیرات میں کوئی شبہ ہے

تاہم اس روحانی علاج کے باعث عنصری علاج سے بے پروا ہونا درست نہیں اور دعا اور دوا کے جمع ہونے میں کوئی قبح نہیں - لیکن وہ بیماریاں جو اخلاط فاسدہ کے باعث نہ ہوں وہ علاج بالقرآن سے ہی درست ہوتی ہیں اور وہ پاک اور طیب کلمات جو گو قرآن کے نہیں مگر احادیث میں ان سے دم کرنے کی تاکید وارد ہوئی وہ بھی سب علاج بالقرآن کے حکم میں داخل ہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو باطل کا ہر طلسم توڑنے اور انسانی دماغ سے ہر وہم کو دور کرنے کیلئے تشریف لائے تھے آپ کا پاک کلمات کے دم اور پھونک کو بلی رکھنا بتلاتا ہے کہ ان دلوں کی تاثیر اور علاج بالقرآن میں ہرگز کسی وہم کو دخل نہیں - یہ وہ راہ علاج ہے جسے اس دور کے پاکیزہ دل انسانوں نے بھی اختیار کیا تھا

دم اور تعویذ میں فرق

بعض مرتبہ طلبہ میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ دم میں اور تعویذ میں کیا فرق ہے سو یاد رکھئے کہ ان میں وہی فرق ہے جو کلام الہی اور کتب میں ہے قرآن کریم لکھا جا رہا ہے اور کلام اللہ پڑھا جا رہا ہے یہ کتب اللہ ہے - جس طرح ہم کلام اللہ کی عزت کرتے ہیں نپاک ہونے کی حالت میں اسے زبان پر نہیں لاتے ہیں قرآن کریم کتب کی صورت میں ہے تو اسے چھو بھی نہیں سکتے - اگر یہ لکھا ہوا قرآن واجب الاحترام نہ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ جب تم دشمن کے علاقے میں جاؤ تو لکھا ہوا قرآن (صحف) وہاں نہ لے جاؤ کہیں وہ دشمن کے ہاتھ لگے اور وہ اسکی بے احترامی کریں - علاج بالقرآن دم سے ہو سکتا ہے تو لکھے ہوئے پاک اور طیب کلمات سے کیوں نہیں ہو سکتا وہی بھی اس میں تاثیر اذن الہی سے آتی ہے اور تعویذ میں بھی

حروف و کلمات موثر بلاذات نہیں۔ اثر خدا کی طرف سے آتا ہے جب وہ چاہے۔ رہا پاک کلمات کو حروف میں لکھنا تو اس میں ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی ان کلمات اور آیات پر دلالت لفظی ہو تو یہ وہ صورت ہے جو ہمیں عیاں (کھلی ہوئی) نظر آتی ہے اور دلالت و معنی ہو تو یہ ان کلمات کے حروف ابجد ہیں اور ان میں بھی اثر خدا کی طرف سے ہی آتا ہے۔ یہ حروف بلاذات کوئی اثر نہیں رکھتے

تعویذ میں روحانی اثرات

حضرت عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی نیند میں گہرا جائے اسے چاہئے کہ وہ یہ کلمات پڑھے

اعوذ بکلمات اللہ التامات من غضبه وعقابه وشر عباده ومن همزات الشیاطین وان یحضرین

تو وہ خواب اسے ہرگز نقصان نہ دے گا۔ آپ کے پوتے کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ کی اولاد میں جو بلیغ ہو جاتا آپ اسے یہ کلمات سکھائیے اور جو تبلیغ ہوتا آپ اسکے گلے میں یہ دعا لکھ کر لٹکائیے تھے

وکان عبداللہ بن عمرو و یعلمها من بلغ من ولده ومن لم یبلغ منهم کتبھا فی صک تم علقھا فی عنقہ رواہ ابو دلوذ و الترمذی (مکھوہ ص ۸۷)

اس سے معلوم ہوا کہ کلام پاک کا پڑھنا اور کلمات مبارکہ تعویذ لکھ کر بٹانا اور اسے بدن سے پاندھنا دونوں عمل جائز ہیں اگر ان تعویذات کا لکھنا اور گلے میں لٹکانا ناجائز ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی کبھی اپنے بچوں کے گلے میں تعویذ نہ ڈالتے

حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے اس عمل سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ تعویذات کے اثر کے قائل تھے جیسی تو آپ نے تعویذ لکھا اور اسے اپنے بچوں کے گلے میں ڈالا یہ کلمات کوئی روحانی تاثیر نہ دیتے تو آپ ہی بتلائیں کیا صحابی رسول ایسا عمل کرتے؟

ہاں اس تاثیر میں لذن الہی کو شرط جاننا ضروری ہے

مجموعہ دہم حضرت ملا علی قاری (۱۶۴) اس حدیث پر لکھتے ہیں کہ
 وهذا اصل فی تعلیق التعمیرات النبی فیہا اسماء اللہ تعالیٰ (مرقات ج ۵
 ص ۲۲۶)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ تعویذات جو اسمائے الہیہ اور کلمات مبارکہ پر مشتمل ہوں
 اپنے اندر ایک روحانی اثر رکھتے ہیں اور اس سے مریضوں کا علاج کرنا علاج بالقرآن ہی
 ہے۔ ہاں وہ تعویذات جو شرکیہ الفاظ پر مشتمل ہوں انکی قطعاً اجازت نہیں۔ جن
 روایات میں تمام اور رقی کو شرک کہا گیا ہے اس سے مراد اسی قسم کے دم اور تعویذ
 ہیں جن میں شرکیہ الفاظ و اعمال کا دخل پایا جائے التمام میں الف لام انہی کیلئے ہے۔
 اور جو دم اور تعویذ اس سے خالی ہوں انکا استعمال جائز ہے اور اسکے روحانی اثرات
 ثابت ہیں۔ حضرت عرف بن مالکؓ کہتے ہیں کہ ہم دور جاہلیت میں دم کیا کرتے تھے
 ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بابت پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا
 اعرضوا علی رفاکم لایباس بالرقی ما لم یکن فیہ شرک (رواہ مسلم مشکوٰۃ ص
 ۳۸۸)

(ترجمہ) مجھے اپنے دم بتاؤ میں دموں میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ ان میں کوئی کلمہ
 شرک نہ ہو

اس سے پتہ چلتا ہے کہ دم اور تعویذ میں اصل وجہ منع کفر و شرک ہے جب یہ نہ ہو تو
 وہ دم اور تعویذ جائز ہیں۔ علامہ شوکانی ابن ارسلان سے نقل کرتے ہیں کہ
 قال ابن ارسلان فالظاهر ان هذا جائز لا اعرف الا ان ما یمنعہ فی الشرع (تقدی
 اہل حدیث ج ۱ ص ۱۴۳)

ابن ارسلان کہتے ہیں کہ ظاہر یہی ہے کہ یہ جائز ہیں شریعت میں اسکے منع کی کوئی دلیل
 میں نہیں جاتا

شفاء بنت عبداللہ سے روایت ہے کہ میں ام المومنین حضرت خندہ کے پاس بیٹھی تھی
 کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ نے مجھے کہا
 الا تعلمین ہذہ رقبہ النملہ کما علمتھا الکتباہ (مسند امام احمد ج ۱ ص
 ۱۷۹ بوب)

اے شفاء کیا تو انہیں (یعنی حضرت عافہ کو) نملہ کا دم نہیں سکھاتی جیسا کہ تو نے انہیں سکھایا ہے

اس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ دم اور تعویذ جس میں کفر و شرک اور غیر معروف الفاظ نہ ہوں اور الفاظ میں ذاتی تاثیر نہ کبھی جائے اسکے منع پر کوئی دلیل وارد نہیں۔ شیخ احمد عبدالرحمن البتاء لکھتے ہیں کہ یہ ہرگز ممنوع نہیں بلکہ سنت ہے فلاںھی فیہ بل ہو سنہ (ایضاً ص ۷۷۷)

ہاتھوں پر دم کرنا اور پھر ہاتھوں کا بدن پر ملنا

ام المؤمنین حضرت عائشہ کبریٰ ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آخری مرض میں اپنے اوپر سوڑتین پڑھ کر دم کرتے تھے (اور ہاتھ کو اپنے بدن پر پھیرتے) اور جب آپ کیلئے بوجہ تکلیف یہ گراں ہوا تو میں آپ پر ان سوڑتوں کا دم کرتی

انفت علیہ بہن ولمسح بیدہ نفسہ لبرکتھا (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۵۴)

(ترجمہ) میں آپ پر ان سوڑتوں سے دم کرتی اور آپ کا ہاتھ آپ کے بدن پر پھیرتی کہ اسکی برکت حاصل ہو

مہرث کبیر حضرت مولانا بدر عالم مہاجر مدنی رحمہ اللہ اس پر لکھتے ہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست شفا میں شفا کی خاصیت عام معجزات کی طرح وقتی اور غیر اختیاری نہ تھی بلکہ اسکا طبعی اثر تھا یہاں حضرت عائشہ کی فہم کنی قاتل دلو ہے کہ وہ اس رمز کو جانتی تھیں اور اس لئے آپ کی بیماری کے معمول کو اس طرح پورا کرتی تھیں کہ جہاں تک سوڑت کا تعلق تھا وہ تو خود پڑھ لیتیں اور بیماری میں آپ کو اسکی تکلیف نہ دیتیں لیکن جہاں دیکھتیں کہ اب یہاں وہ نیابت سے قاصر ہیں وہاں مجبور ہو کر آپ ہی کے دست مبارک کو استعمال کرتیں معلوم ہوا کہ نبی کے ہاتھ میں کوئی خاص امتیازی خاصیت ہوتی ہے جس میں عام بشر تو کیا اہمات المؤمنین بھی شرکت نہیں رکھتیں (ترجمان السنہ ج ۳ ص ۲۵۱)

نواب صدیق حسن خان نے الدین الخالص میں اس پر تفصیلی بحث کی ہے۔ اور انہوں

نے بھی دم اور تعویذ کو جائز قرار دیا ہے البتہ ان سے پرہیز کرنے کو افضل کہتے ہیں اور یہ اپنے آپ کو ان ابرار میں لانا ہے جو اسباب اختیار نہیں کرتے۔ حافظ عبداللہ روپڑی صاحب نواب صاحب کی یہ عبارت پیش کر کے لکھتے ہیں

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ صرف شرک والی صورتیں منع ہیں باقی جائز ہیں ہاں پرہیز افضل ہے (فتاویٰ ابجدیٹ ج ۱ ص ۴۳)

مولانا شاہ اولاد صاحب امرتسری لکھتے ہیں

راج یہ ہے کہ آیات یا کلمات تیسرے دعائیہ جو ثابت ہوں انکا تعویذ بتانا جائز ہے۔ ہندو ہو یا مسلمان۔ صحابہ کرامؓ نے ایک کافر بیمار پر سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کا تھا (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۳۳۹)

مشہور ابجدیٹ (باصطلاح جدید) عالم مولانا شرف الدین دہلوی اسکی تائید میں لکھتے ہیں

عبداللہ بن عمرو بن العاص صحابی اعوذ بکلمات اللہ الخ ساری دعا لکھ کر اپنے بچوں کے گلے میں لٹکوا کرتے تھے (ایضاً)

ہم اس وقت خاص مسئلہ تعویذ پر گفتگو نہیں کر رہے ہیں یہاں صرف یہ بتانا ہے کہ علاج بالقرآن کی ایک قسم تعویذ بھی ہے اور اسکے روحانی اثرات کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ بہت سے مریض تعویذوں میں لکھی گئی آیات قرآنیہ اور کلمات دعائیہ کی برکت سے کئی لاعلاج امراض سے نجات بھی پائے ہیں۔ ہاں ان میں تاثر ان کلمات کی ذلت سے نہیں اللہ رب العزت کے حکم سے ہی آتی ہے

اگر ان تعویذات اور دموں میں کوئی روحانی تاثر نہ ہوتی اور اسکا باطنی نفع نہ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے قرآن کی آخری تین سورتیں پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر پھونک نہ مارتے اور انہیں اپنے بدن پر نہ ملتے۔ آپ یہ عمل تین مرتبہ فرماتے حتیٰ کہ مرض الموت میں جب آپ خود کمزوری کی وجہ سے ایسا نہ کر سکتے تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے انہی سورتوں کو پڑھا اور آپ کے ہاتھوں پر پھونک لگائی اور پھر آپ کے ہاتھوں کو آپ کے بدن مبارک پر مل لیا

ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بھی آپ کو دم کیا تھا (رواہ مسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سورتوں کو پڑھ کر ہاتھوں پر دم کرنا اور پھر اپنے ہاتھوں سے پورے بدن کو ملنا اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ ان آیات میں ضرور روحانی اثر ہے اور یہ شیطانی اثرات سے بچانے کا ایک خاص عمل ہے جو بظاہر نگاہوں سے مخفی ہوتا ہے لیکن باطنی آنکھ والے انکی تاہیرات کلمے طور پر دیکھتے ہیں۔ اور پڑھنے کے ساتھ ہاتھ پھیرنا یہ بھی ہرگز منع نہیں

یاد رہے کہ دم اور تعویذ میں وہی فرق ہے جو کلام میں اور کتب میں ہے۔ دونوں کا اپنا اپنا مقام ہے اور دونوں کا اپنا اپنا احترام ہے
(نوٹ) لعل حدیث (باصطلاح جدید) عالم مولانا عبدالوہاب دہلوی کے نزدیک شرکیہ الفاظ سے بھی دم کیا جاسکتا ہے۔ موصوف لکھتے ہیں
سناپ بچھوکتے وغیرہ زہریلے جانوروں کے کاٹنے ہوئے پر شرکیہ الفاظ سے غیر مسلم یا مسلم دم جھاڑا کر دے تو کوئی مضائقہ نہیں (دیکھئے صحیفہ لعل حدیث جملوی المکملی۔ ۱۹۳۶ء بحوالہ ظل محمدی)

مولانا کے صاحبزادے مفتی عبدالستار لکھتے ہیں
اگر کسی مسلمان کی خیر خواہی کیلئے بوقت ضرورت و مجبوری کبھی دے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ (ایضاً)

علاج بالقرآن کے پاکیزہ عنوان کے تحت ہم اہل حدیث (باصطلاح جدید) حضرات کے اس فتویٰ سے موافقت نہیں کر سکتے۔ شرک شرک ہے وہ جس شکل میں بھی اور جس راہ سے بھی آئے ہمیں اس سے بچنا چاہئے

روحانی علاج پر اجرت لینا

ملدی دواؤں سے علاج کرنا یہ بھی ایک انسانی خیر خواہی ہے اور اس پر وقت لگتا ہے صلح کو اپنے آپ کو فارغ کرنا پڑتا ہے اور اسے اس فراغت و وقت پر قیمت دی جاتی ہے اسکی فنی قابلیت پر بھی اسکا حق تسلیم کیا جاتا ہے اسی طرح مریض کے روحانی علاج میں بھی ایک انسانی خیر خواہی ہے اور اس پر بھی وقت لگتا ہے اور اس میں بھی فنی قابلیت کا

کسی درجہ میں دخل ہے سو کوئی وجہ نہیں کہ اس پر اجرت لینا جائز نہ ہو صحابہ کرام سے ایسا ثابت ہے اور فقہاء کرام نے بھی اسکی اجازت دی ہے شارح مسلم امام نووی (۶۷۶ھ) لکھتے ہیں

هذا تصريح بجواز اخذ الاجره على الرقيه بالفاتحه والذكر وانها حلال لاكرهية فيها وكذا الاجره على تعليم القرآن وهذا من مذهب الشافعي ومالك واحمد واسحق ولبى نور وآخرين من السلف ومن بعدهم ومنعها ابوحنيفه في تعليم القرآن واجازها في الرقيه (شرح صحيح مسلم ج ۲ ص ۲۲۲)

(ترجمہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں کہ دم سے لی گئی ان بکریوں میں میرا حصہ بھی رکھو یہ صراحت ہے کہ دم پر جو سورہ فاتحہ پڑھ کر کیا جائے یا اور کسی ذکر سے اس پر اجرت لینا جائز ہے اور یہ حلال ہے اس میں کسی قسم کی کراہت نہیں اسی طرح تعلیم قرآن پر اجرت لی جاسکتی ہے یہ جمہور ائمہ کا مذہب ہے البتہ امام ابوحنیفہ تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو منع کرتے ہیں اور دم کرنے پر اجرت لینے کو وہ بھی جائز کہتے ہیں

تعلیم قرآن امام ابوحنیفہ کے نزدیک محض عبادت ہے اور یہ تلاوت کے حکم میں ہے اسکے ہاں جس طرح تلاوت پر اجرت نہیں لی جاسکتی تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا اخذ علی کتاب اللہ اجرا کیا میں کتاب اللہ پر (قرآن پڑھنے پر) اجرت لے سکتا ہوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا

ان احق ما اتخذتم عليه اجرا كتاب الله - (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۵۳)

امام بخاری نے اسے کتاب المرضی میں ہی روایت کیا ہے۔ سو یہاں مراد علاج کے طور پر قرآن پڑھنا ہے تلاوت اور عبادت کے طور پر نہیں۔ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں

المراد الرقيه لا التلاوة (فتاویٰ ج ۲ ص ۸۸)

علاج اور تشریح میں فرق

علاج مریض کے اپنے حالات کے پیش نظر ہوتا تشریح شریعت کے تقاضوں سے ہوتی ہے مثلاً ایک بے نماذ شخص اپنے شیخ سے کہتا ہے میں صرف دو نمازوں کا وعدہ کرتا ہوں مجھ سے پانچ نہیں پڑھی جاتیں تو اگر شیخ اسے کہتا ہے تم دو ہی پڑھ لیا کہ تو یہ وہ بطریق علاج کہتا ہے کہ اگر یہ دو پڑھا گیا تو پانچ پر بھی اہمکے گا اسے دو پر لانا علاج ہے اور پانچ پر لانا شریعت ہے۔

جب شیخ نے اسے دو نمازیں پڑھنے کی اجازت دی تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ پورا درمید پانچ نمازوں کے قائل نہ رہے تھے شریعت وہ پانچ نمازوں کو ہی سمجھتے تھے مگر اس نیکی پر لانے کے لیے شیخ نے اسے دو نمازوں کی ادائیگی بطریق علاج کہی تھی۔

ہم حضرت بھی اگر کسی خاص شخص کو عام حکم شریعت کے خلاف کسی بات کی اجازت دیں تو وہ علاج اور صحت پر معمول ہوگی یہ نہیں کہ آپ نے اس شخص کی خاطر شریعت کو بدل دیا حلال و حرام اور فرض و مندوب کا مرتبہ الہی ہدایت ہے پیغمبر اس کے ترجمان ہیں، وہ اس الہی قانون کے خلاف کوئی بات نہیں کہہ سکتے اگر کبھی کہیں تو وہ علاج کے درجہ میں ہوگی اسے الہی قانون میں تبدیلی نہیں کہہ سکتے۔

ہاں فقہاء و روایات کہیں وہ علاج اور حکمت کی رو سے نہیں شریعت کی بات کہتے ہیں وہ نفس سے کہیں یا استنباط سے (یہ اجتہاد کی راہ بھی تو شریعت کی ہی بتائی ہوئی ہے) حضرت عبیدہؓ کی بات اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کی بات یہ جو بڑی فرق ہے مسائل میں فقہاء کی بات مانی جائے گی صوفیہ کی نہیں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ لکھتے ہیں :-

صوفیہ کا عمل حلت و حرمت میں سند نہیں ہے۔ ہمیں اتنا کافی ہے کہ ہم ان کو مذکور
سمجھیں اور لامنت مذکوریں اور ان کا معاملہ شریعتی کے سپرد کریں۔ (فتاویٰ رضویہ ص ۱۸۷)

من احدث فی امرنا هذا

”جس نے ہمارے اس کام میں کوئی نئی راہ نکالی“ ان الفاظ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو اپنے ساتھ رکھا ہے۔ ہمارے کام سے مراد وہی راہ ہے جو آپؐ کی اور آپ کے صحابہؓ کی ہوتی ہے۔

امرونا میں نا۔ حج تکمیل ہے۔ صرف حضورؐ کی بات ہوتی تو آپ امری فرماتے امرنا نہ فرماتے۔
حضورؐ نے ختم نبوت کی خبر لا بھی بعد دعے سے دی تھی، فرمایا میرے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا
پرعت کے لیے یہ دکھا، من اسحدث فی امری هذا از میں نے میرے اس طریقہ میں کوئی نئی راہ نکالی
بلکہ فرمایا فی امرنا هذا (ہمارے اس طریقہ میں) اس سے پہلے کہ صحابہؓ بدعت کا موضوع نہیں ہیں بد
کی حد صحابہؓ کے بعد سے شروع ہوگی۔

صحابہ جن امور میں متفق ہوں وہ سبیل المؤمنین ہے اور قرآن کی حکم کی رو سے اس کے خلاف جہنم
جہنم میں جانے کی راہ ہے، حضرت عمرؓ کے عہد میں سب صحابہؓ باجماعت تراویح پورا میں پڑھنے پر جمع
ہوئے۔ سب صحابہؓ نہ سبائی بیوی کو ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق کو تین طلاق قرار دینے پر جمع ہوئے حضرت
عثمانؓ کے عہد میں سب صحابہؓ جمعہ کی دو اذانوں پر جمع ہوئے۔ صحابہؓ کے یہ اجماع پوری امت کے
لیے دین ہوں گے دین میں نئی بات شمار نہ ہوں گے۔

اس میں حضورؐ کے عہد حیات کی بات نہیں۔ حضورؐ کے بعد بھی صحابہؓ کے کسی اجماعی عمل کو نشاندہ
نہ بنایا جاسکے گا۔ حضورؐ نے یہ بھی فرمایا کہ لا تتخذوہم بعدی عوفاً، میرے بعد انہیں کسی اعتراض
کا نشانہ نہ بنانا، اب جو کوئی ان کے کسی اجماعی عمل کے خلاف کوئی بات کہے گا تو کیا اس نے انہیں اعتراض
کا نشانہ نہ بنایا اور کیا اس نے اس ارشاد نبوت کی مخالف نہ کی، دین ہے ہی وہ جو صحابہؓ نے اختیار کیا اور اللہ
تعالیٰ نے بھی اسی دین کو مکمل فرمایا جو صحابہؓ کی عملی رہ تھی، الیوم اکملت لکم دینکم میں دین کی اضافت صحابہؓ
کی طرف کی گئی ہے صرف نبوت کی طرف نہیں۔

پانچ برس بات پر صحابہؓ کا اجماع نہ ہو بعض کا اپنا اپنا عمل ہو ان میں سے جس کی چاہا پیروی کر لو
لیکن ہمیں برا کہنے کی ان کو بھی اجازت نہیں جو اس کے خلاف رائے اختیار کریں، اجتہاد ہی امور میں حضورؐ
نے مختلف رائے اختیار کرنے والوں میں سے کسی کی سرزنش نہیں فرمائی، ولم یصف احداً (درواہ الجہادی)
مالین منہ میں منہ کی ضمیر کو چیز کی طرف کھتی ہے؟ امرنا کی طرف اور وہ وہی دین ہے جو ما اناہلہ واصلا
کا صدق ہے اس میں ہمیں یقین دلانا یا کلبہ ہے کہ صحابہؓ کا کوئی مجموعی مختلف عمل رسالت کے خلاف نہیں ہو سکتا۔

مالین منہ کی شرح

مالیس منہ بہت فصیح بات کہی یہ نہ کہا مالیس فیہ یعنی جرات اس دین میں نہیں وہ بدعت ہے یہ فرمایا جو اس میں سے نہیں وہ بدعت ہے یعنی کوئی نئی بات جو اس دین کے اصولوں پر مستنہط کی گئی گو وہ اس دین میں بصورتِ حاضرہ موجود نہ تھی وہ بدعت نہ ہوگی بدعت شرعیہ وہ ہے جس کے لیے کتاب و سنت میں نہ کوئی دلیل نہ کوئی اس کی کوئی نظیر ہو۔ جس عمل کا ماخذ (نظیر بالمعنی الاحم) شریعت میں موجود ہو وہ بدعت شمار نہ ہوگی۔ حضرت علامہ شاہ ولی (۱۷۹۰ء) لکھتے ہیں

لیس من شان العلماء اطلاق لفظ البدعة علی الفروع المستنبطة
التي لم تكن فی ماسلف وان دقت

(ترجمہ) علماء کے مناسب نہیں کہ وہ کتاب و سنت سے استنباط کردہ فروع کو بدعت کہیں جو پہلے سے اس طرح موجود نہ تھیں اور بیشک وہ مسائل بہت باریک صورت میں اصل میں موجود تھے۔

بدعت وہی ہے جس پر مالیس منہ کے الفاظ ٹھیک بیٹھ سکیں کہ وہ چیز دین میں کوئی جڑ نہ رکھتی ہو اگر اس کی کوئی جڑ ہے تو وہ دین میں سے ہوتی ہے مالیس منہ سے نہ ہوتی اجتہاد و استنباط کتاب و سنت کی گہرائیوں کے نکھارنے والے ہیں نحویات پیدا کرنے والے نہیں مجتہد کی دقت نظر سے شریعت کے فروع کھلتے ہیں مجتہد ان کا صرف منظر ہوتا ہے۔ موجود نہیں ہوتا۔ امام ربانی حضرت شیخ احمد سرہندی لکھتے ہیں۔
اما القیاس والاجتہاد فلیس من البدعة فی شیء فانه مظهر للنصوص
لا مثبت لا ازائد

(ترجمہ) قیاس اور اجتہاد کسی طرح بدعت نہیں بنتا وہ نصوص میں چھپے معنی کو سامنے لاتا ہے کسی نئی چیز کو وجود نہیں دیتا۔

اصل سے قائم رہیں تو نئی چیز بھی بدعت نہیں بنتی اور اپنی مائد کردہ عادات اور قیود سے ثابت شدہ اعمال بھی بدعت بن جاتے ہیں۔ مثلاً

لہ کتاب الاعتقاد جلد اول صفحہ ۱۷۰ مکتوبات شریف دفتر مکتوب علامہ ص ۱۷۰

شریعت میں اذان کا وجود ہے۔ سنت قائمہ میں یہ نماز کے لیے کہی جائے گی یا لوہو لوہ کے کان میں کہی جائے گی۔ وہاں کے دنوں میں بھی کہیں بلا عادت مسمومہ کہہ دی جاتی ہے اس کی حقیقت شرعی سے کسی کو انکار نہیں لیکن اگر کوئی گروہ اسے نماز جنازہ میں بھی کہنے لگے یا دفن کے وقت قبر کے پاس کے تو ایک نئی تخصیص پیدا کرنے سے یہ ثابت حقیقت شرعی بدعت ہو جائے گی یہ اس لیے نہیں کہ اذان بدعت ہے اذان کا یہ التزام اور اسے اس وقت اپنانا بدعت ہے اور یہ یقیناً ایک نئی بات ہے جسے قرون ثلثہ (پہلے ادوار) میں عادت نہیں بنایا گیا۔

اسلام میں کسی ثابت کردہ نیکی کو کسی ایسے وقت سے خاص کر دینا جس کے لیے شریعت میں کوئی اصل وارڈ نہیں اور اس عمل کو اس وقت سے خاص کرنے والا مجتہد نہیں کہ اس نے کسی وارڈ کی علت کو پایا ہو تو اس کا یہ عمل استنباط نہیں ایجاد سمجھا جاتے گا۔ ان نئے حالات میں دین کے تقاضوں کو نئی شکل دینا جیسا کہ ان دنوں دینی مدارس کی شکل ہے اسے بدعت نہ کہا جاسکے گا۔ نہ مسجدوں میں گھڑیاں لگانا اور ڈوڈ سپیکر لگانا اور پنکھے لگا کسی طرح بدعت شمار ہوگا۔ یہ انتظامی چیزیں ہیں۔ عملی مسائل نہیں ہیں۔ بدعات اعمال کا نام ہے چیزوں کا نہیں۔

بست یابی فہرست مضامین قرآن

تالیف

ڈاکٹر علامہ خالد محمود

فہرست بست بابی مضامین القرآن

کتاب القرآن

تھذیبی میزان

تعارف

قرآن اللہ کا کلام ہے جو اس نے اپنے نبی سے پڑھا
وانہ لتنزل رب العلمین (پہلا شعر ۱۹۲)
وانزل القرآن علی عبدہ (پہلا فرقان ۱)
یہ وہی کتب ہے جو روح محفوظ میں ہے
ذٰلک الکتب لاریب فیہ (پہلا یقوہ ۲۵)
بل هو قرآن مجید فی لوح محفوظ (پہلا حدیث)
یہ ایک ہی دفتر نہیں تھوڑا تھوڑا آکا لگیا
دوراناً فرقہ لے لے کر آئے علی الناس علی
الناس علی مکہ و نزلاہ ستورہ (پہلا سبھی اسری)

جمع القرآن

ان علیا جمعہ وقرآنہ (پہلا یسینہ)
نزل بہ الروح الامین علی قلبک
نزل علیک الکتب بالحق مصدقاً لِمَا بَیْنَ یَدَیْہِ
آیات یتلّٰت فی صدور الذین اوتوا العلم و علیا لکبر
فاقرؤا ما تمیز منہ۔ (پہلا المزمل)

تلاوت القرآن

و تزل القرآن ترتیلاً (پہلا المزمل)
یتلوا صمّاً مطہّراً فیہا کتب قیمۃ (پہلا القیمہ)
الذین ینوونہ حتی تلاوتہ
واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ و انصتوا (پہلا الاحزاب)

۱۔ کتاب القرآن

۲۔ کتاب الایمان

۳۔ کتاب الکفر والاحاد

۴۔ کتاب المنافقین

۵۔ کتاب التوحید

۶۔ کتاب البیروہ والرسالہ

۷۔ کتاب المعجزات و الکرامات

۸۔ کتاب الصحابہ

۹۔ کتاب السیر

۱۰۔ کتاب الجہاد والہجرۃ

۱۱۔ کتاب خلق العالم

۱۲۔ کتاب البرزخ

۱۳۔ کتاب المعیشت

۱۴۔ کتاب المعاشرة

۱۵۔ کتاب التقلید والاجتہاد

۱۶۔ کتاب اعمال القلوب

۱۷۔ کتاب شرائط الساعۃ

۱۸۔ کتاب الآیات المظہرہ

۱۹۔ کتاب القواعد العلمیہ

۲۰۔ کتاب الانبیاء

جنگوں میں ان کے اطوار، منافقوں کی چال
ناکام ہونے کا قرآنی وعدہ۔

۵. کتاب التوحید دس ذیلی عنوان
خالق ایک ہی ہے، مالک وہی ایک ہے
رازق وہی ایک ہے، ہر چیز پر قادر ہے
وہی مختار گل ہے، مفیض اور علم محیط اسی کو،
ہر چیز پر نگران وہی ایک ہے، مافرق الاسباب
اسی ایک کو پکارا جائے مشرکین کا عقیدہ توحید
الاصرف ایک ہے۔

۶. کتاب الغیۃ والرسالۃ دس ذیلی عنوان
بشریت رسالت، کفار کا عقیدہ کہ بشریت اور
رسالت جمع نہیں ہو سکتیں، فراق رسالت
فقد رسالت، تربیت رسالت، اطلاق رسالت
شان رسالت محمدی، ادب رسالت، صحبت
رسالت، ختم نبوت، حضور خاتم النبیین۔

۷. کتاب المعجزات والکلمات چھ ذیلی عنوان
عناصر کے خواص بدلنا، پتھر سے پانی جاری ہونا
سخت رفتار اور وقت کا سٹنا، خمی خمریں

مقاومت القرآن
قرآن کریم شکل ہے آسمان؟
ایمان بالقرآن، طرق فہم قرآن

۸. کتاب ایمان چھ ذیلی عنوان
ایمان کی حقیقت، اجالی اور تفصیلی، ایمان اور
عمل جدا جدا کبھی ایمان میں داخل، گناہ کبیرہ سے
ایمان سے نہ نکلنا، کفر اور ایمان میں واسطہ
نہیں، صرف علامات سے ایمان کی پہچان،

۹. کتاب الکفر والاحاد چھ ذیلی عنوان
الکفر ملتہ واحدة، ایمان کا ہر دو بار ضروری
نہیں کہ مومن ہو، کفر کبھی الاحاد کی صورت میں
نکاح میں کفر و الاحاد کا حاصل نہیں، کفر و کلام
میں عدم موالات، کافر کے لیے مغفرت اور
نجات نہیں۔

۱۰. کتاب المناقین چھ ذیلی عنوان
صحابہ اور منافقین، مخلوط نہیں ہے نماز و نفاق
میں منافقوں کا انداز، منافقوں اور کافروں کے اذکار
مسلمانوں کی کامیابی پر ان کے ادا اس چہرے

۸۔ کتاب الجہاد والحجۃ آٹھ ذیلیٰ عزمان
 خلافت رضوی میں نیابت خدامندی، ظلم کا سدباب
 دفاعی تیاریاں تہی تیغ کر سکو کر دشمن نڈر رہے
 منظم قدموں سے ظلم اٹھانے کے لیے مجاہدی جہاد
 معاہدہ قوم کے خلاف کسی قوم کی مدد جائز نہیں
 مالِ غنیمت کی تقسیم اور محسوس سربراہی سلطنت کے
 اختتام میں۔

جہاد کے فضائل اور اس پر جنت کا وعدہ
 اسہ میں مقام شہادت
 جہاد کی قدردانی نہ ہر تہ تبرجرت کر جانے کا حکم

۹۔ کتاب خلق العالم
 زمین و آسمان کی پیدائش چھ دن میں
 زمین کی پیدائش دو دن میں
 سات آسمان دو دن میں
 ہر آسمان میں وحی کا نزول
 ہر زمین میں وحی کا نزول
 زمینیں بھی آسمان کی طرح سات
 یعنی نوع انسان ایک جی سے پیدا کیے گئے
 حدیثیں بھی نوع انسان سے ہیں
 انسان کی پیدائش کھٹکھٹائی مٹی سے
 جنت کی پیدائش آگ سے

مجزرات، ہرگز ان کریم و مجزہ شیخ القزلبی نے
 سے واقعات، حضرت عیسیٰ کے مجزرات نبوی نبیوں
 کی تصدیق، انقلابِ مابیت

۸۔ کتاب الصحابہ آٹھ ذیلیٰ عزمان
 عام امت اور پیغمبر کے درمیان صحابہ واسطہ
 صحابہ کے ایمان اور تقویٰ کی گواہی جنت کا
 وعدہ سب صحابہ سے جو ان مومنین کیخلاف
 چلے جہنمی صحابہ کی باہمی اذیت اسلامی
 باہمی قتال میں بھی یہ مومن رہے صحابہ تربیت
 کے دور میں، ان کے عمل کو خدا نے اپنا عمل کہا۔

۹۔ کتاب البیروں دس ذیلیٰ عزمان
 اسلامی سلطنت تسلسل سے چلنے کی ہمنظرہ کی خلافت کا غیر
 حضور کی خلافت صحیح چولنے کے قرآنی نصاب
 اعلیٰ الامم موصوم نہیں اس سے تازع ہو سکتے ہے
 مسلمانوں کی ولایت صرف مسلمانوں کا حق ہے
 اسلام کا تصور حکومت جبرائیلی نہیں مانی ہے
 اقتدار کی امانت اہل لوگوں کے سپرد کر
 انتخابات کی بنائمانوں کے مساوی حقیق پر
 اسلام کا شورا کی نظام حکومت
 ذرائع معیشت میں ہر ایک ترقی کی جدوجہد کرے
 سلطنت معیشت میں برابری مسلط نہ کرے

یعنی کہ بعض پر فضیلت متقدمین کو سہولت دو
خرچ کر لے میں میانہ روی،

سلام کا جواب بہترین پیرائے میں
۱۵. کتاب التقلید والاجتہاد بارہ ذیلی عنوان
یا خود علم ہو یا علم والوں کی پیروی ہو
دین کو پورے طور پر صرف عالم ہی جانتے ہیں
جو عالم نہیں وہ عالموں سے پوچھے
پیروی صرف انہی کی نہیں جو خدا کے آگے گھٹے
اسس کے کچھ پوچھو

انبیاء کے ماتھیل میں بھی تمہارے لیے اسوہ ہے
صحابہ کے خلف مینا جہنم کی راہ پر چلنا ہے
حضور اور صحابہ کے بعد ائمہ مجتہدین کی پیروی
اہل علم مسائل پیش آتے ہیں اجتہاد کریں
ہر ایک فقہ بنے یہ اسلام میں ضروری نہیں
پیروی آبا کی بشرطیکہ وہ خدا والے ہوں
درست ہے (پتہ پور صفحہ ۴۸)

آپاڑی کی پیروی میں مینا تقلید مذموم ہے
قالوا حسبنا ما وجدنا علیہ اہلنا واپلنا الذمہ

۱۶. کتاب اعمال القلب آئمہ ذیلی عنوان
قرآن میں احوال قلب کا بیان
دوں کے دھونے کی دعوت،

خزشتوں کی پیدائش نور سے
جمادات کی نشوونما مٹی سے
بنائیت کی نشوونما پانی سے
حیوانات کی نشوونما نسل کشی سے
جنت دوزخ کی پیدائش بھی ہو چکی
خلق عالم ارواح

تمام ادرار سے اپنی رو بیت کا اقرار
جنت دوزخ کی پیدائش ہو چکی
۱۷. کتاب البرزخ

آل فرعون کی روحیں صبح و شام آگ پر پیش
عذاب الہون مرنے کے وقت سے ہی
العذاب الادیانی اور العذاب الاکبر
قبر میں ایمان پر ثابت قدمی
۲. کتاب المعیشۃ چھ ذیلی عنوان
سب پیداوار مشترکہ سرمایہ

در پر معیشت سب ایک ساتھ ہیں

اہل ثروت دوسروں کو دین

امیروں کے مال میں غریبوں کا حق

دراشت میں جتنے کیساں نہیں

وسائل معیشت میں سب کا حصہ

۱۸. کتاب المشاہرت آئمہ ذیلی عنوان

مال کے حقوق، اولاد کے حقوق، خاندان

میوی کے حقوق، نکاح کے لیے وحدت دین

جبل کوہِ نبی تشریحی نہیں
استعمال الفاظ علی سبیل المشاکلہ
الفاظ کا لغوی اور اصطلاحی استعمال
التفات

۲۰. کتاب الانبیاء

حضرت آدم حضرت نوح حضرت ادریس
حضرت ہود حضرت صالح حضرت ابراہیم
حضرت اسماعیل حضرت اسحاق حضرت یعقوب
حضرت یوسف حضرت شعیب علیہم السلام
انبیاء بنی اسرائیل
حضرت موسیٰ حضرت ہارون حضرت داؤد
حضرت سلیمان حضرت ذکریا حضرت یحییٰ

حضرت عیسیٰ بن مریم
حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم
قرآنِ آپ کے قرابت تھے

آپ کا حق قرابت میں نرمی کا مطالبہ
بچپن دور بچپنی میں گزرا
آپ امین میں بھیجے گئے
آپ ہاتھ سے کھانا جانتے تھے
آپ پر حرار میں کیا گزری؟
آپ کے سفر و ہجرت کا بیان
آپ کو اٹھنے غنی کر دیا

اثبات الالہام والبعیثہ علم لدنی اور علم نبوت
بیعت توبہ و رسولک بیعت جہاد
التزام مجالس خیر
۱۷ کتاب اشراط الساعۃ چھ ذیلی عمران

زلزلوں کی آمد یا جوج و ماجوج
دابۃ الارض کا خروج نزول عیسیٰ بن مریم
حضرت عیسیٰ کا قرآن و حدیث کا علم
حیات کی سیح کا بیان
۱۸ کتاب الآیات المظلمہ

جن آیات پر ظلم و ظلم ہو گئے۔
نصاری تیسریں کے ہاتھوں میں
قادیانی مبشرین کے ہاتھوں میں
رافضی مبلغین کے ہاتھوں میں
یہودیوں اور معتزلہ کے ہاتھوں میں
اہل بدعت و اہل انفلوں کے ہاتھوں میں
منکر حدیث پر ویزوں کے ہاتھوں میں
ان پڑھ غیر مقلدین کے ہاتھوں میں
۱۹ کتاب القواعد العلمیہ فی فہم العبارات العربیہ

داؤد ترتیب کے لیے نہیں
ماضی مضارع کے معنی ہیں
مضارع جب عین مرتجع نہ ہو
انتشار مضارع
استشہاد و استفاد

والراستون في العلم يقولون لعنايه (پیکل عملت) ۷

والذين اتوا العلم درجت (پیکل المجادلہ ۱۱)

فانما سيرناه بلسانك لعنايه يتذاكرت

(پیکل الدفاع ۵۸)

افلا يتدبرون القرآن (پیکل محمد ۲۴)

شکل مسائل میں عوام کیا کریں ؟

فاسئلوا اهل الذکر انکم تعلمون (پیکل التبیار ۷)

" " " " " " " " (پیکل انحل ۴۲)

لتین للقدس ما نزل الیہم (پیکل انحل ۴۲)

فانما سيرناه بلسانك (پیکل الدفاع ۵۸)

ثم ان حلينا بيانه (پیکل القیامہ ۷)

بذریعہ محمد بن نجی مسائل حل ہوئے ہیں

ولو ردہ... الخ (الی الاخرہ ص ۸۴) (پیکل النساء ۸۴)

ایمان بالقرآن

یؤمنون بما نزل الیک (پیکل البقرہ ۴)

والذین یؤمنون بالآخرة یؤمنون به (پیکل العلم ۹)

ہر کتاب پر بھی ایمان بالقرآن لازم ہے

یا اهل الکتاب لستم علی شیء حتی تقبل

۱. تدرت ۱۰۰. ۲. انیل ۳. قرآن (پیکل النساء ۸۴)

فہم قرآن

بذریعہ وحی فرستو

(ثم ان حلينا بيانه (پیکل القیامہ ۷)

یعرنی قرآن ہے عربیت اس مجرا نہیں کی جا سکتی

هذا السان عربی مبین (پیکل انحل ۱۰۳)

(پیکل الاحقاف ۱۶)

قرآن پاک کے کئی نام ہیں ۱. قرآن پ ۱۲۷

۲. الفرقان پ آل عمران ۳. پیکل الفرقان ۱

۳. انذکر پیکل انحل. الحجر پ ۱۲۷. الحجرات پ ۱۲۷

الذرفت ۴. النور پ المائدہ پ الاعراف

۱۵۷. ۵. الکتاب پ البقرہ ۱۶۹

قرآن پاک کی ایسی حفاظت ضرور ہے۔

انما نحن نزلنا الذکر وانالہ لحافظون (پیکل الحجر ۹)

لا یاتیه الباطل من بین یدیه (پیکل محمد ۴۲)

قرآن پاک آسان ہے یا مشکل ؟

فصیرت پڑھنے اور ذکر آیت پر پڑھنے کے لیے آسان

ولقد سیرنا القرآن للذکر فکل من ذکر (پیکل القیامہ ۷)

فذاکر القرآن من حیث وعیدا (پیکل ق ۴۵)

مسائل اور کجی کے پہلو سے بہت گہرا اور مشکل ہے

وما یعتلها الا العالمون (پیکل النکیرت ۴۳)

ہم ایذا کو ادا اولو الاباب (پیکل آل عمران ۷)

لعل الذین یستنبطونہ (پیکل النساء ۸۴)

آیات بیئت فی صدق والذین اوتوا العلم

(پیکل النکیرت ۴۹)

۳. ایمان کی زیادتی سکینہ اور طمانینہ میں ہے، مومن یہ امر کی بھی بیشی کے سپو سے نہیں (پہلے فتح) تلاوت سے جو سکون ملے وہ ایمان کی زیادتی ہے واخالیتم علمہم آیاتہ زاد کھرا ایمانا۔

(پہلے الانفال ۲)

ایمان میں کمی ہونے کا بیان پہلے قرآن میں نہیں ہے زیادتی بھی گناہ نہیں توت و ضعف میں ہے ایمان اور عمل دو الگ الگ تقاضے ہیں۔

ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت (پہلے کہف ۷۷) ایمان کا نظریہ جب صحیح میں ہو تو عمل میں آتا ہے دماکان اللہ لیبیع ایمانکم (پہلے البقرہ ۱۴۲) ہم گناہ کبیر سے انسان ایمان سے نہیں نکلتا۔ وان طائفان من المؤمنین اقتتلوا۔

(پہلے الحجرات ۹)

۵. کفر اور ایمان میں کوئی واسطہ نہیں کہ انسان درمیان ہونے کا فر۔

هو الذی خلقکم فمنکم کافر و منکم مومن (پہلے تعابن) ایک کفر کرنے سے بھی انسان ایمان نکل جاتا ہے قالوا کلمۃ الکفر و کفروا بعد اسلام (پہلے التوبہ) ۶. حقیقت معلوم نہ ہو تو صرف علامات سے بھی مسلمان پہچانا جا سکتا ہے۔

ولا تقولوا لمن النبی علیکم السلام است مؤمننا۔ (پہلے النساء ۹۴)

۲. بدریہ رسالت

لنبین للناس ما نزل الیہم (پہلے النحل ۴۴)

۳. بدریہ صحابہ

وینبع غیر صبیبل المؤمنین (پہلے النساء ۱۱۵)

۴. بدریہ مجتہدین

ولوروحہ... الی اولی الامر کھم (پہلے النساء ۱۵)

آداب القرآن

۱. ایستہ الامام المظہرون (پہلے الراقعہ ۹)

۲. واذا قرأت القرآن فاستمعنا باللہ (پہلے النحل ۹۸)

۳. وقل القرآن ترتیلا (پہلے المرسل ۴)

۴. واذا قرئی القرآن فاستمعوا لہ (پہلے الاعراف ۴)

کتاب الایمان

۱. ایمان حشر کی سب باتوں کی تصدیق کا نام ہے فلا وربک لا یؤمنون حتی یشکروا لہ فیما شجرو بینہم۔ (پہلے النساء ۲۵)

کل امن باللہ وملتکتمہ وکتبہ ورسولہ۔

(پہلے البقرہ ۱۷۵)

۳. ایمان اور اسلام حقیقت ایک ہیں۔

فاخرجنا من کان من المؤمنین (پہلے التوبہ ۲۵)

اسلام کبھی اسلام کے معنی میں

قل لمرتو منوا و لکن قولوا استسلمنا۔

(پہلے الحجرات ۱۴)

الکفرۃ الاحادیث

۱۔ کافر ایک وقت میں گر گئی اقامت میں بیٹھے ہوں۔
هو الذی خلقکم فیکفروا کافرو عنکم مؤمن۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ﴾

ہاہو اوالصّٰبئین والنصارى والیهوسد
الذین اشركوا... ہذا ان خصمان اختصموا
فی ربهم۔ ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْ﴾

اہل کتاب اور مشرکین دونوں اہل کفر ہیں۔
لیکن الذین کفروا من اهل الکتاب المشرکین۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ﴾

۲۔ ایمان کا ہر عویدار ضروری نہیں کہ مؤمن ہو
وما ہم بمؤمنین۔ یخضعون للہ والذین
امنوا۔ ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ﴾

واللہ یشہد ان المنافقین کاذبون۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ﴾

۳۔ کفر کی ایک قسم زندقہ والحادیجی ہے کہ ظاہر
اسلام کا نام لے۔

ان الذین یلعنون فی آیاتنا لا یخفون علینا۔
﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ﴾

۴۔ مومنات کا کساح کافر مردوں میں نہیں ہو سکتا
خانہ ملتومن مومنات فلا ترجعن الی الکفار

لانہن حل لہم لہم یحلون لہن ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ﴾

ولا تنکحوا المشرکین حتی یرضوا ربکم البقرہ ۲۳
۵۔ مومن اور کافر میں شہرت ولایت نہیں ملازمت ہے

لا یفتننا المؤمنون الکافرین اولیاء من دون
المؤمنین۔ ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ﴾

۶۔ کافر کے لیے دعا مغفرت اور نجات نہیں
ان اللہ لا یغفر ان یشرک (یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ ۴۸۔ ۱۱۶)

ما یکن البقوع الذین امنوا ان یتفقوا رب التوبۃ ۳۳
وما ہم بخرجین من النار ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ﴾

کتاب المناقین

صحابہ اور منافق مخلوط نہیں بیٹھے

منافق آتے جاتے رہے کہ حضرت کی مجلسی نہ پانکے

۱۔ اذا جلدک المنافقون ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ﴾

۲۔ لا تقعدوا بعد الذکرى مع القوم الظالمین

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ﴾

حضرت کی مجلس سے ان کی دوری کی خواہش

لقد اردو سہمہ راہم یصدن ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ﴾

حضرت کی معیت صحابہ کے لیے بھی منافق اسے نہ پانکے

والذین معہ اشتد علی الکفار رجاء بینہم۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ﴾

معیت اول کو معیار بننے کی تہ اور منافقوں کا بھلا

۱۔ اذیل ہم امواکنا من الناس ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ﴾

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں گروہ مخلوط نہ بیٹھے ہوں

ولا تضل علی احد منهم هل ابدا ریت التورہ (۸)
ان کا جزا زہ نہ پڑھنے کا حکم بھی ہو سکتا ہے کہ ان کے
اطوار عام سماجی جہاںوں وہ مخلوط ہو کر نہ رہتے ہوں
جنگوں میں منافقوں کے علیحدہ اور ضلع و اطوار

دقیل ھلہ قالوا انا کوانی سبیل اللہ ادا و اضلوا
قالوا لولہم قتالنا لا تبعنا ہم (رپ آں عمران ۷۶)

کتاب التوحید

خاق وہی ایک ہے ہر ایک چیز کو پیدا کرنے والا

خلق کل شیء (رپ انعام ۱۰۱ ، ۱۰۲)

قل اللہ خالق کل شیء (رپ الرعد ۱۶)

ذکر اللہ ربکم خالق کل شیء (رپ المؤمن ۷۲)

خلق الانسان (رپ الرحمن ۳)

من صلصال (رپ الرحمن ۱۳)

خلقکم الذین من قبلکم (رپ البقرہ ۲۱۵)

واللہ خلقکم وما عملون (رپ الصافات ۹۶)

خلقکم ما فی الارض جمیعا (رپ البقرہ ۲۹)

خلق اللیل والنهار (رپ الانبیاء ۳۲)

خلق الموت والحیاة (رپ النکاح ۷)

خلق کل دابة (رپ النور ۴۵)

رفع السموات بعین عیدت و نھا (رپ الرعد ۶)

هل من خالق غیر اللہ ذکرکم (رپ الطہ ۳)

من خلق السموات والارض (رپ العنکبوت ۶۱)

ذل ان امنوا بثل ما امنتم به فقد اھتدوا

(رپ البقرہ ۱۷۴)

صداہ کی سوسائٹی مخلوط نہ رہنے دی جائے گی

تیسرے کھا کھا کر اپنے کو مسلمان بتلانا

و یحلفون باللہ اھم منکم و ما ہم منکم (رپ التورہ)

یہ قسمیں ہر سکتا ہے کہ دونوں طبقے مخلوط نہ بیٹھے ہوں

ظاہر رہنے کو بھی انجام کا نعم کر دیا گیا

۱۔ ما کان اللہ لیلذرا المؤمنین علی ما انتہ علیہ

(رپ آں عمران ۷۹)

۲۔ ولیعلم المؤمنین ولیعلم الذین نافقوا رپ آں عمران ۷۹

نماز اور خاق میں منافقوں کے علیحدہ اطوار

۱۔ ولا تاتون الصلوۃ الا وہم کسالی (رپ التورہ ۵)

۲۔ ہم الذین یقولون لا نتفقوا علی من عند رسول اللہ

(رپ السافقون ۷)

علی من عند رسول اللہ کلا زور صرف صحابہ کیے تھا

منافقوں اور کافروں کی خفیہ ملاقاتیں

واذا دخلوا الی شیطانہم قالوا انما حکم رب البقرہ ۱۳۵

واذا خلاصہم الی بعض قالوا اتحدتوہم (رپ البقرہ ۱۷۱)

یقولون و نحو اھم الذین کفروا (رپ العنکبوت ۱۱)

لیخرجن الاعز منہا الا ذل (رپ السافقون ۸)

ان اللہ مخرج ما تختارون (رپ التورہ ۶۴)

مسلمانوں کی کامیابی پر ان کے اداں جہ سے

۱۔ ان تصبک حسنة تسوہم (رپ التورہ ۵۰)

ملک ہی ایک ہے کوئی چیز اس کے قبضے سے باہر نہیں

دلہ ملک السموات والارض (پہلے الفتح ۴۴)

اللہ کے آگے سب بے بس ہیں، ان ارادہ تم کو ضرور

اور ارادہ بکھر نفعاً، (پہلے الفتح ۱۱)

لم یکن له شریک فی الملک (پہلے بنی اسرائیل ۱۱۱)

میں نہ ملکتوں کل شیء (پہلے المؤمنون ۸۸)

اللہ مالک الملک توفی الملک (پہلے آل عمران ۲۶)

لا یملکون لانہم نفعاً ولا ضرراً (پہلے الرعد ۱۶)

لا یملکون مثقال ذرۃ (پہلے اسباب ۲۲)

ما یملکون من ظہیر (پہلے الفاطر ۱۳)

لا یملکون شیئاً (پہلے الزمر ۲۴) چاہے انورقان ۳

حضرت ابراہیم کا قول میں تیری کسی بات کا لک

نہیں۔ (پہلے المستحکم ۴)

قل انی لا املك کم ضرراً ولا رشداً (پہلے ابن ۲۱)

لن الملک الیوم اللہ اذا حل العہار (پہلے المؤمن ۱۶)

الملک یومئذ اللہ یحکم بینہم (پہلے الحج ۵۶)

رازق صرف وہی ایک ہے۔ ابواب اس کے ماتحت ہیں

وہا من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا

(پہلے ہود ۶)

خلقکم تم رزقکم (پہلے الروم ۴۰)

اللہ یبسط الرزق لمن یشاء (پہلے الرعد ۲۶)

ولیسبط اللہ الرزق لعمادۃ لبغوا فی الارض

(پہلے الرعد ۲۶)

یرزقہ من حیث لا یحسب (پہلے الطلاق ۲)

وان اللہ هو الرزاق ذو القوۃ المتین

(پہلے الذاریت ۵۸)

وینزل لکم من السماء رزقاً (پہلے المؤمن ۱۳)

واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب (پہلے البقرہ ۲۱۳)

شان قدرت، ہر چیز پر قدرت رکھنے والا وہی ایک ہے

ترجمہ ہی چیزوں پر بھی قادر ہے کہ وہ واقع نہیں

قل هو اللہ علی ان یبعث علیکم عناداً لمن

توقدکم (پہلے الانعام ۶۵)

ان اللہ علی کل شیء قدير (پہلے البقرہ ۲۰)

ان اللہ یاتی بالشمس من المشرق (پہلے البقرہ ۲۵۸)

انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن

(پہلے یسین ۸۲)

من رب السموات السبع ورب العرش العظیم

(پہلے المؤمن ۸۲)

من نزل من السماء ماءً (پہلے العنکبوت ۶۳)

من خلق السموات والارض وسخر الشمس

والقمر۔ (پہلے العنکبوت ۲۱)

انا نحن نحی ونمیت (پہلے ق ۴۳)

اذا اراد اللہ تجویم سورۃ قلاماً (پہلے الرعد ۱۶)

اتمن یحبیب المظطر اذا دعاہ (پہلے النمل)

واذا حس الانسان ضرراً (پہلے الزمر ۴۶)

فکشفنا ما بہ من ضرر (پہلے الانبیاء ۸۴)

یعلم ما یلج فی الارض وما ینجرح منها رپک ۱۱۴

ان الله عالم غیب السموات والارض انه

علیم بذات الصدور رپک الفاطر ۲۸

والله غیب السموات والارض رپک ہود ۱۲۲

وعنده مفاتیح الغیب لایعلمها الا هو رپک النعام ۵۹

قل لایعلم من فی السموات والارض الغیب

الا الله. رپک الملئ ۷۵

قل انما الغیب لله رپک یونس ۲۰

له غیب السموات والارض رپک الکہف ۲۲

یعلم سرهم وخبوهم وان الله علام الغیوب

رپک التوبہ ۷۸

عالم الغیب لایعزب عنه مثقال خردة

رپ ۲۲ اسباب ۲۸

عالم الغیب رپک التوبہ ۷۸ رپک الانعام ۷۲

انبیاء کی اپنے سے علم غیب کی نفی

یوم یجمع اللہ الرسول فیتول ماذا اجبتوا قالوا

لا علم لنا رپک النامہ ۱۰۹

آنحضرت کی اپنی ذات سے علم غیب کی نفی

رپک الانعام ۵۰

لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من

الخیر رپک الاعراف ۸۸

آنحضرت سے علم شکر کی نفی رپک الیسین ۲۹

قل ان ادری اقربیا توعدن رپک الجن ۱۵

هل من کشفتم ضررا رپک الامر ۲۸

فلا یمکن کشف الضر عنکم ولا تعویلا

رپک بنی اسرائیل ۵۶

اولاد شینے والا وہی ہے جس کو چاہے میرے

یہب لمن یشاء انا ثاویب لمن یشاء الذکور

رپک التورہ ۵۰

رزق کی تنگی اور کشادگی اسی کے ہاتھ میں ہے

الله یبسط الرزق لمن یشاء ویتقن رپک العنکبوت ۱۸

وہی مختار کل ہے۔ جو چاہے کر کے

لا یشئل عما یفضل وہم یسئلون رپک الانبیاء ۲۲

خدا کے دینے دیکھ اور اس کے دینے آرام کو کوئی نہیں روکتا

ان اراد بکم سوء او اراد بکم رحمة

رپک الاحزاب ۱۷ رپک یونس ۱۷

و ربک یخلق ما یشاء و یمتار ما کان ظم

الخیرہ من امرہم رپک القصص ۶۸

شقاقت اللہ کے اذن کے بغیر کوئی نہ کر سکے

من ذا الذی یشفع عندنا الا باذنہ رپک البقرہ ۱۵۵

کسی کا مافوق الاسباب نفع و نقصان ایک اللہ

کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں ہے رپک الاعراف ۸۸

علم محیط اور علم غیب نما حد باری تعالیٰ ہے

لئی اعلم غیب السموات والارض اعلم ما

تبتان و ما کنتم تکتمون رپک البقرہ ۳۱

ان الله قد احاط بكل شیء علما رپک الطلاق ۱۲

علم بوقت قیامت

يسئلونك عن الساعة ايانا ومنها رب الا نرى ان الله

ان الله عندنا علم الساعة (پٹ عثمان ۳۴)

وما يدريك لعل الساعة تكون قربا ربك الا انما

يرجع اليك ان اسي كي دست سے۔ وہ ہر جگہ حاضر ناظر ہے

لا تحسبن الله غافلا عما يعمل الظالمون۔

(پٹ ابراہیم ۴۲)

والله على كل شيء شهيد (پٹ الجواد ۶)

والله بصير بما تعملون (پٹ الحجرات ۱۸)

كنت امت الوقيب عليهم ولنت على كل شيء

شهادا۔ (پٹ المائدہ ۱۱۷)

ان الله صبيح بصير (پٹ الحج ۶۱) (پٹ بی السراء ۱)

ما يكون من نجوى ثلثة الا هو راہم (پٹ الجلالہ ۶)

ايما تولوا فذره وجه الله (پٹ البقرہ ۱۱۵)

ما فرق الاسباب صرف ہی ایک کو پکارا جائے

لہ دعوة الحق والذین يدعون من دونه لا

يسجبون لهم بشئ ۶۔ (پٹ الرعد ۳۴)

اللہ ہی کو دور سے پکارا جائے

فوق الاسباب اللہ ہی کو پکارو

فادعوا للہ مخلصین لہ الدین (پٹ المؤمن ۱۴)

جو کسی کو پکارنا کر کے وہ پکارنا جائے

(پٹ العاطر ۴۰۔ پٹ النحل ۲۰)

جو رزق نہ لے پکارنا جائے (پٹ النحل ۵)

اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہو وہ تمہاری تکلیف

دور نہیں کر سکتے (پٹ بنی اسرائیل ۵۶)

جن کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ گٹھلی کا ایک

پھیکا پیدا نہیں کر سکتے (پٹ العاطر ۳)

اللہ کے سوا کسی کو پکارنا تو سب دینا ہوگا

فانما حسابہ عند ربہ (پٹ المؤمن ۱۱۷)

وہی پکارا جائے تو تکلیف دور کرے اگر چاہے

(پٹ الانعام ۴۱)

تیرا نفع و نقصان صرف اللہ کے اختیار میں ہے

ولا تدع من دون الله مالا يفتنك ولا يفتنك

(پٹ یونس ۱۰۶)

جنہیں تم پکارتے ہو ان کا زمین کی پیدائش میں

کوئی حصہ نہیں (پٹ العاطر ۴۰)

جس پر موت نہیں پکانے کے لائق صرف وہی ہے

هو الحق لا اله الا هو فادعوا مخلصین لہ الدین

(پٹ المؤمن ۶۵)

جب کوئی سبب اور سہارا نہ ہو تو مدد ہی ایک

سے مانگی جائے جو عبادت کے لائق ہے (مورق فتح)

افروہم ما تدعون من دون الله..... هل

ہن کا شفات ضرورہ۔ (پٹ الزمر ۳۸)

یادعوا من دون الله مالا یضرہ ولا یمنعہ

(پٹ الحج ۴)

مشرکین کا عقیدہ تو حید

بڑا خدا ایک ہے پھر ٹے خدا اس کی عطا ہے ہیں

ہو ہیں اس کے قریب کہ جیتے ہیں (پٹ ۱۱۲)

مشرکوں کی عبادت بزرگوں کی پجاری تھی

و کا فواجبہاد عہد کا فرین (پٹ ۱۱۲) اتحاف (۲-۵)

زمین و آسمان پیدا کرنے والا وہی ایک ہے

و لئن سالتمہم من خلق السموات والارض

(پٹ ۱۱۲) الزمر (۲۸)

قل من رب السموات السبع ورب العرش

الغظیم (پٹ ۱۱۲) المؤمنین (۸۶)

و لئن سالتمہم من نزل من السماء ماء

(پٹ ۱۱۲) العنکبوت (۶۲)

بتوں کی پوجا صرف اس لیے کہ وہ خدا کے قریب

کر دیں۔ (پٹ ۱۱۲) الزمر (۲)

بت جن بزرگوں کی یاد میں بنے وہ اب ان

کی طرف دھیان تک نہیں کر رہے

و ہر من دعائتم غافلون (پٹ ۱۱۲) الاحقاف (۵)

مشرکین بزرگوں کی یاد میں بت بناتے تھے جنہوں

سواغ لغوث اور ليعوق کے بت (پٹ ۱۱۲) زمر (۲۳)

مشرکوں نے اپنے پیروں اور مولیوں کو پھوٹے

رب بنا رکھا ہے (پٹ ۱۱۲) التوبہ (۲۱)

قل من رب السموات والارض

(پٹ ۱۱۲) الرعد (۱۶)

اسلام میں عبادت صرف ایک خدا کی ہے

انما الہکم اللہ واحد (پٹ ۱۱۲) کہف (۱۱)

" " " " (پٹ ۱۱۲) انبیاء (۲۸)

" " " " (پٹ ۱۱۲) حم سجدہ (۶۵)

والہکم اللہ واحد (پٹ ۱۱۲) بقرہ (۱۶۳)

انما اللہ الہ واحد (پٹ ۱۱۲) النساء (۱۶۱)

انما ہوالہ واحد (پٹ ۱۱۲) ابراہیم (۵۲)

" " " " (پٹ ۱۱۲) نحل (۵۱)

الہکم اللہ واحد (پٹ ۱۱۲) نحل (۲۲)

خالقکم اللہ واحد قلہ اسلام (پٹ ۱۱۲) الحج (۲۲)

اللہ لا الہ الا ہو (پٹ ۱۱۲) بقرہ (۲۵۵)

" " " " (پٹ ۱۱۲) آل عمران (۲)

وما من الہ الا اللہ واحد (پٹ ۱۱۲) المائدہ (۴)

وما من الہ الا اللہ الواحد (پٹ ۱۱۲) ص (۶۵)

لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثہ

(پٹ ۱۱۲) المائدہ (۷۳)

سبحانہ ان یکون لولداً لا تقولوا ثلثہ (پٹ ۱۱۲) النساء (۱۷)

انی یکون لہ ولد و لم تکن لہ صاحبہ

(پٹ ۱۱۲) الانعام (۱۱)

قل ہوا اللہ احد... لم یلد لم یولد (پٹ ۱۱۲) الاعراف (۱۶)

واللہ مع اللہ (پٹ ۱۱۲) نحل (۶۱)

من الہ غیر اللہ (پٹ ۱۱۲) القصص (۷۱)

ما لکم من الہ غیرک (پٹ ۱۱۲) الاعراف (۱۶)

کتاب النبوة والرسالة

بشریت رسالت

نبوت السنن کو ہی دی جاتی ہے۔ ماکان لبشر
 ان یوقی اللہ الکتاب النبوة (پہلے اہل عمران ۷۹)
 ماکان لبشر ان یکلّمہ اللہ الاّ وحیاً فی الشوریٰ (۵۱)
 اللہ تعالیٰ نے مومنین میں سے ہی رسول کھڑا کیا
 لقد امن اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیہم رسولا
 من انفسہم۔ (پہلے اہل عمران ۷۹)

اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کی جنس میں سے ہی رسول
 بھیجا (پہلے اجمعہ ۲)

کیوں تعجب کرتے ہو کہ رسول انسانوں کی جنس

میں سے ہے (پہلے ق ۲ ص ۴۰ الاعراف ۲۹)

کیوں تعجب کرتے ہو کہ خدا کی طرف سے ذکر

ایک مرد پر اترا ہے (پہلے الاعراف ۶۹)

کیوں تعجب کرتے ہو کہ تم پر ایک مرد کی زبانی نصیحت آئی

اس میں کیا تعجب کی بات ہے کہ ہم نے ایک مرد

پر وہی بھیجی ہے (پہلے یونس ۲)

آؤ یوں کہ ہی رسول بنایا جاتا ہے (پہلے انبیاء)

قالت لہم رسولہم عن الانبیا مثلکم۔

(پہلے ابراہیم ۸)

حضرت کا عنوان کہ میں لو کھائی نہیں ہوں

ما کنت بدعا من الرسل (پہلے الاحقاف ۹)

حضرت کا اعلان کہ میں بھی بشر ہوں جیسے تم۔ ہاں
 مجھ پر وہی آئی ہے۔

قل انما انا بشر مثلکم یرسل الی انما اللہ

اللہ واحد (پہلے البقرہ ۱۱۰)

حضرت کا دعویٰ حکم رسول سمجھنے کا نہیں بشر ہوں

ہونے کا تھا

قل سبحان فی ہل کنت الا بشرا رسولا (پہلے البقرہ ۱۲۹)

اگر زمین میں نور ہی مخلوق ہوتی ملک رسول بھیجا جاتا

(پہلے سبأ ۹۰)

لو کان حلکة... لازلنا علیہم من السماء

ملائکة رسولا۔

کفار کا عقیدہ کہ بشریت اور رسالت جمع نہیں ہو سکتی

رسولوں کا اس لیے انکار تھا کہ وہ بشر کیوں ہیں

انبیاء پیدا و نفا قلکفروا۔ (پہلے التوبہ ۶)

انبیاء ہمارا واحد انتبجہ انا اذ الی ضلال و

سحر۔ (پہلے القمر ۲)

قالوا ما انتم الا بشر مثلنا وما انزل الرحمن

من شیء (پہلے یسین ۱۵)

ما ہذا الرسول یا کل الطعام ویعسی فی

الاسواق۔ (پہلے الفرقان ۷)

ما ہذا الا بشر مثلکم یا کل مما تاکلون (پہلے المؤمنون ۲۳)

انؤمن لبشرین مثلنا و قومہم لنا احباب و ان

(پہلے المؤمنون ۶۷)

و دین الحق لیظہر علی الذین سکلوہ
 (پٹا التوبہ ۲۲، پٹا الفتح ۲۸، پٹا الصف ۹)
 ۹۔ تبلیغ اور اس راہ میں پیش آنی والی سختیوں پر صبر
 بلغ ما نزل الیک وان لم تفعل فمیلفت رسالته
 (پٹا المائدہ ۶۷)

غلبہ رسالت

۱۔ خدا کا فیض کہ رسولؐ کو کار غالب کر رہتے ہیں
 کتب اللہ لعلین انما ورسلی (پٹا المجاہدہ ۲۱)
 غلبہ سے مراد دنیا میں بھی غالب آنا ہے۔
 انما انصر رسالنا... فی الحیوة الدنیاویہ
 یقوم الا شہادہ۔ (پٹا المؤمن ۵۱)
 رسولوں کا نصرت اور غلبہ و مدد کا وعدہ دیا گیا ہے
 انکم لہم المنصورون وان جندنا لہم العالیون
 (پٹا الصافات ۱۷۲)
 اللہ العزیز و لوسولہ و الموحنین و لکن المنافقین
 (پٹا المنافقین ۸)
 یا ایہا النبی حسبک اللہ و من اتبعک من المؤمنین
 (پٹا الانفال ۶۴)
 لویضر اللہ شیئاً حیضاً و اعلم انہم (پٹا محمد ۳۲)
 و حجج اللہ الباطل حیث الحق (پٹا الشوریٰ ۲۲)
 وانتم لا ظنن اللہ معکم ولن یتکم اعماکم (پٹا محمد ۲۵)

اذ قالوا ما نزل اللہ علی بشر من شیء فربما نعام ۹۱
 بشر انسان کے معنی میں ہے اس میں کوئی برائی کا پیر نہیں
 اعانتین من البشر احدًا... فلن اکمل الیوم
 انشیاء (پٹا مریم ۲۶)
 فراض رسالت

- ۱۔ اللہ کا دین اور حکم لوگوں تک پہنچانا۔
- ۲۔ قرآن کریم کی تعلیم اور عملی تفصیل۔ و اتزلنا الیک
 الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم (پٹا نمل ۲۲)
- ۳۔ بتلا علیہم آیاتہ و ینکبہم و جعلہم لکتاب
 و الحکمۃ۔ (پٹا آل عمران ۱۲۲)
- ۴۔ ینعلکم الکتاب الحکمۃ و ینعلکم ما لم تکتوا
 تعلمون۔ (پٹا البقرہ ۱۵۱)
- ۵۔ ایک پاکیزہ اور تزکیہ یافتہ امت بنانے
 یخرجہم من الظلمات الی النور (پٹا المائدہ ۱۶)
- ۶۔ دنیا کو سیدھی راہ دکھانا اور بتلانا
 انک لم یقدم الی صراط مستقیم (پٹا الزمر ۵۲)
 طوطی تمہیں پرلاڈا لیا ہے کہ تمہیں نہیں اللہ کے خیر میں ہے
 انک لا تھدی من احببت و لکن اللہ ھدی
 من یشاء (پٹا القصص ۵۲)
- ۷۔ کفر و فتناء و دلائل جہاد کرنے کا حکم یا ایہا
 النبی جاهد الکفار و المنافقین و احلظ
 علیہم۔ (پٹا التوبہ ۷۳)
- ۸۔ اس دین کو جو سب ایمان پر غالب ہے ناس کی دشمنی

غلبه رسالت محمدی

۱. وقل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا. (رپ بزرگسرایل ۸۱)

۲. قل ان ربي يتخذ من الباطل علام الغيوب (رپ باهم)
قل جاء الحق وما يبدئ الباطل وما يعيد
(رپ اسما ۴۹)

۳. بل نقذف بالحق على الباطل فيدمغه
(رپ الانبياء ۱۸)

۴. لئن لم ينته المنافقون... لنغوينك بهم
(رپ الاحزاب ۶۱)

۵. اذا جاهدنا الله والفتح ورأيت الناس
يدخلون في دين الله افواجا. (رپ ۱)

۶. وتحسن الذين كفروا معجزين في الارض
(رپ النور ۵۷)

۷. وسوف يعطيك ربك فاقضى ريبك ونحى
ترميم رسالت

۱. الله تعالى في طرف من تخنفت كوتلى اور بهار سے
۱. واصبر على ما يقولوا واهجرهم هجرا
جميلا. (رپ المزمل ۱۰)

۲. واصبر كما صبر اولوا العزم من الرسل (رپ الاحقاف ۳۵)

۳. والله يصمرك من الناس (رپ المائدہ ۶۷)

۴. بلغ ما انزل اليك ومن تغفل فما بلغت
رسالتہ. (رپ المائدہ ۶۷)

۵. واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم
بالمعذرة واللعننى يريدون وجهه ولا تعد
عيناك عنهم. (رپ الكهف ۲۸)

۶. عفا الله عنك لم اذنت لهم (رپ التوبه ۴۴)

۷. عيسى وتولى ان جماعة الاغنى (رپ عبس ۱)
بدفهار حمله من الله لت لم يرد ريبك آل عمران ۵۹

۹. اولئك الذين هم اعداء الله
رپ الانعام ۹۰

اطاعت رسالت

۱. وما ارسلنا من رسول الا ليطيع باذن الله
(رپ النساء ۶۴)

۲. اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر منكم
(رپ النساء ۵۹)

۳. فليصبر الذين يخالفون عن امره (رپ النور ۶۴)
ما كان لهم من ولا مؤمنه اذا قضى الله و
رسوله امرا

۴. ان يكون لهم الخيرة من امرهم (رپ الاحزاب ۳۶)
فلا وربك لا يؤمنون حتى يمكرك فيما

شعربينهم (رپ النساء ۶۵)
ما اتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه

فانتهوا. (رپ المشر ۱)
لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة (رپ الاحزاب ۲۱)

من يطع الرسول فقد اطاع الله (رپ النساء ۸۰)

besturdubooks.wordpress.com

شان رسالت محمدی

يخرجهم من الظلمات الى النور بلذنه رب العالمين ﴿٣١﴾
 لقد جاءكم رسول من انفسكم بالمؤمنين
 رؤوف رحيم ﴿٣٢﴾

النبی الاری الذی یجئ نھ لکنوا عندھم رب الاعراب
 یتضع عنھم اصرھم للاذلال الی کانت علیھم
 وما ارسلناک الا رحمة للعالمین ﴿٣٣﴾
 یخرجھم من الظلمات الی النور ﴿٣٤﴾

وما کان اللہ لیعذبھم ولما ولت فیھم رب الانفال ﴿٣٥﴾
 النبی اوی بالمؤمنین من انفسھم ﴿٣٦﴾
 لبقت ذیکم عذاب من قبلہ ﴿٣٧﴾
 وما ضل صاحبک وما عنوی ﴿٣٨﴾
 وما وصیت اذ وصیت رب الانفال ﴿٣٩﴾
 انما ارسلناک شھدا ونبیاً واذیاء ﴿٤٠﴾
 فما رحمة من اللہ لنت لھم ﴿٤١﴾
 فعرسوا ولا توقدوا ﴿٤٢﴾

الذین یتابعونک انما یتابعون اللہ ﴿٤٣﴾
 کف ایدی الناس عنکم ولتکون آیتہ للمؤمنین ﴿٤٤﴾
 واللہ یصمک من الناس ﴿٤٥﴾

ایک رسالت

نامے کرنے پکارو جو حق کی دوسرو کو پکارتے ہو
 لا تجعلوا دعاہ الرسول بینکم کدعاہ بعضکم
 لبعض ﴿٤٦﴾

الذین ینادونک من وراء الحجرات کثرتھم
 لا یقولون ﴿٤٧﴾

لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ﴿٤٨﴾
 ولا تجھروا للہ بالقول کجھربضکم لجنس و
 حضرت کے پاس حاضر ہوں آپ کو حاضر نہ کریں
 ولوا ظم اذا ظلموا انفسھم جلدولہ ﴿٤٩﴾

عصمت رسالت

ما کان للنبی ان ینزل رب آل عمران ﴿٥١﴾
 ما ارسلنا من رسول الا لیطاع ﴿٥٢﴾
 ما اتاکم الرسول فخذوا ﴿٥٣﴾
 انک لتدی الی صراط مستقیم ﴿٥٤﴾
 انک لعلی خلق عظیم ﴿٥٥﴾
 اولئک الذین ہدی اللہ رب الانعام ﴿٥٦﴾
 ولقد راودتہ عن نفسه فاستصرم
 ﴿٥٧﴾

عظم نبوت حضرت خاتم النبیین

سب سے اچھے ایک رسول کے گاتم سب اس
 پر ایمان لاؤ۔ واذا اخذ اللہ ميثاق النبيين
 ثم جاءكم رسول ﴿٥٨﴾
 ولكن رسول اللہ خاتم النبيين ﴿٥٩﴾
 نزل القرآن علی عبدک لیکون للعالمین
 نذیرا ﴿٦٠﴾
 لیوم آلتکم دینکم واتمت علیکم نعمتی ﴿٦١﴾

۶۔ درضنا فو قمعہ الطور رب النساء (۱۵۴)

۷۔ حضرت موسیٰ کے عصا کا سانپ بننا

۸۔ فالقہا فاذا ہی حیة ستنی (پہلا طہ ۲۰)

حضرت عیسیٰ کے معجزات

۸۔ پرندوں کا ذبح ہونے کے بعد پھر جڑ جانا

بیماروں کو پھل خداوندی شفا دینا

۹۔ نخذ ارجعة من الطیر (پہلا بقرہ ۲۶۰)

۹۔ مال کی گرد میں کلام کرنا

۱۰۔ قال انی عبد اللہ انانی الکتاب (پہلا مریم ۲۰)

حضرت خاتم النبیین کے معجزات

قرآن کریم کا معجزہ

ایسا کلام بنا لانے سے لوگوں کا عاجز ہونا

۱۔ لایاقون بمثلہ (پہلا ہی اسرائیل ۸۸)

۲۔ فلن یقعولوا لول تقولوا (پہلا بقرہ ۲۴)

۳۔

۴۔

عینی ضرور کی تصدیق

۱۔ دروسوں کے دوبارہ غالب آنے کی خبر (پہلا روم ۲)

۲۔ کسی مرد کا باپ نہ ہونے کی خبر (پہلا الاحزاب ۴۰)

۳۔ فتح مکہ کی خبر (پہلا انفجر)

۴۔ مسلمانوں کے داخل ہونے کی خبر (پہلا الفتح ۱۲)

۵۔ آئینہ مجالس پہلے سے بہتر ہوں گے

(پہلا انفجر)

یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلك (پہلا انشاء)

درسلنا قد قصصناہم علیک... ورسلا

لم قصصناہم علیک (پہلا انشاء ۱۶۴)

لا نفرق بین احد من رسلہ (پہلا بقرہ ۲۵۸)

قل یا ایہا الناس انی رسول الیک جیبار (پہلا انفجر)

وما ارسلناک الا کافۃ للناس (پہلا انشاء ۲۸)

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم

(پہلا انشاء ۵۹)

واخیرین منہم لما یحقر البعہ (پہلا انفجر ۲)

کتاب المعجزات والکرامات

پرندوں کا ذبح ہونے کے بعد پھر جڑ جانا

۱۔ حضرت ابراہیم کے پاؤں تلے آگ کا ٹھنڈا ہونا

یا نازکونی برف او سلا ما علی ابراہیم (پہلا نبیاء ۶۶)

۲۔ حضرت موسیٰ کے لیے دریا میں راہ بننا

واذ فرقنا بک البحر (پہلا بقرہ ۵۰)

۳۔ حضرت داؤد کے ہاتھوں میں لہجے کا ٹرم ہونا

والتالہ الحدید (پہلا سبأ ۱۰)

۴۔ پتھر پتھری مارنے سے بارہ چٹتے جاری

قلنا اضرب بجمناک الحجر (پہلا بقرہ ۶۰)

۵۔ حضرت سلیمان کے پاس تخت بقیس کا چلا آنا

انیاس کے لیے مٹی کے خراس بدلنا

(پہلا انفجر ۲۰)

پہلے نبیوں سے ملاقاتیں

وَسَلِّمْ مِنْ أَوْلَادِ أَقْبَلِكُمْ مِنْ سَلَامِ رَبِّكَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ (۳۵)
 جبکہ میری سمانوں کا اپنے سے دگنا دکھائی دینا
 وَاخْرَجِي كَاغْرَةِ يَوْمِ نَهْمٍ مِثْلَهُمْ رَأَى الْعَيْنِ
 (پہ آمل عمران ۳)
 معجزہ شن الغمر
 وَاذْشَقَّ الْقَمَرُ (پہ القمر)

کتاب الصحابہ

علم امت اور پیغمبر کی درمیان صحابہ و اہل بیت
 لَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ
 شَهِيدًا (پہ البقرہ ۱۴۳)
 کہتے خیرامتہ اخراجت الناس (پہ آل عمران ۱۱۰)
 اِذَا قِيلَ لَهُمْ امْنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ رَأَى الْبَقْرَةَ (۱۳)
 وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا رَأَى الْبَقْرَةَ (۱۴)
 ایمان صحابہ کے دل کی زینت تھا اور وہ سب مومن تھے
 حَبِيبُ الْيَوْمِ الْإِيمَانِ لَا زَيْنَةَ فِي قُلُوبِكُمْ رَأَى الْبَقْرَةَ (۱۵)
 اُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا رَأَى الْإِنْفَالِ (۴)
 کہتے فتنہ اور عصیان سے ان کے دلوں کو نرفت تھی
 كَذَلِكَ الْيَوْمِ الْكُفْرُ وَالْفُسُوقُ وَالْعِصْيَانُ
 (پہ الحجرات ۷)
 اللہ نے تمہاری میں ان کے دلوں کا امتحان لیا تھا
 اُولَئِكَ الَّذِينَ أَحْسَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَى رَأَى الْبَقْرَةَ (۳)

فتح کو سے پہلے ایمان لانے والوں کو کچھپے لی
 نہیں سکتے لیکن جنت کا وعدہ ہر ایک سے ہے
 وَكَلَّمَ اللَّهُ الْحَسَنِي (پہ المدیدہ ۱)
 جو ان مجتہدین کے خلاف چلا وہ جہنمی ہے (پہ السار)
 وَيَقِيعُ غَيْرُ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نَوْلَهُ مَا تَوَلَّى وَفَضَلَهُ
 جہنم (پہ السار ۱۶)
 صحابہ رب الشریک رضا پانچکے اور تو اس سے رہتی ہوئے
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ

(پہ التوبہ ۳، پہ البیتہ ۸)

کہنے کے شرافت محنت اور اپنے میں رحمدل

وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رِجَالًا بِرِجَالٍ
 (پہ الفتح ۱۹)

أَلْفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَاصْبِرْ لَهُمْ صَبْرَةً مِثْلَ صَبْرِكَ
 صحابہ کے عمل کو نمونے اپنا عمل کہا

فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ لَئِنْ أَتَى اللَّهُ قَلْبَهُمْ رَأَى الْإِنْفَالِ

وَأَرَادَتِ الْاُذْرُوعُ وَكَانَ اللَّهُ رَحِيمًا رَأَى الْإِنْفَالِ (۱۶)

انما نحن نزلنا الذکور انالہ لحفظون رَأَى الْبَقْرَةَ (۱۷)

صحابہ باہمی قتل میں بھی مومن رہے

وَأَنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا رَأَى الْبَقْرَةَ (۱۸)

بدر سے جان بچرانے والے بھی مومن رہے

وَأَنْ ذُرِّيَّتًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَرَهُنَّ رَأَى الْإِنْفَالِ (۱۹)

بیزیکے ساتھ بیویوں میں بھی تمہارے لیے اڑھے

فَدَاكَلَتْ لِكُلِّ سَوْقَةٍ فِي إِبْرَاهِيمَ الَّذِينَ مَعَهُ رَأَى الْبَقْرَةَ (۲۰)

منکم من یرید الدنیا و منکم من یرید الآخرة و لقد
عفا عنکم اللہ ذو فضل علی المؤمنین (پیکر آل عمران ۱۵۹)

خبر ایمان حضرت ابی بکرؓ

من یرتد منکم عن دینہ (پیکر المائدہ ۵۴)

یومئذ یفرح المؤمنون (پیکر الروم ۴۴)

خبر ایمان حضرت عمرؓ

ان الارض یرثها عبادی الصالحون (پیکر انبیاء ۱۰۵)

شانِ تطہیر حضرت عائشہؓ (پیکر النور ۱۵-۱۶)

ازواج مطہرات اور اہلبیت کی تطہیر (پیکر الاطرب ۴۳)

کتاب السیر

حضرت کے بعد اسلامی سلطنت تسلسل سے چلنے کی یا بنامت ہے

وعدا اللہ الذین آمنوا منکم و عملوا الصالحات

لیستخلفنہم فی الارض (پیکر النور ۵۵)

ولی الامر ذلیقہ (مسلمانوں میں سے جو

داد ولی الامر منکم) (پیکر النساء ۵۹)

اسلامی حکومت کا محرک ہمہ انزل اللہ سبحانہ کا

(پیکر المائدہ ۴۹)

الذین ان حکماہم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ

(پیکر الحج ۴۱)

ولی الامر صبر ہم نہیں رعیت کے لوگ اس سے

تنازع کا حق رکھتے ہیں فان تنازعتم فی شئ

اور فیصلہ کتاب و سنت کا (پیکر النساء ۵۹)

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ایمان پر قرآن کی گواہی

۱. یومئذ یفرح المؤمنون بنصر اللہ (پیکر الروم ۲)

۲. ہنوف یأتی اللہ بتوم یحکمہم (پیکر المائدہ ۵۴)

حضرت عمرؓ کے ایمان پر قرآن کی گواہی

ان الارض یرثها عبادی الصالحون (پیکر انبیاء ۱۰۵)

حضرت صدیقہ کی طہارت پر قرآن کی گواہی

ان الذین جلدوک بالانک... (پیکر النور ۱۱)

مہاجرین انصار اور ان کے سب پیروؤں سے اللہ

راضی ہوا۔ (پیکر التوبہ ۱۰۰)

صحابہ و جنم کی آگ کی آہستہ تک نہ سُن پائیں گے

لا یسمعون حسیبہما (پیکر الانبیاء ۱۰۲)

دورانِ تربیت کی بعض کمزوریاں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عفو و کرم

ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعان... و لقد

عفا اللہ عنہم ان اللہ غفور حلیم (پیکر آل عمران ۱۵۵)

حقی اذ اشلقت و تنازعتم فی الارض و عصیت

و لقد عفا عنکم اللہ ذو فضل علی المؤمنین

(پیکر آل عمران ۱۵۲)

جنگ سے جان چھڑانے والے بھی مومن ہی متعلق نہ تھے

ان فریقاً من المؤمنین لکارہون (پیکر الانفال ۵)

صحابہ باہمی قتال میں بھی مومن ہی نہیں کافر نہ ہوتے

و ان طائفتان من المؤمنین ما قتلتا (پیکر البقرات ۹)

۲۔ یوسف یاقی اللہ بقوم محبہم (پہا المائدہ ۵۵)

۳۔ ان الارض میں شہادہ دہی الصالحون (پہا تباہہ)

بہ لظہرہ علی الدین کلمہ و کفی باللہ شہیداً

(پہا الفتح ۲۸)

مسلمانوں کی ولایت صرف مسلمانوں کا حق ہے

لا تقبلوا حدی و عذابکم اذ لیاہ (پہا الممتحنہ ۱)

انباہرہ منکم و عاقبتہن من دون اللہ (الممتحنہ ۴)

مال شفیعت میں غائبین کا حصہ

واعطوا نماضتہم من شیء فان اللہ شہسہ و

للسول (پہا الانفال ۴۱)

مال فتنے میں فوج کا کوئی حصہ نہیں

ما فاء اللہ علی رسولہ من اهل القرۃ فللہ

والرسول (پہا الممتحنہ ۷)

اسلام میں انسانی حقوق میں برابری ہے

اقتدار اسلامی میں سب انسان برابر ہیں نیز مسلم

ماحت بہو کر رہیں

اسلام میں معیشت میں برابری نہیں جو محنت کے پائے

واللہ فضل بعضکم علی بعض فی الرزق (پہا المفلح ۱)

کتاب الجہاد والہجرہ

انہی جعل فی الارض خلیفہ (پہا البقرہ ۳۰)

خلافت ازنی میں نیابت خداوندی

اور صفات جمال و جلال کا سایہ

انتخاب کی بنا انسانوں کے مساوی حقوق پر

۱۔ احکمتہ بین الناس ان تحکوا بالعدل

یعظکم بہ (پہا النساء ۵۸)

حکومت شریعی سے چلے گی پرفیصلے کا حق سربراہ کو ہوگا

امرہ و شوری بینہم (پہا الشوری ۲۸)

و شاورہم فی الامور اذ اعزمت فتوکل علی اللہ

(پہا آل عمران ۱۵۹)

شرعی کے ارکان نماز روزہ و زکوٰۃ میں عربی مسلمان

ہوں (پہا الشوری ۲۸)

الذین ان مکناہم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ (پہا الحج ۱)

بقدر کی امانت اہل لوگوں کے پُر کرو

ان اللہ یا مکناہم ان توردوا الامانات الی اہلہا (پہا النساء ۵۸)

دفاہی تیاریاں جتنی بھی ہو سکیں کرو

واحدوا و المواعا استطعتہم من قرۃ (پہا الانفال ۱۰)

معاہدہ قوم کے خلاف کسی قوم کی بڑھانہ نہیں (پہا الانفال ۱۰)

معاہدہ قوم کو خائن پاؤ تو معاہدہ توڑو (پہا الانفال ۵۸)

اسلام کا تصور حکومت بجز ایمانی مفرد کا نہیں ملتی ہے

انہی جعل فی الارض خلیفہ (پہا البقرہ ۳۰)

الذین ان مکناہم فی الارض (پہا الحج ۱)

لیظہرہ علی الدین کلمہ (پہا الفتح ۲۸)

لیستخلفنہم فی الارض (پہا الزورہ ۵)

حضور کی خلافت صحیح ہونے کے قرآنی شواہد

۱۔ ولیدلہنہم من بعدا خودہم امنا (پہا الزورہ ۵)

خلق الارض في يومين... وقد اخواتها في

اربعة ايام (پکچہ نمبر ۱۰)

۳. سات آسمان دو دن میں

فقطھن سبع سموات في يومين (پکچہ نمبر ۱۱)

۴. ہر آسمان میں سر الہی کا نزول

وادحی فی کل سماء امرها (پکچہ نمبر ۱۲)

۵. آسمان سات اور زمینیں بھی اسی طرح

خلق سبع سموات ومن الارض مثلهن يتنزل

الامرینہن (پکچہ نمبر ۱۳)

۶. آسمان ایک دھوئیں کی شکل میں

ثم استوی الی السماء وہی دخان فقال لها

والارض ایتا طوقا لو کرھا قالتا ایتینا

طائین (پکچہ نمبر ۱۴)

۷. استوی علی العرش (پکچہ نمبر ۱۵)

استوی الی العما (پکچہ نمبر ۱۶)

۸. فرشتوں کو ہزار سال کے اظہارات اور بتائیں

ملتی ہیں (پکچہ نمبر ۱۷)

ثم یرج الیہ فی یوم کان مقداره الف سنۃ

مما تقدن (پکچہ نمبر ۱۸)

۹. ولقد خلقنا ذرکم سبع طرائق وانزلنا من

السماء ماء یقذنا سکہا فی الارض (پکچہ نمبر ۱۹)

۱۰. یعنی اللیل النہار یطلبہ حیثا واشمس والقرن الخیم

مخبرات ہلہ الا لخلق الامر (پکچہ نمبر ۲۰)

۱. لیستخلفنہم فی الارض (پکچہ نمبر ۲۱)

۲. جعلکم خلفاء من بعد قوم نوح (پکچہ نمبر ۲۲)

جعلکم خلفاء من بعد عاد (پکچہ نمبر ۲۳)

جہاد یہ کفار و مشرکین

واحدوا لهم ما استطعتم من قرة (پکچہ نمبر ۲۴)

جہاد یہ اہل کتاب

فآلموا الذین... حتی یطوا الجزیۃ (پکچہ نمبر ۲۵)

جہاد یہ اہل الحاد

ان الذین یطعدن فی ایمانہن علیما (پکچہ نمبر ۲۶)

جہاد بمقابلہ منافقین

جعلوا کفارا والمنافقین اغلظ علیہم (پکچہ نمبر ۲۷)

جہاد و کسکو تو بھرت کر

مستغنیوں کو کھڑکی پکڑیں

ان الذین توفاہم الملئکہ ظالمی انفسہم قالوا انما

کنتم کما استضعفین (پکچہ نمبر ۲۸)

ومن یمہاجر فی سبیل اللہ یجد فی الارض

مواخا وسعة (پکچہ نمبر ۲۹)

کتاب خلق العالم

۱. زمین و آسمان کی پیدائش پھر دن میں

خلق السموات والارض فی ستۃ ايام

(پکچہ نمبر ۳۰)

۲. زمین دو دن میں اور دیگر چیزیں چار دن میں

۲۰. وجعلنا الليل والنهار آيتين ليعرفوا الليل

وجعلنا آية النهار مبصرة... طلعوا أعدا

السنين والحساب (رپک بنی اسرائیل ۱۲)

۲۱. فاعرجنا به ثمرات مختلف الوانها من

الجبال جدا ببيض وحمرة مختلف الوانها و

خرابيب سود (رپک الطاهر ۲۶)

۲۲. وان لكم في الانعام لعبرة نستفيكم بما

في بطونه من بين فروث ودم ليسنا الصا

صافا للشاربين (رپک النحل ۶۲)

۲۳. ومن ثمرات الخليل والاعناب تتخذون

منه سكرًا ورازقًا حسنًا (رپک النحل ۶۶)

۲۴. وشجرة تخرج من طور سيناء تنبت بالهن

وصيغ للاكلين وان لكم في الانعام لعبرة

... ومنها تاكلون (رپک المؤمن ۴۱)

۲۵. ومن آياته... اختلاف السننكم والوانكم

(رپک الروم ۳۲)

۲۶. ومن آياته منا منكم بالليل والنهار وابتعادكم

من فضلهم (رپک

۲۷. واولئك يوم تأتي السماء عرصاد مبين

يضقى الناس ررپک الدخان)

۲۸. صوركم فاحسن صوركم والي المصير رپک القاب

۲۹. جعل للشركة رسلا اولى احصاه متشدا

ثلث ورياح يزيد في الخلق ما يشاء (رپک فاطر)

۱۱. وقد خلقكم طوارا... وجعل القمر فيهن نورا

وجعل الشمس سراجا رپک نوح ۱۹)

۱۲. وجعلنا من الماء كل شئ حي... وجعلنا

في الارض رواسي ان متيدا بهم وجعلنا فيها

نجايا سبلا (رپک الانبياء ۳۱)

۱۳. انسان يبيد شئى سے پھر پائى سے بنا

بداء خلق الانسان من طين ثم جعل منه من

سلا لية من ماء مهين ثم سواه ونفخ فيه

من روحه (رپک السجده ۷)

۱۴. خلق الانسان من صلصال من جناسون

والجان خلقناه من قبل من نار السموم (رپک الحجر ۲۶)

۱۵. خلقكم من نفس واحدة وخلق منها رجلا

وشت منها رجلا كثيرا (رپک النساء ۱)

۱۶. ومن آياته ان خلق لكم من انفسكم ازواجا

ليستكنوا اليها (رپک الروم ۲۱) ليسكن اليها (نمل)

۱۷. والانعام خلقها لكم فيها نافع وفيها ماضع و

منها تاكلون ولكن فيها جمال... وتحمل اثقالكم

(رپک النحل ۷۷)

۱۸. والخنزير والبغال والحمير ليركوهن ذرية

(رپک النحل ۸۱)

۱۹. وسفر لكم الليل والنهار والشمس والقمر...

هو الذى سفر لكم البحر لعلكم تاكلوا منه فاحطروا و

تستخرجوا منه حليمة تلبس منها رپک النحل ۸)

ولا محسبن الذين قتلوا في سبيل الله اموالاً
 بل اعياء عند ربهم يرزقون ﴿١٦﴾ **كتاب عمران**
 حیات الشہداء والانیار

والذين هاجروا في سبيل الله قتلوا
 او ماتوا ليرزقهم الله رزقا حسنا.
 ﴿١٧﴾ **الحج ٥٨**

واستل من ارسلنا من قبلك من رسلنا
 ﴿١٨﴾ **الزخرف**

ولقد اتينا موسى الكتاب فلا تكن في حيرة
 من لقاءه ﴿١٩﴾ **الم حج ٧٣**
 فلما قضينا عليه الموت ما لم يكن عليه
 الا دابة الارض ﴿٢٠﴾ **الاسبار ٨٤**

كتاب المعيشة

سب پیداوار میں ہر ایک کا حصہ
 هو الذي خلق لكم ما في الارض جميعا.
 ﴿٢١﴾ **البقره ٢٩**

درجہ معیشت سب کا ایک سا نہیں
 نحن قسمنا بينهم معيشتهم في الحياة
 الدنيا ورفعنا بعضهم فوق بعض درجات
 ﴿٢٢﴾ **الزخرف ٣٢**

والله فضل بعضكم على بعض في الرزق
 ﴿٢٣﴾ **النحل ٤١**

۳. انزل لكم من الانعام ثمانية اذواج يخلفكم
 في بطون ايمانكم خلقاً من بعد خلق في
 ظلمات ثلاث ﴿٢٤﴾ **الزمر ١٦**

۴. خلقناكم من تراب ثم من نطفة ثم من علقه
 ثم من مضغه مخلقة وغير مخلقة ﴿٢٥﴾ **الحج ٥**

كتاب البرزخ

۱. ومن در اٹھ روز خالی یوم بیعتوں ﴿٢٦﴾ **المؤمن ٣١**
 ۲. انلا یرضون علیہا عندنا ووحشیاً ویدوم تقدم
 الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب
 ﴿٢٧﴾ **المومن ٤٦**

۳. مما اخطيتمہم اعدوا فادخلوا ناراً ﴿٢٨﴾ **نوح ٢٥**
 ۴. منها خلقناكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم
 ۵. يثبت الله الذين امنوا بالقول الثابت
 ﴿٢٩﴾ **ابراهيم ٢٤**

۶. اليوم تجزون عذاب الهون ﴿٣٠﴾ **الانعام ٦٢**
 ۷. يصرون وجوههم وادبارهم وذرقتوا
 عذاب الحوق ﴿٣١﴾ **الانفال ٥٠**
 ۸. ولنذيقنهم من العذاب الاذي دون
 العذاب الاكبر ﴿٣٢﴾ **السجده ٢١**

حیات شہداء

دلا تفرلوا لمن قتل في سبيل الله اموات بل
 احياء ولكن تشعرون ﴿٣٣﴾ **البقره ٤٤**

مردم و قرآن پر خرچ کریں

الرجال قوامون على النساء... وبما انفقوا

من امر المهر و聘 النصار ۴۴)

ولهن مثل الذي عليهن بالمعروف و

للرجال عليهم ووجهه وپت البقره ۲۲۸)

وعلى الولود له رزقهن وكسوتهن وپت البقره ۲۳۳)

ابن ثروت مغربوں پر خرچ کریں

وہما رزقہم یتفقون (پت البقره ۲)

ماذا یتفقون قل العنقر وپت البقره ۲۱۹)

وہی امور الہم حق المسائل و المحروم وپت الذاریات)

فقد ہوا بین یدی نبیؐ کہ صدقہ وپت المجادلہ ۲)

وداشت میں جسے کیساں نہیں

لکل جعلنا موالی مما ترک الوالدان والاقربون

(پت النصار ۴۲)

یوحسبکم انه فی اولادکم للذکر مثل حظ

الانثیین . وپت النصار

مال صحیح کرنے پر الہی ناراضگی

والذین یکنزون الذہب والفضة وپت التوبہ ۲۴)

ارحیت الذی یکنذب بالذین وپت الماعون)

امیر اپنے مال کا سارا حساب کریں

تہ سے سالانہ زکوٰۃ

پیدا ار سے ہر فصل پر عشر

وسائل معیشت میں سب کا حصہ

احل لکم صیدا البحر و طعامہ مما ناعا لکم و

السیارۃ و حرم علیکم صیدا البر ما دامتہ

حرما وپت المائدہ ۹۶)

احل لکم الطیبات وما حللتم من الجوارح

(پت المائدہ ۳۵)

وان لکم فی الانعام لحدیثہ لیسقیم مما فی بطونہ

(پت النحل ۶۶)

سودا اور جوئے کی حرمت

واحل اللہ البیع و حرم الربا وپت البقرہ ۲۷۵)

الذین یاکلون الربا لا یتقون الا کما یقوم

الذی یتخبطہ الشیطان من المس

(پت البقرہ ۲۷۵)

یشلونک عن الخمر والمیر قل فیہما شر

کبیر وپت

کتاب المعاشرت

انما المؤمنون اخوة (پت الحجرات ۱۰)

فاصبحتم بنعمتہ اخواناً وپت آل عمران ۱۰۳)

مال باپ کے حقوق

لا تعبدن الا اللہ و بالوالدین احساناً وپت النساء ۳۶)

لا تشركوا به شيئاً وبالوالدين احساناً

(پہ البقرہ ۸۲)

وَقَضَىٰ رَبُّكَ اَنْ لَا تَعْبُدَ الِاٰتِیَآءَ وَبِالْوَالِدِیْنَ

احساناً رِبِّیْۤ اَبْنِیْۤ اِسْرَآئِیْلَ (۲۲)

اِنْ اَشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدِیْكَ (پہ الفرقان ۱۳)

لَا تَقْتُلْ لِحَا اَنْفِیْ لَا تَقْرَهَا رِبِّیْۤ اَبْنِیْۤ اِسْرَآئِیْلَ (۲۲)

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدِیْهِ حِنَانًا (پہ العنکبوت ۸)

اَوْلَادِكَ تَحْتَقِقْ

لَا تَقْتُلُوْا الْوَالِدِیْنَ كَحَتِّیْۤ اَمْلَاقِ رِبِّیْۤ اَلْاِنْعَامِ (۱۵۱)

النَّالِ وَابْنِیْنَ زَوْجَةِ الْجَبُوْنِ الَّذِیْۤ اَرَادَ بِرِبِّیْۤ اَلْكَفْرِ (۲)

بچے کا خرچہ باپ کے ذمہ ہے

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقٌ مِّنْ وَّلَدَتِہٖۤ اَوْ كَسُوْہُنَّ (پہ البقرہ ۲۳۳)

خاوند بیوی کے حقوق

وَجَعَلْنَا الْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا رِبِّیْۤ اَلْفُرْقَانِ (۴۴)

عمرتوں کا نفع مردوں کے ذمہ ہے

وَبِمَا نَفَقَا مِنْ اَمْوَالِہُمْ رِبِّیْۤ اَلنَّارِ (۲۲)

انہیں وہاں بساؤ جہاں خود رہو

اَسْكُوْہُنَّ مِنْ حَیْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وَّجْہِہَا كَمَا

(پہ الطلاق ۶)

ہن لباس لکم ولا تم لباس هن (پہ البقرہ ۱۸۷)

ویدین علیہن من جلابیبہن (پہ الاحزاب ۵۹)

واذا بلغ الاطفال منکم الحلم فلیستأذنا

(پہ النور ۵۹)

مکاح کے لیے ایک دین

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِیْنَ حَتّٰی یُؤْمِنُوْا رِبِّیْۤ اَلْبَقْرَةِ (۲۳۵)

فَاِنْ عَلِمْتُمْ ہُنَّ مُؤْمِنَاتٌ فَلَا تَرْجُوْہُنَّ

اِلَی الْکُفَّارِ رِبِّیْۤ اَلْمُتَحَرِّمِ (۱۰)

والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب من

قبلکم (پہ المائدہ ۵)

النساء من بعضہن کول بعضہن رضیلت

الرجال توامن علی النساء بما فضل اللہ

بعضہن علی بعض (پہ النساء ۲۲)

واللہ فضل بعضکم علی بعض فی الرزق

رِبِّیْۤ اَلْمُحْتَلِی (۷)

فضلنا بعضہم علی بعض (پہ بنی اسرائیل ۲۱)

تلك الوصل فضلنا بعضہم علی بعض

(پہ البقرہ ۷)

واللرجال علیہن درجہ (پہ البقرہ ۲۱۸)

کسی مکین کو ناراہگی کے باعث محروم نہ کریں

وَلَا یَأْتِیْ اَوْلَادِ الْفَضْلِ مِنْکُمْ وَالسَّعۃُ

رِبِّیْۤ اَلنُّوْرِ (۲۲)

خرچ کرنے میں میا نہ روی اختیار کرو

وَلَا یَجْعَلْ یَدُکَ مَغْلُوْلَةً اِلَی عُنُقِکَ وَلَا

تَبْسُطْہَا (پہ بنی اسرائیل ۲۹)

مؤمنین کے مال میں تمہیں کا تق ہے (پہ السامی)

وفی اموالہم حق للسائل والمحروم (پہ النور ۱۹)

مشائخ انبیاء کی نہیں دو گزر نام بلکہ اہل علم کی بھی پڑھنا چاہئے
صراط الذین انعمت علیہم

اللہ کے آگے جھکے ہوئے اہل علم سب لائق اتباع ہیں

وایتبع سبیل من لئاب الی (پہ لقمان ۱۵)

انبیاء کے ساتھیوں میں بھی تمہارے لیے ارہ سرفہ

قد کانت لکم اسوة حسنة فی ابراهیم والذین

معدہ (پہ الممتحنہ ۴)

حضرت کے ساتھیوں کے خلاف چلنا بھی جہنم کی راہ ہے

من یشاقق الرسول..... ویذبح غیر سبیل الرحمن

خولہ ماتویٰ وفضلہ جمعہ (پہ النساء ۱۱۵)

آنحضرت اور صحابہ کے بعد اگر مجتہدین کی پیروی

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم

(پہ النساء ۵۹)

اہل علم ہی مسائل میں اجتہاد کر سکتے ہیں

ولورحیة الی الرسول والی اولی الامر منہم

احمدہ الذین یشیطونہ (پہ النساء ۸۲)

ہر ایک فقیر بنے ضروری نہیں دو گزر نام کا تقریبی ماہیں

فلولا نفر من کل فریة منہم طائفة

لیتفقہوا فی الدین (پہ التوبہ ۱۲۲)

پیروی اپنی آبار کی ہر جو علم اور ہدایت کا ذریعہ ہے

قالوا حسبتنا ما وجدنا علیہ اباؤنا

(پہ المائدہ ۱۰۴)

تیم کو دیکھا کرتے والادین کا کذب ہے (پہ المائدہ)

مفروض کو سہولت تک پہنچا دو

وان کان ذو عسرة فنظرة الی ميسرة (پہ البقرہ ۳)

سہولت بات کہنا اسان بند صدمہ سے بڑی نیکی ہے

قول معروف ومغفرة خیر من صدقة يتبعها

اذی (پہ البقرہ ۲۱۳)

سلام کا جواب اس سے بہتر پیڑیہ میں دو

واذا حیثتہ بجمیة فخیوا باحسن منہا

(پہ النساء ۸۶)

لا تداخلوا بیوتنا غیر بیوتکم حتی تستأذوا

وکنتموا علی اہلہا (پہ النور ۲۴، ۲۵)

واذا اخطبہم الجاہلون قالوا سلاما (پہ فرقان ۶۰)

واقتصد فی مشیک وارضض من صوتک

ورتوں کا اصلاح معاشرہ کا حلقہ

کتاب التقلید والاجتہاد

فہرت یہی ہے کہ یا خود علم پاؤ یا در رسول کی مانر

لوکنا نسمع او نقتل ما کنا فی اصحاب السعیر

(پہ المک ۱۰)

دین ہے سب کے لیے مگر اسے جاننے صرف عالم میں

نصرہما الناس ما یقفہما الا العالمون (پہ النحیث ۴۳)

جو عالم نہیں وہ اہل علم سے جو دنائے جلتے ہیں پوچھے

فاستلواہل الذکر ان کنتم لاتعلمون (پہ النحل ۴۳)

پڑی انہی آیتوں پر جو علم کا نور رکھتے ہیں

اولو کان ابراهیم لا یعقلون شیئاً ولا یتدبّران
(پک البقرہ ۱۷۰)

واتّجعت ملئاً اباہی ابراہیم واسماعیل و
اسحق و یعقوب (پک یوسف ۲۸)

کتاب اعمال القلب

قلب کے حالات کا بیان

لا تفتحی لایبصار لکن تفتحی القلب (پک الحج ۴۶)

بل وان علی قلبہم ربّ الہفتین (۱۲)

سخرم اللہ علی قلوبہم و علی سمعہم (پک البقرہ ۷۶)

انا جعلنا علی قلوبہم کتفۃ ان یفتہروا ربّ الکہف ۵۷

لا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا ربّ الکہف ۲۸

سئل فی قلوب الذین کفر والوصب ربّ آل عمران ۱۵۱

دلوں کے دھونے کی دعوت

یتلوا علیہم آیاتہ و یرکبہم ربّ آل عمران ۱۶۴

یعلیہم الکتاب والحکمۃ و یرکبہم ربّ البقرہ ۱۲۹

تظہروہم و یرکبہم بہا وصل علیہم وان حملتک

سکن لہم ربّ التوبہ ۱۰۳

کنتم احداً لذلک فالف بین قلوبکم ربّ آل عمران ۱۰۳

لا من اتی اللہ بقلب سلیم

ومن یرکبہا فانہ اشم قلبہ

اثبات الالہام والبعیثہ

الست برکم قالوا بل ربّ القصص ۷۷

واوحینا الی ام موسیٰ ربّ النحل ۶۸

واوحی ربک الی النحل ربّ الاعراف ۱۷۲

علم نبوت

فہمد امر اقتدہ

علم لہ فی اور علم نبوت

وعلناہ من لدنا علما ربّ الکہف ۶۵

بیعت توبہ و سحرک

اذا جلتک المؤمنات یا ایضک ربّ المؤمنین ۱۱۳

وعلک ما لعلک تعلم

بیعت چہاد

یا ایضک انما یا یعون اللہ ربّ الفتح ۱۰

التزام مجالس الخیر

لا تقعدوا بعد الذکر فی مع القوم الظالمین

ربّ الانعام ۶۸

واصرضنک مع الذین یدعون ربہم بالخداۃ

والعشی ربّ الکہف ۲۸

ولا تطرد الذین یدعون ربہم بالغداۃ والخی

ربّ الانعام ۵۲

لا تقعدنیہ ابداً

وجاہل الذین استبعوا فوق الذین کہفوا

الیوم القیامۃ رب آل عمران (۵۵)

ويعلمہ الکتاب والحکمۃ والتورۃ والانجیل

رب آل عمران (۴۸)

حیات عیسیٰ بن مریم

فمن یملک من اللہ شیئاً ان اراد ان یملک

المسیح ابن مریم (رب المائدہ ۱۷)

اتقوا اللہ وکولوا مع الصادقین (رب التوبہ ۵۹)

عوام کے لیے تقیہ کی رغبت

۱۔ لاتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء من دین

المؤمنین... الا ان تتقوا منهم تقاة۔

(رب آل عمران ۲۸)

۲۔ الا من اکره وقلبه مطمئن بالإیمان

(ربک انزل ۱۰۶)

اُونچے خراب باب غزیت کسی سے نہیں ڈرتے

۱۔ اذی لا یخاف لدعی المرسلون (ربک انزل ۱۶)

۲۔ یخشونه ولا یخشون احداً (لا اللہ (ربک توبہ ۳۹)

۳۔ ومن لم یحکم بما نزل اللہ فاولیک ہم رب المائدہ (۴)

۴۔ لا خوف علیہم ولا ہم یخزبون (ربک یونس ۶۲)

مظلوم آیات جن پر الحاد کی مشقیں ہوتیں

آیات انبیاء میں الحاد سے کام لینے والے اللہ پر اور

اللہ والوں پر معنی نہیں رہتے الحاد کا انجام آگ ہے

من الذین یطعدون فی آیاتنا المینحنون حلینا

(ربک م سجدہ ۴۰)

مباحثہ انصاری

۔ وحناہم التورۃ فیہا حکم اللہ (رب المائدہ ۴۳)

قل فأتوا بالتورۃ فأتوها رب آل عمران (۹۳)

ولہم علی ذنب فاخاف ان یقتلون

(ربک الشوریہ ۱۳)

لیفتولک اللہ ما تقدم من ذنبک (ربک انفصاح ۲)

کتاب اشراط الساعۃ

ان زلزلة الساعۃ شیء عظیم (رب الحج ۱)

حتى اذا ففتحت یا حوج وما حوج (ربک الانبیاء ۹۶)

اخرجناہم دابة الارض (ربک النمل ۸۲)

نزول عیسیٰ بن مریم

وانہ لعلم الساعۃ فلا تموتن بہا (ربک الزخرف ۶۱)

یہود و نصاریٰ دونوں قومیں انکی وفات سے پہلے

مسلمان ہوں گی۔

دن من اهل الکتاب الالیئؤمنن بل یقبل موتہ

(ربک السجادہ ۱۵۹)

لاستبدال لكلمات الله ﴿يَا لَيْتَ﴾
 فبهذا همراة اقتداء ﴿يَا لَيْتَ﴾
 ﴿يَا لَيْتَ﴾

وما محمدًا الا رسول قد خلت من قبله
 الرسل ﴿يَا لَيْتَ﴾
 يا عيسى انى متوفيك ورافعك الى ربيك عظيم
 فلما توفيتنى حكمت انت المتوفى عليهم
 ﴿يَا لَيْتَ﴾

في مباحث الملازمة القاربانة

عالم ارواح كى بات امت محمدية پر گادى
 يا بنى آدم اما يا تينكم رسل منكم ﴿يَا لَيْتَ﴾
 الله يصطفى من الملائكة رسلا ومن الناس
 ﴿يَا لَيْتَ﴾
 مبشرا رسول ياتى من بعد اسمه احمد ﴿يَا لَيْتَ﴾
 وبالآخرة هم يوقنون ﴿يَا لَيْتَ﴾
 فاولئك مع الذين انعم الله عليهم ﴿يَا لَيْتَ﴾
 ولكن رسول الله وخاتم النبيين ﴿يَا لَيْتَ﴾
 واخرين منهم لما يطبقوا به ﴿يَا لَيْتَ﴾

ولو تقول علينا بعض الاقاويل لاخذنا
 ﴿يَا لَيْتَ﴾

في مباحث الراضنة

انما يريد الله ليظهر عنكم الرحمن اهل البيت
 ﴿يَا لَيْتَ﴾
 انما نحن نزلنا الذكر واناله لحافظون ﴿يَا لَيْتَ﴾

تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر و
 توؤمنون بالله (پہ آں عمران ۱۱۰)
 ولقد آتينا موسى الكتاب... وقوم نوح (پہ فرقان ۴۰)
 وحلوا الصلوات وأتوا بها نزل محمد (پہ محمدی)

ماضی مضارع کے معنی میں

ونفخ فی الصور (پہ یسین ۵۱)

وإذا ابتلى إبراهيم ربه بكلمات قال انى جاءك
 للناس اماماً (پہ البقرہ ۲۴)

يومئذ حواهل اناس با ما هم (پہ بنی اسرائیل ۷۱)
 فاضلوا وجوهكم... واهسوا بوجوهكم
 وارجلكم (پہ المائدہ ۶)

الاعلیٰ ازواجکم او ما ملکت ایمانکم (پہ المؤمن ۶)
 فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن
 ذریعۃ (پہ النساء ۲۳)

الا من اكره وقلبه مطمئن بالايمان (پہ التہمل ۲۱)
 فليس من الله في شيء ولا ان تقولوا منه قناه
 (پہ آل عمران ۲۸)
 ان الذين توفاهم الملائكة خالحي انفسهم
 (پہ النساء ۹۷)

القواعد العلمیۃ فی العبارات العربیۃ

وآؤ ترتیب کے لیے نہیں

یوتون التکوۃ والذین ہم بایاتنا یوتون
 (پہ المرات ۱۵۶)

یا مریم اتقینی واسجدی ولو کنی (پہ آل عمران ۴۳)

فقط اول کی مناسبت سے ترتیب کے لیے ذکر کی گئی ہے
 قال لاهله امکوا انی انت ذلار (پہ القصص ۲۱)
 رحمة الله وبرکاته علیکم اهل البیت (پہ ہود ۷۲)
 انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل
 البیت (پہ الاحزاب ۳۳)
 هل ادکم علی اهل بیت یقولونہ (پہ القصص ۲۲)

ضمیر کا مرجع عین مرجع نہ ہو اس کی جنس سے ہوا
 یتوفاکم باللیل ویعلم ما جرحتمہ بالثم بار
 ثم یبعثکم فیہ (پہ الانعام ۶۰)

فادرس في نفسه خيفة موسى (ظ)

پ الاعراف ۱۵۷-۱۵۸

پ الشعراء ۱۶-۱۷ فرقان ۳۵

پ التازعات ۱۵

ذكر قارون پ القصص ۷۶ تا ۸۲ پ العنكبوت ۳۹

پ المؤمن ۲۳

ذكر هامان وقال فرعون يا هامان ابن لي حمرا

پ المؤمن ۳۶

فاوقد لي يا هامان على الطين فاجعل لي

صرحا پ القصص

ذكر فرعون ارسلنا موسى الى فرعون

وهامان وقارون پ المؤمن ۲۳

حضرت هارون عليه السلام

وقال موسى لخبثه هل ادون اخلفي في قومي

واصلح پ الاعراف

واجعل لي وزيراً من اهلي هارون اخي

پ نظ ۳۰

ورحبنا له من رحمتنا اخاه هارون نبياً

پ مريم ۵۳

حضرت داود عليه السلام

ولقد اتينا داود ما فضلنا والناله الحديد

پ اسباب ۱۰

وقتل داود جالوت پ البقره ۲۵۱

وتبعت طلة اباي ابراهيم واصحق يعقوب ۳۷

ولقد اهدت به وهم بها لولا ان رأى برهون مجده ۲۲

حضرت شعيب عليه السلام

پ الاعراف ۹۲-۸۵ پ يهود ۸۳-۹۵

پ الحجر ۷۸-۷۹ پ الشعراء ۱۷۱-۱۸۹

پ العنكبوت ۲۶-۲۷

انبياء بني اسرائيل

حضرت موسى عليه السلام

حضرت موسى كى والده كى شان

وربطنا على قلبها (پ القصص ۶)

واوحينا الى ام موسى (پ القصص)

اذا وحينا الى امك ما وصى (پ نظ ۳۸)

فخرج منها خائفا يترقب (پ القصص)

ولما ورد ملة من وجده عليه امة من

الناس يفتنون (پ القصص)

واصطنعتك لفتنى (پ نظ)

وانما اخترتك فاستمع لما وصى (پ نظ)

فذلك برهانان من ربك (القصص)

واحلل عقدة من لساني (ظ)

لا تخف الى لايمانك لدى المرسلون (پ النمل)

فلا تكن في مريته من لقائه (پ السجده ۲۳)

قال قد اجيب الدهون كما (پ يونس ۸۹)

حضرت ذکریا علیہ السلام

هنالك دعا ذكرها ربه بآل عمران

انتم ما نانا حسنا وكفتمنا ذكريا بآل عمران ۲۷

واذكر رحمة ربك عبدا ذكريا بآل عمران

وذكرها ان نادى ربه رب لا تدركنى فردا بآل الانبياء ۸۹

حضرت يحيى عليه السلام

يا يحيى خذ الكتاب بقوة وانماناه الحكم صبيات مريم

لم نجعل له من قبل سميا بآل مريم ۷

حضرت اليسع عليه السلام

واسمئيل واليسع ويونس ولوطا بآل الانعام ۸۶

واذكر اسمئيل واليسع وذ الكفل بآل مريم ۲۸

حضرت الياس عليه السلام

وان الياس لمن المرسلين بآل الصافات ۱۳۲

وذكر يا ويحيى وعيسى والياس بآل الانعام ۸۵

حضرت زود الكفل عليه السلام

واسمئيل وادريس وذ الكفل بآل الانبياء ۸۵

اليسع وذ الكفل وكل من الانبياء بآل مريم ۲۸

حضرت عزيز عليه السلام

او كما لذي من على قرية وهي خاوية على عروشها

بآل البقرة ۲۵۹

وقالت اليهود عزيز ابن الله بآل التوبة ۳۰

حضرت عيسى ابن مريم عليه السلام

فاذ قالت الملكة يا مريم ان الله اصطفاك بآل عمران ۴۲

واذكر عبدنا داود بآل مريم ۴۷

وانما داود ذورا بآل الشورى ۲۳

لعن الذين كفروا..... على لسان داود

وعيسى ابن مريم بآل المائدة ۷۸

حضرت سليمان عليه السلام

وانما داود وسليمان علما وورث سليمان

داود. بآل النمل ۱۵

وحشر سليمان جنوده من الجن والانس و

الطير. بآل النمل ۱۷

وسليمان الريح عاصفة تجري بأمره المح

الارض. بآل الانبياء ۸۰

ما تلو الشياطين على ملك سليمان. بآل البقرة ۱۲۲

حضرت يونس عليه السلام

وذا النون اذ ذهب مغاضبا بآل الانبياء ۸۷

ولا تكن كصاحب الحوت بآل النمل ۲۸

اذ اتي الى الفلك المشحون فساهم بآل الصافات ۱۴۰

ففعها ايمانها الاقوم يونس بآل يونس ۹۸

حضرت ايوب عليه السلام

واذكر عبدا اتوب اذا نادى ربه اتى متسقا

الشيطان. بآل مريم ۴۱

اتى متسقا الضروا نرحم الراحمين فاستجبنا له

بآل الانبياء ۸۳

حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

میشاق النبیین میں آئیں گے، دیکھو رسول کی خبر

تم جہاد کرو رسول صمدًا قالمحکم پے آل عمران ۸۱

دعا اور پیغمبر علیہ السلام دربارہ اولاد اسماعیل

ربنا وادعت خیمہ رسولاً منہم پے البقرہ ۱۲۹

بشیرت حضرت عیسیٰ بن مریم کہ اب ایک آئے گا

و مبعثاً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد

پے الصف ۶

آئے دیکھو رسول نبیین میں آئے گا

ہو الٰہی بدت فی الامتین رسولاً منہم پے الحجہ ۲

قورن و انجیل میں اس کی خبر میں ہوں گی پے الاعراف ۱۵۴

الذی یجدونہ مکتوباً عندہم فی التورۃ و الانجیل

حضرت کی رسالت کا بیان

وارسلنک للناس رسولاً و کنی باللہ شہیداً پے النسا ۶۹

قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً پے الاعراف ۱۵۸

انک لمن المرسلین علی صراط مستقیم پے النبی ۲

حضرت کی بشریت کا بیان

سبحان ربی هل کنت الا بشراً رسولاً پے

وما جعلنا البشر من قبلک الخلد پے الانبیاء ۲۴

قل انما انا بشر مثکم یوحی پے

و فرطہ انا قتلنا المسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ

پے النسا ۱۵

انما المسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ و کلمتہ

پے النسا ۱۶

لقد کنز الذین قالوا ان اللہ هو المسیح بن مریم

پے المائدہ ۷۲

ما المسیح بن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ

الرسول پے المائدہ ۷۵

لن الذین حکموا من بنی اسرائیل علی

لسان داود عیسیٰ بن مریم

واذ علمتک الکتاب والحکمۃ والتورۃ والانجیل

پے المائدہ ۷۸

وانہ لعل للسلطۃ فلا تمترن بہا پے الزمر ۲۱

مصدقا لما بین یدتہی من التورۃ و مبعثاً

برسول یاتی من بعدی پے الصف ۶

فایذنا الذین امنوا علی عدوتہم فاصبروا

ظاہرین پے الصف ۶

واذینہما الی ربوبۃ ذات قرار و معین

پے

انبیاء میں بعض سے بعض افضل ہیں

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ يَتَذَكَّرُ
وَلَقَدْ فَضَلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَىٰ بَعْضٍ ۖ يَخْتَلِفُ فِيهِمْ ۗ

لا نفرق بین احد من رسلہ پ ۲۸۵ میں
تفریق کی نفی ہے فرق مراتب کی نہیں۔

حضرت خاتم النبیین نبیوں کے سردار ہیں

وَهَلِكُمْ مَالِكٌ تَمَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ
عَظِيمًا ۖ

ماکان محمداً اباحداً من رجا لکم ۱۰۰۰ و
خاتم النبیین۔ پ ۱۱۱۱۱۱۱۱

تم جلو کھ رسول مصداق ما مکتہ لتؤمنن
به ولتقرئونه۔ پ ۱۱۱۱۱۱۱۱

حضرت کی رسالت عامہ سب علی نوبہ انسان کے لیے

وَدَعَىٰ إِلَىٰ هَٰذَا الْقُرْآنِ لِتَتَذَكَّرَ بِهِ وَمَنْ يَلْمِ
بِهَا ۖ

نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیراً
پ ۱۱۱۱۱۱۱۱۱۱

قل یا ایہا الناس انعم علیکم جمیعاً
پ ۱۱۱۱۱۱۱۱۱۱

وما ارسلناک الا کافۃ للناس پ ۱۱۱۱۱۱۱۱۱۱

حضرت کی صفات عالیہ

اِنَّا ارسلناک شاحداً و مبشراً و نذیراً و داعیاً
الی اللہ باد نہ و سراجاً مبیئاً۔ پ ۱۱۱۱۱۱۱۱

کافۃ للناس بشیراً و نذیراً۔ پ ۱۱۱۱۱۱۱۱

یا مرہم بالمعروف و بینہا ہم من المنکر و یصلح لهم
الطبیات و یمیزم علیہم الخبائث و ینضغ عنہم

اصروہم و الاغلال الی کانت علیہم فی الاثر ۱۵۴
عزیزاً علیہ ما ضکر حرص علیکم بالؤمنین

رؤف م رحیم پ ۱۱۱۱۱۱۱۱

وما ارسلناک الا رحمة للعالمین پ ۱۱۱۱۱۱۱۱

فہما رحمة من اللہ انت لہم ولو سکنت
فقطاً۔ پ ۱۱۱۱۱۱۱۱

وانک لعلی خلق عظیم۔ پ ۱۱۱۱۱۱۱۱

النبی اولی بالمؤمنین من انفسہم پ ۱۱۱۱۱۱۱۱

حضرت کی تربیت کے قرآنی اسباق

واصبر علی ما یقولون و اجہدہم حجراً جمیلاً
واصبر کما صبر اولو العزم من الرسل ولا

تکن کصاحب الخوت

غفا اللہ عنک لم اذنت لہم

عس و توکلت ان ینجاہہ الا حق

ناقص عنہم و استغفر لہم و شاورہم فی الامر

واذ اعزمت فتوکل علی اللہ پ ۱۱۱۱۱۱۱۱

۲ حضرت کے فرائض رسالت

یتلوا علیہم آیاتہ ویزکیمہم ویعلمہم الکتاب
والحکمۃ ۲۵ الحجہ

لقد من الله على المؤمنين إذ بعث فيهم رسولا
من انفسهم يتلوا عليهم آياته ويزكيهم و
يعلمهم الكتاب والحكمة ۱۱۳ آل عمران
یتلوا علیہم آیاتک ویعلمہم الکتاب والحکمۃ
ویزکیمہم ۲ البقرہ ۱۲۸

یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک و
ان لم تفعل فما بلغت رسالته ۲ المائدہ ۲۷

فانما علیک البلاغ والله بصیر بالجواد ۲ آل عمران
یضع عنہم اصرهم والاضلال الی کانت
علیہم ۲ الاعراف ۱۵۷

۳ حضرت کو دنیوی فحش کی بشارت

ما ودعک ربک وما خلقت الذمینی

بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغه
فاذا هوداهق ۲ الانبیاء ۱۸

قل ان ربی یقذف بالحق علی الغیوب قل
جاهل الحق وما یدعی الباطل ویلعید ۲ باقرہ ۲۹

قل جلد الحق دزخ الباطل ان الباطل کان
ذوقا ۲ بنی اسرائیل ۸۱

انا فتحنا لک فتحا مبینا ۲ النور ۱

وهذا لله الذین امنوا منکم وعلوا الصلوات
لیستخلفنہم ۲ النور ۵۵

من یرید منکم عن دینہ فسوف یألف الله
بقوم ۲ المائدہ ۵۴

ان الارض یرثها عبادی الصالحون ۲ انبیاء ۱۰۵
اذا جاد نصر الله ۲ النمر ۱

لئن لم یرتہ المنافقون لتخرینک ہم
۲ الاحزاب ۲۰

حضور کی مجلس پاک منافقوں سے پاک

فلا تقعد بعد الذکر فی مع القوم الظالمین
۲ الانعام ۶۸

واصاب نفسک مع الذین یدعون ۲
لا تقتر فیہ ابدا المسجد اسس علی التقوی

من اول یوم احق ان تقم خذہ ۲ التوبہ ۱۰۸
فقل لن تمزجوا معی ابدا ولست تقاتلوا

معی عدوا ۲ التوبہ ۸۳
ولا تتصل علی احد منہم مات ابدا

۲ التوبہ ۸۴

جاهد الکفار والمنافقین واغلظ علیہم
۲ التوبہ ۷۳

حضرت کا حقیقہ باری تعالیٰ

① حضرت کی علم غیب کی قیمت سے بابت
 ولا حکمت اعلم الغیب لاستکثرت من
 الخیر فی الاعراف ۱۸۸
 قل لا اقول لکم عندی خزائن الارض ولا
 اعلم الغیب..... ان اتبع الاماویجی الی
 تک الاعراف ۵۰

یسئلونک عن الساعة ایاں مرئیہا... یسئلونک
 کانک حقی عنہما قل انما علمہما عند اللہ
 فی الاعراف ۱۸۷

قل ان ادرک اقرب ما توعدون لم
 یجد لہ رقی اعدا فی الجن ۲۵
 قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب
 الا اللہ فی النمل ۲۵

② آپ کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کی نفی

وما کنتم لدیہم اذا اجتمعوا و ما یوسف ۱۳
 وما کنتم لدیہم اذا یلقون اقلامہم فی آل عمران ۴۲
 وما صکنت بجانب الغروب اذ قضینا
 الی موی الا من فی القصص ۲۲

ظاہر آپ کی آنکھیں وہیں دیکھیں جو سامنے ہو
 ولا تقد ینالک عنہم فی کہف ۲۸
 وما یكون من نحوک ثلثۃ الا ربہم
 فی الحجرات ۷

③ حضرت کی اپنے عہدہ پر ہونے کی نفی

ما یكون لی ان ابدلہ من تلقاء نفسی
 هل کنت الا بشرا رسولا فی بنی اسرائیل ۹۳
 لم تقوہ ما احل اللہ لک (شیخ الترمذی)
 عفا اللہ عنک لم اذنت لہم (بک الترمذی ۳۳)

④ حضرت کا سفر آخرت اور وعدہ وفات

انک میت و انہم میتون فی الزمر ۲۰
 وما جعلنا للبشر من قبک الخلد اغان مات
 منہم الخالدون فی انبیاء ۳۲
 وما سمعہ الا رسول قد خلت من قبلہ
 الرسل

اغان مات اذ قتل القلبہ علی اعقابک
 فی آل عمران ۳۲

اذا جاء نصر اللہ والفتح... فتبجح محمد
 ذبک واستخفر فی انصر

وهذا اللہ الذین امنوا منکم و عملوا الصالحات
 لیستخلفنہم فی الارض فی النور ۵۵

تمام پیغمبر قیامت کو اپنی امت پر گواہ ہوں گے

و یوم نبئت من کل امۃ شہیدا فی النحل ۸۷
 و یوم نبئت کل امۃ شہیدا
 فی النحل ۸۹

و یكون الرسول علیکم شہیدا فی البقرہ ۱۲۲

تکلیف ادا چنان من کل آتہ بشہیدار و جنابک
 علیٰ ہوا لہر شہیداً

و جنابک علیٰ ہوا لہر شہیداً

حضرت خاتم النبیین کے معجزات

① علم غیب کی خبریں

لایأتون بمثله ولو کان بعضهم لبعض ظہیراً

پہ نبی اسرائیل ۸۸

وان لم تعملوا ولن تعملوا فاقنوا النار

پہ البقرہ ۲۲

ظلت الودم فی ادخا الارض و ہم من

بعدا علیہم سیفلیون . پہ الروم ۲

اذ اجار نصر اللہ والفتح پہ انصرا

ماکان محمداً بالحد من رجالکم پہ الاحزاب ۴

② بدر کے میدان میں اپنے سے کوئی تعداد کو دیکھنا

ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذ لہ پہ آل عمران ۱۷

فلرسلنا علیہم درتجا وجنودہم تر وہاب پہ احزاب ۹

③ سبز معراج مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک

پہ نبی اسرائیل ۱

④ سبز معراج ۶ گھنٹوں سے سداہنتی تک

پہ النجم

⑤ شق القمر اقدب الساعہ والنشق القمر

پہ القمر

لغات القرآن

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد

کابل اور یونیورسٹیوں میں مطالعہ اسلامیات Islamic Studies کے کئی اساتذہ اور تلامذہ ایسے بھی ہوتے ہیں جو عربی میں مہارت نہیں رکھتے، بتنا جانتے ہیں اسے بھی وہ ناجانا لیتین کرتے ہیں۔ صورت حال یوں نہیں ہے اور جو ہماری روزمرہ کی زبان ہے اس کے حروف اور عربی کے حروف پیشتر ایک سے ہیں، اور عربی اور دو اور فارسی سے زیادہ فاصلے پر نہیں جو اردو اور انگریزی میں فاصلہ زیادہ ہے اور دو جاننے والے حضرات کو عربی اس طرح سے نہ پڑھے ہوں جیسے مدارس عربیہ میں پڑھائی جاتی ہے اور اس طرح بھی نہ پڑھے ہوں جس طرح ایم اے عربی کے طلبہ پڑھتے ہیں، پھر بھی قرآن کے قریب ہونے کے لیے وہ ایک سطح تک عربی دن ہر سیکھے ہیں ذرا توجہ مطلوب ہے اور ارادہ اور عزم درکار ہے، دنیا میں ہی جنت کی زبان سیکھ لیا کوئی کم سعادت نہیں ہے، اس سے اسلامیات کا مطالعہ بہت وسیع ہر جانا ہے۔

یونیورسٹی طلبہ کے تعارف قرآن کے لیے آپ کو مڈکیت میں کسی کتاب میں ملیں گی لیکن ان میں عربی نہ جانتے والوں کو عربی دانی پر لانے کے لیے ابتدائی درجے کی محنت بہت کم ملتی ہے، بسلاہتاً کے بہت سے طلبہ بھی پر پے کے دوسرے حصوں پر محنت کر کے اس وادی حیرت کو عبور کرتے ہیں اور وہ اس محنت سے بچتے ہیں جو مطالعہ اسلامیات کے طلبہ کو تعارف قرآن اور ترجمہ قرآن میں ضرور کرنی چاہیے۔

ہم نے اس احساس سے ایک چھوٹے پیمانے پر یہ لغات القرآن مختصر طور پر تیار کی ہے، اس میں کچھ اسم ہیں اور کچھ فعل اور ظاہر ہے کہ کسی زبان کو سمجھنے کے لیے اس کے افعال میں ماضی Past اور مستقبل Future کے مختلف پیرایوں کو اور اس کے فٹ پرسن سیکینڈ پرسن اور تھرڈ پرسن کے فاصلوں کو سمجھنے کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور اسماء میں واحد جمع اسم ظاہر اور اسم ضمیر کو جاننے کی بھی بنیادی ضرورت ہوتی ہے، افعال و اسماء کو اس درجے میں سمجھنے اور ان کے ان مذکورہ فاصلوں کو

جاننے سے طالب علم اس سیرھی پر ضرور آجاتا ہے کہ وہ آئندہ کہیں اس گمانی پر بھی آسکے۔ یہاں ہم نے کچھ فعل بھی دیئے ہیں اور انہیں ماضی اور مضارع میں تقسیم کر کے لکھا ہے انہیں متقابل کے ساتھ بار بار پڑھنے اور ترجمہ یاد کرنے سے طلبہ میں مزید گراں فائدہ کا ذوق ابھرتا ہے۔ ماضی کے صیغوں میں ت کی چار صورتیں ت، ث، ت، ت اور مضارع کے شروع چار حروف (تین، تین، تین) جاننے سے اس کے ماضی، حاضر اور مستقبل کی صورتوں کو طلبہ باسانی پہچان سکیں گے۔ یہ چار حروف ت، ت اور ت ہیں ان کے مجرے کو حروف تین کہتے ہیں۔

ماضی اور مضارع کے ساتھ ہم نے قرآن کریم کی وہ آیت بھی لکھ دی ہے جس میں وہ فعل دکا وہ کسی شکل میں ہر صورت میں یا مجہول میں، مذکور ہے، اگر بات پھر بھی سمجھ میں نہ آئے تو گھر میں قرآن کریم سے وہ آیت نکال کر اس کا بغور مطالعہ کر لیں، ان شاء اللہ اس فعل کے ماضی مضارع پر آپ کو قابل عمل جانے کا اور ان عربی الفاظ میں کوئی اجنبیت نہ رہے گی۔

یہ ایک ہزار فعل (ماضی اور مضارع) ہم نے آپ کے سامنے رکھ دیئے ہیں جس لفظ روزانہ یاد کر کے آپ ڈیڑھ مہینہ میں انہیں یاد کر سکتے ہیں، آیت میں اگر آپ کو وہ ترجمہ جو ہم نے ماضی مضارع میں دیا ہے نہ پڑھیں تو سمجھیں کہ آیت میں اس کا ترجمہ عاودے کے پیرایہ میں دیا گیا ہے۔ پھر ماضی اور مضارع کا ترجمہ ہم نے کہیں ماضی کا لکھ دیا ہے اور کہیں مضارع کا۔ یہ اس لیے کہ طالب علم خود معلوم کریں کہ یہ ترجمہ ماضی کا ہے یا مضارع کے صیغے کا۔ اس سے طلبہ کو ماضی مضارع کو ان کے مختلف پیرایوں اور صیغوں میں سمجھنے میں خاصی آسانی ملے گی۔

اسما کے بیان میں

بعض اسم ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے کسی نئی معنی ہوتے ہیں جیسے لفظ عین جو آٹکھ اور چشمہ آٹکھوں کے لیے ایک سا استعمال ہوتا ہے۔ ہم نے کہیں کہیں کسی اسم کے دو دو معنی بھی لکھ دیئے ہیں تاکہ طلبہ اس ذوق سے نا آشنا نہ رہیں کہ قرآن میں وہ لفظ کسی ایک معنی میں آیا ہو۔ یہاں دیئے گئے اسم بیشتر اسم ظاہر ہیں۔ مفردات میں طلبہ بس اپنی اسما کو ان کے ترجمہ کے ساتھ یاد کر لیں، اسم معرفہ کی دوسری صورتیں (جیسے اسم ضمیر، اسم اشارہ، اسم موصول) یہاں آپ کو دہیں گی اسما کی یہ فہرست ان کے مفردات کی ہے

یہ دوسری صورتیں عبارت کے ذیل میں پہچانی جائیں گی۔ ہاں اسم نکرہ کے بہت سے الفاظ مفردات کی صورت میں بھی سامنے آئے ہیں، سو وہ آپ کو ہماری اس فہرست میں عام نہیں گے۔

اسم کی تاریخ فعل کی تاریخ سے مقدم ہے، فعل بدوں کسی فرد کے وقوع میں نہیں آتا کوئی فاعل ہو گا تو فعل وجود میں آنے کا سرا میں کوئی شک نہیں کہ اسم کا وجود فعل سے پہلے کا ہے ایسے جیسے تو ہو سکتے ہیں جن میں کوئی فعل نہ ہو (جیسے جملہ اسمیہ) لیکن ایسا جملہ کوئی نہیں ہو سکتا جس میں کوئی اسم نہ ہو۔ جملہ فعلیہ میں کم از کم ایک اسم کا ہونا ضروری ہے، رسول اللہ صاف جملہ اسمیہ ہے اور جاوید جملہ فعلیہ ہے۔ جملہ اسمیہ کی پہچان یہ ہے کہ اس میں کوئی فعل نہ ہو اور جملہ فعلیہ وہ ہے جس میں اسم کے ساتھ کوئی فعل بھی ہو۔

اللہ اسم ہے اور وہ ذات واجب ہے پھر اس کی صفات کی عمرو بڑی ہوتی اور افعال وجود میں آتے۔ بنی نوع انسان کے لیے پہلا علم اسماء کا ہی تھا، آدم اور ابن آدم نے پھر جو کچھ دیکھا اس کے بعد دیکھا۔ وعلہم الاسماء کتبا میں اس کی خبر دے دی گئی، فرشتوں نے اس سے پہلے اپنے افعال ذکر کیے تھے، نحن نسبح بحمدک وذقت من لذک انک ان افعال کو بھی دونوں طرف سے اسم نے گھیرا ہوا ہے۔ پہلے سخن کی موقوف ضمیر نے اور آخر میں کی ضمیر منصوب نے۔

ہم نے یہاں آپ کے سامنے ۲۵۰ اسماء کی ایک فہرست رکھی ہے، طلبہ اس اسم بھی روزانہ زیاد کریں تو ایک ماہ میں وہ اس مختصر لغت القرآن کے اسماء پر قابو پا سکتے ہیں۔ انہیں سمجھ کر پھر وہ ان آیات کو بھی سمجھ سکتے ہیں جن میں یہ اسماء وارد ہوئے، بشرطیکہ ان کا افعال پر ایک ماہ لگے پکا ہو، اسماء میں اگلی سطر کی ایک صورت کے التزام سے نہیں لکھی گئی، ان اسماء سے متعلق مختلف زاویوں سے جو بات کہی یا سمجھی جا سکتی ہے اسے اشارہ دے دیا ہے، یہ کام اساتذہ کلبہ کے وہ اس کی تشریح میں اس لحاظ کو سمجھا دیں جس کے سامنے یہ باتیں لکھی گئی ہیں۔

عربی گرامر کے چند قواعد

ہم یہاں عربی گرامر کے چند عمران ذکر کرتے ہیں جو دو ہفتے میں سیکھے جا سکتے ہیں انہیں کلایگی انداز میں جاننے کی بجائے آپ انہیں applied grammer کے طور پر جاننے کی کوشش

کریں یہ دو ہیفتے کی محنت آپ کو پورے ترجمہ قرآن کے گرد لاسکتی ہے۔

- ۱۔ ماضی اور مضارع کے الفاظ کی پہچان ۲۔ ہر دو کے واحد اور جمع کو پہچاننا
 - ۳۔ ہر دو کے نمونہ اور مذکر کے صیغوں کو پہچاننا ۴۔ مرکب اصنافی اور مرکب توصیفی کے حالات
 - ۵۔ حرف جارہ اور ان کا استعمال ۶۔ معرفت اور مجہول کی پہچان ماضی اور مضارع میں
 - ۷۔ اسم اشارہ اور اس کے واحد اور جمع ۸۔ اسم موصول مذکر اور مؤنث واحد اور جمع
 - ۹۔ فاعل اور مفعول کے اجواب ۱۰۔ اسم ضمیر کے رخصی اور نصبی حالات
- قرآن کریم کے ترجمہ کا ذوق رکھنے والے ان کتابوں کو بطور دستاویز اپنے پاس رکھیں اور ترجمہ قرآن کے لیے مسلسل چلتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ سب طلبہ کے لیے قرآن کریم آسان فرمائے۔
- المفردات علامہ راعب صفہانی (ہ) کی تالیف۔ اس کا اردو ترجمہ ہو چکا ہے۔ دیوبند کے مشہور عربی ادیب مولانا وحید الزمان کی کتاب لغات القرآن چھ جلدوں میں ہے۔ مولانا عبدالرشید نعمانی کی کتاب لغات القرآن یہ تین جلدوں میں ہے اسے دارالاشاعت کراچی نے شائع کیا ہے۔
- ابتدائی درجے میں لغات القرآن کی یہ محقق کوشش اس لیے کی گئی ہے کہ ابتدائی عربی جملے بغیر قرآن کریم کا تعلق پورا نہیں ہو سکتا۔

مترجم: عبداللہ عمنہ

انہم کانوا قبل ذلک مغرفون۔ (انوار)
 وہ لوگ اس سے پہلے بڑھ آدم میں (غرفوں) رہتے تھے
 الشیطن۔ سول لہم واملی لہم۔ (مجر ۲۵)
 شیطان نے انکو پھر دیا اور انہیں بڑھ آدم کی بجائی

اترف یتروف اس نے آرام دیا

املی یملی اس نے مہلت

دی

انہا بقراء لا تلول تشیر الارض (البقرہ ۷۱)
 وہ گائے اور اونٹنی میں ملتی زمین کو چھانسنے (تدبیراً) مٹی
 ہے

اثر یتیر جو تازمین کو

فانشرنا بہ بلدة حقیۃ۔ (الفرج)۔ کذلک
 الفشور (طہ ۹)

انشر ینشر اٹھایا

سوم نے (اس پائی سے) انگ زمین کو نہ کیا۔ اس
 طرح ہے آدمیوں کا بھی

اثر یتیر وہ اٹھاتا ہے

ارسل للرباح فتتیر سعابا۔ (طہ ۹)
 خدا نے اوائلی بھینچے پھو پھو کو اٹھانے کے لئے بھرتی ہیں

انشاء ینشی اس نے اٹھایا

وینشئ السحاب الغلائ۔ (الرحمہ ۲۲)
 اور وہ بادلوں کو چھپاؤں۔ پھرتی ہوئے پلہ کرتے ہے (انشاء
 ہے)

احسن یحصن اسنے قابو میں رکھا

والتی احصنت فرجھا (النہد ۱۱)
 اور وہ بلی میں لے آئے اسے اس کی کھپلا (کان سے بھی اور
 دہانے سے بھی)

ازجی یزجی ہانک لاتا ہے

الذی یزجی لکم الفلک (الرحمہ ۲۲)
 جو سکتی کو تھامے لے لے پھرتا ہے

بضاعة مزجالا (یوسف)

سہول کی طرح

ابدی یدبی وہ ظاہر کرتا ہے

ما تبدون وما تکنتمون (المکہ ۹۹)
 جو کہ تم ظاہر کرتے ہو اور تم ہی ظاہر کیے ہو

ازلف	یزلف	اس نے قریب کر دیا	ولولفنا ثم فلقاخرین (اشراء ۴۴) اور تم نے دوسرے لوگوں کو بھی اس موقع کے قریب پہنچا دیا
ازلفت	قریب لائی گئی	ان له عندنا لزلقي وحسن متاب (س-۴۰) اس کے لئے ہم سے اس قریب ہے اور ایک انجامی واقم الصلوة طرفى الشہار و زلفاً من العبل (حدود ۳۳)	
اطعم	یطعم	وہ کھلاتا ہے	اور آپ نیک کام کریں ان کے وہ قولہ روہی اور راحت کے پتہ صوں میں وہو یطعم ولا یطعم (الاتعام ۳) اور وہ کھلاتا ہے اور وہ کھلائی نہیں جاتا ہو یطعمنی ویسقی (الشراء ۷۹) وہ مجھے کھلاتا ہے اور پیتا ہے
ارجی	یرجی	اس نے پیچھے رکھا	ترجى من نشاء منهن وقوى النک (التراب ۵) تو ان میں سے پیچھے رکھا ہے اور رکھے اور جس کو کھانے اور پینے میں بکہ دے مرجون لا حوالہ (التراب ۳۱)
اوی	یوی	وہ بکہ دے	اور بکہ دے اور لوگ جن کا سامنا تھا کھانے اور پینے میں لاوی الیہ اخاء (عوسف ۳) اوستہ نے اپنے بھائی کو اپنے پاس بکہ دیا اوی الیہ ابوہ (عوسف ۳۱) اپنے پاس اپنے والدین کو بھیجا بکہ دیا
اصدر	یصدر	وہ پیچھے لے جائے	لا یسقى حتى یصدر الرعاء (قصص ۲۳) نہ پھینے پھاروں کیاں تھانے میں کے جب تک کہ نہ پھارے پھارے پھاروں کو پیچھے نہ لے جائیں

ادنی	یدنی	وہ قریب کر دے	والذی ان لا یقریبوا (البقرہ ۲۸۳)
			اور ان کے زیادہ قریب ہے کہ تم شبہ میں نہ پڑو۔
			ادنی ان لا یقریبوا (البقرہ ۲۸۳)
			اور ان کے زیادہ قریب ہے کہ تم زیادہ قریب نہ ہو
یدنین	وہ لٹکا لیں		یدنین علیہم من جلا بہم من (البقرہ ۱۱۷)
			اپنے اوپر اپنی پادری لٹکا لیں۔ سر کے نیچے کر لیا کریں
ابی	یابی	اس نے انکار کیا	ابی واستکبر (البقرہ ۳۳)
			اس نے کھنکھار کر غرور میں آ گیا
			ویابی اللہ الا ان یقیم شوریہ (البقرہ ۳۲)
			اور خدا کا خدا ہے مگر یہ کہ وہ پھر دشمنی پوری کرے
اسروہ	یسرون	انہوں نے اسے	وہم و ہم و ہم و ہم (سورہ ۸)
			اور انہوں نے اسے بال تہمت خردے کر چھپایا
			چھپایا
امدکم	یهدکم	مرد پہنچائیں تم کو	الین یکلیمکم ان یتدکم ربکم (آل عمران ۳۳)
			کیا تم تمہارے لئے کاٹو، اور اگر نہ ہو گا کہ تمہارے چہرے کو پہنچائے
			پڑا اور ہاتھوں سے
اویناہم	یووی	ہم نے انہیں پناہ	اویناہما الی ربوۃ ذات قرار و معین (المؤمنین ۵۰)
			اور ہم نے پناہ دی ان دونوں کو ایک پناہ زمین کی طرف سے
			خبر نے کے لائق تمہاراں خبر پائی بیجان
احق	یحق	وہ حق ظاہر کرے	وہد اللہ ان یحق الحق بکلمتہ (الانفال ۷)
			اور اللہ وہ کہے گا کہ اپنے کلمات سے حق کا حق ہوتا ظاہر کرے
استثنی	یستثنی	وہ استثناء کرتا ہے	اذا قسموا العصر منها مصعبین ولا یستثنون (الحکم ۱۸)
			جب عہدوں کے قسم کالی کہ میں میں فعل کا شے کے تو
			انصاف کا استثناء کیا۔

ثم الله يفتي النشأ الآخرة (المعبر ص ۲۰)	دوبچہ اکر تا ہے	ینشی	انشاء
برقہ تظاہر سری ہوا بھی تھریہ کرے کہ	اسنے ڈول ڈالا	یدلی	ادلی
فارسلو واردہم فادلی نلوہ (ع سف ۱۹)	اسنے برائی کی	یسئی	اساء
سائہوں نے اپنا آدی پائی لیے کھکھس نے پھولوں سے	دوبے قرار ہوا	ینفض	انفض
تقلوا بما الی الحکام (القر ۱۸۸)	اسنے ٹلا دیا	یدحض	ادحض
ورنہ اپنے جوئے خود بے لے جلا کام کیس	دو کشتی چلا تا ہے	یزجی	ازجی
وان اساتم فلہا (امر ۷۱)	دو چراتا ہے	یسیم	اسام
ہو ار تم نے برائی کی تو اپنے لے ہی کی	اس نے بات ظاہر	یعثر	اعثر
فستغضون الیک رہ وسہم (امر ۱۱۴)	اسنے ہلاک کیا	یودی	اردی
۱۱۳ تری طرف برائی کے اور کھس لے ہی ایک ۱۱۴			
لوحضوا بہ الحق (صحف ۵۶)			
تاکر اس سے کھات کوہ چلا دے۔			
والارض بعد ذلک دھاھا (البرعات ۳۰)			
اور اس نے اسے اور زمین کو چلا دیا			
الذی یزجہ لکم الفلک (امر ۶۶)			
جو کشتی کو تہات لے لے لے چلا ہے			
لکم منہ شراب ومنہ شجر فہہ نصیبون (الحمل ۱۰)			
تھیں اس سے پیچے کو تہا ہے اور اس سے وہ شے لگتے ہیں چھل تم سونگے ہوتے ۱۰			
فان عثر علی انہما استحقا انما (الرائد ۱۰۷)			
پھر اگر بات گل جائے کہ وہ دونوں نے کوئی گناہ کیا ہے			
وذلكم ظنکم الذی ظننتم بربکم ارداکم (نعتہ ۲۳)			
ہو رہی تھو تمہاں سے جو تم پر رب کے بارے میں گمان تھے اسی نے تم کو تہات کیا			

والہری الاکثم والابرمین (آل عمران ۳۹) ہر کسی اچھا کرے ہوں ہر زمانہ میں کہو رہے جس کے چہرہ کو من قبل ان نذرناھا (البقرہ ۲۲) اس سے پہلے کہ تمہا تمہیں سامنے لائیں (بیجا کریں) وہوہ تقوم الساعة یبلس السجرون (روم ۱۱) ہر جس میں قیامت قائم ہوگی اس کو ڈر کر رہا میں تمہارے اولئک الذین ا بلسو بما کسبوا (الانعام ۷۰) ای لوگ ہیں بڑے ڈر کر رہے اپنے کئے پر انظروا الی شموہ اذا السرو یبغیہ (الانعام ۹۹) تم دیکھو اسکے پھل کی طرف جبہ پھل نائے ہور دیکھو اس کے پھل کو وعلی ابصارہم عشاوۃ (البقرہ ۷۷)	اسنے اچھا کیا	یبری	ایبری
حقی اذا اقلت سبحاناً نقلاً سقتاہ الی بلدہمیت (اعراف ۵۷)	اس نے تیرا ان	یبلس	ابلس
جبہ ہوا میں اٹھائیں بھاری یادوں کو تمہا تمہیں ایک ہی ہے ہیں ہر دو جن کی طرف والمقت ما فیہما وتخلت (اسکان ۳) ہر تکل دیا اس نے جو اس میں تمہارے وہ خالی ہوگی ثم لا یقصرون (اعراف ۲۰۲) پھر وہ کی نہیں کرتے فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوۃ (انعام ۱۱۰)	کرویا	یہسل	اہسل
	وہاڑا آوے	ینمر	انمر
	اس نے ڈھانچ دیا	یغشی	اغشی
	اسنے اٹھایا	یقل	اقل
	اس نے ڈالا	یلقی	القی
	اس نے کمی کی	یقصر	اقصر

ما كان لثني ان يكون له اسرى حتى يثخن في الارض (الانفال ۶۷)	وہ خون بہاتا ہے	یثخن	اثنین
یٰ کذٰبنا ۛ انہٗ کہتے ہیں کہ اپنے ہاتھ کے قیدیوں کو جب تک خون رجوی نہ کرے نہیں ہے۔ یوسفک الدماء (البقرہ ۳۰)			
قل ان ادري القروب ما توجدون (البقرہ ۲۵)	اس نے جانا	یدری	ادری
آپ کہہ دیجئے کہ میں نہیں جانتا نزدیک ہے وہ جس کا جس اور وہ چاہتا ہے یا نہیں، ابھی وقت ہے۔			
فطلقوهن لعذتهن واحصوا العدة (الطلاق)	اس نے شمار کیا	یحصى	احصى
سو تم طلاق دو انہیں تانہ سے جسے پہلے اور تم زنا سے کہ مگر			
لا تلتکم اموالکم ولا اولادکم (المائدہ ۹)	وہ غافل کرتا ہے	یلمی	الھی
غافل نہ کر دو تم کو تمہارے مال اور اولاد سے۔			
الہاکم التکافر			
اسرى معبدہ لیلہ (امراء)	اسے سیر کرائی	یسرى	اسرى
اللہ نے سیر کر لیا اپنے بندے کو رات کے ایک لمحے میں			
کلتا اولقوا نارا للمغرب اطفاها الله (البقرہ ۳۳)	وہ بجھاتا ہے	یطفی	احطی
جب کئی لوگوں نے جنگ کی آگ جلائی اللہ نے اسکو بجھادیا			
فاغرونا بھنم العداۃ والبغضاء (البقرہ ۳۳)	وہ فریب دلاتا ہے	یغری	اغری
مگر ہم نے لڑائی میں سے دوسرے اور بغض			
فلسا افاق قال سبحانک تبت الیک (الاحزاب ۲۳)	وہ ہوش میں آیا	یضیق	افاق
مگر جب ہوش میں آیا تو کہتا ہے تیری تعریف ہے کہ ہے میں تو یہ کی طرف ہوں			
انما يريد الله ليعذبهم بما فی العموة الدنيا وتزوق انقسام (التوبہ ۵۵)	وہ سہلے گیا	یزهق	ازهق
اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ انہیں دنیا سے بھی تباہ کر دے اور انکی جان چاہے کہ تیری کی حالت میں			

اعاب	يعيب	اس نے اسے عیب ناک کر دیا	فارت ان اھونھا (کلیف ۷۹) اس نے مہارگت سے عیب ناک کر دی
آسمت	يسمت	راستے پر ڈالا	وھن الی البیت العتیق سوامت (مصرعہ) دو خانہ کعبہ کی طرف تھوڑے دُور لے گئے ہیں
اثار	يشير	اسے جو تا	تظھر الارض (البقرہ ۷۷) دو پہاڑی ہے زمین کو فقظیر سعابنا (روم ۳۸) ۱۰۰ سال ہے بادلوں کو
الغی	يلفي	اس نے چلایا	بل تقمع ما لغنونا علوه ایانا (البقرہ ۱۷۰) کہ ہم تو اسی پر چلے گئے جس پر ہم نے اپنے دو پہاڑ چلایا
اولج	يولج	دو داخل کرتا ہے	تولج الملجول فی النھار (آل عمران ۷۷) تو داخل کرتا ہے رات کو ہر دن میں ولم یقتضوا ولجھ (توبہ ۱۶) ہر شہینہ انھوں نے اسے بھری
ابدی	يبدی	اس نے ظاہر کیا	ما تبدون وما کنتم تکتمون (البقرہ ۳۳) جو تم ظاہر کرتے ہو اور جس بات کو تم چھپاتے ہو
افضی	يغضي	دو پہنچ گیا	وقد اغضی بعضکم الی بعض (اشعاش ۲۱) اور تم ایک دوسرے سے بے چارہ بن گئے ہو
املی	يملي	اس نے مہلت میں ڈالا	فاصلیت للکافرین ثم اخذتهم فکلیف کان نکدر (درج ۳۲) سو میں نے مہلت دی کافروں کو پھر انہیں نے پکا اور کھینچ لیا میری پکا
اصعد	يصعد	وہ اوپر چڑھتا ہے	الہم یصعد الکلم الطیبہ (فاطر ۱۰) پہاڑ کا نام اس کی طرف نکلتا ہے
اقاضی	يقضي	وہ اپنی لوٹا	ثم المیتوا من حیث الماض الناس (البقرہ ۱۹۹) پھر تم سب اس جگہ سے الگ ہو جاؤ گے اور لوٹنے

اخلف	یخلف	وہ خلاف کرے گا	فخلف من و بعدہم خلف و وثرا المكتاب (۱۳۰ عرف ۱۳۰)
ادرك	يدرك	وہ آپہنچا	پھر ان کے بعد ان کے ہاتھ میں آئے انہوں نے ان سے دراصل میں کتابی
اذاع	يذيع	وہ شہرت دیتا ہے	لا تعاف ذرک ولا تعفشی (طہ ۷۷) ذوقار پکارا ہاں سے روز قیامت پڑ کر دے گا
ارکس	يوکس	وہ الٹا دیتا ہے	اذا جاء هم امر من الامن او العوف اذا هوا به (النساء ۸۲)
انتبذ	يقتبذ	وہ ایک طرف ہوا	شب آئی ہے انہیں کوئی حرام کی طرف کی تو اسے دے بیروہ شہرت
ازدری	يزدری	وہ حقیر سمجھتا ہے	فما لكم في المنافقين فئقن والله ارکسہم بما کسبوا (النساء ۸۸)
احتنک	يحتنک	متر میں رشی ڈالی	سو حسین کیا ہو یا منافقوں کے بارے میں کہ تم، فرقہ ہو گئے تو اللہ نے تو انہیں الٹ دیا جو ان کے اعمال کے
ادارك	يدارك	وہ گر گیا	اذا انتبذت من اعطبا مکانا شرقيا (مریم ۱۱)
فانهار	ينهار	وڈھ پڑا	شبہ (مریم) اپنے گمراہوں سے ہوا ہوتی مشرق کی طرف ایک جگہ
			ولا اقول للفئقن تزدری اصیبتکم من یوقیہم الله خیرا (حود ۲۱)
			روز میں کچھوں میں لوگوں کو جو تمہاری آنکھوں میں حقیر ہیں کہ اللہ نے دے گا انہیں کوئی عذاب
			لا حلتکن ذریقہ الا قليلا (اسراء ۷۶)
			میں بجز چند لوگوں کے، انہیں اور اسے تو میں نے انوں کا
			بل ادارك علمہم فی الآخرة (النمل ۶۶)
			بلکہ آخرت کے بارے میں ان کا علم ہی عذاب گیا ہے
			من اسس بنیانہ علی شفا حرف ہار فانهار (التوبہ ۱۰۰)
			جس نے اپنی بنیاد رکھی ایک عالی کے کلمہ پر جو گرنے کا بے گناہ کوئی کہو ڈھ پڑا روز قیامت کی آگ میں

الاقلمت الی الارض (التوبة ۳۸)	وہ بھاری ہوا	یثاقل	اقفل
اگر سے جانے ہو زمین کی طرف	وہ ذخیرہ کرتا ہے	یدخر	ادخر
وما قدخرون فی بھوتکم (آل عمران ۲۹)	اپنے سے دور کیا	یدوی	ادراء
اور جو چیزیں دیکھتے ہو اپنے کروں میں	اسے فائدہ پایا	یستمع	استمع
وہدرون بالحسنة المسینة (رعد ۲۲)	وہ ایس ہوا	یستیش	استیش
اور وہنگی کے ذریعہ ملی گورد کرتے ہیں	اس نے بے شکین	کرویا	استفز
فاستمعتم بخلافکم کما استمع الذین من قبلکم (التوبة ۶۹)	رکس پڑا	ینبجس	انجس
پھر تم نے تمہارے پیچھے کیے تھے	اس نے حفاظت	یستجیر	استجار
فلما استنصوا منه خلصا نجیا (یوسف ۸۰)	چاہی		
پھر جب وہ اس سے ایس ہو گئے تو ایک طرف ہو چلے غورہ			
کرتے تھے			
لیتوس کفور (هود ۹)			
ایس شکر			
فاردان يستقرهم من الارض (اسراء ۱۰۳)			
پھر وہ کہیں کہیں گئے کہ انہیں گھر ہو جس کے واسطے زمین میں			
(یعنی نہ لینے اسے)			
فانجست منه اثقا هضرة عینا (الاعراف ۶۶)			
پھر اس سے اس سے بارہ چلے (پہرت نکلے)			
وان احد من المشرکین استجارک فاجره (التوبة ۶)			
پھر اگر مشرکوں میں سے کوئی تجھ سے اللہ کے واسطے لائے			
تو ہے تاکہ وہ خدا کا کام میں سے			

كَلَذِي لَسْمُوهُ رَه الشَّيْطَانِ فِي الْاَرْضِ حَيْرَان (الانعام ۷۱)	استهوی	استهوی	رستہ بھلا دیا
بِحَبْرِ كَرِيْمٍ كَرِيْمٍ رَسَتْ بِحَبْرِ الشَّيْطَانِ لَمْ يَكِدْ رَحْمَةً لَكُمْ (رستہ بگے بگے)	ادار	ادار	دوسرے پر لگایا
وَلَا قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَاَدَارْتُمْ فِيهَا (البقرہ ۷۲)	ازف	ازف	پاس آگیا
وَرَجَبٌ لَمْ يَكِ اَدَىٰ كَوْلًا كَيْفًا تَمَّ اَيْكٍ اُخْرَىٰ اَمْرًا لَمْ	از	از	اس نے ابھارا
اَزَلَّتِ الْاَذْيَةُ (النجم ۵۷)	ازدکر	ازدکر	اسے یاد آیا
اَرْسَلْنَا الشَّيْطَانِ عَلٰى الْكٰفِرِيْنَ تُوْزِعُ اِلٰى (مريم ۸۳)	ازلق	ازلق	اس نے پھسلا دیا
اَمْرًا لَمْ يَكِ اَدَىٰ كَوْلًا كَيْفًا تَمَّ اَيْكٍ اُخْرَىٰ اَمْرًا لَمْ	اعنت	اعنت	تکلیف دینا
قَالَ الَّذِي نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْلَمَ اِيُوسُفَ (۲۵)	عمه	عمه	وہ سرگرداں ہو گیا
كَيْفًا لَمْ يَكِ اَدَىٰ كَوْلًا كَيْفًا تَمَّ اَيْكٍ اُخْرَىٰ اَمْرًا لَمْ	ريح	ريح	وہ فائدہ مند ہوا
فِي الْقَوْلِ نَكِبَ اَبْصَارُهُمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ (التلم ۵۱)			
بِيَدِ مَنِّي اَرِيْمُ لَمْ يَكِ اَدَىٰ كَوْلًا كَيْفًا تَمَّ اَيْكٍ اُخْرَىٰ (۵۱)			
وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَاعْتَقْتُمْ الْبَقْرَةَ اَوْ اَرَاكُم مَّا تَدَّعَوْنَ مِنْ شِقَاقِ الْبَقْرَةِ			
يَدْعُهُمْ فِي طَغْيَانِهِمْ بِمِثْمُونَ (البقرہ ۱۵)			
اَوْ اَرَاكُم مَّا تَدَّعَوْنَ مِنْ شِقَاقِ الْبَقْرَةِ كَيْفًا لَمْ يَكِ اَدَىٰ كَوْلًا كَيْفًا تَمَّ اَيْكٍ اُخْرَىٰ			
فَمَا رِبْعَتِ تِجَارَتُهُمْ (البقرہ ۱۶)			
اَوْ اَرَاكُم مَّا تَدَّعَوْنَ مِنْ شِقَاقِ الْبَقْرَةِ كَيْفًا لَمْ يَكِ اَدَىٰ كَوْلًا كَيْفًا تَمَّ اَيْكٍ اُخْرَىٰ			

خطف	بخطف	اس نے اچکایا	بکاد البرق بخطف ابصارهم (البقرہ ۲۰) قریب ہے کہ بجلی چمکنے کی آکسیں
سام	یسوم	اس نے تکلیف دی	من یسومهم سوء العذاب (الاعراف ۱۶۷) جو دیکرے ان کو برا عذاب
عنا	یعنو	اس نے فساد کیا	ولا تعثوا فی الارض منسدین (البقرہ ۶۰) اور نہ بھڑکنیں سر زمین کو لوٹا پاتے ہوئے
عنی	یعنی	وہ آتا ہے	
نبذ	ینبذ	اس نے پھینک دیا	نبذ فریق من الذین اوتوا الکتاب کتاب اللہ (البقرہ ۱۰۱) ان کتاب کے ایک طبقے نے جو ان کے لئے کتاب پھینک دیا
سفه	یسفه	وسہے و قوت ہوا	ومن یوقنہ عن ملۃ ابراہیم الا من سفہ نفسه (البقرہ ۱۳۰) اور جو ان سے جو ہر ملت اور ہم سے جو ہر دی میں نے اس حق سے لپکا ہے آپ کو
نق	ینق	اونچی آواز نکال	کمثل الذی ینق بما لا یسمع الا دعاء ونداء (البقرہ ۱۷۱) جیسے وہ جس سے بھارت ہے اسے کہتے ہیں کہ ۳ بھارتیہ اور پانے کے
ثقف	یثقف	اس نے پایا	فاما لثقفنہم فی الحرب فشدت بهم من خلفہم (الاحقاف ۵۷) اگر قبائے ان کو یہ تھا کہ جنگ میں ان کو اس طرف ہٹائیں کہ ان کے پیچھے بھی جان بھائی
خلق	یحلق	اس نے منڈایا	ولا تعلقنہم ووسکم (البقرہ ۱۹۹) اور نہ منڈائے ان کے سر اور ان کو جب تک کہ چادر (جلدی) اپنی چمکنے لگے پاتے

و لو اشركوا لمحبط عنهم ما كانوا يعملون (الانعام ۸۸)	وہ ضائع ہوا	محبط	حبط
اور اگر وہ شرک کریں تو ان کے نیک اعمال ان سے جاسد ہیں سے			
وان منها لما يهبط من خشية الله (البقرہ ۷۶)	وہ نیچے گرتا ہے	يَهْطُ	يهبط
اور ایسے پتھر بھی ہیں جو اللہ سے خوف سے نیچے گرتے ہیں			
ودوا ما عنتم (آل عمران ۱۱۸)	وہ مشقت میں پڑا	يعنت	عننت
وہ تو چاہے ہیں کہ تم تکلیف میں (مشقت میں) رہو۔			
عزيز عليه ما عنتم (التوبة ۱۲۸)			
آپ پر گرا ہے کہ تم تکلیف میں نہ رہو			
ومن جاء بالسيفه فكنت وجوه في النار (المنزل ۱۰)	وہ لڑنے سے منہ گرا	يکبت	کبت
اور جو لڑنے لائے گا لڑنے پر ہے آتش میں دوزخ میں جائیں گے			
فما وهنوا لما اصابهم في سبيل الله (آل عمران ۱۳۹)	وہ کمزور ہوا	يهن	وهن
سہ کمزور نہ ہوئے کہہ جہاں تک تکلیف آئی اللہ کے راہ میں			
يمحق الله الربوا ويربي الصدقات (البقرہ ۲۷۶)	اس نے مٹا دیا	يمحق	محق
۲۷۶ ہے اللہ سود کو مٹا دیتا ہے اور نیکوں کو			
اذ تعمسونهم باذنه (آل عمران ۱۵۴)	اس نے قتل کیا	يخس	خس
جب تم ان کو قتل کر رہے تھے اللہ نے تم سے			
ولسا يبرؤا العالوت و جنودہ (البقرہ ۲۵۰)	وہ نکلا	يبرؤ	برؤ
اور نہ وہ مانتے ہوئے جا رہے تھے اور اس کے پیروں سے			

لانا	یلین	وہ نرم پڑ گیا	لَمَسَا رَحْمَةً مِنَ اللَّهِ لَئِنَّكَ لَمِمْ وَلَوْ كُنْتَ لَفُطًا (آل عمران ۱۵۱)
غل	بغل	اس نے خیانت کی	سویا طرفی کہہ مٹھے کہ توڑ پہل ہوا اگلے گلے اور اگر توڑے گا کہ خود دل توڑ کر ٹکڑے کرے گا ہے
وزر	بوزر	اس نے بوجھ اٹھایا	ما کان لخصی ان یغل ومن یغل یات بما غل (آل عمران ۱۵۱)
عقب	یعقب	وہ پیچھے آیا	ہوئی کام نہیں کہ وہ خیانت کرے (کچھ چھپائے رکھے اور کچھ چھپائے گا کہ لائے گا کہ تو ثابت کرے دن ولا تزر وازرة وزر اخری (الاسراء ۱۵)
لوی	یلوی	وہ پھرتا ہے	اور کوئی نہ اٹھائے گی اور کس اور سے کا ولس مدبر اولم یعقب (المنزل ۱۰)
شقی	یشقی	وہ بد بخت ہوا	۱۱ چھپے ۱۲ چھپے اور ۱۳ کرنا کرنا کرنا لذ تصعدون ولا تلظون علی احد (آل عمران ۱۵۳)
تبی	یتبی	وہ ہر اکڑتے ہیں	بہ تہ لاسے ہاتھ ہے اور کئی کوڑا کر گئی نہ بچتے من اتبع هدای فلا یضل ولا یسقی (ملہ ۱۱۳)
محص	بمحص	وہ پاک کرتا ہے	جس نے میری سگھلائی ہوئی ہے وہی سہا کر رہا اور شہ پہ لیب ۱۱ کا
تلا	یتلو	وہ تلاوت کرتا ہے	یفتون صدور ہم لیستغفوا منہ (ہود ۵)
			۱۱ اور ہر اکڑتے ہیں اسے سبزی کو کہ کہ نہیں ہاں سے - پھینچتے ہیں
			ولیس محص مافی قلوبکم (آل عمران ۱۵۴)
			اور کہ ۱۱ صاف کرے اسے جو ان کے دلوں میں ہے
			واذا قلت علیہم آیاتہ رادتم ایسا (الاحقاف ۲)
			اور نہ پڑ گیا جائے نہ ہر ایک آیتیں تو اللہ بیان اور مشورہ ہو پاتا ہے

وخلق منها زوجها وبنت متحصلا وجالا كثرها
ونساء (النساء، ۱)

اور اللہ نے اس ایک ہلکے سے انکا بیوی بنو ایک اور کچھ اور
دونوں سے پہلے سے بہت سے مرد اور عورتیں

فانكحموا اما طاب لكم من النساء (النساء، ۳)

اے تم جن کو مرد جو عورتیں تمہیں چاہیں گی ان سے جو وہ تمہیں چاہیں اور
پارہ

وانظر الى العظام كيف فنشراها ثم نكسوها
لعسا (البقرہ، ۲۵۶)

اور تو ان ہڈیوں کی طرف دیکھ کہ ہم کیسے انہیں اٹھاتے ہیں پھر
ہم انہیں گرتے پرتاتے ہیں

ولا تضلن من لقتھنوا ببعض ما اللعس من
الا (النساء، ۱۱۹)

اور تم جن سے لڑو، ان کے بعض کو تم سے چلا کر لے کر
جو تم نے ان کو سے کھانا

الا ان يكون مہتہ او دما مسطوحا (الانعام، ۱۲۶)

مگر یہ کہ مرد اور عورتیں پہلی اور خون

من يفسد فيها ويسفك الدماء (البقرہ، ۳۰)

جو اس میں تباہ کرے اور خون چری کرے

كلما تضجبت جلودهم بدلنا هم جلودنا
شورھا (النساء، ۵۶)

جب ہمیں ان کے جلے کے پکے ہائی تو ہم ان کے بدلے انہیں اور
کھائیں اور وہی کے

لا يؤمنون حتى يحكموا فيها شجر بننهم (النساء، ۶۵)

وہ ایمان نہ لائیں جب تک کہ انہیں شجر بننہم

اختلاف میں فیصلہ نہ دیا جائے

اس نے پھسلایا

یبت

بٹ

اسے پسند آیا

یطرب

طاب

اس نے پرتا

یکسو

کسا

اس نے ٹک کیا

يعضل

عضل

اس نے خون بہایا

يسفح

سفح

اس نے خون بہایا

يسفك

سفك

اس نے پکایا

ينضج

نضج

اختلاف ہوا

يشجر

شجر

و حالہما السوج (مورد ۲۳)	وہ مائل ہوا	یحول	حال
وہ مائل ہو کر دونوں سمتوں کی طرف	اسے برا لگا	یسوء	ساء
لا تسلطوا عن اشداء ان تعدلکم تسوکم (السالۃ ۱۰۱)			
تم ان بڑوں کے بارے میں نہ چوکو کہ تمہارے لئے مکمل ہائیں وہ تمہیں روکے	اسے خبر ہوئی	یعثر	عثر
فان عثر علی انفسا استحقا الثما فاخران یقومان مقامهما (السالۃ ۱۰۷)			
پھر اگر خبر ہو کہ وہ لوگوں میں باعدہ ہائے تو ان کو پور کڑے ہوں ان کی جگہ	اسے گھبرایا	یحیق	حاق
فحاق بالذین سفروا منہم (الانعام ۱۰)	وہ روکتے ہیں	ینہی	نہی
سو گھبرایا ان کو جن میں سے کسی کو نہ لے سکتے و ینہی عن الفحشاء و المنکروا لہیض (المنزل ۹۰)			
وہ روکتے ہیں ان سے یا عقل کام سے اور سرگمی سے	وہ دور ہوتا ہے	ینائی	نائی
وہم ینہیون عنہ و ینزوں عنہ (الانعام ۶۶)			
وہ روکتے ہیں اس سے اور دور ہوتے ہیں اس سے	وہ بات کرتا ہے	یحوض	خاض
انما کنا نغوض و نطعمہ (التوبة ۱۵)			
ہم اسے اس کے نہیں کہ بات میں لگ جاتے اور دل لگی کرتے تھے۔			
کنا نغوض مع المخاضین (المدثر ۳۵)			
وہ ہمہما توڑا شہہ صحت جاتے تھے	اس نے پڑھا	یدرس	درس
وہما کنتم تدرسون (آل عمران ۷۹)			
اور جو تم بھی سے پڑھتے تھے	وہ مائل ہوا	یصغی	صغی
ان تتویا الی اللہ فقد صفت قلوبکم (القصریم ۲)			
سو اگر تم توبہ کرو، اللہ کی طرف تو یہ تمہارے دل مائل ہو رہے ہیں (اللہ کی طرف)			

ومن يقترف حسنة نزد له فيها حسنا (الشوری ۲۴)	اس نے پیلا	يقرف	قرف
اور جو نیکانہ کلمے کہیں اور غور سے کہے ان ہم الا بغرضون (الانعام ۱۱۶)	وہ قیاسی باتیں کرتا ہے	يقوص	قوص
وہا یعنی عنہ مالہ الا قروی (والطہ ۱۱) اور اس سے اس کمال کو اور تہ کرے گا جبکہ وہ پاک ہوا (ال کو کہہ کر آئے گا۔)	وہ ہلاک ہوا	يودي	ودي
لقد رحمہم (الانعام ۴۷)			
ہا کہ وہ نہیں پاک کریں			
فمن اظلم ممن كذب بايات الله و صدق حذثا (الانعام ۱۵۷)	وہ اعراض کرتا ہے	يصدف	صدف
۱۶ اس سے زیادہ ظالم کون ہو گا جس نے پھیلنے کی آیات کو نوران سے اس نے دگردانی اختیار کی			
ان نشاء خصيف بهم الارض (الاسفا ۹)	وہ محسوس سما	يخسف	خسف
اگر ہم چاہیں تو انہیں زمین میں دھنسا دیں			
طنقيا يخسفان علفهما من ورق الجنة (الاعراف ۲۷)	اس نے سیا	يخصف	خصف
اپنے ہر دو درختوں کے پتوں کو چھینے لگے			
وتسوق المجرمين الى جهنم وردا (مریم ۸۶)	وہ لے گیا	يسوق	ساق
۱۷ ہم چاہیں تو انہیں کی طرف یا ساق لگے یا چاہیں گے للسيطان بعدكم النظر ويا مريم كذا بالقضاء و ظله بعدكم مغفرة منه وفضلا	اس نے ڈر لیا	يعد	وعد
شیطان تمہیں ڈرانا ہے تم کو جو نے سے اور اللہ تمہیں مدد دے گا ہے مگر بعد اور فضل کا			
وقنحتون من الجمال موتا فارحين (الشعراء ۱۴۹)	اس نے تراشا	ينحت	نحت
اور تمہیں ہلاک میں گرنے سے لطف کرتے			

ولا تبيضوا الخاس اشياء هم (الاعراف ۸۵) ہر قوم کو ان کی چیزیں کم کرے تہ	وہ کم کرتا ہے	يبخس	بخس
ولا تأس على القوم الفاسقين (المائدة ۴۶) ہر قوموں سے کہہ دیا کہ ان لوگوں پر	اس نے افسوس کیا	ياس	أس
فاذا هي تلف ما بالكون (الاعراف ۱۱۷) سہو گلہ ہوا کہ جو موت انہوں نے ہمارا ہوا تھا	اس نے پڑا (اشھاب)	يلقف	لقف
ان الذين جاءوا بالافك عصبة متكلم (النور ۱۱) وہ لوگ جو کہ بہتان لے کر آئے تمہاری بھی تو ایک جماعت ہے	اس نے بہتان پا کرھا	يافك	افك
ودعونا ما كان يصنع فرعون وقومه وما كذبوا بعرشون (الاعراف ۱۲۷) اور ہم نے کہا کیا جو فرعون اور اس کے لوگ کر رہے تھے اور وہ علائیوں پر جھوٹے تھے	وہاں پر چڑھا	يعرش	عرش
ولا تقستن على الاعداء (الاعراف ۱۵۰) سو سو ہوا کہ پر دشمنوں کو اور نہ جانے کہ تمہارے لوگوں میں	دوسرے کو بٹنے دیا	يشمت	شمت
اذ يعدون في السبت (الاعراف ۱۶۳) جب وہ سب سے تمہارے جنت کے دن	وہ زیادتی کرتا ہے	يعدو	عدى
ولقد نرانا لجهنم كثيرا من الجن والانس (الاعراف ۱۷۹) اور وہ کہ ہم نے بہت سے جنوں اور انسانوں کو آگ میں جانے کے لئے پیدا کیا ہے	اس نے پیدا کیا	يذرا	ذرا
قالوا لا توجل انا نمشرك وقلام عليهم (المعارج ۵۳) انہوں نے کہتا ہے ہم تجھے ایک علیحدہ الٰہ کے بچے کی بشارت دیتے ہیں	وہ ڈرتا ہے	يوجل	وجل

رکم یوکم اس نے ڈیر لگایا اور کہ جسما فیجملہ فی جہنم (الاتقال ۳۷)

۳۷ اس کو کوئی جگہ ڈیر کر دے اور پھر اسے جہنم میں رکھ

نکص ینکص وہ اٹھے پاؤں بھاگا فنکتھم علی اعقابکم فنکصون (المومنون ۶۶)

اور جے تم اپنی اپنی پیٹھوں پر اٹھے پاؤں بھاگے

جنح یجنح وہ جھکا بن جنعوا للنسم فاجنح لها (الاتقال ۶۱)

اور اگر وہ سارے کے سارے جھکیں تو تم بھی سارے کی طرف

لمز یلمز وہ طعن کرتا ہے ومنہم من یلزمک فی الصدقات (التوبة ۵۸)

اور ان میں سے وہ بھی ہیں جو تجھے طعن دیتے ہیں تمہاری بات سے تمہاری

مرد یمرد اس نے سرکشی کی ومن اهل المدينة مردوا علی الففاق (المدينة ۱۰۰)

اور اہل مدینہ سے تمہاری سرکشی میں جو ففاق ڈالنے کوڑے ہیں

زھق یزھق وہ جڑے گیا جاء الحق وزهق الباطل (الاسراء ۸۱)

حق آ پھوڑا باطل جڑے جاتا رہا

دلک یدلک اس نے مارا اقم الصلوة لعلوک الشمس (الاسراء ۷۸)

تو قائم کر نماز، لعلو سے رات کے سورج میں سے نک

ھتک یتھتک بے عزتی کی

سال یسیل وہ بہ نکلا فسالت اودیة بقدرها فاختمل السهل زبدا رابعا (الرعد ۱۷)

پھر بچے لگتا سنا ہے اپنے اتار لے گا پھر سب کو سب پر سے آیا بھاگ پھر لاہور سے

صاح یتصح وہ چٹھا فاخذتھم الصبحۃ مشرقون (المعبر ۵۳)

پھر آکر وہ نہیں چٹھا ڈالنے سورج چلنے وقت

وباء وانحصب من الله (البقرہ ۲۱)	روہوتا	یبوء	باء
اور وہ تو نے انہیں کاغذ سے کر			
واما الذين اسلمتكموا واستكبروا استكبروا ليعذبهم عذابا اليوسا (النساء ۱۳۳)	اس نے ٹھکر لیا	ينكف	نكف
اور وہ لوگ جنہوں نے اسے عدا سمجھا اور اسے کڑوا دیا سو انہیں انہیں عذاب سے گار دیا کہ			
وعجلت اليك رب لقرض (طہ ۸۷)	وہ جلدی کرتا ہے	يعجل	عجل
اور میں نے میرے رب سے قرض کی طرف جلدی کیا تاکہ قرض پورا ہے			
اتركها عليها واهش بها هلى غنمى (طہ ۱۸)	وہ چھڑاتا ہے	يهش	هش
میرے کھانسی لگاتوں اور اس سے بچے ہمارے کھانسی لگاتی تکریوں پر			
انذا بلغ مغرب الشمس وجدحا تغرب في عين حنقة (الکہف ۸۶)	وہ ڈرتا ہے	يقرب	غرب
جب وہ چھپا ہوا رہتا ہے کے مقام پر تو اس نے سورج کو ایک سیلہ میں سے ڈال دیا			
او اوى الى ركن شديد (هود ۸۰)	وہ آڑا گیا	ياوى	اوى
کاش مجھے تہہ سے تھامنے کی طاقت ہوتی یا میں تھامنے کی مشورہ نہ کرتے			
وحال يهينما الموج فكان من المفرقين (هود ۴۳)	وہ مائل ہوا	يحول	حال
اور ان دونوں میں موج مائل ہو گئی اور وہ دونوں تھامنے یا وغضض الماء وقضض الامر (هود ۴۳)			
اور تھام دیا گیا پانی اور وہ چھٹا ہوا اور کھٹک گیا پھلائی	گہرا چلا گیا	ينغض	غاض
واخفض جنتا حنك للمؤمنين (ص ۸۸)	وہ پست ہوا	يخفض	خفض
اور جنتا چھٹا دیا ایمان والوں کے واسطے			

قدم يقدم آگے آگے چلا
 يقدم قومه يوم القيمة فاردهم النار (نور)
 (۱۸)

وہ آگے چلا گئی قوم کے اور قیامت کے دن نہیں آگے
 پہلے آئے

رکن رکن یوکن وہ جھکا
 لقد كنت تركن للهمم شيئا قليلا (امرأه ۳)
 البشیر کہ قریب فاکر آپ کی طرف تھوڑا سا جھکا ہے

توقف يتوقف وہ عیش میں رہتا ہے
 لا تركزوا وارجعوا الي ما اترفتم فيه
 (الاحقاف، ۱۲)

جھاگو ضرورت چاہو وہاں جاؤ تم عیش میں رہو

کاد يكيد وہ قریب کرتا ہے
 من بعد ما كاد يزيغ قلوب فريق منهم
 (التوبة ۱۱۷)

پھر اس کے قریب فاکر بل جاتے دل ان میں سے بعض کے
 پر اللہ مہربان ہو اللہ ہے

شغف يشغف وہ دل میں اترا
 امرأة العزيز تراءى دفقاها من ههنا قد شغفها
 حبا (يوسف ۳۰)

عزیز مصر کی بیوی اپنے لہام سے خود بھل کر رہی ہے اس کے پی کر
 (پریل ۱۱) گیا ہے اسکال کی بہت میں

عصر يعصر وہ چھوڑتا ہے
 فيه هفوات الناس وفيه يعصرون (يوسف ۲۱)

اس میں لوگ بہت تڑپے جائیں گے اور ان کے دس چھوڑیں
 گے

مار يمير وہ غم لاتا ہے
 ونسهر اهلتنا ونحفظ اخانا (يوسف ۶۵)

اور ہم غم لائی گے اپنے گھر اور حفاظت کریں گے اپنے
 بھائی کی

فقد يفقد اس نے کھو دیا
 قالوا فقد صواع الملك ولنس جاء به حمل
 بعير (يوسف ۷۲)

انہوں نے کہا ہم کھو گیا ہے بادشاہ کا پیالہ اور اسے لے
 آئے اسے لے گا ایک دن تیرا بیرو

جمع يجمع سرپٹ دوڑا
 لولوا اليه وهم يجمعون (توبه ۵۷)

ووڑھوں کے طرف آگے آگے چلا آئے (پہنچا)

فاصدع بما تؤمر (خبر ۶۲)	صدع	یصدع	کھیتی پھوٹی
تو کھول کر کھڑے ہو گئے تو تم ہو			
انظروا الی لثمہ اذا التمر وینعہ (الاتعام ۶۶)	ینع	ینع	پھل کے
دیکھو تمہارے پھل کو جب وہ پھلے اور اچکا			
وکل التوہ داخرین (النمل ۸۷)	دحر	یدحر	عاجز ہوا
اور سب پلے آئیں گے آگے آئے			
لقد البصر قبل ان تعدد کلمات ربی (الکھف ۱۰۹)	نقد	ینقد	وہ ختم ہوا
خبر اور سمجھو ختم ہو جانے کا پتہ اس کے کہ میرے رب کی پاکی ختم ہوں			
والبخل بسفات لها طلع تضید (ق ۱۰)	نضد	ینضد	جمع کیا
اور کھوری لگی اس کا خوش ذرہ			
ولا تجسسوا ولا یفتب بعضکم بعضاً (العجرات ۱۲)	جاس	یجوس	اس نے پتہ لگایا
اور دوسرے کے امور کا پتہ نہ لگاؤ اور ایک دوسرے کے چہرے نہ دکھاؤ			
لا حنکین ذریعہ الا قلیلاً (اسراء ۶۲)	حنک	یحنک	اس نے تجربہ کار بنایا
بہتر میں اگر کوئی اور کو بھی دیکھا تو اس میں سے لوگوں کا تھوڑے سے			
فلما توفیتی کنت انت الرقیب علیہم (المائدہ ۱۱۷)	رقب	یرقب	انتظار کرتا ہے
پھر جب تو نے مجھے انھیں اتاری تو ہی تمہارا رقیب بن گیا			
وما ہو علی الغیب بضئین (التکویر ۲۲)	ضن	یضن	اس نے دکھ دیا
اور تم لوگوں کو غیب بتانے میں غلط نہیں			
فقل ینسفہا ربی نسفا (طہ ۱۰۵)	نسف	ینسف	اس نے برباد کر دی
سو آپ کہہ دیں گے کہ وہ اس کو برباد کر دے گا			

انہیں بے شکسوا میں حکم تہلوا ریخرج اضحابکم (معد ۳۷)	اس نے گھیرا	حذف	حذف
اگر ہوا ہے تم سے (اللہ) پھر کہے تک تم کو روک کر کہو تمہارے اتاری چھو	وہ نکل بھاگا	یزهق	زهق
انسا یورد اللہ لہم عنہم ہما فی العمود اللذنا وتزهق انفسہم زہم کافرون (التوبة ۵۵)	وہ ختم ہوا	یمید	باد
یہ تک ہر پتا ہے کہ انہیں پائیں بھی مذاب دے رہ کر پہلے ہکا ماش ختم ہو	وہ فریاد کرتا ہے	یجروء	جروء
قال ما اظن ان تبدیہ ہذہ ابدا (الکہف ۳۵)	اس نے ہت ہت	یہن	وہن
اس نے کہا میں گمان نہیں کرتا کہ یہ کبھی بھی ختم ہو (۳۵)	اس نے مائل کر دیا	یدل	دل
اذ اصمکم الضر فاللہ یجفون (المحل ۵۳)	وہ ہاتھ لگا	یدرو	درا
پھر جب تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو تمہیں طرف چھوٹے کے لوتے ہو	وہ سر گراں گھوما	یتیبہ	تابہ
فلا تخذوا فی ابتغاء القوم ان تکونوا قالمون فانہم یالمون کما قالمون (النساء ۱۰۲)			
سر مستندہ وہ نکال دیا کرتے ہیں مگر ہمیں الم کا ساتھ ہے وہ بھی تو ابھاٹے ہیں جس طرح تمھاٹے ہو			
فلذاتما بغرور فلما ذاق الشجرة (الاعراف ۲۲)			
۲۲ وہ اپنے لالہ لالہ لالہ سے بھرنا ہونے والی درخت کو چک			
ویدرون بالمحسنة المسينة اولئک لہم عقی الذار (الرعد ۲۲)			
اور وہ لائے ہیں رین کو پھائی سے			
فانہم ہون فی الارض فلا تأس علی القوم الفاستقین (المانہ ۲۶)			
زمین میں سرگرداں نہ ہوں تے ہر قوموں کے کہان لوگوں پر			

بغی	بغی	اس نے سرکشی کی	لنا حرم رمى اللواہش -- والائم والبیض (الاعراف ۳۳)
طفی	طفی	وہ حد سے نکل گیا	۳۳ نے انکے گھس کر سے رہنے سے چھلک کر حرم خبر لایا ہے اور گناہ کو سرکشی پر چڑھائی کہ لنا نغاف ان یفرط علینا او ان یطفی (طہ ۳۵)
غلا	یغلو	وہ مہینکا ہوا	یہ کہہ رہا ہے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے یا وہ سرکشی کرے لا تغلوا فی دینکم غیر الحق (المائدہ ۷۷) نہ ماخذ کرنا ہے نہ گناہات میں حق
سول	یسول	اس نے بات بتائی	للشیطان رسول لہم وامسلی لہم (محمد ۲۵) شیطان نے بات بتائی ان کے دل میں اور ہر کے دہرے سے (پھر دیا)
حول	یحول	اس نے بالدار کر دیا	وترکتکم ما خوئنا کم وہ ظہور کم (الانعام ۹۲) اور چھوڑا کے تم پر ہم نے تمہیں اپنا تھا پتہ کے پیچھے
تبر	یتبر	اس نے آبی کی	ولا تزود الظالمین الا تقاراً (نوح ۲۸) اور تو نہ پڑھا غلاموں کو مگر چاہی میں
طیر	یطیر	اس نے محوست دی	وان تصدقہم سبقتہ یطفروا بیوسی ومن معہ (الاعراف ۱۳۱) اور اگر انہیں برائی پہنچے تو اسے کوسہ نکالتے ہیں سو ہی اور انکے ساتھیوں کی
عزر	یعزر	اس نے مدد دی	وغرر نسوہم والقروضم اللہ قرضاً حسناً (المائدہ ۱۲)
شرد	یشرد	اسنے سزا دی	اور تم نے ان کی مدد کی اور اللہ کو تم نے عاقبت میں فشرہم من خلفہم (الانکال ۵۷) ۳۳ نے ان سے ٹھیکہ لیا کہ جو ان کے پیچھے ہیں وہ بھی ہمارے ہائیکہ

فند	یفند	اس کے دو بول کیا	ابن ماجہ ریح یوسف لولا بن قندون (یوسف ۶۲)
مکن	یمکن	اسے اختیار دیا	عمر بن عبد العاص نے فرمایا کہ تم مجھے بلا جاؤ گا بھکار کہ و لکن لہم فی الارض نقصان (۶) اور یہاں بھی ضمیر اندہی کے نشان ولیکن لہم (نور ۵۵) اور یہاں بھی ضمیر ہے
سکر	یسکر	اس نے بند کیا	قتادون منہ سکرا و رزقا حسنا (الذحل ۶۷) اور چھڑے تھے اس سے نہ اور روزی بھی
حسن	یحسن	اس نے کا	ولقد صدقکم اللہ وعدہ اذ تمسسونہم باذنہ (آل عمران ۱۵۲) اور بھگتے تھے اسے اپنے بندے کو پراکریا جب تم انھی اس کے عمل سے گل کر رہے تھے
سوی	یسوی	اسے درست کیا	فاذا سویقہ و قہقت فیہ من روحی فقوالہ ساجدین (الحجر ۲۹) سو جب شمس سے درست کر لوں اور اس کی آواز روئے گا کہ دوں تو تمہیں سب کے آگے بڑھے گا
قضى	یقضى	اس نے فیصلہ کیا	ولکن ليقضى اللہ امرًا کان مفعولا (الانفال ۲۲) لیکن اسے کہہ دیا ہے سائے کا فیصلہ کر دے گا کہ کرے وہ ہے
ولی	یولی	وہ منہ موڑ کر بھاگا	ولی مدبرا ولم یقلبہ (القصاص ۲۹) وہ بچے اور اس نے نہ کر بھی نہ کیا
بوی	یبوی	وہ اترا ٹھہرا	واذ غدوت من اہلک تبوی المومنین مقاعد للقتال (آل عمران ۱۲۱) اور جب تو بھاگے گئے تو مومنین کو بٹھانے کے جگہ کے مورچوں کی

الم يك قطعة من منى يعني (القيامة ۳۷)

کہاں سے پہلے میں کا ترجمہ قیوم پھیل جاتی

والن منکم لمن لہبطن (النساء ۷۲)

اور وہ جس میں سے لہو دیر کریں گے

ولا مرتع فلیبتکن اذان الامعام (النساء

۱۱۹)

اور میں تم میں سے وہ ہیں جو پھریں گے کان کاٹیں گے

ویمسک النساء ان تلع علی الارض (المحج

۱۶۵)

تورو آہن کر کے ہوتے تھے کہ وہ زمین پر گے

وما علمتم من الجوارح مکلبین (المائدہ

۴)

اور جو تم نے سر جلاؤ تم کا سنا اے کان کو دوڑاتے ہوئے

ومن کفر فعلیہ کفرہ (الروم ۲۴)

اور جس نے کفر کیا وہ اس کا کفر ہی پر لسنے کا

فلما احسوا بانسانا اذا ہم منها یرکضون

(الانبیاء ۱۲)

۲۔ جب وہ احساس کیا کہ انسان ہے سارے طالب کو محسوس کیجھو

سے بھاگنے لگے

بل لکذب بالبعن علی الباطن فہدمقہ

(الانبیاء ۱۸)

بلکہ ہم چمکتے ہیں جن کو باطن پر سوساں کھر گاتا ہے

لا یفتقر عنہم وہم فیہ مہلسون (الزخرف

۷۵)

۳۔ تم میں سے وہ ہیں جو اس میں آس پڑنے

والق فی الارض رواسی ان تمہنکم

(الضحیٰ ۱۵)

اور اس نے اسی چیز میں تمہارا گھر کر کے تمہیں لے کر

جگہ نہ پڑے

وہ پھیل جاتا ہے

یعنی

منی

وہ دیر لگاتا ہے

یعنی

بعنی

اس نے کان

بہتک

بتک

پابندی لگائی

یمسک

تمسک

کے کو سر جلا

یکلب

کلب

اس نے انکار کیا

یکفر

کفر

وہ بھاگتا ہے

یرکضون

رکضون

اس نے سر پھوڑ

یدامح

دمح

دیا

وہ تھک گیا

یفترو

فترو

وہ ڈھلک گیا

یمید

ماد

وہاں ہم ماکنوبہ یستمزون (الجانبہ
(۳۳)

اور اللہ کی عبادت میں ہر لمحہ کرتے تھے

ام ویٹالون ان یحیی اللہ علوہم ورسولہ
(التغور ۵)

پڑاتے ہیں اس سے کہ اللہ ان سے یہ نبی بھی کرے گا اور
اس کا رسول

وتكون الجبال كالعهن المنفوش (التغارحہ
(۵)

اور ہوا جیسے بھاتے ہیں وہی وہی

لذہقت فیہ غم القوم (الانبیاء ۷۸)

جب قوم کے دل ٹھیکہ اندر نہ گئے

ومن الشیاطین یفوضون لہ (الانبیاء ۸۲)

اور ان کے پاس ہے کئی شیطان ہیں جو ان کے لئے فرماتے
ہیں

قل من ینکذکم باللہ والذہار (الانبیاء ۳۲)

آپ کہہ دیجئے کہ اللہ اور دن کو تمہاری گواہی کرتا ہے

کذک کذنا لیسوف (یوسف ۷۶)

اس طرح ہم نے جو سچ کے لئے ایک تمہارے پلائی

وتہلکون بالشر والخیر فقنت (الانبیاء ۳۵)

اور ہم تم کو بچاتے ہیں اور اللہ سے تمہاری سے آوازے کو

فاذا جاء امرنا و فار القنور (المومنون ۴۷)

اور جب آجائے ہمارا تم اور فرار تو ذرا دل کشی تک نہ کرنا
ہوگا

المانت تفلح من فی النار (الزمر ۱۹)

جو ایمان لائے گا وہ آگ میں ہے

وہم من کل حذب ینسلون (الانبیاء ۹۲)

اور ہر گھاتی (گھاتی) سے نکلتے پھرتے ہیں

یحییٰ الیٰس

وہی انصاری
کرے گا

اس نے روئے ڈالا

یروئے گئی

مخوط لگایا

وہ گواہی کرتا ہے

البتہ میں تمہیں
کروں گا

ہم پرکتے ہیں

وجاہلا

وہ چھڑاتا ہے

پھیلنے آتے ہیں

حاق

حاف

نقش

نقشت

خاص

کلاء

کاد

بلونا

فار

نقذ

نسل

ہوم نظوی المساء کملی السجیل للکتبہ (الانبیاء، ۱۰۲)	وولپٹ دے گا	بطوی	طوی
محمد نام آجوں کریندی کے ایسے جیسے طرکان میں کتابوں پڑھوں	وہ کہتے ہیں	یلعبون	لعبوا
دلی ہم فی شکم یلعبون (الدخان ۱)	وہ کہتی ہیں	یلعبین	لعبن
وإذا نادیتم الی الصلوة اتخوذوا عزوا ولعبوا (السائدہ، ۵۸)	اس نے توڑ دیا	یقصم	قصم
ہر جب تم کو نلار کے لئے بلو تو وہ اسے کھیل کو گتے ہیں وکم قصمنا من قریة كانت طالسة (الانبیاء ۱۱)	وہ سنور گیا	یزکی	زکی
ہو رہے تھی بہتوں توڑیں ہو کالم میں ولولا فضل اللہ... مارکی منکم من احد (النور، ۲۱)	وہ ٹھگی کرتا ہے	یقتز	قتز
ہو رہا تھا فضل نہ ہو تا تو تم میں سے کوئی نہ بچتا ووجہ یومئذ علیہا غیرۃ ترہقها قترۃ (عبس، ۲۵)	وہ بھول گیا	یذھل	ذھل
ہو گئے چرسے ہیں جن پر اس دن لہو کا ان پر سیاہ چرسہ رہی ہوگی	وہ نشاندہ ہا کر حتما	یومی	ومی
ہوم توڑنہا لڈھل کل مرضعۃ ہما ارضعت (الضحج، ۲)	←	یومی	ومی
جس دن آہا سہہ بگوسے ہو وہ وہ پلے دلی بول پائے گی اسے شہہ اس نے پچھا	←	یومی	ومی
وہا رمیت اذ رمیت ولكن اللہ رمی (الانفال، ۱۷)	←	یومی	ومی
ہو آپ نے تیر زنی تھیں کی تب آپ نے کی بلکہ خدا نے تیر پچھے	←	یومی	ومی
سبحن اللہ الہی وروی المسدقات (البقرہ ۱۷۶)	←	یومی	ومی
لقد قتال ۲۵۷ سے ۲۷۰ کو اور ۲۸۱ سے ۲۸۸ ہے صدقات کو			

ولا تصغر خذك للناس (لقمان ۱۸)	وہ گال پھیلاتا ہے	یصغر	صغر
اور اپنے گال نہ پھلانگوں کی حقیر میں			
ولا تمش في الارض مرها (لقمان ۱۸)	وہ اترتا ہے	يمرح	مرح
اور نہ گال زمین پر تڑا کر (فرود میں)			
يصغر به ماضي بطونهم والجلود (الصع ۲۰)	گھل کر گھل جاتا	يصغر	صغر
ہم اسکے پیسے سے اسے گنا کر گھل دیا جاتا ہے اور اس کی	←		
کالوں کو بھی			
ويعدون بالحمسة المسخنة (البرعد ۲۲)	گھل جائے	يذرو	ذراء
دور کرتے ہیں برائی کو پھینک دینے کے ساتھ			
تلفح وجوههم النار وهم فيها كالمعون (المؤمنون ۱۰۴)	جھلس دینے کی	يلفح	لفح
ان کے چہروں کو آگ جھلس دے گئی اور ان میں برہ نقل			
ہو رہے ہو گئے			
اذا مسك الضرع فاليه تجفرون (الذحل ۵۱)	وہ چلاتا ہے	يجتر	جتر
جب پھینکے ہیں تو ان کی تکیفہ تمہاری طرف مڑا کرتے			
ہو جاتے ہو			
وقل للمؤمنات يفضضن من ابصارهن (النور ۳۱)	وہ نظر پچی کرتا	يفض	غض
اور آپس میں سوئی اور توں کو کہہ دی کہ وہ اپنی نظریں پٹی	←		
رکھیں			
فاذا وجبت جنوبيا فكلوا منها واطعموا (الصع ۳۶)	وہ گر پڑا	يجب	وجب
پھر جب وہ اپنی طرفوں کے بل گر پڑیں تو تم اس میں سے کھا			
بھی اور کھلاؤ بھی			
وهو الذي ذراء كم في الارض (المؤمنون ۷۰)	پھیلا یا تم کو	يذرا	ذركم
اور وہ ہے جس نے تمہیں زمین پر پھیلا رکھا ہے			

طیرنا	بطیر	ہم نے نوحی کی	قالوا طیرنا بک وبسن معک (الذمل ۴۷) انہوں نے کہا ہم نے تجھ سے اور تم سے ساتھ ہیں نوحی کی بات ہے
ہوانا	نبوی	مقرر کر دیا ہم نے	ولقد ہوانا بنی اسرائیل مبوا صدق (یونس ۹۳) اور یہ کہ ہم نے چکر دی ہیں ہر انگل کو پہلے کا ٹکڑا (پندرہ نمبر)
دھرنا	یدمر	اشلدا ہم نے	فصق علیہا القول فدمرنا قصبہا (الاسراء ۱۶) سوق پست پوری تری اور ہم نے اسے اٹھا کر رکھا مرج البحرین یلتقین بیئہما بوزج لا یبغیان (الرحمن ۱۱)
ہرج	یہرج	وہ چلاتا ہے	اس نے علیہ ہے وہ سمندوں کو دونوں کے درمیان ایک جگہ ہے ہلجہ کہ وہ ایک دوسرے پر چڑھیں قل ما یعبودکم وہی لولا دعائکم (الفرقان ۷۷) آپ کہ وہی ہوا نہیں کہ تمہاری سرب کر نہیں گزرتی گنجلہ
عباء	یعبوہ	وہ پروا کرتا ہے	وکان من قرینہ حقت عن امرہا ورسولہ (الطلاق ۸) اور آگئی یہ مثالیں ہیں جو اپنے رب کے اور اللہ کے رسولوں کے عہد سے (۱۷۸) میں
عتوا	یعنی	وہ سچے	ولہتہروا ما ہلوا فقتہروا (الاسراء ۷) ہو تاکہ وہ سب کریں جہاں تک ہو پوری فری فاذا ہی تلفظ ما یا فتکون (الاعراف ۱۱۷) پھر وہ لگے گا نہیں جو انہوں نے حجت کے ساتھ لگے تھے وضاقت علیہم الارض بما رحبت (المغربہ ۱۲۵)
تبرنا	یتبرا	ہم نے کھو دیا	اور دکھائی اپنی تمام سنتوں کے پھر وہ ان پر عجب تھی
لقف	یلقف	وہ نگلے	
ضاق	یضیق	تنگ ہوتا ہے	

فوكزه موسى فضلى عليه (التقصص ۵)	اسے مکارا	يکزه	وکزه
سومى نے اسے مکارا اور ماکا لکھ کر دیا	اسے مدوی	بظاہر	نظاہر
قالوا سحران تظاہرا وقالوا انا مکمل کاهرون (التقصص ۲۸)	وہ اترایا	بیطر	بطر
انہوں نے کہا وہ چاہا ایک دوسرے کی تائید کر رہے ہیں اور انہوں نے کہا ہم دونوں کا لکھ کر رہے ہیں	وہ اترایا	تبطر	بطرت
خرجوا من ديارهم بطرا ورہبا ، التامس (النفال ۶۷)	وہ اترایا	بیطر	بطرت
وہ سب نکلے اپنے گروں میں سے اترتے ہوئے اور لوگوں کو دیکھ کر	وہ اترایا	بیطر	بطرت
وکم اهلکتنا من قریة بطرت معہشتہا (التقصص ۵۸)	وہ اترایا	بیطر	بطرت
اور ہم نے کئی بستوں کو ہلاک کیا جو اپنی معیشت پر اتاری تھی	وہ اترایا	بیطر	بطرت
لونیشاء لبعطناه عطاما فظلمت فکھون (الواقعه ۶۵)	وہ اترایا	بیطر	بطرت
اگر ہم بچا ہوں تو کراہیں اسے اور ہم جو سو تہمید چلا کھاتے کیتھا تمہارے	وہ اترایا	بیطر	بطرت
ان بطش رجب لشدید (البروج ۱۲)	اس نے پکڑا	بیطش	بطش
پتک سے وہ سب کی پکڑ بہت شدید ہے	اس نے پکڑا	بیطش	بطش
ثم الذین کفروا ہرہم بعدلون (الاحقاف ۱)	راہ سے مڑتا ہے	بیطش	بطش
پھر وہ لوگ جو کافر ہوئے اپنے رب سے مڑتے ہیں	راہ سے مڑتا ہے	بیطش	بطش
قالقالا فسلنی حتی یصدر الرعاء وابونا شیخ کذہر (القلم ۲۳)	وہ پلاتا ہے	بیطش	بطش
انہوں نے کہا ہم اپنے چاروں کو پانی پلا رہے ہیں جب تک چرواہے نکل نہ دیں (میں نے ان سے پوچھا کہ) اور ہمارا آپ بڑھا ہے	وہ پلاتا ہے	بیطش	بطش
اذا تسنى القی الشیطان فی استہتہ (الحج ۵۲)	اس نے خیال	بیطش	بطش
جب اس نے خیال یا تمہارا شیطان نے اس کے خیال میں پائی پاؤں پلائی	اس نے خیال	بیطش	بطش

فلان مؤذن بہنیم (۱۸ مرثیہ ۲۳) پرنیاد الہی آہ اورینے اسے سنیں	وہ آواز دیتے ہے	یوذن	اذن
بیت طائفۃ منہم غیر لہدی تلوخ (۸۱ مرثیہ) ان میں سے کچھ لوگ اہم طور پر کہتے ہیں کہ وہ تھے کہ کچھ تھے	وہرات کو باتیں کہیں	بیت	بیت
والله یکتفہ ما یتدعون فاعرض عنہم (۸۱ مرثیہ) ہر شخص کو گھر ہے ہیں جو وہ استیجاب کرتے ہیں سو آپ ان کی طرف دھیان نہ کریں	ہم نے راست باتیں کہیں	فیبت	فیبت
فقیر سحابا فسقنہ الی بلد مہت (۹ مرثیہ) سو وہ وہاں اٹھائی ہیں بادل کو پھر ایک لے گئے ہم اس کو ایک طرف دھکیں گی طرف	تکبیر سحابا اٹھائی ہیں بادل	تکبیر	تکبیر
یغشی علیہ بالسموت اس پر سموت کی ہے اوٹھو وہ	اپر فشی وارڈ ہو گئی	یغشی	غشی
فمن زحزح عن النار وادخل الجنة فقد فاز (آل عمران ۱۰۵) سو جو آگ سے دور کیا پھر جنت میں داخل کیا پھر وہ جیت گیا	وہ دور ہٹا ہے	یوزحزح	زحزح
درادنتہ التی ہو فی بیتنا من نسمہ وخلقنا (الابواب ۲۳) ہر پھل سے اس کو نسمہ جس کے گریں نور اعطی وہ اسے پڑ گئے	چبا کر نرم کیا اسے پھلایا	یحنک یراود	حنک راود
وان عاقبتہم لفاعقوا بسمل ما عوقبتہم بہ (آل نحل ۶۱) پھر اگر تم وہ لوگ ہو جو ہم نے عاقبت کی تھی ہم نے ہی کی	پڑ لیا	یعاقب	عاقب
ہی عصای التوکأ علیہا (طہ ۱۸)	یتوکأ	یتوکأ	توکأ

وترى الشمس اذا طلعت تزاور عن كعفهم
(الکھن ۷۷)

اور توڑ لکے دھوپ کب ہوا گے تارے نکلی ہے توہن
کہ پھلتی ہے

ان باتوں کو ہماری تقادوہم (القرہ ۸۵)
اور اگر وہ آئیں تو ہمیں تیری بن کر توہن کا نہ پوچھتے
ہے

وتلك الايام تداولها بين الناس (الترن
۳۰)

اور وہ دن ہیں ہم ہاری دن کو کہہ لیتے ہیں لوگوں میں

یعناری من القوم من سوء ما بشر به (الحمل
۵۸)

اور وہ چھتاہم تارے لوگوں سے اکتے ہے بڑے نکلی ہے
خبر دی گئی ہے

بضاهلون قول الذين كفروا من قبل (البقرہ
۳)

اور نہیں کرتے ہیں ان کی بات کی جو اس سے پہلے کفر میں جا
چکے

فلا جناح عليه ان يطوف بهما (البقرہ ۱۵۸)
۲۰۷ سے کوئی گناہ نہیں کہ وہ ان کے دور بہانہ ہے

فقال لصاحبه وهو صاوره انا اكثر منك
مالا (الصحف ۳۳)

اس نے اپنے ساتھی سے کہا اور وہ اس سے زیادہ مال کا کہ میں
میں ہے آگے ہے

وانذناذين ربك ليعلمن علمهم (البراقہ ۱۶)
اور اب ہم سے کہہ دے خبر دی گئی کہ وہ ان پر بھیجے گا
ذرا بہ

زاور یزاور اسے ہلایا

فادی یفادی اس نے فدیہ دیا

داؤل یداول وہ دوسرے حال

میں آیا

واری یواری وہ چھپاتا ہے

ضاهہ یضاهہ دور لیس کرتا ہے

طوف یطوف وہ طواف کرتا ہے

حاور یحاور اس نے باتیں

کیں

تاڈن یتاڈن اس نے خبر دی

یتوکاً اس نے ٹیک لگائی
ہی عصای لتوکوا علیہا و اہش بہا جلی
غشی (۱۸)

یہ عصا جسے تم اس پر ٹیک لگاؤ، اس سے اس سے اپنے
دلوں کے لئے پتہ بھی جہالت ہیں

اضرب اضربى توبہ (اپنی)

(۱۰)

اضرب بعضاف الحجر فانجرت منه (البقرہ)

اعبد اعبدوا تم عبادت کرو

بشر بشروا توبہ بشارت دے

يا ايها الناس اعبدوا ربكم (البقرہ ۲۱)

يا آدم انبئهم باسمائهم قلما انشاءهم (البقرہ ۳۳)

انبئہم انبئوا تو ان کو خبر دے

انبئوا باسمائهم قلما انشاءهم (البقرہ ۳۳)

انبئوا باسمائهم قلما انشاءهم (البقرہ ۳۳)

انبئوا باسمائهم قلما انشاءهم (البقرہ ۳۳)

انزلنى انزلہ تو مجھے اتار

انزلنى منزلا مباركا وانزل خيرا
المستزلين (البقرہ ۲۹)

اهبطوا اهبطوا تم اترو

قل انتم اعلم ام اللہ (البقرہ ۱۲۰)

قل قلن تو کہہ

تو کہہ تم کو کیا، خبر ہے اللہ کو

قولوا للذئب حسنًا واقضوا الصلوة (البقرہ)
(۸۳)

تم کو کون کوا بھیجا ہے کہ تم کو اور تمہیں نماز پڑھ کر

رب اجعل عذابنا (البقرہ، ۱۲۶)

اے رب تو کر اے اسی والا شہر

وارزق اهلہ من الثمرات (البقرہ، ۱۳۶)

اور زق دے اسکے بچے، وہوں کو پھلوں سے

اذ قال له ربہ اسلم قال اسلمت لرب

العالمین (البقرہ، ۱۳۱)

جب کہا کہ اے رب نے تو اس نے کہا میں نے

آپ کو کھڑکے آگے بھگا

ولکن وقولوا سلما (الہجرات، ۱۳)

لیکن تم کہو کہ سلام ہے آگے (تم نے اپنے آپ کو پھا

لایا ہے)

ومن اللؤلؤ فاسجد له وسبحه لیلہ طویلاً

(النہان، ۲۶)

اور رات کو تم اس کے حضور سجدہ کرو اور لیلی رات اس کے حضور

سبح پڑھو

واوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعہ (التقصیر)

(۷)

اور ہم نے سوی کی والدہ کی طرف سے یہی کہ تو اسے (اس بچے

کو کھڑکھا)

ویاسما، اقلص وخبض الماء، وقض الامر

(مرد، ۲۳)

اور اسے آسما، تو ختم کیا، اور پانی سکھایا اور کام ہو چکا

وقطع با ارض ابلیس مائک (مرد، ۳۳)

اور کہا کہ اے زمین تو پہچانی نہیں ہے

قولوا

قولی

تم کہو

اجعل

اجعلی

تو بنا دے

وارزق

وارزقوا

اور تو زق دے

اسلم

اسلموا

تو مان لے

اسلم

اسلمی

تو اسلام لے آ

اسجد

اسجدوا

تو سجدہ کر

ارضعی

ارضعت

تو اسے دودھ پلا

اقطع

اقلصی

تو ختم کیا

ابلع

ابلعی

تو گل کیا

واجب علیہم بغیلک ورجلک (الاسراء ۳)	اجلب	اجلبی لے	
اور تو نے انہیں اپنے سوا اور اپنے پیارے			
واستغفر من استغفرت منهم بصوتک (الاسراء ۳)	استغفر	استغفری گھیرالے	
اور گھیرالے ان میں سے جس کو تو گھیرا لے گا یعنی آواز سے			
انذره الذین یخافون ان یحشروا الی ربهم (الانعام ۵۱)	انذر	انذر تو ذرا	
اور تو ذرا ان لوگوں کو جو خوف رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے			
پہلے گئے جائیں گے			
وارجو الیوم الآخر (التکوثر ۳)	ارج	ارجوا تو مہلت دے	
اور تم جو ہم کو کافرا کا شمار کر			
انظرونی الی یوم یبعثون (الاحزاب ۱۳)	انظر	انظرونا مہلت دے	
تو مجھے مہلت دے اس دن تک کی جس دن یہ قبروں سے			
اٹھائے جائیں گے			
ولیک آمن ان وعد اللہ حق (الاحزاب ۱۷)	امن	تو ایمان لے آ	
تو ہی رہا ہی تو ایمان۔ ایک حدیث ہے			
خذ من اموالہم۔ سوصل علیہم (توبہ ۱۰۳)	صل	تو نماز پڑھ	
تو ان کے مالوں سے حد تو وصول کر۔ اور تم جن پر نماز پڑھ			
تو ان کی نماز پڑھنے کے سزا ہو			
الی تدرت للرحمن صوما (مریم ۲۶)	صم	تو روزہ رکھ	
پہلے میں نے تھرتے تھے روزہ کی نذر کرو گی ہے			
فارسل الی ہارون (الشراء ۳)	ارسل	تو پیغام دے	
ارسل معنا بنی اسرائیل (الشراء ۱۷)			
سو تو ہارون کی طرف پیغام دے			
تو اسے ساتھ ہی اسرائیل کو بھیجے			
فاصر باہلک یقطع من اللیل (حمود ۸۱)	اسر	تو رات چل دے	
تو رات کے ہی حصہ میں اپنے گمراہوں کی رات سے لگ			
(رات چل دے)			

ترھی من تشاء منین (۱۷۱) ص ۵۴ تو ان کو ذلیل کر کے رکھے جائے	اسے ذلیل دے	ارجہ	ارجہ
فقال لاهله امكثوا انى انست نارا (ط ۳۰) سو آپ نے اپنی بیوی سے کہا تم یہاں ٹھہرو میں نے ایک آگ دیکھی ہے	تم ٹھہرو	امكثى	امكثوا
قال لهم موسى القوا ما انتم صلقون (ع نس) (۸۰)	تم ڈالو	الق	القوا
موسیٰ علیہ السلام نے کہا تم جینگو جو تم نے پکھننا ہے فلما القوا قال موسى ما خلقتم به السعير (ع نس ۸۱)	انہوں نے ڈال دیں	القى	القوا
سو جب انہوں نے ڈال دیں (ریوں) موسیٰ نے کہا تم جو کچھ لائے ہو یہ سحر ہے			
والقاتلون لاخوانهم علم العبا (۱۷۱) ص ۱۸ اور اپنے بھائیوں کو کینے اس نے اپنے اکھاری طرف	لاؤ۔ آؤ	اسم فعل	هلم
		بمعنى امر	
	لاؤ	اسم فعل	هيت
		بمعنى امر	
وخلقت الابواب وقالت هيت لك (ع نس) (۲۳)	جلدی کرو		هيت لك
اور اس نے دروازے بن کر دیئے اور کہا جلدی ہے اسے تجربہ			
وامر اهلك بالصلوة واسطبر علبها (ط) (۱۳۲)	اپنے گھروالوں کو حکم دے		وامر اهلك
اور تو حکم دے اپنے گھروالوں کو نماز کا اور پھر میرا پیار کر لا تحرك به لسانك لتعجل به (القر ۱۶)	حرکت نہ دے		لا تحرك
تو دے حرکت اپنی زبان کو کہ تو اسے جلدی ہے			

لا تمسکوا بحصص الكواقر (المعروفہ ۱۰)	تو اسے نہ روک	لا تمسك
اور نہ کھوپے بقد میں ہا میں کا اور تو اس کے اندر کے رکھو اپنے (۱۱)		
لا تکتبحوا ما تکتبح اباؤکم (اشراء ۲۳)	تو نکال نہ کر	لا تکتبح
تم نکال نہ کرو ان سے جن سے تمہارے باپ اور اباؤں کے پکے		
ولا تقعد بعد الذکری مع القدم الطالمین (الانعام ۶۸)	تو نہ بیٹھ	لا تقعد
اور تو نہ بیٹھو یا آہانے کے بعد ان لوگوں کے ساتھ جو ظالم پکے		
لا تلبسوا المعق بالباطل (البقرہ ۳۶)	تو نہ ملا	لا تلبس
تم نہ ملاؤ حق کو باطل کے ساتھ اور نہ چھپو حق کو		
لا تقل لیس انا ولا تقدرهما (مر ائیل ۲۳)	تو نہ کہہ	لا تقل
تو نہ کہہ ان لوگوں سے کسی کو انکے اور نہ انہیں کسی بات میں جھڑکا		
ولا تجعل يدك مغلولة الي عنقک (بی مر ائیل ۱۶)	تو نہ کر۔ نہ رکھ	لا تجعل
اور تو نہ کر کہ اپنے ہاتھ بندھاؤ ان کی گردن کے ساتھ		
وان تکفروا فان لله مافی السموات وما فی الارض (اشراء ۳۱)	تو کفر نہ کر	لا تکفرو
اور اگر تم کفر کرے تو جو کہ آسمانوں میں ہے اور زمین میں سب انہ کا ہی ہے		
لا تقصدوا فی الارض بعد اصلاحہا (الاعراف ۵۶)	تو فساد نہ کر	لا تقصد
تم زمین میں نہ کرو فساد جسے تم نے اسے اصلاح نہ کر لا فاکلوا اموالکم بینکم بالباطل (اشراء ۲۹)	تم نہ کھاؤ	لا تأکلوا
تم نہ کھاؤ آپس میں نہ کھاؤ حق		

لا تخافى ولا تحزنى انما ادوه اليك (قصص)
۷۷

نہ ڈرنے نہ غم کر

لا تخافى

اور نہ حزنی تم کو چنگ ہم سے ہماری طرف نہ آئے اس
۷۸

تو غم نہ کر

ولا تحزنى

فلا تبئس بما كانوا يفعلون (مروءہ)
۳۶

تو غمگین نہ ہو

لا تبئس

لا تنها فى ذكرى (ابو)

تم کو تازی نہ کرو

لا تيا

تم دونوں میری یاد میں کو تازی نہ کرو

الا تعذبوا اعداءكم مما اقرب لظلمى (البقرہ)
۷۸

تم بے انصافی نہ

لا تعذبوا

کہ تم بے انصافی کرو بھلائی کرو یہی تقویٰ کے زیادہ قریب
۷۹

کرد

لا تقتلوا انفسكم (البقرہ)
۲۹

تم قتل نہ کرو

لا تقتلوا

کہ اپنے آپ کو نہ قتل کرو

فلا تمار فہم الامراء ظاهرا (صحف)
۲۲

تو بظہور نہ کر

لا تمار

مردان کے بارے میں کسی بھڑے میں نہ بظہور نہ کر کوئی
سر سر لکھا ہے

كلوا واشربوا ولا تسرفوا (الاعراف)
۳۱

تم فضول خرچی نہ

لا تسرفوا

کھا سنا نہ ہو اور پیو ہو اور فضول خرچی نہ کرو

کرد

لا تعبد الشيطان انه لكم عدو مبين (النور)
۶۰

تو عبادت نہ کر

لا تعبد

تم شیطان کی عبادت نہ کرو؛ چنگ تمہارے لئے ایک کھلا دشمن
۶۱

لا تعبدون الا الله (البقرہ)
۸۳

تم عبادت نہ کرو

لا تعبدوا

تم ایک نہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو گے (یہ خبر ہے اس
۸۴)

تو عورت عبادت نہ کرو (یہ تمہارے خبر نہیں)

تو عورت عبادت

لا تعبدى

نہ کر

<p>لا تصل علی أحد منہم مات (الحجہ ۲۴) تم ان میں سے کسی کی نماز پڑھنا نہ پڑھنا واجب و فوت ہو جائے</p>	تو نماز نہ پڑھو	لا تصل
<p>یا اهل الکتاب لا تغلوا فی دینکم (اشراء ۱۸۱) اسے ال کتاب تم اپنے دین میں غلو نہ کرو (مبالغہ نہ کرو) ومن عاد فینکم اللہ منہ (المائدہ ۹۵) اور جو کوئی پھر سے ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے عذاب میں لے</p>	تم غلو نہ کرو	لا تغلوا
<p>ولا تعد عیناںک عنہم ترید رینۃ الحمیۃ الدنیا (البقرہ ۲۸) اور میری آنکھیں ان سے نہ ٹھس کر تو دنیا کی لذت لے</p>	نہ ٹھس	لا تعد
<p>لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکاری (اشراء ۳۳) تم نماز کے قریب نہ جاؤ جب تم لوہ کی حالت میں ہو</p>	تم نماز کے قریب نہ جاؤ	لا تقربوا الصلوۃ
<p>انک لا تظنوا فیہا ولا تضحی (۲۹) تو اس میں سہا سہا ہوتے تھے، یہاں دمپ لگے</p>	تھے دمپ نہ لگے	لا تضحی

جماعت عصب۔ پٹھا عصاب۔ باپ کی	قوت دالے	عصبہ
جانب سے رشدار عصب یعصب پٹی ہارنا		
ہاڑ سے داخل ہوا۔ رازدار تولج۔ تو داخل کرتا	بیدی	ولیحہ
ہے ولج۔ یلج داخل ہوتا ہے		
حک سقا۔ مسقا ہانے ہانے کی جگہ۔ سقی	جالہ	سقایہ
یسقی		
شہد کی کھی نعل۔ عیہ انتعل دوسرے پر وہ پ	خوشی سے	نحلہ
میں آید نحل دوہلا ہوا		
قرع ککھٹلا۔ قرعہ میں قاب آید اقرعہ گنجد	مصیت	قارعہ
یقرع کوزا		
حمیم رشدار۔ ج احم۔ محوم بخد	گرم چشمہ	حمئہ
والا۔ حما کچھڑ نکالا		
بہر الارض امن نے زمین کو شق کیا	وہاڑ تھی جوہر سہنچے کے اور	بحیرہ
	آڑی زر	
ساب یسیب پانی کاہر طرف بہتا	تھان پر چھوڑی گئی اور نشی	سائبہ
تواصل الرجلان ایک دوسرے سے ملنا جانا	ہارنچے جینے والی	وصیلہ
رکنا		
ج ظلل۔ مظللہ بھڑی	سایبان	ظللہ
ج بضائع۔ بضع تین سے زیادہ تعداد۔	مال تجارت	بضاعہ
بضع ببضع اس بات کی		
المنوی آرزو یعنی اس نے آرزو کی۔ المنیہ	امید	امنیہ
امید المنیہ موت		

نطیحہ	سینگ سے مرا	نطیحہ یطیح اس نے سینگ مارا۔ ناطیح و نطیح چاور
حفدہ	پوتے	حفید و حفدہاء۔ حافظہ خلام۔ احفد اس نے جلدی کی
اکنہ	پودے	اکنہ گھونسلانے کی جگہ
وقر	بوجھ	وقر الرجل آدمی بوجھ ہوا
قتر	سیاہی	گرد و غبار۔ قتر علی عبدالہ روزی میں لگ بھگ ہوتا
دیو	شہد کی کھیوں کی جھنڈ	دیو بر احوال۔ دیو بر ہلاکت
ویو	اونٹ کی اون	ویو یو برد بہت اون والا ہوا
حبر	عالم	حبر اخبار۔ حبر سپاہی
قطر	تانبا	قطر ہوا آسمان کی سی چادر
عیر	قالہ	عائر۔ مزدور پکر لگانے والا
حذر	پرہیز	حذر یحذر معذور و لازم آئے ہے
رجز	گندگی عذاب	میدان جنگ میں شعر پڑھنے کو رجز پڑھنا کہتے ہیں
قرود	بندر	قروداں کاروی حصہ
نکد	ناقص	نکد العیش زندگی تک ہوگی
عصد	مددگار	ع اصصناد معصند حمیلی بنوہ
امد	مدت	ع آماد امدی اس نے سہلت دی
رغد	سیر ہو کر	رغد عبقلماس کی زندگی آسودہ ہو گئی

مقاعد . قعدہ و بیحد . قعدہ نماز میں بیٹھا	بیٹ	مقعد
تادد الامر بات سخت ہو گئی۔ ادید شور	سخت بات	اد
دھماکے سے گرتا۔ ہد الرجل آدمی پوزو مہو گیا	گھرے ہو کر گرتا	ہد
الہائیر غیر مزروعہ زمین۔ البیوریاہ چٹائی۔ بورق سڑا	چٹائی	بوار
زفرہ لمبی سانس۔ زفرہ شیر بہادر	چچ	زفیر
منقار چوچ۔ منقرہ اس نے سپر نشانہ لگایا	کھجور کی کھٹلی کا گڑھا	نقیر
جندر۔ جدید لائق۔ جندر یجدو لائق ہوتا	دیوار	جدار
بدر الی الششی اسے جلدی کی۔ بدر چودھویں کا پیمانہ	پہلے سوچے ہوئے	بدارا
قناطیر ہلکا۔ بلند تجارت	ذمیر	قنطار
قبرہ اس سے اسے ہلاک کر دیا۔ قبرہ سونے کا ڈل	بر باد ہونے والی	متبر
جدیر لائق۔ اجدر زیادہ لائق	لائق	اجدر
خان بھیز کو کہا جاتا ہے	چیرنے والے	مواخر
مرکب سواری۔ رکاب و کب ہر کب وہ سوار ہوا	بکری	معز
نصیب انصیب وہ تھک گیا۔ زیر کی علامت	تافلہ	رکب
عاجب اب۔ گڑھا۔ جنبہ زورہ	ممت	نصب
الجنیب گوشہ نشین۔ الجنیب کو عمل گھوڑا	کچا کتواں	جب
	پہلو	جنب

احوب گناہگر سونٹ حویاء۔ حویۃ ماں کی مانتا	گناہ	حوب
بح احقاب۔ حقیبہ سامان۔ بح حقائب	سال	حقب
وصب یصوب بھڑ رہتا۔ وصب بیماری۔ توصب در و محسوس کی	داگی	واصب
داب یداب لگا جا کر کام کرتا۔ داب علامت	چلنے والا	دائب
السروب چراگاہ میں چلنے والا برن۔ السرب چانور۔ سربہ جھنڈا	چرنے والا	سارب
بح دو اب آہستہ چلنے والا ریگٹے والا چانور	جم کر	داب
بح حواصب۔ الحصب پتھر ٹھریزہ۔ کنکریوں کو اڑانے والی تیز ہوا	آگھی پتھروں کی	حاصب
قوم کا گولہ ترازو کی زبان بح مقبایہ ہانگری	سردار	نقیب
رقبہ گردن۔ بح رقاب رقبہ یوقب۔ موقب دور بین	نگران	رقیب
بح عصب عصابۃ جماعت عصب یعصب۔ عصائب بیاباں	سخت	عصیب
تب ہلاک ہو تبت ید اسی الہب۔ تباب کی۔ تیب ہلاک شدہ	ہلاکت	تیبیب
کسی فصل کی نمٹ کرنا۔ ثوب پتھر علامت کرتا	باز پرس	تثویب
واحد کسفہ کسف یکسف کپڑا کاٹا۔ کسفینہ کفرا	کھلے	کسف
بح تخلیف خلف یخلف	جان نشین	خلائف

جرف تمام کھانا کھا جانے والا۔ جرف تیز بہا لے جانے والا۔ جرف یجرف اکثر حصے گیا	کھائی	جرف
جھوٹ سے آراستہ۔ زخارف الماء پانی کے راستے	ردنق چمک	زخرف
عجیف لاخرج عجنی عجب یعجب کزور ہوتا	دلی گائیں	عجاف
ارض مدفأ گرم زمین۔ مدفأ اس نے جلدی کی	سخت گرمی	دف
دفف الرجل اس آدمی نے دف بجائی	ڈھونک	دف
گرچے والا بادل۔ قصف یقصف کھانے اور کھیل میں لگا رہتا	سخت جھونکا	قاصف
جفف علم۔ ج جفف۔ یجفف علیمہ ہوتا	چمکنے والا	متجانف
صفف الرجل یا بان میں اکیلا چلا	چمیل میدان	صففہ
عفف افئدہ۔ فئید بزل۔ جند العزف اپر خوف آگیا۔ یففد	دل	فواد
واحد جرادۃ۔ جرید شئی معرودہ اونٹوں کا فرش الجرد	ٹڈیاں	جراد
کسید گھنچا۔ کسد یکسد مند ہوتا	سرہزاری	کساد
محصد درانی حصید یحصد مضبوط بناوٹ کا ہوتا	کانٹا	حصاد
رصد یرصد گھات میں پھندا۔ راصد گھبان	گھات	مرصاد

آصفاد	زنجیریں	ج صفدکی - صفادرسی - صفدہ اس نے اسے قید کیا
ملتحد	پناہ کی جگہ	لاحد گورگن - لحد بقی قبر - الحد ایک طرف ہو جاتا علیحدہ ہو جاتا
صدید	پہنپ	صداد پردہ - ج اصد - صداد چمکلا - صدود روکنے والا
منضود	تہ بہ تہ	منضد ترتیب سے رکھا ہوا ڈھیر - منضد یکے - ج منضاند
اکل	پھل	کشلو - رزق - اکلہ تمہ اکل یا اکل
وجل	ڈرنے والا	ج وجلون - موٹ و جلہ - ارجلہ اس سے ڈرنا
رجل	پیادہ	رجل پاؤں - ج ارجال - رجل یرجل بیوں چلنا
معزل	کنارے پر ہوتا	مظرہ علیحدہ چرنے والا - اعزل ایک طرف کو ہونگیا معتزلہ
مل	مجمراو	ج اصلا - ملا و قوم کی جماعت - صلا الارض اس نے زمین مجرودی برتن مجرنے کی مقدار
کل	بوجھ	فقیر جھکا کوئی عزیز نہ ہو - تیم - ج کلول
غل	کینہ	دعوکہ - فریب - غلول خیانت سے حاصل کردہ
خلال	دوستی	خلیل دوست - ج خلان - خل سرکہ - خلال سرکہ بیچنے والا
خیال	ڈرلوا	گمان - وہم - خیال - فراست سے خبر معلوم کرنا

نکال	عذاب	نکل پالوں کی چیزی - ج انکال۔ نکل بھنکل مخت سزا دینا
مختال	اترانے والا	اختال بختال تختایل وہ اکڑ کر چلا
بغال	خچر	واحد بغل۔ بغال خچر والا۔ بغل وہ ٹھک گیا
سربال	کرتا	تسریل اس نے کرتا پہنا
بقل	ساگ	باقله لوبیا بڑی ترکاری۔ بقال بڑی فروش
طول	مقدور	عرصہ۔ مدت۔ دلال۔ قدرت۔ طاقت۔ فضل و عطا
منزل	مہمان خانہ	ج منازل۔ منزل ینزل
موئل	پناہ کی جگہ	الوائلة اونت یا کبریٰ کی ٹیگتیاں۔ وائل یشل نجات ڈھونڈنا
سہول	نرم زمین	السہولہ ریت جیسی مٹی۔ السہول دست آلود روا اسہال دست
قمل	جو کیم	واحد قملہ۔ قمل القوم قوم زیادہ ہوتی۔ اقمل الراعی چراگاہگی
فتیل	دھاگہ	واحد فتیلہ۔ فتال بہت بٹے والا۔ مفتل بٹے کا آل
مزل	کنارا	کنارے پر ہونا ایک طرف ہو جانا
تاویل	انجام	تال بال۔ لونے کی جگہ۔ تاویلہ اس کا صدق۔ خارج سے مگر تال بوؤل الیہ
عجول	جلدباز	عجلت جلدی۔ عجل یعجل عجیل ناشتہ پانی جو جلدی میں ہو سکے

معز بکری۔ اضغان بہت بھڑول والا	بھیز	ضغان
خدین دوست۔ الخدنة بہت دوستوں والا	چھپا دوست	خدن
قندو کھور کا گچھا۔ اگل منقنوان قنی یعنی مال حاصل کرتا	گچھا	قنوان
بشانفک تیرا دشمن شامت بغض دشمنی برائی	دشمنی	شنان
راج ثعابین عجب اس نے لوٹ (تباہی) لائی	بڑا سانپ	ثعبان
ہو میز عمر کا راج عون	درمیان کا	عون
کوند کی طرح کی ایک چیز۔ قاطر چھنے والا گوہر	گندھک	قطران
فتی نوجوان۔ جمع فتیان۔ شہیہ فتیان۔ فتات نوجوان عورتیں	خدمت گزار لڑکے	فتیان
صندوق حقیقی بھائی۔ ایک جڑ سے دو درخت	جنگلی جڑیں ملی ہوں	صنوان
مقطع ڈرتے ہوئے دڑا۔ مقطع عاجزی سے ایک طرف نظر میں جمانے والا	دوڑتے ہوئے	مہطعین
قران قیدی کے ہاتھ بندھ کر دی	بکڑے ہوئے	مقرنین
توسم اس نے بصیرت سے معلوم کر لیا۔ وسیم خوبصورت چہرے والا	اہل بصیرت	متوسمین
السيمة السومة علامت اور نشانی	نشان زدہ	سومین
مرہہ شک۔ لا تکن فی مرہہ من العقائد	شک کرنے والے	مہترین
مکت ٹھہرتا۔ مکت یمکت	رہنے والے	ماکتین
ترف یترف وہ خوشحال ہوا	ہلڈار لوگ	مترفین

قائلوں	قبول کرنے والے	کہنے والے قالی بغض رکھنے والا
مرجون	ڈھیل پائے ہوئے	ارجا الامراس نے کام کو موثر کر دیا
مسنون	سزا ہوا	کچھ جس میں سے بوا آ رہی ہو۔ مسنون تخمین
اکنان	چھینے کی جگہ	الکن کمر چھپا ہوا۔ نجا کنان۔ اکنہ
افنان	شانیں	لفن سید می شان تخم۔ حال افانین الکلام
مدحور	دھکیلا ہوا	دحریر حر (دور کرنا)۔ دحور دھکار۔ داحر دھکار نے والے
مثیرور	عانت ہوا	ثبوت القرحة زخم بھٹ گیا۔ مثیر بوچڑخانہ۔ ثبرہ صاف کیا ہوا لہ
میسور	نرمی کی بات	ج میاسیر۔ یسیر جو۔ ایسار دولت۔ یسی بایاں ہاتھ۔ یاسر گوشت تقسیم کرنے والا
محسور	پارا ہوا	حسیر تھا ہوا محسورہ جھاڑو۔ تحاسیر بلائیں حسر یحسر کھول دینا
قتور	تنگ دل	جوتان دنقہ میں غلی کرے۔ اقرر علی عبالہ قنر یقنر
حضور	نہینچنے والا	عورتوں سے کنارہ کش۔ حصیر پٹائی۔ حصر یحصر غلی ڈالنا۔ احصر اس نے اسے روک دیا
موبق	ہلاکت کی جگہ	قید خانہ بوق۔ یبق ہلاک ہوا۔ موبقات ہلاکت کے اسباب
مرتفق	آرا کماہ	رفاق اونٹنی کے بازو بانہ مٹے کی سی۔ مرتفق کہنی جس سے سہا لیا جائے۔ ج مرتفق

بھلائی کا حصہ - اخلاق الثوب کپڑا پر لانا ہو گیا۔

تخلیق وہ عادی ہوا

تخلیق چاچلوی کرانا۔ مطلق درخت - مہربانی - دعا

- کم رفتار گھوڑا

سفر دق - شامیت - دھواں جو بلند ہوا۔ نیسے کے

گدھے کا چمنا - شمشہ حج - تمشق علیہ اس
پر نظر بھادی

بے صبیحان صاع ایک پائوں کا پیمانہ - صوع

الریح ہوانے حرکت دی۔ تصوع الشعر

پال پر اگندہ ہوئے

واحد دمعۃ دمع الاناء برتن بہہ پڑا

بج رماح - دمع البرق بجلی آہستہ آہستہ چمکنے لگی

جسم سے پھپھ پڑ جائے قروح خالص پانی - قریح
زخمی

بج جوارح - جروح اعضاء - جویح زخمی -

اجقرح اس کے کلیا

مرح نشاط و شادمانی - راحت

بج صروج - مرج الروایۃ چھپائے کوچہ نے دیا

غم و غصہ سے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا - بیخ

بیخ - حق کے سامنے جھٹ جانا

واحد لاقعہ لقوح وہا تھی جو زکو قبول کرے۔

عالمہ عورتیں

حصہ

خلاق

مفلسی

املاق

قائمیں

سرادق

دھازنا

شمیق

گھوڑا

صواع

آنسو

دمع

نیزہ

رمح

زخم

قرح

زخم

جرح

اڑاتا ہوا

مرح

چراگہ

مرج

ہلاک کرنے والا

باخع

بادلوں سے بھری ہوئیں

لواقح

حقیقتان - آسمان کے ایک برہنہ کا نام ہے	مچلی	حوت
رفت یرفت توڑنا جو چیز بوسیدہ ہو جائے	پورا پورا	زفات
صمت بصمت سمات خاموشی۔ صموت بھاری ذرہ	چپکے	صامت
ع مثلثہ آفتناک کان کا نڈہ امثولہ جو شعر تال میں ٹوٹا کیا جائے	کئی عذاب	مثلث
الثوی مہمان خانہ۔ مثنوی منزل۔ ثوی المرجل آدمی ٹھکانہ کر گیا امر گیا	ظہیر نے کی جگہ	مثنوی
ضنبعة کروت۔ ضنبجعة مابین۔ ضجاج وہوی کی اُحلوان	سونے کی جگہ	مضجع
ناسک عبادت گزار۔ مناسک افعال حج۔ ننسک ذرہ جو؟ کے لئے پیش کی جائے	قربانی	منسک
حاص یحیص علیہ ہونا بچ لگتا۔ حیوص بہ کئے والا جانور	بچنے کی جگہ	محبص
تکی یتکاء تو کا علی عشاء لائمی کا سہارا لیا۔ داکاء علی یدہ دونوں ہاتھوں کا سہارا لیا (دعا)	مجلس ظہیر نے کی	متکاء
غلول خیانت کرنا۔ غلہ اس نے اسکے ہاتھ ہانڈھے۔ غل دھوکا۔ غلالہ پیاس۔ اغلت الارض زمین نے قند دیا	بندھے ہوئے	مغلولہ
صمرخ یصرخ اس نے فریاد کی۔ چلایا۔ صارخ	فریاد رس	مصرخ

مستودع	جہاں نامت رکھی جائے	ودیعة (انبات) نى ودائع ودع يدع (پھونزا)
جانم	اوبدھا	سید کوزمین سے لگانے والا۔ چشمہ راکھ کا تودہ۔ جثمان بدن۔ مجسمہ پختے کی جگہ
غارم	تاوان والا	غرم یغرم قرض ادا کرنا۔ الغرامة والغرم تاوان ضرر شقت
مغرم	تاوان	اغرمہ قرض کی ہوائی کو لازم کرنا
سم	سوئی کا تاکہ	سم الخياط سوئی زہر۔ سم الفارج ہوں کا زہر۔ سموم گرم ہوا
ردم	مضبوط دیوار	اردم ماہر علاج بخیر نہ لگائی جگہ
هشيم	ریزوریہ	عشام سخوت۔ کلا عشوم نرم گھاس۔ اعتشم المناقته اونٹنی کا دھما
واقی	بچانے والا	وقایہ بچاؤ کا زریعہ۔ وقى يقى وقایقہ رمل وقاء
حرض		حرضہ گھنیا تم کا آدمی۔ احرصه اس نے اسے گرایا
بث	پریشانی	غبار بث۔ بیٹ خبر پھیلاتا
فرجاه	معمولی	
درعا	دل میں	وعد خان الذرع اس کا دل رنج سے خالی ہے۔ امرك على ذراعك (تیرا معاملہ میرے پیر)

الشفاء نئے جانے کا بقیہ حصہ ہر چیز کی مدد اور کنارہ خبر شفاوان	کنارہ	شفا
حمی کچھ دوائی چیز اسم صفت	گارا	حما
ظلم ج اظماء فعل کی؟ ظلمی۔ یظما (دو یا سا ہوا)	پیاں	ظما
پرہیز گاری۔ وقاہ اللہ اللہ نے اسے بچایا وہی یقینی	بچاؤ	لقاہ
بہت آہیں بھرنے والا آہتہ آہ تاروہ وور مند ہوا	نرم دل	اواہ
ع الل زاری کرنے کی ہمت۔ ال نالہ زاری کرتا	قرابت داری	الآ
الی نعمت۔ الہ یالو کو تہی کرتا۔ الیرا ہنگی۔ ایلاہ تم کہا	انعامات	آلاء
ہوار جگہ ج کونک فعل کی صورت دك۔ يدك دیوار کر زمین کے برابر کرتا	ریزہ ریزہ	دكاء
فضا آسانی ج اھویۃ بڑول خالی چیز	اڑے ہوئے	ھواء
لقا کا اسم ملاقات کی جگہ۔ من تلقاء و بنفسہ اپنی طرف سے	سائے	تلقاء
ج حویۃ کئی ہوئی آنت۔ جیسے حیر کی جھنڈیا	انتھریاں	حوایا
ج حلیہ حلیت الامراس نے زیور پہنا	زیورات	حلی
ج ضفارع فعل کی صورت ضفدع الرجل سکڑا کر زردا	میزنک	ضفدع
ولی مٹھتا وہ تیز ہماگا۔ حثوث تیز	تیز دوڑتا	مٹھتا

ہوں ہوئی چیز۔ اپنی قوم میں شمار نہ ہونے والا۔ معمول چیز جسے آگے پیچھے کیا جاسکے	آگے پیچھے کرنا	نسی
العفو بہت معاف کرنے والا۔ عافی درگزر کرنے والا۔ فعل کی صورت عفا یعنی	آسان درگزر	عفو
ظلم نہاد بغیہ۔ مطلوب چیز پر ناجی۔ بغیہ بدکار عورت	ضد	بغی
غششی بغشی اس نے ڈھانپ لیا۔ غاشیہ ڈھانپ لینے والی قیامت	اوزہنا	غواش
توزے ہوئے کڑے جذب۔ بجداتے کاہ۔ جذارات کڑے	قسم ہونے والے	مجدوذ
تباعا ت ہوان۔ لہذا العمل تبعۃ اس کام میں باز پرس ہے	پیروی کرنے والا	تبع
شاکل کامنٹ طریقہ۔ مذہب شواکل شامراہ سے نکلے راستے	طرز ڈھنگ	شاکلہ
بینایبع المنبع من منابع النسیع بین نسیع بینع	چشمہ	ینبوع
ارک کی جمع ارک العرج زخم اچھا ہو گیا۔ ارک پیلو کا درست	معت	اراتک
مفرض کانے کا تھیار۔ فعل کی صورت فرض یفرض فراضۃ گانے کا عمر سپرد ہونا	بوڑھا	فارض
اہل شرع پائی میں داخل ہونے والے اونٹ دہائی جسمیر لوگ۔ ورد زعفران شیر بہادر	سطح بھرے ہوئے گھات	شوعا الورد

زبد	تج زبد - زبدہ کمسن - ازبد الرجل اس کا غصہ جو شش آگیا
رابی	پھولا ہوا جھاگ الربا زیادتی اور احسان کہتے ہیں۔ ربوہ نیلج ربی فعل ربی یربو ربا۔
مرسی	خمیرا رسی یرسو ایک جگہ خمیرا - قدور الراسیات ایک جگہ خمیری دیکھیں
من البدو	گاؤں سے باہر سے من البادية البدوہ - وہی کا کنارہ ربا زیادتی اکثر دوسروں سے زیادہ
اریبی	بڑھا
طائر	پر شگونی
مکت	خمیرا ماکت خمیرنے والا - مکتیت خمیرنے والا - مکتیمکت
عز	دردگار عز علیہ عزا کریم ہوتا - عزہ اس نے اسے عزت دی
جوز	چنیل میدان خمر زمین اجرز البھیر اونٹ لاغر ہو گیا - جوز کانا
رکز	بھنگ دھبی آواز زمین کے اندر کی دھاتیں فعل کی صورت رکز - بیرکز زمین میں گاڑا
معز	بکری ماعز بکری - معز بکری - معوا معز بکری کی کھال
الضان	بھینڈنیہ فعل کی صورت میں ضان اس نے بھینڈ کو بکریوں سے جدا کیا
زلق	چنیل میدان پھلنے کی جگہ زلق واس اس نے سر موٹا

سمنور کا کنارہ شططا۔ پشططا کنارے پر چلانا۔	شیجا بات	شططط
شططط اس نے زید کوئی کی	سرگمک	سرب
پر ندوں کی ڈار۔ بدخات۔ سمراب رگیشانی عمارت جہاں نفی نظر آئے	مجت	رحم
رحم بچہ دانی۔ ذوی الارحام رشتہ دار	منجے	زبور
زبورہ لوہے کا بڑا ٹکرا۔ زبور کتاب۔ حج زبور بقرہ تحریر	کنارے	صدفین
پہلا کنارہ صدف بچیا۔ تصدیف دوسرے کے مقابل ہوا	شتر دار	موالی
مولی دوست۔ مالک آزاد کردہ نظام	بانجھ	عافر
عقار گھر کا سامان۔ عقار جڑی بوٹی سے علاج کرنے والا۔ عقور کا نئے والا	آسان	ہین
نرم کزرد اہون ہلکا سکون سے چلنا۔ ہون رسوائی	دروزہ	مخاص
مخص اللبن اس نے دودھ پویا اسے خوب ہلایا تمخصت الحامل	جڑ	جزع
ج جزع جزعة چھوٹا بچہ اچھا چلایا ہوا	نیلہ	امت
ج اموت فعل کی صورت۔ امت اس نے اس کا اندازہ کیا تصد کیا	رشوت	سحت
ج اسحات فعل کی صورت۔ سحتہ اس نے ہلاک کیا۔ جڑ سے اکھاڑ دیا	پاؤں کی آہٹ	ہمس
پست آواز ہمس الصوت چپکے سے بات کی۔ عس اس راہ کو چلنے والا		

الفحیة عقل کی جمع۔ المنہی کامل المنہل۔ نفی شیشہ	عقل	نفی
لا نھی جماعت فعل کی صورت میں عصی۔ یعصی لا نھی لیمنا۔ عصی یعصو لا نھی سے بارنا	جمع عصا	عصی
فصل کی صورت میں لاحق ہوتا۔ پکڑے جاتا۔ وقت پر پہنچنا	گہرائی	درک
پر غم کے پر فصل کی صورت راشد۔ ہریش اس نے مال جمع کیا کھانا پلانا	آرائش کے کپڑے	ریشا
الومة علامت حینت	نشانی	سیما
جمع فرد کی فارادہ اکیلا بکری بری عادت شرکاء اسماء۔ انساۃ کلامت کرید ڈانا	ایک ایک کر کے لاش	فرادی سواۃ
وہ چیز جس سے سہارا لیا جائے۔ مرافق کہیوں۔ یہ رفیق نری سے ہے	کنہی	موفق
جمع کعب قدم کے اوپر کی ابھری ہوئی ہڈی ہر بلند چیز کعب الاحبار	ٹھنڈ	کعب
جمع انعام۔ کلمہ ایجاب یعنی ہاں نعم۔ انعام مدح میں سے غیر منصرف	چوپایہ	نعم
خلاف پٹنے والا۔ خلوف منہ کی بو۔ خلف صحیح چائین	ناخلف چائین	خلف
چھوٹی بڑی جمع اسریہ۔ سرودہ دست فوج کا۔ جمع سرایا	چشمہ	سری

چتا ہوا بھل - جنی الشعر درخت سے بھل توڑا	پکی گھور	جنی
امر فری گزری ہوئی بات۔ لواء جنگلی گدھا		فری
زمانہ طویل ملاء کشادہ زمین۔ ملوان راست دن	ایک مدت	ملی
بہت سوال کرنے والا۔ پورا علم رکھنے والا۔ حصصہ اس نے منع کیا	بڑا عقلمند	حصی
رازدار۔ وصف نجومی مناجات	مشورے کی بات	نجی
اتنی الاہر من مائتاہ اس نے معاملے کو ٹھیک کر دیا	پورا ہونے والا	ماتی
نسبی یفسی ایک رنگ کا نام۔ منشاء لاٹھی	بھولنے والا	نسی
جٹی زانو کے تل پنہا۔ الجسودہ چمروں کا ڈھیر	گرم ہوا	جٹی
جمع اعتاء۔ عتاء یعنی (بکبر کرتا)۔ عتی یعنی سرکش کرتا	سرکش	عتی
بزرگماں جس جمع انتہہ مجلس جب تک اس میں لوگ نہ ہیں	مخفل	ندی
ریا حقیقت کے خلاف دکھاوا الرتہ بھیڑا	غور	ری
مبصر تمکبان البصر کنارہ موٹائی چھال	سمجھانے کو	مبصرہ
نافرمانی کی جرات میں۔ خوشنوار	انتہا کو	عتیاء
عنفوہ یہنہو بغیر مشقت کے حاصل ہوا۔ ہنہا یہنا (کھانا تیار کرتا)	مزیدار	مغیاء

قرآن حکیم کے متعلق غیر مسلموں کے تاثرات

Opinions of Non Muslims in respect of the Holy Quran

قرآن حکیم کے متعلق غیر مسلموں کے تاثرات

F.F. Arbuthnot

الیف ایف آر بٹھنٹ

From the literary point of view, the Quran is regarded as a specimen of the purest Arabic, written in half poetry and half prose. It has been said that in some cases grammarians have adopted their rules to agree with certain phrases and expressions used in it, and that though several attempts have been made to produce a work equal to it as far as elegant writing is concerned, none has yet succeeded.

ادبی نقطہ نظر سے قرآن کریم خاص عربی زبان کا ایک اعلیٰ ترین نمونہ ہے جس کی عبارت آدمی نظم اور آدمی نثر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ماہرین عربی و سخن نے اس کی آیات کی روشنی میں گرامر کے بیشتر قواعد وضع کیے ہیں اور جہاں تک اس کی ششہ زبان و عبارت کا تعلق ہے کئی کوششوں کے باوجود آج تک کئی شخص بھی اس کے مقابل عبارت بنانے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔

It will thus be seen, from the above, that final and complete text of the Quran was prepared within twenty years after the death (A.D. 632) of Muhammad, and that this has remained the same, without any change, or alternation by enthusiasts, translators, or interpolators, up to the present time. It is to be regretted that the same cannot be said of all the books of the old and new testaments.

اس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اگرچہ قرآن حکیم کو مکمل طور پر (یک جا) کتابی صورت میں ۶۳۲ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہال کے میں برس بعد ترتیب دیا گیا تاہم اس کی صحت میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی اور نہ ہی کوئی مترجم یا کوئی جو شیلا شخص یا بدعت آدمی آج تک اس میں کوئی رد و بدل کر سکا ہے۔ لہذا یہ حقیقت بڑے افسوس کے ساتھ ماننا پڑے گی کہ دوسری (اسمانی) کتابوں کے متعلق یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا۔

(The construction of the Bible and the Koran, London 1885
Page 5)

(دی کنسٹرکشن آف دی بائبل اینڈ دی قرآن ص ۵ مطبوعہ لندن ۱۸۸۵ء)

John William Draper

جان ولیم ڈریپر

The koran abounds in excellent moral suggestions and precepts; its composition is so fragmentary that we cannot turn to a single page without finding maxims of which all men must approve. this fragmentary construction yields texts, and mottoes and rules complete in themselves, suitable for common man in any of the incidents of life.

قرآن حکیم بلند پایہ اخلاقی مضامین اور پند و نصائح سے بھر پور ہے۔ اس کی ترتیب کچھ اس طرح جامع انداز کی ہے کہ ہمیں اس کا کوئی صفحہ ایسا نہیں ملتا جس میں ایسی آیات موجود نہ ہوں جنہیں ہر مسکتہ فکر کے اشخاص کی تائید و حمایت حاصل نہ ہو۔ اس کی اجزائی ترتیب، اس کے واضح عقائد، قوانین اور متن کی طرف نشاندہی کرتی ہے جو زندگی کے ہر شعبہ میں ہر آدمی کے تمام مسائل سے یکساں مصلحت نظر آتی ہے۔

(A history of the intellectual development of Europe Vol I
pp. 343-344 London 1875)

دے ہٹری آف دی انٹلیکچوئل ڈیولوپمنٹ آف یورپ جلد ۱ ص ۳۴۳ مطبوعہ لندن ۱۸۷۵ء

Hartwig Hirschfield

ہارٹ وگ ہیرش فیلڈ

We must not be surprised to find the Quran the fountain head of the sciences. Every subject connected with heaven or earth, human life, commerce and various trades are occasionally touched upon, and this gave rise to production of numerous monographs forming commentaries on parts of the Holy Book. In this way the Quran was responsible for great discussion, and it was indirectly due to marvellous development of all branches of science in the Muslim world. This again not only affected the Arabs but also induced Jewish philosophers to treat the metaphysical and religious questions after Arab methods. Finally, the way in which Christian scholasticism was fertilised by the Arabian theosophy need not be further discussed.

ہمیں یہ جان کر حیرت نہیں ہوتی چاہیے کہ قرآن حکیم تمام سائنسی علوم کا منبع ہے۔ ہر مسئلہ خواہ اس کا تعلق زمین سے ہو یا آسمان سے، انسانی زندگی سے ہو یا صنعت و تجارت سے قرآن کے اوراق میں کہیں نہ کہیں اس کا ذکر ضرور ملتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس کے مختلف عنوانات پر اب تک بی شمار تحقیقی مضامین لکھے جا چکے ہیں جو اس متبرک کتاب کے مختلف حصوں کی تفسیر بن چکے ہیں۔ اسی طرح قرآن حکیم کی مباحث و مناظر کا ذریعہ بھی بنا ہے اور دنیائے اسلام میں سائنسی علوم کی تمام شاخوں

یہ بے مثال کامیابی اس کی مرہونِ منت ہے۔ اس حقیقت سے نہ صرف یہ کہ عرب قوم ہی متاثر ہوئی بلکہ قرآن حکیم نے یہودی فلسفیوں کو بھی یہ ماننے پر مجبور کر دیا کہ وہ مذہب اور ماہدہ الطبیعیات جیسے اہم مسائل کو اصولِ عرب کی روشنی ہی میں مانیں جس طریقہ سے عربوں کے مذہبی فلسفہ نے مسیحی مذہب کی منطق کو تقویت پہنچائی ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔

Spiritual activity once aroused within Islamic bounds was not confined to the theological speculations alone. Acquaintance with the philosophical, mathematical, astronomical and medical writings of the Greeks led to the pursuance of these studies. In the descriptive revelations Muhammad repeatedly calls attention to the movement of the heavenly bodies, as parts of the miracles of Allah, forced into the service of man and therefore not be worshipped. How successfully Muslim people of all races pursued the study of astronomy is show by the fact that for centuries they were its principal supporters. Even now many Arabic names of stars and technical terms are in use. Medieval astronomers in Europe were pupils of the Arabs.

دنیا نے اسلام کے جو بھی روحانی جذبات اُجمے تو اس کا اثر صرف دینی تصورات تک ہی محدود نہ تھا بلکہ یونانیوں کے فلسفہ، حساب، علمِ ہیئت اور طب کی تحریرات نے ان کے دلوں میں ان علوم کے سیکھنے کا جذبہ پیدا کیا۔ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی الہی کا اعلان دیتے ہوئے بار بار ہماری توجہ آسمانی مخلوق کی طرف مبذول کی ہے جو کہ قدرت کے کرشمہ کا ادنیٰ سا نمونہ ہیں اور یہ سب ایمانِ سہادی آدمی کی خدمت کے لیے وقف ہیں۔ لہذا ان کی عبادت و پرستش کی عبادت نہیں۔ مزید برآں مسلمانوں نے جس خوبی اور کمال سے علمِ ہیئت کی تحقیق کی ہے اس کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جا سکتا ہے کہ کئی صدیوں تک صرف وہی اس علم کے بڑے حامیوں میں سے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ قرونِ وسطیٰ کے یورپی ہیئت دان عربوں کے شاگرد رہے ہیں۔

In the same manner the Quran gave an impetus to medical studies and recommended the contemplation and study of Nature in general.

بعینہ قرآن حکیم نے طب کی تعلیم پر بھی زور دیا ہے اور مظاہر قدرت میں خود کر لے اور مطالعہ کی تلقین کی ہے۔

(*New Researches into the Composition and exegesis of the Quran London 1902*)

(نیو ریسرچز ان ٹودی کمپوزیشن اینڈ ایکسیجیز آف دی قرآن مطبوعہ لندن ۱۹۰۲ء)

Paul Casanova

پال کاسانووا

Whenever Muhammad was asked a miracle , as a proof of the authenticity of his mission, he quoted the composition of the Quran and its incomparable excellence as proof of its Divine origin. And, in fact, even fore those who are non Muslims nothing is more marvellous than its language which with such a prehensile plentitude and a grasping sonority with its simple audition ravished with admiration those primitive peoples so fond of eloquence. The ampleness of its syllables with a grandiose cadence and with a remarkable rhythm have been of much movement in the most hostile and the most sceptic.

جب کبھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے مشن کے ثبوت میں کوئی معجزہ طلب کیا جاتا تو آپ قرآن حکیم کی بے مثل اور اعلیٰ تحریر ہی کو اس کے خدائی کلام ہونے کے ثبوت میں پیش کرتے تھے

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ایسے لوگوں کے نزدیک بھی جو کہ غیر مسلم ہیں اس کی زبان حیرت انگیز شان رکھتی ہے جس نے بے انتہا اثر آفرین اور قابل قبول لہجہ سادہ اور دل کو موہ لینے والی آواز نے ان قدیم لوگوں کو بھی جو فصاحت و بلاغت کے دلدارہ تھے تعریف کرتے پر مجبور کر دیا۔ اس کے ارکان سنجی کی فصاحت اس کی نشر کا شاندار وزن اور بھر میں غیر معمولی موزونیت اس کے سخت ترین مخالف اور متشکک کو بھی بات چیت کے وقت اپنی اہمیت کا احساس دلاتی رہتی ہے۔

L 'Enseignement de l' Arabe au College de France in
Lecon d'ouverture for 26th April, 1909

(ان ایس سبھت ڈی عرب اے کالج ڈی فرانس ان لیکان ڈی ور پربائے ۲۶ اپریل ۱۹۰۹ء)

Sir William Muir

سر ولیم میور

The Coran is the ground work of Islam. Its authority is absolute in the matters of religion, ethics and science, equally as in matter of religion the Coran is supreme and much of the tendency is so plain as to admit no question, even among contending sectaries.

قرآن کریم اسلام کی اساس ہے۔ قرآن کریم کی حاکمیت، دینی امور، اخلاقیات اور سائنس سب امور میں ایسی ہے جیسے دینی امور میں قرآن کریم ہر چیز سے فائق ہے اور اس کے بارے میں مسلمانوں کا ذہن اس قدر صاف اور واضح ہے کہ اس کے بارے میں وہ کسی قسم کا کوئی سوال برداشت نہیں کرتے۔

The life of Mahomet. the Coran. VII London 1903

(دی لائف آف محمد صلی اللہ علیہ وسلم ص ۷ لندن ۱۹۰۳ء)

Rev G. Margolluth

آر. جی. مارگولیتھ

The Koran admittedly occupies an important position among the great religious books of the world. Though the youngest of the epoch making works belonging to this class of literature, it yields to hardly any in the wonderful effect which it has produced on large masses of men. It has created an all but new phase of human thought and a fresh type of character.

اقوام عالم کی تمام عظیم الہامی کتب میں قرآن مجید بالاتفاق شہایت اہم مقام رکھتا ہے اگرچہ اپنی نوع کے عہد آفرین شہ پدوں میں یہ سب سے آخر میں منصف شہود پر آیا تاہم اس نے بنی نوع انسان کی ایک عظیم آبادی پر معجز نما اثر ڈالا ہے اس لحاظ سے یہ تمام الہامی کتب میں سب سے آگے ہے۔ اس نے انسانی فکر کو ایک کامل اور اچھوتے لیکن جدید اخلاقی زاویے سے ہلکانا دیا ہے۔

(Introduction to the Koran by Teo J M Rodwell London 1918)

Harry Gaylord Dorman

ہیری گیلارڈ ڈارمین

It (Quran) is literal revelation of God, dictated to Muhammad by Gabriel, perfect in every letter. It is an ever present miracle witnessing to self and to Muhammad, the Prophet of God. Its miraculous quality resides partly in its style, so perfect and lofty that neither men nor jinn could produce a single chapter to compare with its briefest chapter, and partly in its content of teachings, prophecies about the future, and amazingly accurate information such as the illiterate Muhammad could never have gathered of his own accord.

قرآن مجید خدا تعالیٰ کی الہامی کتاب ہے جو جبریل (امین) کے ذریعے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی اور حرف بہ حرف اکمل ہے۔ یہ ایک اہل بددراخانہی اجماز ہے جو اپنی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی شہادت دیتا ہے۔ اس کا اجماز ایک طرف تو اس کا اسلوب بیان ہے جو اس قدر اکمل و جامع اور اعلیٰ و رفیع ہے کہ جنوں اور انسانوں میں سے کوئی بھی اس کی مختصر ترین سورت کے مقابل میں کوئی سورت بنا کر نہیں لاسکا اور دوسری طرف اس کا معجزہ، اس کی تعلیمات، بستقبل کی پیش گوئیاں اور معلومات و اخبار ہیں جو اس حد تک ٹھیک ٹھیک ثابت اور ظاہر ہوتی ہیں کہ عقل ذکا رہ جاتی ہے جو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ایسا شخص (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی طرف سے کبھی بھی گھر کر یا حاصل کر کے انہیں لاسکتا تھا۔

Towards Understanding Islam p.3 New York 1948

H.A.R. Gibb

ایچ اے آر گیب

Well, then if the Quran were his own composition, other men could rival it. Let them produce ten verses like it. If they could not (and it is obvious that they could not) then let them accept the Quran as an outstanding evidential miracle.

اگر قرآن مجید اس (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی اپنی تصنیف ہوتا تو پھر دوسرے انسان بھی اس کے مقابلے میں کوئی کتاب تصنیف کر کے لاسکتے تھے۔ انہیں چیلنج کیا گیا کہ وہ بھی اس کی طرح دس آیات لکھ کر لے آئیں اور اگر وہ نہیں لاسکے (اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ وہ لاجہ نہیں سکتے تھے) تو پھر کہیں نہیں وہ قرآن مجید کو ایک ممتاز اور معجزہ مبین تسلیم کر لیتے۔

Muhammadanism p.33 London 1953

Edward Monteith

ایڈورڈ مونٹیتھ

All those who are acquainted with the Quran in Arabic, agree in praising the beauty of this religious book; its grandeur of form is sublime that no translation into any European language can allow us to appreciate it.

وہ تمام لوگ جن کو عربی قرآن کا معمولی سا بھی تعارف حاصل ہے۔ ان سب کو اس کے مذہبی کتاب کے حسن بیان کی تعریف پر اتفاق کرنے کے سوا کوئی راہ فرار نہیں ہے۔ اس کی عظمت اس قدر اعلیٰ درجے پر ہے کہ کسی بھی یورپی زبان میں ترجمہ کر کے اس کے طرز بیان کو دادِ تحسین پیش نہیں کی جاسکتی۔

Tradition Franchise du Coran, Paris 1929, Introduction page 53

James A Michener

جیمز اے میچنر

The Koran is probably the most often read book in the world, surely the most often memorized, and possibly the most influential in the daily life of the people who believe in it. Not quite so long as the new Testament, written in an exalted style it is neither poetry nor ordinary prose, yet it possesses the ability to arouse its hearers to ecstasies of faith.

دنیا میں غالباً قرآن ہی ایسی کتاب ہے جو سب سے زیادہ پڑھی جانے والی سب سے زیادہ حفظ کی جانے والی اور اپنے پیروکاروں کی روزمرہ زندگی میں سب سے زیادہ اثر آفرین

کتاب ہے، عہد نامہ جدید ایسی طرانی بھی نہیں ہے، اس کا طرز بیان نہایت ارفع و اعلیٰ ہے جو مذکورہ منظر عام ہے اور نہ ہی عام ہے، اثر چھکی نثر کی مانند ہے، لیکن یہ اپنے سامعین کے خلوب کو عداوت ایمانی سے سرشار کرنے کی بے پناہ تاثیر رکھتی ہے۔

The Koran was revealed to Muhammad between the year 610-632 in the cities of Macca and Median. Devoted scribes wrote it down on scraps of paper, bark and white shoulder blades of animals. the early revelations were dazzling assurances that there was only one God, Merciful and Compassionate . He is Allah, the Creator, the Maker, the fashioner. Whatever is in the Heavens and the earth declares His glory; and He is the Mighty , the Wise.

قرآن مجید حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ۶۱۰ء سے لے کر ۶۳۲ء کے درمیانی عرصہ میں مکہ اور مدینہ کے قیام کے دوران نازل ہوا، اس کو کافذات، درختوں کی چھال اور جانوروں کے کولہوں کی ہڈیوں پر نہایت ثقہ اور مستحکم کتابین کی ایک جماعت نے کتابت کیا، ابتدائی احکام وحی نیز دکن یقین کامل کے حامل ہوتے تھے یعنی یہ کہ معبود حقیقی صرف ایک ہے جو رحمن و رحیم ہے اور معبودیت کے سزاوار صرف اللہ تعالیٰ کی ہستی ہے جو کہ کون و مکان کا خالق، خاظر اور بدیع ہے اور زمین و آسمان کی ہر شے اس کی تسبیح و تہلیل کرتی ہے اور وہ عزیز و حکیم ہے۔

It was this message that swept away idols, and inspired men to revolutionise their lives and their nations. In later years when Islam began to penetrate large area of Arabia and had acquired much power, the revelation dealt with the organisation of society, in laws, procedures and problems.

یہی وہ طرانی پیغام ہے جو اصنام و خدو خاشاک کی طرح بہا کر لے گیا اور بنی لوح انسان کو اپنی زندگیوں اور قوموں میں انقلاب آفرینی کے جذبہ سے سرشار کر گیا، عہد نبوی کے آخری پیام

میں جب اسلام نے ظالموں کے وسیع علاقے میں لغو ذکرنا شروع کیا اور قوت پکڑی تو زندگی معاشرے کی تنظیم اہل جہل کر رہنے کے قوانین و ضوابط اور معاشرتی مسائل کی حلّت توجہ دی گئی۔

Many revered names from Christianity and Judaism appear in the Koran. For example five important chapters are titled Noha, Joseph, Joseph, Abraham and Mary. Lacking specific chapters of their own but playing quite important roles, are Jesus, David, Gliath, Job Moses, Lot and Solomon.

قرآن مجید میں عیسائیت اور یہودیت کی بہت سی مقدس ہستیوں کے اسماء کا ذکر آیا ہے مثلاً پانچ نہایت اہم سورتیں نوح، یونس، یوسف، ابراہیم، مریم علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نام کی ہیں۔ اسی طرح اگرچہ عیسیٰ، آدم، داؤد، جالوت، ایوب، موسیٰ، لوط اور سلیمان علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نام کی سورتیں تو نہیں ہیں تاہم ان ہستیوں نے بنی نوح انسان کی رشد و ہدایت کے لیے جو عظیم اہم اہم خدمات سرانجام دیں ان کا تذکرہ نہایت شرح و بسط سے آیا ہے۔

The Koran is remarkably down to earth in its discussion of the good life. In one memorable passage it directs "When ye deal with each other in transactions involving future obligations, reduce them to writing and get two witnesses, so that if one of them errs the other can remain him. this is just in the sight of God more suitable as evidence, and more convenient to prevent doubts among yourselves.

نیک زندگی کی بحث میں قرآن مجید غیر معمولی طور پر آہل تاہم راہنی ہے۔ ذہنی معاملات کے بارے میں کس قدر قابل انداز میں فرمایا۔

"جب معاملہ کرنے لگو اُدھار ایک میعاد معین تک (کے لیے) تو اس کو لکھ دیا کرو اور دو شخصوں کو اپنے مردوں میں سے گواہ بھی کر لیا کرو تاکہ ان میں سے اگر

کوئی ایک بھول جائے یا غلطی کر جائے تو دوسرا گواہ اس کو یاد دہانی کر دے اور یہ لکھ لینا انصاف کا زیادہ قائم رکھنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور شہادت کا زیادہ درست رکھنے والا ہے اور زیادہ سزاوار ہے اس بات کا کہ تم (معاشرے) کے متعلق کسی شبہ میں نہ پڑو۔

It is this combination of dedication of one God, plus practical instruction that makes the Koran unique. Each Islamic nation contains many citizens who are convinced that their land will be governed well only if its laws conform to the Koran.

ایک طرف خدائے واحد کی پرستش اور دوسری طرف زندگی میں عملی ہدایات کا امتزاج قرآن مجید کریمے مثل کتاب کے رتبہ عظیم پر نازل کرتا ہے کہہ ارض کی تمام اسلامی اقوام کی عظیم اکثریت کا یہ ایمان ہے کہ ان کی اسلامی سلطنتوں کا نظام اسی وقت احسن طریق پر چل سکتا ہے جب کہ وہ ان کے قوانین قرآن مجید سے ہم آہنگ ہوں۔
اسلام ایک ایسا دین ہے جس کو دنیا کی اقوام نے صحیح طور پر سمجھا ہی نہیں۔

"Islam — the Misunderstood Religion" The Reader's Digest, American Edition May 1955

E. Denison Ross

ای۔ ڈینیسن، راس

It must, however, be borne in mind that the Koran plays a far greater role among the Mohammedans than does the Bible

in Christianity in that it provides not only the canon of faith, but also the text book of their ritual and the principles of their Civil Laws.

اس بات کو ہرگز فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ عیسائی انجیل کو جس قدر عمل دخل حاصل ہے۔ قرآن مجید کو مسلمانوں کی زندگی میں اس سے کہیں بڑھ کر عمل دخل ہے۔ اس میں صرف عقیدہ ایمان ہی بیان نہیں کیا گیا ہے۔ بلکہ اس کو عبادات، امور و فرائض اور معاشرتی قوانین پر مشتمل کتاب الہی کا درجہ بھی حاصل ہے۔

It must not, however, be forgotten that the central doctrine preached by Mohammad was the unity of God, and that the simplicity of his creed was probably a more potent factor in the spread of Islam than the sword of the Ghazis.

اسی طرح اس امر کو بھی ہرگز نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تبلیغ کا مرکز ہی نقطہ وحدت خداوندی تھا۔ اور آپ کے دین و ملت کی اشاعت، غازیوں کی نوک شمشیر کی بجائے اپنی سلاست اور سادگی کی زمین منت تھی۔

Islam, although seriously affecting the Christian world, brought a spiritual religion in one half of Asia, and it is an amazing circumstance that the Turks, who on several occasion, let loose their Central Asian hoarders over India and the Middle East, though irresistible in the onslaught of their arms, were all conquered in their turn by the faith of Islam and founded Muhammadan dynasties.

اگرچہ اسلام عیسائی دنیا پر شدید طور پر اثر انداز ہو رہا ہے تاہم اس نے براعظم ایشیا کے نصف حصہ کو ایک روحانی ملت و کیش سے ہمکنار کیا ہے اور اس واقعے نے دنیا کو مہجوت کر دیا ہے کہ ترک تو جس کے وسطی ایشیا کے تاتاری جنھوں نے ہندوستان اور مشرق اوسط پر متعدد بار

یلتغار کر کے وہاں غارت گری اور خونریزی کے بازار گرم کیے جس کی یلتغار ناقابل مزاحمت تھی جب اس قوم کی عظمت اشاعت اسلام کا ریلہ آیا تو تبت اسلام نے ان کے (پتھر جیسے) قلوب کو مسخر کر لیا اور وہاں مسلمان سلاطین کے کئی سلسلوں کے زیر نگیں اسلامی سلطنت کی داغ بیل پڑ گئی۔

Thus through all the vicissitudes of thirteen hundred years, the Koran has remained the sacred book of all the Turks and Persians and of nearly a quarter of the population of India. Surely such a book as this deserves to be widely read in the West, more especially in these days when space and time have been almost annihilated by modern invention and when public interest embraces the whole world.

تیسرہ سو سال کی گردش آیام کے دوران تمام ترک قوم اہل ایران اور ہندوستان کی تقریباً ربع آبادی کے نزدیک قرآن کو مقدس کتاب کا درجہ حاصل رہا ہے۔ لاریب، یہ ایسی کتاب ہے جو اس کی حقدار و سزاوار ہے کہ موجود مغربی دنیا میں اس کا نہایت وسیع پیمانے پر مطالعہ ہو۔ خاص طور پر موجودہ دور میں جب کہ نئی ایجادات نے کون و مکان کی تمام تیزیں مٹا دی ہیں جب کہ عوامی فلاح کا مفہوم یہ مقصود ہونے لگا ہے کہ تمام بنی نوع انسان کو فلاح و بہبود کی دولت سے مالا مال کر دیا جائے۔

Introduction to the Koran (by George State, London, pp. v-vii)

A.J. Arberry

اے۔ جی۔ آربری

When appreciation rests upon these foundations, the charges of weary some repetition and jumbled confusion become

meaningless. Truth cannot be dimmed by being frequently stated, but only gains in clarity and convincigness at every repetition; and where all is true, in consequence and in comprehensibility are not felt to arise.

جب تعین و تحدید ان بنیادوں پر مبنی ہو تو ناگوار اور تھکا دینے والی تکرار اور پراگندہ بیانی
 و بے ربطی کے اعتراضات بے معنی ہو جاتے ہیں۔ فوراً صداقت کو اگر بار بار بیان کیا جائے تو ماند
 پڑنے کی بجائے اور زیادہ صحتیل ہوتا ہے اور ہر تکرار اس کی اثر آفرینی کو بلا جھنشی ہے۔ اور جہاں کوئی
 شے سزا یا صداقت ہی صداقت ہو تو وہاں بے ربطی اور ناقابلِ فہمی ہی بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔

*The Holy Koran, an introduction with selection, London,
 1953, p.17 and p.p. 25-27*

ذرائع مختلفہ

پنشن گریڈ، اردو بازار، ایبٹ